فہرست الکلام الحسن جلد اوّل

ملفوظات

ملقب بہ

الکلام الحسن

(جمع کردہ ، مولانا محمد حسن امرتسری)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آدابِ تلاوت

فرمایا۔ آداب تلاوت تو بہت ہیں مگر میں ایک ہی ادب بیان کرتا ہوں جس میں سب آجائیں اور وہ یہ ہے کہ یوں خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمائش فرمائی ہے کہ تم پڑھو ہم سنتے ہیں تو جس طرح کسی کو سنانے کے وقت خاص اہتمام سے سنوار سنوار کر پڑھتا ہے ویسا پڑھنا چاہئے اور اس پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اس طرح سنانے کے وقت تو مخلوق کو خوش کرنا مقصود ہوتا ہے اور یہ ریاء ہے تو تلاوت میں گویا معصیت سے اعانت لی گئی۔ جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ مخلوق کو خوش کرنا دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ خوش ہو کر میرے معتقد ہو جاویں اور ان سے کچھ مجھ کو اس وجہ سے نفع پہنچے تو یہ ریا ہے۔ دوسرے یہ کہ مسلمان کا جی خوش کرنا عبادت ہے۔ پس اگر اپنے پڑھنے میں مخلوق کی دوسری قسم کی خوشی ملحوظ رکھے تو جائز ہے بلکہ موجب اجر ہے جیسا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ رات تم قرآن پڑھ رہے تھے اور میں سن رہا تھا۔ انہوں نے عرض کیا اگر مجھ کو معلوم ہوتا کہ آپ سُن رہے ہیں تو لَحَبَّرۡتُ تَحۡبِیۡرًا یعنی میں اس کو اور بھی زیادہ سنوار کر پڑھتا۔ پس یہ پڑھنا اُن کا جس کا عزم انہوں نے ظاہر کیا اگر ریاء منہی عنہ ہوتا تو حضور صلعم ایسی قرات سے منع فرمادیتے

مگر آپ کا منع نہ فرمانا دلیل ہے کہ کسی کا دل خوش کرنے کو پڑھنا ریا نہیں۔ تلاوت قرآن عزیز کا یہ ادب مجھ کو بہت عرصہ کے بعد معلوم ہوا۔ اب رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کہاں فرمائش کی ہے کہ یہ تلاوت کرے اور میں سنوں اُس کا جواب یہ ہے کہ جا بجا اس کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے اتل ما اوحی الیک من الکتاب۔ اسی طرح حدیث شریف میں ہے ما اذن اللہ لشیٔ ما اذن لنبی یتغنی بالقرآن۔ اور ظاہر ہے کہ یہ کان کا لگانا نبی ہونے کی بنا پر نہیں بلکہ تغنّی بالقرآن کی وجہ ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ ہم گویا اللہ میاں کو اس کی فرمائش کے بعد قرآن سنا رہے ہیں۔

پھر اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اس طرح سنوار کر پڑھنے سے پھر جلدی تلاوت نہ ہو سکے گی تو تلاوت کی مقدار کم ہو گی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پڑھنے والا یوں خیال کرے کہ اللہ تعالےٰ نے ہی یوں فرمایا ہے کہ جلدی جلدی پڑھو یعنی بدون ترسیل کے خواہ ترتیلاً یا حدرًا۔

حق تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کا طریقہ

امام احمد بن حنبلؒ نے اللہ تعالیٰ سے خواب میں استفساراً عرض کیا کہ آپ کا قرب کس چیز سے زیادہ ہوتا ہے فرمایا قرآن شریف پڑھنے سے۔ امام احمدؒ نے پوچھا بفھم او بلا فھمٍ (یعنی سوچ سوچ کر پڑھے تب قرب بڑھتا ہے یا بلا سوچے پڑھنے سے بھی) تو جواب ملا بفھمٍ و بلا فھمٍ (یعنی سوچ سمجھ کر پڑھنے سے بھی اور بلا سوچے پڑھنے سے بھی)

تدبّر اور بلا تدبّر علیحدہ علیحدہ تلاوت

فرمایا۔ کہ ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا کہ اگر تدبّر سے تلاوت کرتا ہوں تو مقدار کم رہتی ہے اور اگر بلا تدبّر کرتا ہوں تو معانی کا خیال نہیں ہوتا۔ میں نے اس سے کہا تلاوت دو وقت کیا کرو۔ ایک وقت میں تدبّر سے پڑھو اور دوسرے وقت میں محض تلاوت کو مقصود سمجھ کر فر فر پڑھتے چلے جاؤ۔ اس پر وہ بہت خوش ہوئے۔

بڑا بننے کی نیّت نہ کرو

فرمایا۔ بڑے بننے کا طریقہ یہ ہے کہ چھوٹا بنے پھر خود بخود اس میں یہ اثر ہے کہ بڑا بن جائے گا مگر بڑے بننے کی نیت نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ سلاطین اور مشائخ کی فضیلت میں ایسی

تو ہزاروں حکایات منقول ہیں کہ انہوں نے تواضع کی. مگر کسی نے ان کے تکبر کی حکایات مدح میں نقل نہیں کیں. اور اس میں ذلت نہیں ہے ۔ ذلت کی حقیقت صرف عرض حاجت ہے. پس بوجھ اٹھانا یا گاڑھا پہننا وغیرہ ذلت نہیں ہے تواضع ہے ۔

استغناء اور کبر میں فرق

فرمایا۔ استغناء اور کبر میں بڑا فرق ہے ۔ کبر تو مذموم ہے اور استغناء محمود ہے مگر غلو استغناء میں بھی اچھا نہیں۔ البتہ علو فی الاستغناء یعنی اہل کبر کے مقابلہ میں عالی دماغی اچھا ہے اور غلو سب سے اچھا ہے یعنی کسی طرف بھی التفات نہ ہو۔

تعویذات میں نقوش حرف کا بدل ہیں

فرمایا۔ تعویذات میں اصل تو حروف و الفاظ ہیں جو پڑھے جائیں مگر جو لوگ نہیں پڑھ سکتے ان کے واسطے حروف کا بدل یہ نقوش ہیں جیسا کہ حصن حصین کی روایت سے معلوم ہوتا ہے ومن لم یعقلها کتبها فی صك وعلقها فی عنقه ۔

مدرسہ نیچروں کی اصلاح کے لئے

فرمایا۔ فلاں مدرسہ کے اختلاف کی نسبت کسی نے بہت عمدہ لطیفہ کہا ہے کہ مدرسہ تو نیچریوں کی اصلاح کے لئے تھا ، نہ یہ کہ نیچری مدرسہ کی اصلاح کریں جیسا کہ اس وقت چاہتے ہیں ۔

حکایت مولانا محمد قاسم صاحب رح

فرمایا۔ مولانا محمد قاسم صاحب رح جب رام پور تشریف لے گئے آپ کو نواب کلب علی خاں والئ رامپور نے بلایا۔ مولانا نے جواب دیا کہ میں ایک دیہاتی آدمی ہوں آداب شاہی سے ناواقف ہوں اس واسطے آپ کو میرے آنے سے تکلیف ہوگی ۔ انہوں نے کہا ہم خود آپ کا ادب کریں گے نہ کہ آپ سے ادب کا مطالبہ کریں ضرور تشریف لائیے مجھ کو بیحد اشتیاق ہے ۔ اس پر مولانا رح نے فرمایا سبحان اللہ اشتیاق تو آپ کو اور ملنے کو میں آؤں ۔ دعا کرو کہ مجھے بھی اشتیاق پیدا ہو جائے پھر ملاقات

کر لوں گا

سفید جھوٹ یا سیاہ جھوٹ

فرمایا۔ جھوٹ تو سیاہ ہوتا ہے خدا جانے اس محاورہ کی کیا وجہ ہے کہ یہ سفید جھوٹ ہے کیونکہ معاصی سب ظلمات ہیں۔

نسبت کی حقیقت

(ایک اہل علم نے سوال کیا کہ نسبت کی حقیقت کیا ہے) فرمایا نسبت تعلق کا نام ہے اور اس کے لئے دو چیزیں لازم ہیں (۱) ذکر (۲) طاعت۔ مگر یہ دو قسم ہے ایک ضعیف دوسری قوی اور راسخ۔ پہلی قسم تو مطلق ایمان کے سبب فساق اہل ایمان کو بھی حاصل ہے قال اللہ تعالیٰ اللہ ولی الذین امنوا۔ دوسری قسم مخصوص ہے اولیاء کے ساتھ قال اللہ تعالیٰ الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔ الذین امنوا وکانوا یتقون۔

صوفی کی حقیقت

فرمایا۔ صاحب الیواقیت نے لکھا ہے کہ صوفی کی حقیقت عالم باعمل ہے کیسی جامع تفسیر ہے۔

سیاہی قلب کا اثر

ایک صاحب علم نے سوال کیا کہ قلب پر معصیت سے جو سیاہی ہوتی ہے اس کی حقیقت کیا ہے۔ فرمایا اس کی حقیقت ہے ایک خاص قسم کی ظلمت جس کا اثر طاعات سے بے رغبتی پیدا اور معاصی کی رغبت ہو۔ اور اس کے برخلاف اعمال صالحہ سے نور پیدا ہوتا ہے اور نور کا معنی حسی روشنی نہیں ہے بلکہ نور کی حقیقت ہے "ظاہر فی نفسہٖ ومظہر لغیرہٖ" اور اس کے کئی اقسام ہیں۔ ایک قسم کا نور جو عبادت سے پیدا ہوتا ہے وہ وجدانی شے ہے جس کا اثر ہے عبادت میں قلب کا انشراح اور رغبت اور معاصی سے نفرت۔ اس پر احقر[۱] نے عرض کیا کہ قلب سے

---

[۱] المراد بہ مولانا محمد حسن سلمہٗ ربہٗ ۱۲

مراد شکل صنوبری ہے یا کچھ اور تو فرمایا کہ صوفیہ کی اصطلاح میں قلب ایک لطیفہ ہے جو مجرد ہے اور صوفیہ نے کشف سے اشیاء حادثہ میں پانچ چیزیں مجرد مانی ہیں۔ (۱) قلب (۲) روح (۳) سر (۴) خفی (۵) اخفیٰ۔ یہ سب لطائف کہلاتے ہیں اور ان کے محل بھی تجویز کئے ہیں اور بعض نے چھ لطائف لکھے ہیں جن میں ایک نفس ہے اور واقع میں وہ قوت مادیہ باعث علی الشر ہے لیکن تغلیباً اُس کو بھی مجردات میں شمار کرلیا ہے۔ لیکن متکلمین تجرد کو واجب کے خواص میں سے تسلیم کرتے ہیں اور صوفیہ کے قول کو غلط کہتے ہیں لیکن صوفیہ و فلاسفہ کے نزدیک اخص صفات واجب الوجود صرف وجوب بالذات ہے اس لئے ممکنات میں بھی مجرد کے قائل ہوتے ہیں مگر اتنا فرق ہے کہ فلاسفہ نے مجرد کو قدیم بالزمان مانا ہے اور صوفیہ سوائے واجب الوجود کے جملہ مجردات کو حادث بالزمان کہتے ہیں۔ پس صوفیہ کی تحقیق یہ ہے کہ روح مجرد ہے اور بدن کے ساتھ اُس کا تعلق حلول کا نہیں بلکہ محض تدبر کا ہے اور متکلمین روح کو جسم لطیف مانتے ہیں اور اس کا تعلق بدن کے ساتھ سرایت کا مانتے ہیں اور اُس کی نسبت بدن کے ساتھ ایسی مانتے ہیں جو جسم تعلیمی کو جسم طبعی سے ہوتی ہے فرق صرف یہ ہے کہ جسم تعلیمی عرض ہے اور روح مجرد ہے (اس پر احقر نے عرض کیا ان فی الجسد لمضغۃ سے تو جسم صنوبری ہی قلب کا مصداق معلوم ہوتا ہے) فرمایا تلبس کی وجہ سے جسم صنوبری کو قلب کہا جاتا ہے اور اسی بناء پر اُس کو مضغہ کہہ دیا گیا ورنہ یہ سیاہی اور رَین جو معاصی کی وجہ سے ہوتا ہے وہ قلب مجرد ہی پر ہوتا ہے۔

حضرت ابوطالب کہنے کا سبب

فرمایا۔ میں حضرت ابوطالب کو بلا لفظ حضرت کے ذکر نہیں کرتا۔ صرف اس تلبس کی وجہ سے جو ان کو حضور پر نور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے ہے اور اسی تعلق کے سبب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے والدین کے بارے میں گفتگو کرنے کو بہت خطرناک سمجھتا ہوں کیونکہ ایک حدیث میں آیا ہے لا

تسبوا الاموات فتؤذوا الاحیاء اور ظاہر ہے کہ کسی کے والدین کو یہ کہنا کہ بدمعاش کافر تھے اس سے اولاد کو طبعی طور پر رنج ہوتا ہے۔ اس قاعدہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو بھی رنج ہوتا ہوگا۔ اور قرآن شریف میں ہے ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ الآیۃ۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے بارے میں بلاضرورت گفتگو کرنا باعثِ تاذّی رسول ہے۔

قرآن شریف ہمارے محاورہ پر نازل ہوا ہے

فرمایا۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ لَعَلَّ قرآن شریف میں اس واسطے آیا ہے کہ قرآن شریف ہمارے محاورہ پر نازل ہوا ہے پس جس جگہ انسان لعلّ کا لفظ بولتا ہے ایسے ہی مقامات میں اللہ تعالیٰ نے بھی لَعَلّ فرمایا ہے اُس کی تفصیل یہ ہے۔ مسبّاب کا ترتب اسباب پر تین قسم کا ہے۔ ایک کلی جیسے احراق کا ترتب نار پر۔ دوسرے اکثری جیسا ترتب شفاء کا دوا پر۔ تیسرا اتفاقی جیسے شکار کا جال پر اور لَعَلّ کا لفظ انسان کے کلام میں وہاں آتا ہے جہاں کسی مسبب کا ترتب اپنے سبب پر اکثری ہو۔ یعنی اس سے قطع نظر کہ متکلم کو عواقب کا علم ہے یعنی صرف ذات سبب کی طرف نظر کر کے اس لفظ کا اطلاق کیا جائے۔

حضرت علیؓ کو مشکل کُشا کہنا کیسا ہے

فرمایا۔ حضرت علیؓ کو مشکل کشا بمعنی اشکال علمی کو حاصل کرنے والے کہنا جائز ہے مگر مشکلات تکوینیہ کے حل کے اعتبار سے جائز نہیں جیسے اہل بدعت کا محاورہ ہے لیکن پھر بھی لفظ چونکہ مبہم ہے اس لئے اس سے بچنا چاہیئے۔

قرآن حکیم کا زیادہ طرز حاکمانہ ہی ہے

فرمایا۔ خواجہ عزیز الحسن صاحب نے سوال کیا تھا کہ عذاب ابدی اور رحمتِ حق کو جب موازنہ کر کے خیال کریں تو سمجھ میں نہیں آتا۔ اس وقت قلب میں یہ جواب پیدا ہوا کہ یہ استبعاد اپنے انفعال سے پیدا ہوتا ہے مثلاً انسان جب اپنے دشمن کو سزا دیتا ہے تو اُس کی حالتِ زار کو دیکھ کر رحم کرتا ہے یہ انفعال ہے اور اللہ تعالیٰ انفعال سے

پاک ہیں۔ ان کا عذاب اور قہر ارادی ہے اور اختیاری ہے جو اُن کے کفر پر تجویز کیا گیا ہے تو یہ لوگ خود اپنے ہاتھوں سے جہنم میں گرتے ہیں اور خلافِ رحم تب ہوتا کہ جب پہلے سے پتہ نہ دیا ہوتا۔ باقی ایسے علوم میں زیادہ غور کرنا مناسب نہیں کیونکہ یہ علوم واجب کے ارادہ اور علم سے تعلق رکھتے ہیں اور ارادہ و علم صفاتِ واجب میں سے ہے اور ان کا ادراک بالکنہ محال ہے اس لئے ایسے علوم کی حقیقت حاصل ہو نہیں سکتی اسی واسطے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے ایسے مسائل کی تحقیق سے منع فرمادیا ہے اور نہ ان کے سمجھنے کو کوئی قربِ حق میں دخل ہے بلکہ اس کے عدمِ فہم میں قربِ حق ہے کہ ہمارے روکنے سے ہمارا بندہ رُک گیا۔ اور جن جن مسائل کی تحقیقِ مزید سے منع فرمایا ہے جیسے مسئلہ قدر وغیرہ وہ سب ایسے ہی ہیں۔ گو ایسی تعلیمات حاکمانہ ہیں مگر قرآن کا طرز زیادہ حاکمانہ ہی ہے چنانچہ شیطان کے دلائل کے جواب میں فرمایا اُخْرُجْ فرمانا اور اس کے مقدمات و دلائل کا جواب نہ دینا اس کی دلیل ہے اور تجربہ سے معلوم ہوا کہ حکیمانہ جواب سے یہ طریق حاکمانہ زیادہ مفید ہے۔

ساری تعلیم تصوّف کا حاصل

فرمایا۔ ساری تعلیم تصوف کا حاصل دو امر ہیں (۱) تحصیل (۲) تسہیل۔ تحصیل تو واجب ہے اور یہی اصل مقصود بھی ہے اور تسہیل جو کہ مجاہدہ سے حاصل ہوتی ہے اُس کی تعلیم تبرع ہے شیخ کے ذمہ نہیں۔

لطیف شئے بگڑنے سے زیادہ خراب ہوتی ہے

فرمایا۔ تصوّف جب بگڑتا ہے تو یا جنون ہو جاتا ہے یا زندقہ بن جاتا ہے کیونکہ لطیف شئے جب بگڑتی ہے تو اُتنی ہی زیادہ خراب اور فاسد ہو جاتی ہے۔

طالب کا دعویٰ مقصود سے مانع ہے

فرمایا۔ طالب کا دعویٰ مقصود سے مانع ہے نہ کہ معین اور جالب۔ چنانچہ بعض لوگ خطوط میں اپنے کمالات ظاہر کرتے ہیں مثلاً خط عربی میں لکھ دیتے ہیں تو یہ ایک دعویٰ ہے جو مانع مقصود ہوتا ہے کیونکہ مصلح پر اُس کا بُرا اثر ہوتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا جواب دینے میں کمال

فرمایا۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ ہندوستان میں جمعہ کی نماز پڑھنا کیسا ہے۔ فرمایا جیسے جمعرات کی نماز پڑھنا۔ اسی طرح کسی نے شاہ صاحب سے سوال کیا کہ فاحشہ عورت کا جنازہ پڑھنا جائز ہے فرمایا اُس کے آشناؤں کا کیسے جائز سمجھتے ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ کو سائل کے فہم کے موافق جواب دینے میں اللہ تعالیٰ نے کمال عطا فرمایا تھا۔

قبروں پر قبّے بنانے کا حکم

فرمایا۔ قبروں پر قبّے بنانے کے جواز میں بعض کا قول قیل سے نقل کیا گیا ہے شاید اس قول ضعیف کی وجہ یہ ہوگی کہ بعض احکام معلل ہوتے ہیں اس قائل نے اس نہی کو بھی معلّل سمجھا اس ممانعت کی علت اسراف یا تفاخر کو سمجھا اور جواز کی مصلحت اظہارِ احترام اور شوکتِ اسلام کو سمجھا اور اس مصلحت کے قصد کے وقت علت نہی کو مرتفع سمجھا شاید اسی بنا پر کسی نے فتویٰ جواز کا دیا ہو چونکہ منشا اس کا ایک اجتہاد ہے گو صحیح نہ ہو لیکن زیادہ طعن و تشنیع نہ کرنا چاہئے۔

ملفوظ مولانا محمد قاسم متعلق مولود

فرمایا۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے سیوہارہ میں کسی نے مجلس مولد کے بارہ میں دریافت کیا تو فرمایا نہ تو اتنا بُرا ہے جتنا لوگ سمجھتے ہیں اور نہ اتنا اچھا ہے جتنا لوگ سمجھتے ہیں۔

علی گڑھ کالج میں مولود کی تاویل

فرمایا علی گڈھ کالج میں مولود ہوا کرتا ہے ایک مولوی صاحب نے اس کی خوب تاویل کی اور کہا کہ تمہارے لئے بیشک بدعت ہے مگر اُن کے لئے ضروری ہے کیونکہ اس بہانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم کا نام اور احکام تو اُن کے کان میں پڑ جاتے ہیں ورنہ بالکل کورے ہی رہتے

فرمایا مولوی تراب صاحب اور مفتی سعد اللہ صاحب میں مسئلہ مولد میں اختلاف

تھا۔ مولوی تراب صاحب مولود کے قائل تھے اور مفتی صاحب مانع تھے۔ ایک بار باہم ملاقات ہوئی۔ مولوی تراب صاحب نے کہا ابھی تک آپ کا انکار ہی چلا جاتا ہے۔ مفتی صاحب نے کہا اور ابھی تک آپ کا اصرار ہی چلا جاتا ہے۔ مولوی تراب صاحب نے کہا واللہ ہم صرف محبت سے کرتے ہیں۔ مفتی صاحب نے کہا ہم صرف متابعت کی وجہ سے منع کرتے ہیں۔ اس پر مولوی تراب صاحب نے کہا الحمد للہ ہم دونوں ناجی ہیں۔

عورتیں میم اور مرد ایم۔اے بن گئے

فرمایا: آج کل عورتیں میمیں بن گئیں اور مرد ایم۔اے بن گئے

ذبح میں ابقاء رحم ہے

ذبح حیوان کو لوگ ترحم کے خلاف بتلاتے ہیں حالانکہ غور کیا جائے تو اس میں خاصیت ابقاء رحم کی ہے۔ کیونکہ ذبح کے وقت قوت ترحم کو حرکت ہوتی ہے اور بار بار حرکت ہونے سے وہ قوت محفوظ رہتی ہے چنانچہ دلیل انی اس کی یہ ہے کہ گوشت کھانے والے اور ذبح کرنے والے لوگ بہ نسبت منکرین و تارکین ذبح کے رحم دل زیادہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ معاملات میں مشاہدہ ہے کہ مسلمانوں میں رحم زیادہ ہے ہندوؤں میں نہیں اور طبی قاعدہ ہے کہ جس قوت کو حرکت ہوتی رہے اور اس سے کام بار بار لیا جائے وہ قوت باقی رہتی ہے[1]۔ پس ذبح میں ابقاء رحم ہے اور اس کے ترک میں افناء رحم ہے۔

---

[1] صرف ابقاء قوت ہی نہیں بلکہ اس قوت کے افعال بہت زیادہ اور مؤثر اور تیز ہو جاتے ہیں چنانچہ تارک الجماع کو مدت کثیر کے بعد جماع کا اتفاق ہو تو اس میں ایک قسم کا ضعف ہو جاتا ہے جو متعدد بار جماع کرنے سے خود بخود رفع ہو جاتا ہے۔ حافظ قرآن نے چونکہ قوت حافظہ سے کام لے لے کر اس کو قوی کر لیا ہے وہ اگر کسی چیز کو یاد کرنا چاہے تو بخوبی و بآسانی و بتعجیل حفظ کر سکتا ہے بہ نسبت ایک معطل الدماغ کے۔ اور بھی اس کے امثلہ طب میں بہت ہیں۔ وللہ در صاحب الملفوظات حیث نبہنا علی ہذہ والنکتۃ اللطیفۃ ۱۲ عبد الخالق عفا اللہ عنہ

امور طبعیہ مذمومہ سے طبعی مسرت معصیت نہیں

فرمایا۔ امور طبعیہ مذمومہ سے طبعی مسرت ہونا معصیت نہیں ہے۔ مثلاً رشوت کا مال ملنے سے جو مسرت ہوتی ہے وہ طبعی ہے۔ عقیدہ میں تو اس کا قبح ہی ہوتا ہے۔

خلافت قریشی کے لئے ہے

فرمایا۔ خلافت قریشی کے لئے ہے غیر قریشی بادشاہ کو سلطان کہا جائے گا لیکن اطاعت اس کی بھی واجب ہوگی۔ اور گو نصب خلیفہ واجب ہے لیکن واجب کے لئے قدرت شرط ہے اور قدرت اس وقت مفقود ہے اس واسطے گو عالم اس وقت خلیفہ سے خالی ہے لیکن بایں حالات خلیفہ کے نہ ہونے سے کوئی گناہ نہیں۔ اور بعض نے جو کہا ہے کہ غیر قریشی بھی خلیفہ ہو سکتا ہے تو یہ نص کا خلاف ہے یعنی الائمۃ من قریش نیز حضرات انصار پر جب یہ نص پیش کی گئی تو انہوں نے بھی اس کو تسلیم فرمایا۔ پس گویا اس پر صحابہ کا اجماع ہو گیا۔ البتہ جن لوگوں کے قبضہ میں سلطنتیں ہیں وہ اگر قریشی کو جب کہ اُس میں اہلیت ہو خلیفہ نہ بناویں تو مجرم ہوں گے۔

تبلیغ کس صورت میں واجب ہے

فرمایا۔ تبلیغ یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر واجب ہے بشرطیکہ مخاطب کو حق نہ پہنچا ہو اور گمان غالب ہو کہ میرے تبلیغ کرنے سے مجھے ایسا کوئی ضرر بھی نہ ہوگا جس کو میں برداشت نہ کر سکوں گا ایسی حالت میں بفحوائے من رائ منکم منکرا الخ تبلیغ واجب ہے اور جہاں قدرت نہ ہو یا جس کو تبلیغ کر رہا ہے اُس کی طرف سے ضرر کا خطرہ ہو وہاں واجب نہیں۔ اسی طرح اگر ضرر کا تو خوف نہیں لیکن یہ اندیشہ ہو کہ وہ شخص مثلاً شریعت کو گالیاں بکنے لگے تو ایسی حالت میں بھی تبلیغ نہ کرے۔ اور میں تو فتنۂ ارتداد کے بعد یہی کہتا ہوں کہ اگر تبلیغ پر کوئی اثر بھی مرتب نہ ہو اور مخاطبین نماز روزہ بھی نہ کریں صرف اپنے آپ کو مسلمان کہتے رہیں تو یہ بھی غنیمت ہے۔ آخر مر کر جنت میں پہنچ ہی جاویں گے۔

÷ ÷ ÷ ÷ ÷

فقہاء میں شانِ انتظام

فرمایا۔ صوفیاء میں انتظام عام کی شان نہیں ہوتی اس واسطے بہت سے اعمال کو حدِ جواز تک کر گذرتے ہیں اور فقہاء میں چونکہ انتظام کی شان ہے اس واسطے بہت سے مباحات اور مندوبات کو جن سے عوام کے مفاسد میں پڑ جانے کا خطرہ ہو منع کر دیتے ہیں اور اسی واسطے فقہاء نے سماع کو علی الاطلاق منع کیا ہے کہ اُس کا فساد غالب ہے اور محدثین آلات کو منع کہتے ہیں۔ اور صوفیہ میں ایسے بھی ہوئے ہیں جو خاص شرائط کے ساتھ مطلقاً جائز کہتے ہیں اور بعضے محدثین کی موافق فرماتے ہیں۔

ادب کی حقیقت

فرمایا۔ ادب کی حقیقت راحت رسانی ہے جس برتاؤ میں تکلیف ہو وہ ادب نہیں گو صورۃً ادب ہو۔ دیکھئے حضرات صحابہ کرامؓ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہ وسلم سے بے تکلف رہتے تھے۔

بزرگوں کے تبرکات میں میراث واجب ہے

فرمایا۔ بزرگوں کے تبرکات میں ایک عام بے عنوانی ہو رہی ہے کہ اُن میں میراث جاری نہیں کرتے حالانکہ وہ کسی کی ملک ہی تھے اس لئے کسی ایک کا مثلاً صاحب سجادہ کا ان پر قبضہ رکھنا جائز نہیں۔ سندھ میں ایک بزرگ نے جو کہ پیر جھنڈا مشہور ہیں اپنے اخیر وقت میں اپنے ورثاء کو وصیت کی تھی کہ میرے بعد جو معاملات پیش آئیں تھانہ بھون سے فتویٰ منگا کر عمل کرنا۔ ان کے یہاں تبرکات بھی تھے میں نے اُن کے متعلق بھی اُن لوگوں کو لکھ دیا تھا کہ ان میں میراث جاری کرنا واجب ہے اور وقف کی تاویل اس لئے نہیں ہو سکتی کہ منقول غیر متعا والوقف کا وقف جائز نہیں مگر کوئی جواب نہیں آیا۔

حقائق میں افراط و تفریط

فرمایا۔ حقائق میں افراط و تفریط ہو گئی ہے۔ اگر ادب کرتے ہیں تو تکلف کرنے لگتے ہیں اور بے تکلفی کرتے ہیں تو گستاخی کرنے لگتے ہیں گویا اعتدال کوئی چیز ہی نہیں۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے بارے میں

فرمایا۔ مولانا حسین احمد صاحب بہت شریف طبیعت کے ہیں باوجود سیاسی مسائل میں اختلاف رکھنے کے بھی کوئی کلمہ خلاف حدود اُن سے نہیں سُنا گیا۔

بچوں کا قلب تو صاف ہوتا ہے

فرمایا۔ جب میں گھر جاتا ہوں تو راستہ میں محلّے کے بچے سب پاس آکر جمع ہو جاتے ہیں پھر دروازہ تک ساتھ آتے ہیں دروازہ میں پہنچا کر واپس چلے جاتے ہیں۔ ایک شخص کا مقولہ نقل کیا کہ بچوں کا میلان کسی شخص کی طرف یہ مقبول ہونے کی علامت ہے۔ کیونکہ ان کا قلب تو صاف ہوتا ہے۔ خیر مقبول ہونا تو بہت بڑی بات ہے مگر اس سے کسی قدر تو طمع ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ رحم فرمائیں گے۔

اپنی سادگی کے بارے میں

فرمایا۔ میری سادگی کی تو ایک سی حالت رہتی ہے بعضے لوگ اس کو تواضع کہنے لگتے ہیں بعضے تکبر کہنے لگتے ہیں اور واقع میں نہ وہ تواضع ہے نہ تکبر ہے بیساختگی ہے۔

نماز میں احضارِ قلب مقصود ہے

فرمایا۔ لا صلوٰۃ الا بحضور القلب میں حضور سے مراد احضارِ قلب ہے مجازاً [1] کیونکہ حضور قلب تو اختیاری نہیں پس عبد اس کا مکلف نہیں احضار کا مکلف ہے خواہ حضور ہو یا نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ اس پر ایک طالب علم نے ایک خط میں شبہ کیا تھا کہ حضور تو احضار کا مطاوع ہے اور اس کو لازم ہے تو احضار کے بعد ضرور ہونا چاہئے۔ حالانکہ بعض اوقات حضور نہیں ہوتا۔ اس کا جواب میں نے اس طالب علم کو یہ لکھا تھا کہ بیشک احضار کے لیے حضور لازم ہے مگر مطلق حضور نہ کہ خاص وہ حضور جس کے تم طالب ہو۔ پس میں جو کہتا ہوں کہ احضار کے بعد کبھی حضور ہوتا ہے کبھی نہیں اس سے مراد وہ حضور ہے جو تمہارا مطلوب ہے اور احضار کے

---

[1] یعنی حضور ثلاثی مجرد مطاوع ہوتا ہے ثلاثی مزید یعنی احضار کا پس حضور بھی اختیاری ہونا چاہئے۔ عبد الخالق عفی عنہ۔

بعد مطلق حضور ضرور ہو گا جس سے کہ اس کی مطاوعت احضار کے لئے صحیح ہو پھر اس احضار ما مور بہ کی کامل صورت یہ ہے کہ مذکور کی طرف متوجہ رہے اگر نہ ہو سکے تو ذکر ہی کی طرف متوجہ رہے یا مثلاً یہ سوچے کہ کعبہ کی طرف منہ کئے کھڑا ہوں اور کعبہ سامنے ہے۔ اور ایک اور صورت بھی ہے جو احضار کامل نہیں مگر اس کا عام لوگوں پر ظاہر کرنا مناسب نہیں مگر یہ تو مجلس خاص ہے اس لئے ظاہر کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ کسی مسئلہ فقہیہ کی طرف متوجہ ہونا بھی منافی حضور نہیں ہے گو یہ ناقص احضار ہے اس لئے ایسا نہ کرے۔ اور اگر یہ حالت پیش آوے تو قلق بھی نہ کرے کہ ہائے نماز میں احضار نہ ہوا اور مجھ کو یہ منافی نہ ہونا حضرت عمرؓ کے فرمان سے سمجھ میں آیا اور جس دن یہ سمجھ میں آیا تھا طبیعت میں نہایت مسرت ہوئی تھی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں انی اجھز الجیش وانا فی الصلوٰۃ۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں کسی دینی مشغلہ کا خیال کرنا منافی حضور نہیں ہے (اس پر احقر نے یہ عرض کیا کہ میرے دل میں حالت نماز میں یہ خیال آتا ہے کہ یا اللہ رحم فرما) اس پر فرمایا کوئی حرج نہیں۔ یہ احضار کا منافی نہیں ہے غرض یہ کہ توجہ الی المذکور یا توجہ الی الاذکار الدینیہ کوئی بھی ان میں سے نفس احضار کے منافی نہیں ہاں کامل احضار وہ ہے جس میں توجہ الی المذکور ہو یا توجہ الی الذکر ہو (اس پر احقر نے عرض کیا کہ تمام قرارت میں بواسطہ ذکر کے احضار کی کیا صورت ہو گی۔ فرمایا جہری نماز میں تو الفاظ کو غور سے سُننا یا اُن کے معنی کی طرف خیال کا لے جانا اور سرّی میں الفاظ خیالی کا احضار۔ یا وہی کعبہ کی طرف توجہ۔ اور بعض اکابر نے حضرت ابوہریرہؓ کے قول اقرأ فی نفسك یا فارسی کا یہی محمل فرمایا ہے یعنی خیالی الفاظ اور احضار کی ایک سہل نظر میرے خیال میں آئی ہے جو بہت ہی سہل معیار ہے وہ یہ کہ مثلاً قرآن مجید کسی کو یاد ہو مگر کچا ہو تو وہ جس طرح سوچ سوچ کر پڑھتا ہے بس اتنا سوچ لینا یہ احضار کی تحصیل کے لئے کافی ہے۔ اس سے زیادہ کاوش کی حاجت نہیں۔

حال اختیاری نہیں

فرمایا۔ حال اختیاری نہیں مگر جن اسباب سے اکثر حال پیدا ہو جاتا ہے وہ

اختیاری ہیں پس یہ خود غیر اختیاری ہے مگر حق تعالیٰ کی عادت یہ ہے کہ مباشرت اسباب کے بعد اکثر حال پیدا فرما دیتے ہیں اگرچہ لازم نہیں جیسے نکاح کے بعد بچہ پیدا ہونا کہ غیر اختیاری ہے اور اسباب اختیاری ہیں اور ترتب لازم نہیں۔ پس بایں معنی حال اختیاری ہے اور پہلے معنی کے اعتبار سے اختیاری نہیں جیسا مثلاً ابصار فی ذاتہٖ غیر اختیاری ہے کیونکہ باوجود فتح عین ومحاذات کے عدم ابصار غیر اختیاری ہے تو اس کی ضد یعنی ابصار بھی غیر اختیاری ہوگا کیونکہ اختیاری کی ضد بھی اختیاری ہوتی ہے۔ اس لئے کہ قدرت ضدین کے ساتھ متعلق ہوتی ہے۔ مگر باوجود اس کے ابصار کو اختیاری کہتے ہیں کیونکہ اس کے اسباب مثلاً فتح العین بحالت محاذات مبصر ووجود ضوء وغیرہ اختیاری ہیں تو اسباب کے اختیاری ہونے سے اس کو اختیاری کہا جاتا ہے۔ پس اسی طرح حال اگرچہ خود غیر اختیاری ہے مگر چونکہ اس کے اسباب اختیاری ہیں اس لئے اس اعتبار سے اُس کو بواسطہ اختیاری کہا جاسکتا ہے۔

ذکر کی تلقین تلاوت کا مقدمہ ہے

فرمایا۔ مشائخ جو زیادہ تر ذکر بتلاتے ہیں تلاوت زیادہ کرنے کو نہیں بتلاتے تو وجہ اس کی یہ ہے کہ ابتداء میں زیادہ مقصود صرف یکسوئی پیدا کرنا ہے اور تلاوت سے خاص شان کی یکسوئی پیدا نہیں ہوتی۔ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ تلاوت باوجودیکہ افضل ہے مگر صوفیہ اس کی تعلیم نہیں کرتے مگر یہ اعتراض بالکل بے موقع ہے کیونکہ ذکر کی تلقین تلاوت ہی کا مقدمہ ہے اس لئے کہ اس سے یکسوئی ہوکر تلاوت کامل ہونے لگتی ہے باقی زیادہ تر مقصود تلاوت ہی ہے یہ ایسا ہے جیسا کہ وضوء یا دیگر شرائط صلوٰۃ مقدم ہوتے ہیں نماز پر۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایک خاص درجہ کی یکسوئی پیدا ہوجاتی ہے پھر زیادہ تر تلاوت ہی میں مشغول کر دیتے ہیں باقی غیر محققین کا ذکر نہیں۔

❊❊❊ ❊ ❊❊❊

فاعل حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہیں

فرمایا۔ ہر شخص خدا تعالیٰ کا قائل ہے چاہے وہ اپنے قصد سے انکار ہی کرے کیونکہ کسی نہ کسی کو فاعل حقیقی مانے ہی گا اور فاعل حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہیں۔ اس طرح سے بلا قصد اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے مگر غیر فاعل کو فاعل سمجھ گیا ہے۔ حدیث لاتسبوا الدھر فان اللہ ھوالدھر میں اسی طرف اشارہ ہے۔

یقین میں اثر

فرمایا۔ رنجیت سنگھ کی حکایت مشہور ہے کہ جب دریائے اٹک پر پہنچا تو آگے پار ہونے کا اُس وقت سامان نہ تھا (یعنی کشتی وغیرہ) اس نے اسی طرح گھوڑا دریا میں ڈالدیا۔ کسی نے کہا کہ جناب یہ اٹک ہے رنجیت سنگھ نے فوراً کہا کہ جس کے دل میں اٹک اس کے لئے اٹک۔ چونکہ اس کو بھروسہ کامل تھا پار ہوگیا۔ جب اہل باطل کے یقین میں یہ اثر ہے تو اہل حق کے یقین میں کیسا کچھ ہوگا

یقین کا مفہوم

فرمایا صوفیہ کے نزدیک یقین کے معنی ہیں اعتقاد جازم مطابق للواقع مع غلبۃ الحال۔ اور اس تعریف پر آیت انما التوبۃ علی اللہ للذین یعملون السوء بجھالۃ کی تفسیر آسان ہو جائے گی اس طرح سے کہ بجھالۃ قید واقعی ہو اور یہ جہل جس علم کا مقابل ہے اُس کی یقین بالمعنی المذکور تفسیر ہو تو حاصل یہ ہوگا کہ گناہ جب ہوگا ایسا یقین نہ ہونے سے ہوگا کیونکہ اس وقت غلبہ حاصل نہ ہوگا گو اعتقاد جازم ہو۔ اسی طرح حدیث لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مومن الحدیث کی بھی تفسیر سہل ہو جائے گی۔ زنا کے وقت ایمان بمعنی یقین مذکور نہیں ہوتا کیونکہ غلبہ حال کے ساتھ گناہ کا صدور نہیں ہوتا

تعلیم دینیہ پر ضرورت سے زیادہ لینے کا جواز

ایک مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ تعلیم کتب دینیہ پر گذر کی ضرورت سے زیادہ اُجرت لینی جائز ہے یا نہیں۔ اس پر فرمایا جائز ہے خصوصاً اس زمانہ میں کیونکہ

مباشرت اسباب طبعاً قناعت اور اطمینان کے حصول کا سبب ہے اور بوجہ ضعفِ طبائع آج کل یہ قناعت اور اطمینان بہت بڑی نعمت ہے۔ باقی یہ کہ ضرورت سے زیادہ کیسی اجازت ہوگی۔ سو ضرورت دو قسم ہے (۱) حالی۔ (۲) مآلی۔ پس ممکن ہے کہ اب ضرورت نہ ہو اور آیندہ چل کر ضرورت ہو جائے اس لیے زائد لینے کی بھی اجازت ہوگی کیونکہ روپیہ زائد پاس ہونے سے ایک قسم کا استغناء رہتا ہے کہ ہمارے پاس روپیہ ہے بلکہ بعض مصالح کے سبب تو بلا ضرورت بھی ایسے ابواب کا قبول کر لینا مستحسن قرار دیا گیا۔ چنانچہ صاحب ہدایہ نے رزق قاضی کے قبول کرنے میں خاص مصلحت بیان کی ہے اور اُسی کی بناء پر میں نے جمعرات کی روٹیاں جو یہاں مسجد میں آتی تھیں جاری رکھنے کی رائے دی ہے جس کو بعض مؤذن بوجہ حاجت نہ ہونے کے رد کر دیتے تھے۔ میں نے کہا کہ رد نہ کی جائیں ممکن ہے کہ یہ حالت استغناء کی ہمیشہ نہ رہے اور پھر کبھی دوسرے مؤذن کو ضرورت واقع ہو اور اگر لوگوں کی عادت نہ رہی تو دوسرا مؤذن تنگ آ کر مسجد چھوڑے گا اور مسجد غیر آباد ہو جائے گی۔ یہی مصلحت مدرسی کی تنخواہ لینے میں بھی ہے کہ سلسلہ جاری رہنے سے اہل اعانت کی عادت رہے گی۔ نیز اس سے انکار کرنے میں درپردہ امام شافعیؒ پر اعتراض ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ بالکل جائز ہے اور اگر اس میں طمع کا شبہ ہو تو اتنی طمع بھی جائز ہے ؎

چوں طمع خواہد زمن سلطانِ دین خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

تائید میں فرمایا۔ حضرت سفیان ثوریؒ اس درجہ کے زاہد تھے کہ اُن کے پاس ہارون رشید کا خط آیا تو لکڑی سے کھول کر پڑھا تھا اور فرمایا تھا کہ اس خط کو ظالم کا ہاتھ لگا ہے۔ مگر باوجود اس کے وہ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں کچھ مال جمع رکھنا مصلحت ہے کیونکہ اگر ناداری کی حالت میں ضرورت پڑے گی تو مضطر ہو کر پہلے دین ہی کو تباہ کرے گا اس واسطے تنخواہ ضرور لے اور اگر کچھ بچ جاوے تو اس کو جمع کرتا رہے۔

ترکِ تدبیر بھی بڑا مجرّب نسخہ ہے

فرمایا۔ میں نے شورش کے زمانہ میں حضرات مدرسہ دیوبند کو لکھا کہ اب تک تو آپ

تدبیرات میں رہے۔ اب ترکِ تدبیر کر کے بھی دیکھ لیا جاوے یہ نسخہ بھی بڑا مجرب ہے اور اس ترکِ تدبیر میں اگر نقصان بھی ہوا تو اتنا نہ ہوگا جتنا تدبیرات میں ہوا ہے مگر اکثر لوگ تدبیرات ہی میں لگے رہتے ہیں۔

ف : مراد وہ تدبیرات ہیں جو اغراض غیر مقصودہ کے لئے کی جاتی ہیں۔

کیدِ نفس، قیدِ نفس اور صیدِ نفس

(ایک مہتمم مدرسہ نے لکھا کہ میں مدرسہ کی قلم دوات سے اپنا خط نہیں لکھتا اس میں نفس کا کوئی کید تو نہیں؟) فرمایا اس میں کید نفس نہیں بلکہ قید نفس ہے جس میں صید نفس ہے۔

حکایت مولانا سید احمد صاحبؒ

اپنے استاد مولانا سید احمد صاحبؒ مدرس دیوبند کی حکایت بیان فرمائی کہ ان کے ماموں حضرت مولانا محبوب علی صاحب کے ہاں اولاد نہ ہوئی تھی اس وجہ سے وہ مغموم رہتے تھے۔ مولانا سید احمد صاحبؒ بہت کم عمر تھے مگر بڑے ذہین۔ ماموں صاحب کو ایک روز مغموم دیکھ کر فرمایا یہ غم کی کوئی وجہ نہیں بلکہ خوشی کا مقام ہے کیونکہ جس شخص کے ہاں اولاد ہو وہ من وجہ مقصود ہے یعنی اپنے آباء کے اعتبار سے اور من وجہ مقدمہ ہے اپنے ابناء کے اعتبار سے اور جس کے ہاں اولاد نہیں وہ محض مقصود ہے کسی کا مقدمہ نہیں اور ظاہر ہے مقصود کا مرتبہ مقدمہ سے بڑھا ہوا ہے۔ ماموں صاحب مسرور ہو گئے۔

دوسرے کے لئے اولاد کی دُعا

ایک شخص نے خط لکھا کہ میرے لئے دعا کیجئے اللہ تعالیٰ اولاد عنایت فرماویں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ جب آپ اپنے لئے دعا نہیں فرماتے تو میرے لئے کیسے دعا فرمائیں گے۔ اس پر فرمایا کہ تمہارے لئے دعا کروں گا کیونکہ مجھے تو اولاد کی خواہش نہیں تعلقات سے جی گھبراتا ہے اور تم کو خواہش ہے تمہارے لئے دعا کروں گا۔ پھر فرمایا کہ میں تو مجنون ہو جاتا اگر اولاد ہوتی۔

٭ ٭٭ ٭

عقیدت اور محبت کا ایک ادب

فرمایا۔ اگر کسی سے عقیدت اور محبت ہو تو اس کے ساتھ خواہ اختلاف ہو جائے مگر خلاف نہ ہونا چاہیئے۔

فرمایا۔ دین سے کامل مناسبت بزرگوں کی صحبت ہی سے ہوتی ہے کتابوں سے نہیں ہوتی اسی وجہ سے کسی نے کہا ہے

جملہ اوراق وکتب در نار کُن ۔۔۔ سینہ را از نورِ حق گلزار کُن

تہذیب کی قسمیں

فرمایا۔ میں حیدر آباد گیا تو وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ بہت ہی تکلفات کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ تکلف کرتا ہوں تو تکلیف ہوتی ہے۔ نہیں کرتا تو بدتہذیب سمجھا جاتا ہوں میں نے ایک لطیفہ کیا یعنی اس کا اعلان کر دیا کہ ہم بھی مہذب ہیں مگر تہذیب کی قسمیں ہیں۔ ایک یہاں کی تہذیب ہے مگر میں چونکہ اُس سے ناواقف ہوں اس واسطے میں تھانہ بھون کی تہذیب برتوں گا۔ بس ہم اپنی اصلی حالت پر رہے حتیٰ کہ حاضرین فرش پر بیٹھے رہے اور میں چارپائی پر بیٹھ گیا اور کہہ دیا کہ تھانہ بھون کی یہی تہذیب ہے۔ ہم ہر حال میں مہذب ہی رہے۔

لطیفہ قلب کا اہتمام سنت ہے

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے صرف لطیفہ قلب کا اہتمام سنت ہے کیونکہ حدیث میں اسی کی اصلاح کی ترغیب ہے۔ باقی لطائف کا اہتمام وارد نہیں ہوا وہ از خود درست ہو جاتے ہیں چنانچہ صلح الجسد کلہ وارد بھی ہے۔ سبحان اللہ اس میں کس قدر سنت کی کامل موافقت ہے۔

اعتکاف اور مسجد کی حقیقت

فرمایا۔ رمضان کے عشرہ اخیرہ میں ایک عبادت خاص ہے جس کو اعتکاف کہتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے کہ بلاضرورت شدید مسجد سے نہ نکلے۔ خواہ مسجد میں سوتا ہی رہے خواہ پڑا رہے البتہ نماز پنجگانہ ادا کر لے اور گناہ سے بچتا رہے۔ اس کے علاوہ کوئی

عبادت یا ذکر واذکار وغیرہ اس کے لئے شرط نہیں ہیں ۔ اعتکاف پر جو ثواب موعود ہے وہ اس حالت میں بھی مل جائے گا۔ کیسی عجیب عبادت ہے کہ کرا کرایا کچھ بھی نہیں یعنی کوئی مشقت کا کام نہیں کیا اور ثواب مفت کا ہاتھ آگیا۔ اس کی عقلی وجہ بیان کرنا ضروری تو نہیں مگر میں تبرعاً بیان کرتا ہوں۔ آپ نے مسجد کی حقیقت ہی نہیں سمجھی مسجد کی حقیقت ہے دربار خداوندی اور آستانۂ شاہی اسی واسطے اس کے آداب میں سے ہے کہ بازاروں کی طرح اس میں بلند آوازیں نہ کریں طہارت اور صفائی کو لازم سمجھیں۔ اب اعتکاف کی حقیقت سمجھئے ۔ اس کی حقیقت ہوئی دربار خداوندی میں پڑا رہنا اور ظاہر ہے کہ اگر کسی دنیا دار انسان کے دروازہ پر کُتّا بھی پڑا رہے تو دو چار دن تو شاید تغافل کرے آخر اس کو روٹی دے دیتا ہے کہ میرے دروازہ پر پڑا ہوا ہے۔ حق تعالیٰ تو ارحم الراحمین ہیں وہ ایسے شخص پر کیوں نہ عنایت فرمائیں گے۔ خوب کہا گیا ہے ؎

خسرو غریب است وگدا افتادہ درکوئے شما
باشد کہ از بہرِ خدا سوئے غریباں بنگری

اور حدیث میں اعتکاف کی ایک خاص فضیلت آئی ہے یعکف الذنوب و یجری لہ من الحسنات کعامل الحسنات کلھا (رواہ ابن ماجہ) پہلے جملے کا مضمون تو ظاہر ہے کہ سب معاصی سے بچنے کا ثواب ملتا ہے کیونکہ واقع میں وہ سب معاصی سے بچا رہا لیکن دوسرے جملے میں یہ سوال ہے کہ جب واقع میں اس نے سب حسنات نہیں کیں تو پھر سب حسنات کا ثواب کیسے ملے گا۔ سو اس حدیث کا مطلب جو میں سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ حسنات سے مراد یہاں خاص وہ حسنات ہیں جن کو اعتکاف میں بیٹھنے کی وجہ سے ادا نہیں کر سکتا مثلاً نماز جنازہ عیادت مریض وغیرہ۔ پس اگر معتکف کو ان کا ثواب نہ ملتا تو یہ حسرت ہوتی کہ اچھا اعتکاف کیا ایک عبادت کے سبب ہزاروں ثواب کی باتوں سے رہ گئے تو حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ وعدہ فرما لیا کہ نہیں ان سب کا ثواب تم کو ملے گا کیونکہ نیت تو رفع موانع کی حالت میں عمل کرنے کی تھی اس واسطے ثواب مل گیا

اگر کوئی یہ کہے کہ حدیث میں حسنات تو مطلق ہیں اس لئے یہ تخصیص کہ وہی حسنات مراد ہوں جن کو اعتکاف کی وجہ سے ادا نہیں کر سکا ٹھیک نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بھی ممکن

ہے مگر جو صورت میں نے بیان کی ہے وہ ذوق سے زیادہ قریب ہے گو حق تعالیٰ کسی کے ذوق کے پابند نہیں اور اجتناب عن المعاصی کا ثواب ملنے میں بھی میں ایک قید سمجھا ہوں وہ یہ کہ جن معاصی کے ارتکاب سے بچنے کی نیت سے اعتکاف کیا خاص اُن سے بچنے کا ثواب ملے گا کل معاصی سے بچنے کا ثواب مراد نہیں۔ وجہ یہ کہ معاصی تو لاکھوں کروڑوں ہیں مثلاً ایک عورت سے زنا کرنا دوسری سے زنا کرنا الیٰ مالا یقیناً ہی ایک شخص کو قتل کرنا دوسرے کو قتل کرنا الیٰ ما یقیناً ہی اگر سب پر ثواب ملے تو چاہیئے کہ ہر آن میں ہر شخص کو غیر متناہی ثواب ملا کرے اور یہ بہت ہی بعید ہے نیز اس کا کوئی قائل بھی نہیں اس سے معلوم ہوا کہ مطلق ترک معصیت موجب اجر نہیں بلکہ جو ترک بطور کف کے ہو اُس پر اجر ملتا ہے۔ اور کف عن المعاصی کا وہی حاصل ہے کہ اُس سے بچنے کی نیت ہو۔ پس اعتکاف کو جس کف عن المعاصی کا مقدمہ بنایا ہے اُن ہی معاصی سے کف پر ثواب ملے گا نہ کہ کل معاصی سے بچنے کا اور اگر کوئی معاصی اور حسنات دونوں میں تعمیم کی امید رکھے تو خدا تعالیٰ کی رحمت میں کیا تنگی ہے اس امید پر معتکف کو لاکھوں گناہوں کے ترک کا اور لاکھوں حسنات کے مباشرت کا ثواب بدون مباشرت عمل کے مل سکتا ہے ۔خلاصہ یہ کہ اقرب الی القواعد تو دونوں جگہ تقیید وتخصیص ہے لیکن اگر کوئی حسنات کو عموم پر رکھے اور ایسا ہی معاصی کو بھی اطلاق وعموم کے درجہ میں سمجھے تب بھی کوئی حرج نہیں پس نفی عموم سے عموم میں نہ پڑے ۔

دوسری عبادت رمضان شریف میں لیلۃ القدر کا قیام ہے۔ لیلۃ القدر کی تعیین میں نووی ؒ نے بہت سے اقوال نقل کئے ہیں مگر راجح قول یہ ہے کہ وہ عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں ہے پھر اس میں بھی دو احتمال ہیں ایک یہ کہ معین ہے۔ دوسرا یہ کہ دائر ہے کبھی اکیسویں میں اور کبھی ستائیسویں میں مثلاً اور دوسرا قول زیادہ ظاہر ہے پھر حق تعالیٰ کی اس میں حکمت دیکھئے کہ عشرہ اخیرہ کی ہر رات کو شب قدر کی تلاش کے لئے مقرر نہیں فرمایا بلکہ وتر (طاق) راتیں مقرر کیں تاکہ درمیان میں ایک رات آرام کر لیا کریں ورنہ عشاق تو آنکھیں ہی پھوڑ لیتے کیونکہ دن کو سونے میں اتنی راحت نہیں جتنی رات

کے سونے میں ہوتی ہے تو اس صورت میں دسوں راتیں جاگتے ہی میں گذرتیں اور اس رات کی فضیلت یہ ہے کہ اس میں ہزار مہینہ کی عبادت سے زیادہ ثواب ملتا ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ ہزار مہینہ کے برابر ہے یہ غلط ہے خیر من الف شھر میں اس کی تصریح ہے آگے صرف یہ سوال رہا کہ اس زیادت کی کوئی حد ہے یا نہیں سو ظاہر ہے کہ حد اور قید کی کوئی دلیل نہیں اس لئے لاکھ اور کروڑ ارب سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے اگر کوئی شبہ کرے کہ محاورہ میں جب یہ کہتے ہیں کہ ہزار سے بہتر تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہزار سے تو زیادہ مگر ہزار سے قریب قریب جیسے کہتے ہیں سَو کے قریب تو معنی اس کا ہوتا ہے کچھ زیادہ۔ پس اسی طرح یہاں مراد ہونا چاہئے تو لاکھوں کروڑوں کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ سَو پر قیاس غلط ہے کیونکہ عربی محاورہ میں سَو سب سے بڑا عدد نہیں اور الف کا لفظ سب سے بڑا عدد ہے۔ یعنی اس کے اوپر مفرد عدد عربوں کے ہاں نہیں ہے۔ پس خیر من الف شھر کا مطلب یہ ہوگا کہ تمہارے نزدیک جو سب سے زیادہ بڑا عدد ہے اس سے بھی بہت زیادہ (یا بہتر) ثواب ہوگا۔ اگر قرآن شریف اردو زبان میں ہوتا تو اس مقصود کے ادا کے لئے یوں فرماتے کہ سنکھ سے بہت بہتر ثواب ہوگا۔ پس اس بنا پر اگر کوئی یوں امید رکھے کہ بے شمار ثواب ہوگا جو شمار ہی میں نہیں آتا تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کو انا عند ظن عبدی بی کے مطابق اسی طرح ملے گا۔ حق تعالیٰ بندے کے ساتھ اس کے ظن کے مطابق معاملہ فرماتے ہیں ؎

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد آنچہ در وہمت نیاید آں دہد

اور وتر یعنی طاق راتیں وہ ہیں جن کے بعد طاق عدد کا روزہ ہو مثلاً بیسواں دن گذر کر جو رات آئے گی وہ اکیسویں ہوگی وعلیٰ ہذا کیونکہ شریعت میں رات پہلے آتی ہے دن اس کے بعد آتا ہے بجز حج کی رات کے کہ اس میں شریعت نے عوام کی آسانی کے لئے اُن ہی کے محاورہ کے موافق مقرر فرما دیا یعنی جیسے عوام کے محاورہ کے مطابق دن پہلے ہوتا ہے رات پیچھے ہوتی ہے۔ اسی کے موافق راتیں احکام کے لئے مقرر فرما دیں۔

سبحان اللہ وہ بندوں کے ضعف کی کس قدر رعایت فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اپنی بے سمجھی سے نویں تاریخ دن کے وقت عرفات میں نہ پہنچ سکے تو چونکہ اس کے زعم میں اگلی رات نویں رات ہے اس لئے اس رات کو ہی نویں مقرر فرمادیا۔ بس اگر عرفات میں اس رات کے کسی حصے میں بھی چلا گیا تو حج ہو جائے گا۔ اب یہ بات رہ گئی کہ ان راتوں میں جاگنے کی کیا مقدار ہونا چاہیئے سو میرا یہ خیال ہے کہ لیالی قدر میں بقیہ راتوں کی نسبت معمول سے زیادہ جاگنا کافی ہے یہ ضروری نہیں کہ ساری رات جاگے اب یہ بات رہ گئی کہ ان میں کونسی عبادت کرنا زیادہ بہتر ہے سو سب سے بہتر عبادت اس رات میں نفل پڑھنا ہیں۔ کیونکہ قیام کی فضیلت ہے اور قیام نفلوں میں ہو سکتا ہے اگر کچھ تلاوت اور ذکر بھی کر لے تو بہتر ہے مگر ذکر میں صوفیہ کی قیود کی پابندی ضروری نہیں کیونکہ ان قیود میں ایک خاص مصلحت ہے باقی عبادت وہ بھی ہے جو ان سے خالی ہو اور خود صوفیہ بھی جب منتہی ہو جاتے ہیں ان قیدوں کو ترک کر دیتے ہیں مثلاً ضربیں وغیرہ لگانا۔ جہر کرنا کوئی خاص ہیئت بنانا وغیرہ۔

قرآن شریف کا طرز مصنّفین کا طرز نہیں

فرمایا۔ قرآن شریف کا طرز مصنّفین کی طرز پر نہیں بلکہ محاورہ و بول چال کے طرز پر ہے نہ اس میں اصطلاحی الفاظ کی پابندی ہے۔ ناواقف لوگ اس کو عام تصانیف کے طریق پر منطبق کرنا چاہتے ہیں اس لئے سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ مثلاً سورۂ قیامہ میں شروع میں بھی قیامت کا ذکر ہے اور اخیر میں بھی۔ اور درمیان میں فرمایا لا تحرك به لسانك لتعجل به۔ اب اُسی خیال سے اس کا سیاق و سباق سے ربط تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ اس غلطی کا منشا صرف قرآن کو عام تصانیف کی طرح سمجھنا ہے۔ اگر اس کو محاورہ کے طرز پر رکھیں تو پھر اس کی بعینہ ایسی مثال ہوگی کہ باپ کھانے کے وقت اپنے بیٹے سے کوئی تقریر کر رہا ہو ابھی تقریر ختم نہیں ہوئی کہ بیٹا جلدی جلدی کھانے لگا۔ باپ اُس تقریر کو چھوڑ کر اس تقریر کے درمیان بیٹے کو متنبہ کرے گا کہ جلدی جلدی مت کھاؤ اور اس کے بعد پھر بدستور بقیہ تقریر کا

سلسلہ جاری کر دے گا۔ یہ انتظار نہ کرے گا کہ تقریر کو ختم کر کے کھانے کے متعلق پھر بیٹے سے خطاب کرے اور یہ انتظار نہ کرنا غایت شفقت ہوگی۔ پس اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول وحی کے وقت اُس کے یاد کرنے کے لئے جلدی جلدی پڑھنا شروع کر دیا تھا جیسا کہ احادیث میں آیا ہے اس لئے پہلی تقریر بند کر کے اس سے آپ کو روک دیا اس کے بعد پھر وہی تقریر یعنی قیامت کا مضمون شروع فرما دیا۔ اس مضمون کو غالباً صاحب کشاف نے بھی لکھا ہے طالب علموں کی اس عادت کو کہ قرآن کا طرز عام تصانیف کا سمجھتے ہیں دیکھ کر میں کہا کرتا ہوں کہ ضروری صرف ونحو اور کسی قدر ادب پڑھا کر قرآن شریف کا سادہ ترجمہ پڑھا دینا مناسب ہے کیونکہ کتب درسیہ کی تحصیل کے بعد دماغ میں اصطلاحات رچ جاتی ہیں پھر قرآن شریف کو اُسی طرز پر منطبق کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح پہ اول قرآن شریف کا ترجمہ پڑھ کر پھر فنون ضرور پڑھے کیونکہ بعض مقامات قرآنیہ بدون فنون کے حل نہیں ہوتے۔ مثلاً سورۂ انعام میں کفار کے متعلق فرمایا ہے لَوْ شَاءَ اللّٰہُ مَآ اَشْرَکُوْا (الآیۃ) اس میں اس کا صاف اثبات ہے کہ ان کا شرک ہماری مشیت سے ہے اگر ہم عدم اشراک کو چاہتے تو عدم اشراک متحقق ہوتا اور اسی صورت میں کفار کا قول نقل فرمایا لو شاء اللہ ما اشرکنا الایہ اور پھر اس پہ رد فرمایا جس میں اس کی نفی ہے بظاہر ان دونوں آیتوں میں تعارض ہے اور اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی آیت میں مشیت تکوینیہ بمعنی ارادہ مراد ہے یعنی تکوینی طور پر حکمت ومصلحت کے لئے ہم نے اُن کے شرک کا ارادہ کیا اور دلیل اس کی اس آیت کا سیاق وسباق ہے چنانچہ اوپر ارشاد ہے اتبع ما اوحی الیک اور بعد میں ارشاد ہے وما جعلناک علیھم حفیظا۔ ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرما رہے ہیں کہ تبلیغ کے بعد آپ مغموم نہ ہوں کیونکہ ان کے شرک کا ارادہ بنا بر حکمت کے ہم نے کیا ہے پس اس مشیت کا تو اثبات ہے اور دوسری آیت میں مشیتِ تشریعیہ بمعنی رضا مراد ہے۔ کفار اپنے دین کی حقانیت کے مدعی تھے اور استدلال میں یہ کہتے تھے کہ اگر ہمارا کفر وشرک اللہ تعالیٰ کے مرضی وپسندیدہ نہ ہوتا تو ہم شرک نہ کرتے یعنی ہم سے صادر نہ ہونے دیتے۔ حق تعالیٰ اس مشیت کی نفی فرما رہے ہیں۔ پس تعارض نہ رہا اس جواب

سے سمجھ میں آگیا ہوگا کہ اس جواب کے سمجھنے کے لئے اس وقت فنون درسیہ کی ضرورت ہے۔ اس دوسری آیت کو دیکھ کر یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ قرآن کا طرز مناظرانہ نہیں ہے۔ کیونکہ کفار کے اس قول کا ابطال کسی دلیل مناظرانہ سے نہیں فرمایا ورنہ اُس طرز پر جواب یہ ہوتا کہ اس تمہارے استدلال سے ہماری رضا ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اسی دلیل سے تو تمہارے مزعوم کا خلاف بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ مومنین سے عدم شرک بھی واقع ہو رہا ہے تو لازم آتا ہے کہ تمہارے مزعوم اور اس کی نقیض دونوں پر اللہ تعالیٰ کی رضا ثابت ہوئی۔ اور ظاہر ہے کہ یہ غلط ہے۔ سو اگر قرآن کا طرز مناظرانہ ہوتا تو جواب کا یہ طرز ہوتا مگر ایسا نہیں ہوا بلکہ صرف اس کے بطلان کا حکم فرما دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن میں محض شفقت کا طرز اختیار فرمایا گیا ہے۔

قرآن شریف اور محاورات عرب میں ظن کے وسیع معنی

فرمایا کتب درسیہ کے بعد قرآن شریف کی تفسیر کو پڑھنے سے لغات اور اصطلاحات میں خلط ہو جاتا ہے اور اس سے بہت سی غلطیاں ہو جاتی ہیں مثلاً لفظ ظن کو قرآن شریف میں ملاحسن کے "ظن" کی اصطلاح میں سمجھ گئے پھر اس سے احکام میں خبط ہونے لگا حالانکہ قرآن شریف میں اور اسی محاورات عرب میں ظن یقین سے لے کر خیالات باطلہ تک بولا جاتا ہے۔ مثلاً انها لکبیرۃ الا علی الخاشعین ہ الذین یظنون میں ظن بمعنی یقین ہے اور ان نظن الا ظنا میں ظن بمعنی خیالات باطلہ مستعمل ہے اور باقی مراتب کی مثالیں تم خود سمجھ لو گویا علم کے جمیع مراتب پر بدظن کا اطلاق آتا ہے جیسا قرینہ ہو۔ اب یہ اشکال نہ رہا کہ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا سے بعض مسائل کی تخصیص کی جائے کیونکہ فروع فقہیہ میں تو ظن بمعنی جانب راجح معتبر ہے بلکہ آیت میں ظن سے مراد خیال بلا دلیل ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس قسم کا ظن اثباتِ حق کے لئے کافی نہیں باقی جو ظن مستند الی الدلیل ہو وہ مثبت حکم ظنی ہو سکتا ہے (جامع[1] عرض کرتا ہے کہ حضرت نے اس آیت کے ذیل میں تفسیر بیان القرآن میں خوب تفصیل فرمائی ہے۔)

---

[1] مولانا مفتی محمد حسن سلمہ اللہ

حداوسط گرانے کے بعد نتیجہ صحیح نہیں نکلتا

فرمایا۔ آیۃ "ولو علم اللہ فیہم خیرا لا سمعہم ولو اسمعہم لتولوا وهم معرضون" کا سہولت کے ساتھ سمجھنا بھی فنون پر موقوف ہے کیونکہ ظاہرًا اسمعہم حداوسط ہے پھر بھی حداوسط گرانے کے بعد نتیجہ صحیح نہیں نکلتا کیونکہ یہ نتیجہ ہوگا لو علم اللہ فیہم خیرا لتولوا اور اس کا فساد ظاہر ہے اور جواب بعنوان مطلق یہ ہے کہ یہ اسمعہم حداوسط ہی نہیں کیونکہ مقدمہ اولیٰ میں اسماع مع وجدان الخیر ہے جیسا لفظ لوٗ چاہتا ہے۔ اور دوسرے مقدمہ میں اسماع مع عدم وجدان الخیر ہے پس حداوسط ہی مکرر نہیں تو نتیجہ کیسے نکلتا۔

علم مناظرہ ایک مسئلہ (تفسیر)

فرمایا۔ لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیرا منہم الآیۃ سے علم مناظرہ کا ایک مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ مانع کو صرف منع کر دینا کافی ہے۔ کیونکہ جو دوسرے کے ساتھ مسخرہ پن کرتا ہے وہ گویا اس کا مدعی ہے کہ یہ مسخور منہ ذلیل ہے تو عسی ان یکونوا میں احتمال خیریت سے اس مستدل کی دلیل پر منع ہے

قرآن سمجھنا عمل کی برکت سے ہوتا ہے

فرمایا۔ اگر قرآن شریف میں موجودہ سیاست کو داخل کیا جائے تو پھر لازم آتا ہے قرآن مجید کو کفار نے جمہور علماء سے بلکہ صحابہؓ و تابعین سے زیادہ سمجھا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ اصل یہ ہے کہ قرآن کا سمجھنا عمل کی برکت سے ہوتا ہے۔ اس لئے ان حضرات نے زیادہ سمجھا۔

اسی سلسلہ میں فرمایا۔ میرے خیال میں ہے کہ قالب تو ہو نیا اور قلب ہو پرانا یعنی عقائد اور طرز تو سلف کا ہو باقی تدبیرات بوجہ ضرورت خواہ وقتیہ ہوں مگر حدود کے اندر ہوں۔

قریب چھپنا زیادہ قرین مصلحت ہے

فرمایا۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام جو غار ثور میں چھپے حالانکہ وہ بالکل

مکہ مکرمہ کے قریب ہے اور ایسی حالت میں ظاہرًا دور جاکر چھپنا مناسب معلوم ہوتا ہے اس سے ایک تدبیری مسئلہ نکالا کہ مصلحت یہی ہے کیونکہ ایسے شخص کو عادۃً دُور ہی ڈھونڈھا کرتے ہیں۔

قاصد اسلامی کا ہرقل کو عجیب جواب

فرمایا۔ ہرقل نے زمانہ جنگ میں سفیر اسلامی سے کہا کہ ہم میں اور تم میں تو ایک اشتراک ہے کہ ہم تم دونوں اہل کتاب ہیں مگر آتش پرستوں سے تو کوئی مناسبت ہی نہیں۔ چاہیئے یہ تھا کہ اُن سے پہلے قتال کرتے تو تم ہم پر کیوں آئے۔ قاصد اسلامی نے کیا خوب جواب دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ کے قلب میں عمل کی دلیل پہلے آتی تھی پھر عمل کرتے تھے اسی واسطے موقع پر اُس بناء کو فورًا پیش کردیا۔ اس زمانہ کے لوگوں کی طرح نہ تھے کہ عمل تو پہلے اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے لگ کر شروع کر دیا اور پھر پوچھنے پر قرآن کو اس پر چپکاتے پھرتے ہیں۔ وہ جواب یہ دیا کہ قرآن شریف میں حکم ہے قاتلوا الذین یلونکم اور تم قریب ہو۔ اس لئے پہلے تم سے ہی جنگ کی تیاری کی گئی۔

مثنوی کے ایک شعر کا مفہوم

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے مثنوی کے اس شعر کی ؎

این خورد گردد پلیدی زیں جدا　　　　واں خورد گردد ہمہ نورِ خدا

عجیب تفسیر فرمائی کہ پلیدی سے مراد اخلاق رذیلہ لئے گئے اور نور سے مراد اخلاق حمیدہ ورنہ یہ ایک شاعرانہ کلام معلوم ہوتا تھا کیونکہ نجاست تو اولیاء کے کھانے کے بعد بھی پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح شعر ؎

آنکہ ناپیداست ہرگز کم مباد

میں اشکال تھا کہ باری تعالیٰ کو دعا دینے کے کیا معنی اور دعا بھی جو احتمالِ نقص پر مبنی ہو سو اس کی شرح کیا اچھی فرمائی۔ اے از دلِ ما

٭ ٭٭ ٭

مولوی عبید اللہ سندھی کو جدید طرز سے تفسیر پڑھانے سے منع فرمانا

فرمایا۔ مولوی عبید اللہ صاحب سندھیؒ یہاں آئے تھے۔ میں نے کہا سنا ہے کہ آپ قرآن شریف کی تفسیر نئے طریق سے پڑھاتے ہیں انہوں نے کہا ہاں اس لئے کہ پرانے اصول سے تفسیر کرنے پر آجکل تشفی نہیں ہوتی۔ میں نے کہا بالکل غلط ہے اور اس کی دلیل سمجھنے کے لئے ایک تجربہ تجویز کرتا ہوں وہ یہ کہ دو گریجویٹ ہم عمر ہم مذاق ایک ہی درجہ کے ذہن والے لیکر ایک میرے پاس چھوڑ دو اُس کو میں پرانے طریق سے قرآن کی تعلیم دوں گا۔ اور دوسرے کو آپ نئے طریق پر تعلیم دیجئے۔ پھر شبہات جدیدہ دونوں کے سامنے پیش کئے جاویں پھر دونوں کے جواب کے بعد اہلِ شبہات سے دریافت کیا جائے کہ ان کی تشفی کس کے جواب سے زیادہ ہوئی۔ اس پر انہوں نے کہا۔ "بیشک تمہارے پڑھانے میں تو یہ بات مسلم ہے مگر دوسرے ایسا نہیں پڑھا سکتے۔ میں نے کہا بالکل غلط میں کیا چیز ہوں؟ دوسرے اگر یہ ہے تو آپ پڑھانا چھوڑ دیں۔ میرے ہی پاس بھیج دیا کریں۔

بزرگوں کے دیکھنے سے اثر

فرمایا۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ بزرگوں کے دیکھنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اس کی کیا دلیل ہے۔ فرمایا بظاہر تو اس کی کوئی سند نہیں ہاں شاید اس حدیث سے کہتے ہوں کہ " خیار عباد اللّٰہ الذین اذا رأوا ذکر اللّٰہ " جب ان کے دیکھنے سے خدا تعالیٰ کی یاد ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کی یاد عبادت ہے۔ اور عبادت سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور یہ بزرگ اس کا سبب بنے بواسطہ ثواب کو سبب کی طرف منسوب کر دیا۔

وعظ نفی الحرج کے مطالعہ کی ترغیب

فرمایا۔ وعظ نفی الحرج کا انگریزی ترجمہ ہو گیا ہے مدرسہ کے دفتر میں موجود ہے اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیئے۔

احادیث احیاء العلوم کی تخریج

فرمایا۔ عراقی نے احادیث احیاء العلوم کی تخریج کی ہے بجز بعض قلیل حدیثوں کے باقی سب کا مخرج بیان کیا ہے۔

اہل تاریخ کے نزدیک قیامت بالکل قریب ہے

فرمایا۔ اہل تاریخ کے نزدیک آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر اس وقت تک سات ہزار سال ہوئے ہیں اور بعض روایات کی بنا پر قیامت اب بالکل قریب ہے۔

بزرگوں کی صحبت کا ایک عظیم نفع

فرمایا۔ بزرگوں کی صحبت سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ بعض دفعہ اُس سے ایسا علم حاصل ہو جاتا ہے جو عمل کا داعی ہو جاتا ہے اور احوال وکیفیات پیش آنا صحبت کا اصل ثمرہ نہیں بلکہ احوال اور کیفیات تو اکثر کم عقلوں کو زیادہ پیش آتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ حالات اکثر یکسوئی سے پیدا ہوتے ہیں اور کم عقل میں یکسوئی زیادہ ہوتی ہے اور عقلمند کو ہر امر میں متعدد احتمالات پیدا ہوتے رہنے سے اس کا ذہن چاروں طرف دوڑتا رہتا ہے وہ حالت ہوتی ہے فی کل واد یھیمون البتہ اگر قوی حال غالب آجاوے تو وہ مستثنیٰ ہے۔

قیام فی المولود کے بارے میں مولانا محمد یعقوب کا ارشاد

فرمایا۔ قیام فی المولد کی بنا حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے یہ ارشاد فرمائی کہ یہ ایک کیفیت وجدیہ ہے پہلے کسی کو محفل میں خاص ذکر کے وقت وجد ہوا اور کھڑا ہو گیا۔ آدابِ وجد میں سے یہ ہے کہ جب ایک قیام کرے سب کو قیام مناسب ہے اس کی مصلحت یہ ہے کہ وجد کی حالت میں اگر صاحب وجد کی موافقت میں قیام نہ کرے تو اس کو یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ شاید یہ لوگ مجھ پر طعن کریں گے اس سے انبساط نہیں رہتا قبض ہو جاتا ہے جس سے صاحبِ حال کو بدنی مضرت پہنچتی ہے۔ اس ادب کی بناء پر قیام مولد والے کی موافقت کے لئے سب اہل مجلس نے قیام کیا بعضوں کو یہ حالت اچھی معلوم ہوئی وہ بطور تواجد کے کھڑے ہونے لگے اس تواجد کی حکمت یہ ہے کہ کبھی

صورت سے حقیقت پیدا ہوجاتی ہے۔ وارد ہے کہ بکاء نہ ہو تو تباکی ہی اختیار کرلو۔ اسی طرح سے یہ عادت ہوگئی۔ مگر جب اس عادت سے فساد ہونے لگا یعنی عوام کے عقیدہ میں اس کا اثر ہونے لگا تو فقہاء کرام ضرور منع فرمادیں گے البتہ بعضے غیر مقتدا صوفیہ اباحۃ اصلیہ کی بناء پر اس کو جائز کہتے رہے اور فساد منضم کے رفع کرنے کی کوشش فرماتے رہے باقی رسم پرستوں کا ذکر نہیں وہ کسی شمار میں نہیں۔

اسباب عادیہ یقینیہ کا ترک توکل نہیں

فرمایا۔ اسباب ظنیہ کو چھوڑ دینا یہ اصطلاحی توکل ہے مثلاً نوکری زراعت وغیرہ چھوڑ دینا کیونکہ یہ اسباب صرف عادیہ اکثریہ ہیں۔ غالب عادۃ اللہ یہی جاری ہے کہ ان اسباب سے اکثر رزق ملتا ہے لیکن عادۃً شرط نہیں اور اسباب عادیہ یقینیہ کو جو کہ عادۃً شرط ہوں ترک کرنا توکل نہیں ہے مثلاً ہاتھوں سے کھانا کھانا۔ تو جو شخص یہ قصد کرے کہ میں اپنے ہاتھوں سے کھانا نہ کھاؤں گا وہ متوکل نہیں۔

ضروری کام میں لگانا

فرمایا۔ ایک شخص نے ریاست رامپور سے ایک تشتری کسی دوسرے کے ہاتھ ہدیۃً بھیجی۔ میں نے کسی عذر سے واپس کردی۔ وہ لانے والا کہنے لگا میں کیا کروں۔ میں نے کہا یہ تو اس سے پوچھو جس نے بھیجی ہے کہ جب کہ وہ نہیں لیتا تو میں کیا کروں۔ اصل میں تو جواب اُس سے لینا چاہئے مگر خیر تبرّعاً میں ہی جواب دے دیتا ہوں وہ جواب یہ ہے کہ جہاں سے ہدیہ لائے ہو وہاں ہی لے جاؤ۔ اور میں ایسا معاملہ ایسوں کے ساتھ خصوصیت سے کرتا ہوں جو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ توسط فی الہدایا بھی ایک بڑا مقصود ہے اور یہ سمجھ کر وہ لوگ کچھ کام نہیں کرتے کہ ہم نے بڑا کام تو کر ہی لیا۔ سو ان کو جب ان چیزوں سے روک دیا جاتا ہے اور جب یہ دیکھتے ہیں کہ ان کا اور کوئی کام نہیں تو پھر ضروری کام میں لگتے ہیں۔ اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ کسی کا سلام بھی نہ لاؤ۔ اس میں ان کا ہی حرج ہوتا ہے جو مذکور ہوا۔

مگر ناواقف آدمی میری نسبت سمجھتا ہے کہ سنت کے خلاف کر رہا ہے مگر جہاں یہ احتمال نہ ہو اُن کے ساتھ اس طرح کا معاملہ نہیں کیا جاتا۔

عاملانِ رسوم کے بارے میں ارشاد

فرمایا۔ عاملانِ رسوم سے بھی اگر وہ خوش عقیدہ ہوں مجھے انقباض نہیں گو ہم ان کو بھی منع کریں گے مگر ان کی تحقیر نہ کریں گے۔

احکام میں حدود شکنی جرم عظیم ہے

فرمایا۔ احکام میں حدود شکنی جرم عظیم ہے۔

اوراد و وظائف کے لئے اجازت ضروری نہیں

فرمایا۔ اوراد و وظائف میں اکثر لوگ اجازت کو مؤثر سمجھتے ہیں۔ اور بعض لوگوں سے میں جب اس اجازت مانگنے کی وجہ دریافت کرتا ہوں تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ اس میں برکت ہے۔ میں اس پر ان سے کہتا ہوں کہ اگر میں برکت کی دعا کروں اُس وقت قلب کو ٹٹول کر دیکھئے اگر اس پر بھی وہی قناعت ہو جو اجازت دینے سے ہوئی تب تو یہ دعویٰ ٹھیک ہے ورنہ اندر چور ہے معلوم ہوتا ہے کہ عقیدہ خراب ہے کہ اثر کے اُس درجہ کے معتقد ہیں جس پر کوئی دلیل نہیں۔

عقیدہ تو حضرات صحابہؓ اور سلف کا سا ہونا چاہیئے

فرمایا۔ منتہی عارف اخیر میں اُس مقام پر پہنچتا ہے کہ کنہ حقائق کے متعلق اس کا مشاہدہ کرتا ہے اللّٰہ یعلم و انتم لا تعلمون تو شروع ہی سے یہی مسلک کیوں نہ رکھے۔ خصوصاً صفاتِ واجب میں کلام کرنا بہت خطرناک ہے کیونکہ فلسفی متکلمین نے جن مقدمات کو یقینی سمجھ رکھا ہے وہ سب مقدمات ظنیہ ہیں۔ مثلاً مسئلہ کلام ہی میں دیکھ لیجئے کہ قیاس الغائب علی الشاہد سے کام لیا ہے چنانچہ انہوں نے جب اپنے کلام میں لفظی تعاقب دیکھا تو یوں سمجھے کہ وہاں بھی تعاقب لازم ہوگا اس لئے اُس کے حدوث کا حکم کر دیا حالانکہ ممکن ہے کہ وہاں تعاقب نہ ہو۔ بس عقیدہ تو حضرات صحابہؓ اور سلفؒ کا سا رکھنا چاہیئے مثلاً اجمالاً اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ عالم بجمیع اجزاءہ حادث ہے۔ اسی میں ہیولیٰ اور صورت

اور جزلایتجزی سب آگئے یہ بحث بے کار ہے کہ کن اجزاء سے ترکیب ہے اور مثلاً یہ سمجھ لینا کہ کلام اور ارادہ وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کے صفات ہیں باقی ان کی کنہ۔ سو جب ان کے موصوف کا ادراک بالکنہ نہیں ہو سکتا تو صفت کا ادراک بالکنہ کس طرح ہو گا۔

دنیا میں قابلِ تحصیل صرف ایک چیز

فرمایا۔ دنیا بھر میں قابلِ تحصیل صرف ایک چیز ہے اور وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ صحیح تعلق ہے باقی سب ہیچ ہے۔

ایک خیال مانندِ عصاءِ موسیٰ علیہ السلام

فرمایا۔ مجھ کو اپنی حالت پر کبھی ناز اور تکبر نہیں ہوا۔ اس وجہ سے کہ خدا جانے قیامت میں کیا معاملہ ہو گا۔ بس یہ ایک ہی خیال عصاءِ موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے جو سب کو نگل جاتا ہے۔

قیامت میں مدقق علماء کی تمنّا

فرمایا۔ قیامت میں بہت سے عالم جو تدقیقات کے خوگر ہیں تمنا کریں گے کہ کاش ہم اس اعرابی جیسے ہوتے جس کا ایمان صحیح نکلا۔

حکایت عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا۔ ابریز ایک بزرگ عبدالعزیز دباغ مصری کے مقالات و حالات کی کتاب ہے۔ یہ بالکل امی تھے مگر احادیث کی نہایت صحیح شرح کرتے تھے۔ اور یہ بھی فرماتے تھے کہ مجھ کو کلام اللہ اور کلام رسول اور کلام امتی میں فرق معلوم ہو جاتا ہے اس کا امتحان کرنے کے لئے ایک شخص نے حدیث کا یہ ٹکڑا پڑھا۔ حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ وصلوٰۃ العصر اس کو سن کر فرمایا صلوٰۃ العصر قرآن نہیں ہے اس کا معیار یہ فرمایا کہ قرآن اور حدیث کے تلفظ کرنے کے وقت متکلم کے منہ سے ایک قسم کا نور نکلتا ہے۔ پھر اس نور میں فرق ہوتا ہے۔ ایک قدیم ہے دوسرا حادث۔ پہلا نور قرآن کا ہے دوسرا حدیث کا اور امتی

کے کلام میں وہ نور خاص نہیں ہوتا۔

اس کے علاوہ ان بزرگ کو ایک خاص ادراک بھی ہوتا تھا کہ ان کے تعلق کے لوگوں میں ایک کو دوسرے سے جیسا تعلق محبت وغیرہ کا ہوتا تھا کہ وہ محبت جائز ہے یا ناجائز وہ بھی مکشوف ہوجاتا تھا اور اس کی وجہ یہ بتلاتے تھے کہ مجھے ایسے دونوں شخصوں کے درمیان ایک ڈورا فیتہ دار متصل معلوم ہوتا ہے۔ پھر اگر اس میں نور ہے تو ان کی محبت جائز ہے اور اگر اس میں ظلمات ہیں تو ناجائز ہے۔

ملفوظ بالا کے سلسلہ میں فرمایا مجھ کو بھی قرآن اور حدیث اور کلام سلف اور اکابر متاخرین میں فرق معلوم ہوجاتا ہے۔

کامیابی تو صرف مجاہدہ سے ہوتی ہے

فرمایا۔ ایک شخص نے شیخ سے خواہش کی کہ آپ تصرف سے میری اصلاح کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ مجاہدہ کرو اس سے طالب کے دل میں شیخ کی نسبت سوء ظن اور خلجان پیدا ہوا کہ شاید میرا شیخ ناقص ہے صاحب تصرف نہیں۔ شیخ کو کشف سے معلوم ہوگیا اس سے کہا کہ ایک مٹکا پانی کا بھر کر مسجد کے دروازہ پر رکھ دو اور خود ایک پچکاری لے کر بیٹھ گئے، جو شخص مسجد کے دروازے کے سامنے سے گزرتا اس پر پچکاری سے پانی پھینک دیتے وہ فوراً کلمہ پڑھنے لگتا سینکڑوں ہندو کلمہ پڑھنے لگے لیکن وہ اثر کچھ دیر بعد زائل ہوجاتا تھا اُس وقت وہ لوگ پھر ویسے ہی ہوجاتے پھر مرید کو بلا کر فرمایا کہ دیکھا اللہ تعالیٰ نے کیسا تصرف عطا فرمایا ہے لیکن تجھ کو بدون مجاہدہ کے کچھ نہ ملے گا۔ اس کے بعد مولانا نے فرمایا کہ تصرف سے صرف استعداد قریب پیدا ہوجاتی ہے باقی کامیابی اپنے ہی کام کرنے سے ہوتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسا مٹی کا ڈھیلا سخت ہو تو اُس پر پانی ڈال دینے سے آسانی سے ٹوٹ سکتا ہے۔ لیکن اگر اُس کو گیلا ہونے کی حالت میں توڑا گیا اور اسی حالت میں خشک ہوگیا تو وہ پھر ویسا ہی سخت ہو

جائے گا۔ اب تو لوگ یوں چاہتے ہیں کہ کرنا کچھ نہ پڑے اور مزہ آنے لگے۔ اس راستہ میں مزہ بھی آتا ہے مگر اول اول تو مشقت ہی اٹھانا پڑتی ہے ؎

چند روز ے جہد کن باقی بخند

سنن عادیہ میں ثواب

فرمایا۔ سنن عادیہ میں ثواب اس واسطے ہوتا ہے کہ وہ علامت اس کی ہے کہ اس کو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت ہے اور یہ محبت عین عبادت ہے۔

فرمایا۔ میں مبتدی کو صرف فرائض اور سنن مؤکدہ کی تاکید کرتا ہوں اور سنن زائدہ میں کاوش کرنے سے روکتا ہوں تاکہ اس کی وجہ سے فرائض بھی ترک نہ کر دیوے اور ظاہر میں سمجھتے ہیں کہ سنن سے روکتا ہے۔

طریق میں مقصود تحصیل اعمال ہے

فرمایا۔ طریق میں مقصود تحصیل اعمال ہے نہ کہ تسہیل۔ لوگ تسہیل ہی کو مقصود سمجھتے ہیں ہاں فن میں طرق تسہیل بھی ہیں مگر اُس تسہیل کا اصل طریق بھی تحصیل ہی ہے یعنی اس کو بار بار کرنا۔ عمل کو بار بار کرنے سے تسہیل بھی ہو جاتی ہے جیسا مثلاً ایک آیت کو بار بار تلاوت کرنے سے حفظ ہو جاتی ہے اور پھر پڑھنے میں تسہیل ہو جاتی ہے باقی دوسرے طرق تسہیل مختلف ہیں جن کا تجویز کرنا شیخ کا کام ہے مگر شرع میں تو شیخ یہی کہے گا کہ محنت کرو۔ تسہیل کی تدبیر بتلانا ہمارے ذمہ نہیں جب وہ کام میں لگا ہوا دیکھے گا آپ ہی تسہیل کی تدبیر بتلائے گا۔

قرآن شریف کا طرز تعلیم

(ایک شخص کو ارشاد) فرمایا جاؤ دوبارہ کتب درسیہ پڑھو اور جو میں نے کہا ہے اس کو خوب سوچو اور قرآن شریف کی تعلیم کا یہی طرز ہے دیکھئے ان تقوموا للّٰہ مثنیٰ وفرادیٰ ثم تتفکروا ما بصاحبکم من جنۃ میں چار امر ذکر فرمائے ہیں۔ پہلے ان تقوموا جس کا حاصل معنیٰ ہے مستعد ہو جاؤ کوشش کرو محنت کرو۔ دوسرا امر ہے للّٰہ جس کا مطلب ہے اغراض نفسانیہ سے خالی الذہن ہو کر سوچو عداوت تعصب نہ ہو۔

تیسرا امر ہے مثنیٰ و فرادیٰ جس کا مطلب یہ ہے کہ بعض دفعہ تحصیل مقصود میں استعانت بالغیر کی حاجت ہوتی ہے اور بعض دفعہ تنہائی ذہن کی رسائی میں مفید ہوتی ہے اور دوسرے کے ملنے سے تشویش ہوتی ہے۔ چوتھا امر ہے ثم تتفکروا کہ پھر اس کو سوچو۔ اور یہ سب امور شرائط ہیں مگر ایک مانع کا احتمال ہو سکتا تھا کہ شاید کہیں قائل یہ تقریر خود غرضی کے لئے نہ کر رہا ہو۔ اس کو اگلی آیت میں اٹھا دیا کہ قل ما سئالتکم علیہ من اجر فھو لکم۔ پس جب شرائط پائے گئے اور مانع مرتفع ہو گیا تو حق واضح ہو جائے گا۔

مجتہدین کی ایک مخصوص بات

فرمایا۔ مجتہدین میں ایک مخصوص بات یہ ہوتی ہے کہ وہ نصوص سے ایسے اصول کو مستنبط کر سکتے ہیں کہ وہ اصول کہیں ٹوٹتے نہیں اور جو اصول متاخرین نے مجتہدین کی تفریعات سے استنباط کئے ہیں وہ ٹوٹ جاتے ہیں۔

فرمایا۔ ذوق سے عوام بھی خالی نہیں ہوتے اور یہی ذوق بعض دفعہ منشاء ہوتا ہے احکام کا مثلاً حدیث میں آیا ہے کہ لایبولن احدکم فی الماء الراکد تو عامی بھی سمجھتا ہے کہ القاء البول بھی مثل بول منع ہے کیونکہ مقصود تو تنظف الماء ہے اور وہ دونوں میں فوت ہوتا ہے۔ مگر داؤد ظاہری ؒ نے کہا کہ بول فی الماء تو منع ہے القاء البول فی الماء ممنوع نہیں۔ یہ قول نووی ؒ نے نقل فرمایا ہے اسی طرح نھی عن الجمع بین الرطب و البسر کو علماء نے معلول بعلۃ لکھا ہے گو علت میں اختلاف ہے لیکن جب سب علل مرتفع ہوں جمع کی اجازت ہے مگر ظاہر یہ کہتے ہیں جمع بین الاختین کی طرح جمع بین البسر و الرطب بھی بذاتہٖ حرام ہے۔

غیر مقلدی کے لوازم

فرمایا۔ اکثر غیر مقلدی کے لوازم سے ہے سلف ؒ کے ساتھ بدگمانی اور پھر بدزبانی۔ ان کو یہی گمان رہتا ہے کہ سلف ؒ نے بھی حدیث کا خلاف کیا۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

فرمایا۔ عارفین رحؒ کی نظر میں حق تعالیٰ کے وجود پر جو دلائل ہیں وہ حقیقت میں دلیل نہیں۔ کیونکہ دلیل عادۃً مدلول سے واضح ہوتی ہے۔ اور واجب تعالیٰ سے زیادہ کوئی شے واضح تر نہیں بلکہ واجب سب سے واضح ہے۔

کتاب تنویر کا خلاصہ ومقصود

فرمایا تنویر جس کا ترجمہ میں نے کیا ہے۔ وہ ابن عطاء اسکندری کی کتاب ہے اس میں پوری کتاب کی روح صرف ایک مسئلہ ہے یعنی ارادہ وتجویز کا فناء کرنا اور اس میں وہ بہت مبالغہ فرماتے ہیں حتیٰ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کی اخفاء قرارت کا اور حضرت عمرؓ کی جہر قرارت کا واقعہ صلوٰۃ تہجد میں ذکر کر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی کہ حضرت ابو بکرؓ کو فرمایا کہ ذرا بلند پڑھو اور حضرت عمرؓ کو فرمایا ذرا آہستہ پڑھو وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ حضور کا مقصود دونوں کے ارادہ کا فناء کرنا تھا۔ کیونکہ جو وہ صاحبان کر رہے تھے وہ اپنے ارادہ سے کر رہے تھے اس لئے دونوں کے ارادہ کو ترک کرایا۔ اور انہیں بزرگ کی دوسری کتاب حِکَم جس کی شرح "اکمال الشیم" ہے بہت عمدہ کتاب ہے کوزہ میں دریا کو بند کر دیا ہے اسی سلسلہ میں اور مدارج السالکین کا ذکر فرمایا جو ابن القیم رحؒ کی کتاب ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن قیم رحؒ بھی فن کے واقف اور ماہر ہیں گو اس کا متن بہت موحش ہے۔ لیکن ابن القیم رحؒ جیسا کہ مشہور اگر ایسے خشک ہوتے تو اس ماتن پر کفر کا فتویٰ لگاتے مگر بجائے فتویٰ کے اس کی بہت عمدہ شرح لکھی ہے۔

کتاب تقویۃ الایمان پر مخالفین کے اشکال کا جواب

فرمایا۔ مولانا اسماعیلؒ کی کتاب تقویۃ الایمان کی اس عبارت پر مخالفین نے شبہ کیا ہے کہ "اگر خدا تعالیٰ چاہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے سینکڑوں بنا ڈالے"۔ اس پر دو شبے کئے گئے ہیں ایک تو لزوم امکان نظیر اور یہ بالکل مہمل ہے فان اللہ علی کل شیئٍ قدیر۔ دوسرا لفظ "بنا ڈالے" سے تحقیر کا مفہوم ہونا اور یہ محاورہ کے تابع ہے جو ذوقی شئے

ہے اگر ہم پر کوئی اعتراض کرتا تو ہم تو یہ طالب علمانہ جواب دیتے کہ اس کا موہم تحقیر ہونا ثابت کرو۔ مگر حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری نے ایک سائل کے جواب میں فرمایا کہ یہ تحقیر فعل کی ہے مفعول کی نہیں یعنی صنع سہل ہے مصنوع حقیر نہیں مگر معترض نے تسلیم نہیں کیا۔ مولانا خاموش ہو گئے بزرگوں کا یہی طریقہ ہے۔ دو چار دن کے بعد وہی سائل مولانا کے پاس آیا اور کہنے لگا حضرت آپ نے بخاری شریف طبع فرمائی ہے مشکوٰۃ طبع فرمائی ہے ایسے میں بیضاوی بھی چھاپ ڈالتے تو اچھا تھا۔ اس پر مولانا نے فرمایا توبہ کرو۔ یہ " ڈالنا " وہی تحقیر کا لفظ ہے اس میں بیضاوی کی تحقیر ہوئی اور بیضاوی شامل ہے کلام اللہ کو اور تحقیر کل کی تحقیر جزو کی ہوتی ہے اور تحقیر کلام اللہ کی کفر ہے۔ بس پھر تو اس سائل کی آنکھیں کھلیں اور کہنے لگا اب سمجھ میں آیا کہ واقعی مولانا اسماعیل شہیدؒ کے کلام میں تحقیر فعل کی ہے مفعول کی نہیں " بیضاوی چھاپ ڈالنے " میں میرا یہی مقصود تھا کہ سامان تو سب موجود ہی ہے طبع کرنا کچھ مشکل نہیں نہ کہ بیضاوی کی تحقیر۔

ارشاد حضرت جنیدؒ

فرمایا۔ حضرت جنیدؒ سے کسی نے کہا کہ ہمارے یہاں کے زمانہ میں ایک قوم ہے جو کہتے ہیں کہ لاحاجۃ لنا الی الصلوٰۃ والصیام نحن قد وصلنا۔ حضرت جنیدؒ نے نے فرمایا۔ " صدقوا فی الوصول ولکن الی سقر " ولو عشت الف عام ما ترکت من اورادی شیئا الا لعذر شرعی۔

مناظرہ داؤد ظاہری اور ابو سعید بروعیؒ

فرمایا۔ حضرت ابو سعیدؒ بروعی حج کو جا رہے تھے داؤد ظاہری کے شہر اصفہان میں پہنچے تو بیع ام الولد میں باہم گفتگو ہوئی۔ داؤد ظاہریؒ نے اصولی استدلال کیا کہ ام الولد ہونے سے پہلے تو اس کی بیع بالاجماع جائز تھی۔ ام الولد ہونے کے بعد بیع کے جواز میں اختلاف کے سبب شک ہو گیا۔ اور الیقین لا یزول بالشک اس لئے جواز کا حکم ثابت رہا۔ ابو سعیدؒ نے کہا جب پیٹ میں بچہ آیا ہے اس وقت اتفاقاً بیع ناجائز ہے وہ اتفاق اس اتفاق سے مرتفع ہو گیا۔ اب بچہ کے انفصال کے بعد شک واقع ہو گیا اور عدم جواز یقینی تھا

اس واسطے بقاعدہ الیقین لایزول بالشک عدم جواز ہی کا حکم رہے گا۔ داؤد بالکل منقطع ہو گئے۔ یہ قصّہ کفایہ میں موجود ہے۔

فرمایا۔ داؤد ظاہری اور ابوسعید بروعی کے اس مناظرہ کے بعد اہل شہر نے ابوسعید کو اصرار کر کے ٹھہرالیا مدت تک افادات میں مشغول رہے۔ ایک شب میں ایک غیبی آواز آئی اما الزبد فیذھب جفاء واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ الآیہ۔ اہل بصیرت نے اس میں اشارہ سمجھا داود ظاہری کی قرب وفات اور ابوسعید کی طول حیات کی طرف۔ چنانچہ داؤد عنقریب وفات پاگئے اور ابوسعید بہت طویل العمر ہوئے حنفی المذہب فقیہ تھے واقعی اس نسبت (حنفیت) میں خاص برکت ہے۔

حقیقت ظاہر ہونے پر قبول کرنا چاہیئے

فرمایا۔ جب کسی پر حقیقت ظاہر ہوجاوے پھر تو قبول ہی کر لینا چاہیئے گو رائے کے خلاف ہی ہو۔

حضرت والا بطور سرپرست دارالعلوم

فرمایا۔ کئی سال ہوئے مدرسہ دیوبند کی مجلس شوریٰ میں یہ پاس ہوگیا تھا کہ سرپرست جو رائے قائم کرلے گو وہ سب ممبروں کی رائے کے خلاف ہو وہی نافذ ہو گا۔ مگر بعد میں شاہ صاحبؒ نے ترمیم فرمائی کہ اختلاف کی صورت میں تو یہی ہو لیکن اتفاق کی صورت میں سرپرست کے رائے کی ضرورت نہیں۔ اس پر ممبروں نے جھگڑا شروع کیا مگر میں نے کہا یہ ترمیم منظور کر لی جاوے مگر مجھ کو متفق ہونے پر مجبور نہ کیا جاوے بلکہ اپنی رائے کو ظاہر کردوں گا۔ عمل نہ کرنے والوں کو اختیار ہوگا۔ چنانچہ یہ منظور ہو گیا مگر اس پر بھی شور ہے کہ امیرالمومنین کے اختیارات دیدئے گئے۔

اولاد صالحین کی رعایت لازم ہے

فرمایا۔ صالحین کی اولاد کی بھی رعایت ضروری ہے۔ عبداللہ بن مبارکؒ کا قصّہ مشہور ہے کہ ایک سید زادہ نے دیکھا کہ لوگ عبداللہ بن مبارکؒ کا بہت ادب کرتے ہیں اور مجھ کو کوئی پوچھتا بھی نہیں میرا ادب نہیں کرتے۔ عبداللہ بن مبارک

سے اس کے متعلق سوال کیا انہوں نے فرمایا یہ میرا ادب نہیں بلکہ درحقیقت تمہارا ہی ادب ہے کیونکہ میرا ادب صرف اس وجہ سے ہے کہ میرے اندر علم ہے اور وہ آپ کے گھر کی چیز ہے اور تمہارے اندر جو چیز ہمارے گھر کی ہے یعنی جہالت یہ بے ادبی اُس کی ہے۔ رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں دونوں کو نصیب ہوئی۔ اِدھر تو عبداللہ بن مبارکؒ کو فرمایا میری اولاد کو تم نے طعن سے رنجیدہ کیا اور اُدھر سیّد صاحب کو فرمایا کہ عبداللہ بن مبارک جو میرا نائب ہے تم نے اُن کے ساتھ بے ادبی کی گفتگو کیوں کی۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی دونوں صاحب اپنی اپنی جگہ سے ایک دوسرے کو راضی کرنے کے واسطے چلے راستہ میں ملے وہ اُن سے معذرت کر رہے اور یہ اُن سے۔

مولانا شہیدؒ کے بارے میں فضل الحق کا قول

فرمایا۔ مولانا فضل حق صاحب سے کسی نے پوچھا تھا کہ مولانا شہیدؒ کیسے ہیں فرمایا وہ ایسے ہیں کہ ان کے مقابل کے لئے یہ فخر کافی ہے کہ وہ ان کا مقابل ہے پھر شاہ اسحٰق صاحبؒ کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا اس وقت تو انسانوں کا قصہ ہو رہا ہے جب فرشتوں کا ذکر ہوگا اُن کے ساتھ اُن کے متعلق پوچھنا۔

مسلمانوں کو دعا کی ترغیب

فرمایا۔ اب تو بس مسلمانوں کو چاہیئے کہ سب لگ لپٹ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہوگیا ہے کہ اللہ میاں دعاء قبول نہیں کرتے اور یہ محض خلاف واقعہ ہے مسلمانوں کی دعا تو درکنار اللہ تعالیٰ نے تو شیطان کی دعا کو بھی رد نہیں فرمایا۔ منظور فرمائی اور ایسی حالت میں جب کہ وہ مردود کیا جا رہا تھا۔ چنانچہ ارشاد ہے قال انظرنی الی یوم یبعثون۔ قال انک من المنظرین اور پھر دعا بھی اتنی بڑی کی ہے کہ کسی نبی نے بھی آج تک نہیں کی۔

عمل گو تھوڑا ہو موجب برکت ہے

فرمایا۔ بعض لوگوں کو باوجود اعمال کی قلت کے نسبت مقصود حاصل ہو جاتی ہے

تو لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ وصول بدون اعمال اور مجاہدہ کے ہوگیا حالانکہ یہ نہیں وہاں بھی اعمال ہی سبب ہیں مگر وہ باطنی ہوتے ہیں جیسے کف النفس عن المعاصی اور ظاہر ہے کہ یہ سب اعمال ہیں کیونکہ ہر وقت ہر قسم کے گناہوں سے یعنی کان کے آنکھ کے قلب کے سب گناہوں سے رُکتا ہر وقت ایک آرہ نفس پر چلانا ہے اور یہ بہت بڑا مجاہدہ ہے پس قلت اعمال ظاہرہ پر وصول اگر ہوا ہے تو وہ ان اعمال باطنہ سے ہوا ہے خواہ اس کو کوئی قلیل ہی سمجھے پھر بھی عمل گو تھوڑا ہو مگر ہو باقاعدہ تو وہ موجبِ برکت ہوتا ہے جیسے ضروری صرف و نحو اگر یاد ہو اور باقاعدہ ہو اس سے کام لے تو اس تھوڑی اور باقاعدہ ہی کا اثر مقصود میں اچھا ہوتا ہے بہ نسبت بے اصول تبحر کے اسی طرح اگر بغیر عمل ہو مگر ہو بے قاعدہ تو وہ مقصود میں کچھ زیادہ دخیل نہیں۔

عارف کی دو رکعت، ارشاد حضرت حاجی صاحب

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ عارف کی دو رکعت غیر عارف کی دو لاکھ رکعت سے افضل ہیں کیونکہ عارف میں بصیرت اور اخلاص زیادہ ہوتا ہے اور ان کو عمل کی فضیلت میں خاص دخل ہے چنانچہ بصیرت کے دو نمونے نقل کرتا ہوں کہ مثنوی شریف کے درس کے بعد حضرت خفیہ دُعا فرمایا کرتے تھے ہم نے دل میں کہا کہ معلوم نہیں کیا دعا فرماتے ہوں گے۔ ایک دن فرمایا دُعا کرو کہ اس کتاب میں جو باتیں لکھی ہیں اے اللہ ہم کو نصیب فرما۔ سبحان اللہ کیسی جامع دعا فرمائی۔ ایک دن یہ دعا فرمائی اے اللہ تعالیٰ ایک ذرّہ محبت ہم کو بھی نصیب فرما۔ پھر بشارت فرمائی کہ الحمد للہ سب کے لئے دعا قبول ہوئی۔

مولانا محب الدین صاحب ولایتی

فرمایا۔ مولوی محب الدین صاحب ولایتی حضرت کے خلیفہ ہیں بہت صاحبِ کشف ہیں۔

ایک جماعت دنیا میں ہمیشہ حق پر رہے گی

فرمایا۔ اللہ تعالیٰ حق کو باطل کے ساتھ خلط ہونے سے ہمیشہ بچا دیں گے ایک جماعت

دنیا میں رہے گی جو حق و باطل میں فرق کرتی رہے گی۔

حضرات دیوبند کو زمانہ فتنہ میں پیام

فرمایا۔ میں نے حضراتِ دیوبند کو زمانہ فتنہ میں یہ پیام کہلا بھیجے تھے۔ ایک یہ کہ طلبہ کا ایک خاص طرز معین ہونا چاہئے مثلاً لباس معین وضع کا ہو جیسا اپنے بزرگوں کا تھا بعضے کہتے ہیں کہ طلبہ اس کو آج کل اپنی تحقیر خیال کرتے ہیں مگر ایسے امور کی طرف کیوں التفات کیا جاوے۔ دوسرے میں نے یہ کہا تھا کہ عام معترضوں سے سوال جواب کرنا مفید نہیں۔ جو شخص مدرسہ پر اعتراض کرے ایک دفعہ اس کے سامنے حقیقت ظاہر کر دے پھر جواب نہ دے۔ تیسرے یہ کہا ایک اعلان کر دیا جاوے کہ ہم اصول صحیحہ پر مدرسہ چلائیں گے اور چندہ کا حساب ایک دفعہ شائع کر دیں گے اور ہر شخص کو حساب نہ دیویں گے۔ اگر ان شرائط کے ساتھ کسی کو ہم پر اعتماد ہو تو چندہ بھیجے ورنہ نہ دے۔

پہلے اکابر علماء حب جاہ والوں کو درس سے نکال دیتے تھے

فرمایا۔ پہلے اکابر علماء جس میں حب جاہ کا مرض دیکھتے تھے اس کو اپنے حلقۂ درس سے نکال دیتے تھے اب اس کا کوئی اہتمام ہی نہیں۔

محاسبین مدرسہ کے لئے جواب

فرمایا۔ مختلف وفود جو مدرسہ میں محاسبہ کے لئے آتے ہیں اُن کو کچھ جواب نہ دیا جاوے اور نہ مدرسہ کے بارے میں اُن سے کچھ گفتگو کی جائے بلکہ صاف یہ کہہ دیں کہ جو کچھ کہنا ہو اہل شوریٰ سے کہیں پھر وہ ہم سے کہیں اور ہم سے جواب لے کر تم سے کہدیں۔ یہ ہے باقاعدہ جواب۔

مسجد دار العمل ہے اور مدرسہ دار العلم

فرمایا۔ مسجد دار العمل ہے اور مدرسہ دار العلم سو جس طرح مساجد متعدد ہونے میں کوئی حرج نہیں اسی طرح مدارس کے متعدد ہونے میں بھی کوئی حرج نہیں چاہئے مگر حالت یہ ہے کہ مدرسوں کے متعدد ہونے سے گرانی ہوتی ہے سو ایسا نہیں ہونا چاہئے بلکہ خوشی ہونی چاہئے کہ کام کرنے والے بہت ہو گئے۔

کراماتِ امدادیہ کی تالیف کا سبب

کراماتِ امدادیہ میں حضرت حاجی صاحبؒ کے کرامات میں نے اس لئے جمع کئے تھے کہ عوام الناس کی عقیدت میں اس سے قوت ہو جاتی ہے۔

بارش، استسقاء کے لئے اذان کہنا بدعت ہے

فرمایا۔ طاعون کے دفع کرنے کے لئے اذانیں کہنا بدعت ہے اس طرح قبر پر دفن کے بعد بھی اور اسی طرح بارش اور استسقاء کے لئے بھی بدعت ہے۔

عربی داں ابوجہل بھی تھا

فرمایا۔ مولوی احکام دان کو کہتے ہیں عربی داں کو نہیں کہتے۔ عربی دان ابوجہل بھی تھا مگر لقب تھا ابوجہل نہ کہ عالم۔

طاعون سے موت واقع

فرمایا۔ طاعون سے جو موت ہوتی ہے اس میں عین مرنے کے وقت آثارِ بشاشت اور انبساط کے نمایاں ہوتے ہیں اور کتاب شوق وطن میں تو مسلمان کے لئے جہنم کو بھی رحمت ثابت کیا ہے کیونکہ وہ مسلمان کے لئے میل کچیل دور کرنے کا گویا حمام ہے جیسا کہ آیت ولا یزکیھم سے معلوم ہوتا ہے۔

حکایت شاگرد مولانا فتح محمد تھانویؒ

فرمایا۔ ایک طالب علم مولانا فتح محمد صاحب کے پاس پڑھا کرتے تھے اُن کا نام نور احمد تھا۔ نوعمر ہی تھے جب مولانا کا انتقال طاعون میں ہوا تو اس نے گھر جانے کے لئے اسباب باندھا پھر بخار اور طاعون میں مبتلا ہو گیا۔ ان کی عجیب حالت تھی کسی نے اُن سے کہا تم اچھے ہو جاؤ گے۔ کہا یوں مت کہو اب تو حق تعالیٰ سے ملنے کو جی چاہتا ہے۔ اُنکا ایک ہم سبق طاعون سے جلال آباد فوت ہو چکا تھا مگر اُس کے مرنے کی خبر اس کو نہ دی گئی تھی کہ ہراساں نہ ہو۔ مرنے کے وقت خود اُس نے پوچھا کہ اس میرے ساتھی کا کیا حال ہے لوگوں نے کہا اچھا ہے کہا کیوں جھوٹ بولتے ہو وہ تو مر چکا ہے میرے پاس کھڑا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ اس نے عالم برزخ کی کائنات کو عالم ناسوت کی کائنات سے امتیاز کر لیا۔ اس کے

جنازہ پر انوار اور کشش تھی جنازہ اس کا میں نے ہی پڑھایا تھا۔

مرنے کے وقت ایمان سلب نہیں ہوتا

فرمایا۔ مرنے کے وقت ایمان سلب نہیں ہوتا جیسا عوام میں مشہور ہے پہلے ہی سلب ہو چکتا ہے اور کسی فعل اختیاری سے سلب ہوتا ہے البتہ اس کا ظہور مرنے کے وقت ہوتا ہے کیونکہ وہ انکشاف کا وقت ہوتا ہے تو یوں سمجھا جاتا ہے کہ اب مرنے کے وقت سلب ہوا ہے اور بعض لوگوں کے اُس وقت بھی ہوش وحواس درست ہوتے ہیں اور اس حالت میں شیطان اُن کو بہکاتا ہے اور وہ باختیار خود بہکانے میں آجاتے ہیں اسی واسطے دعا کی تعلیم فرمائی گئی اللھم لقنی حجۃ الایمان عند الممات۔ باقی بیہوشی میں اگر کوئی کفری قول یا فعل صادر ہوجاوے اس پر مواخذہ نہیں اور اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ ابلیس کو اضلال کی اسی درجہ کی عقل ہے جیسی حضرات انبیاء علیہما السلام کو ہدایت کی عقل ہے۔

کیا مرنے کے وقت شیخ حاضر ہوتا ہے

احقر نے عرض کیا کہ موت کے وقت کبھی شیخ بھی حاضر ہوتا ہے۔ فرمایا اس کی دو صورتیں ہیں کبھی واقعی شیخ ہوتا ہے اور یہ کرامت ہے اور اس کا وقوع شاذ نادر ہوتا ہے اور کبھی حق تعالیٰ کسی لطیفۂ غیبیہ کو بشکلِ شیخ متشکل فرما دیتے ہیں کیونکہ وہ اسی شکل سے مانوس ہے تو اُس کے ذریعہ سے اُس کو حق کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے۔

کرامات اسباب قرب نہیں

کرامات علامات قرب ہیں اسباب قرب نہیں کیونکہ غیر اختیاری سے قرب نہیں ہوتا اور فرمایا کہ مجھے اس مسئلہ کے متعلق غیر اختیاری سے قرب نہیں ہوتا ایک شبہ تھا اور وہ برسوں رہا اور میں نے کسی سے اس لئے دریافت بھی نہیں کیا کہ کسی سے حل ہونے کی امید نہ تھی اور وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ابھی دو چار دن سے حل ہوا ہے وہ شبہ یہ تھا کہ نبوت بھی غیر اختیاری ہے لیکن اس کو قرب میں فضل عظیم ہے۔ چنانچہ نبی ہونے کے بعد تمام علماء کا اجماع ہے کہ قرب زیادہ ہو جاتا ہے تو اس سے معلوم ہوا

کہ غیر اختیاری چیز سے بھی قرب بڑھ جاتا ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ قرب دو قسم ہے ایک وہ جس کی تحصیل مامور بہ ہے یہ قسم اسباب غیر اختیاریہ سے حاصل نہیں ہوتی دوسرا وہ کہ اس کی تحصیل مامور بہ نہیں۔ یہ قسم ثانی بدون اسباب غیر اختیاریہ کے حاصل ہو جاتی ہے نبوت کا قرب اس میں داخل ہے اور جب سے یہ جواب سمجھ میں آیا ہے بے حد مسرت ہے۔

دعا ترکِ دعا سے افضل ہے

فرمایا۔ مولانا صاحب نے سوال کیا کہ دعا افضل ہے یا تفویض یعنی ترکِ دعا۔ میں نے کہا کہ دعا کرنا سنت کے مطابق ہے اس لئے افضل ہے پھر انہوں نے کہا کہ حضرت پیرانِ پیر عبدالقادر جیلانی رح نے تو یہ لکھا ہے کہ ترک دعا افضل ہے کیونکہ اس میں تفویض ہے اور یہ اعلیٰ مرتبہ ہے اور دعا میں تفویض نہیں۔ میں نے کہا کہ دعا ہی افضل ہے اور وہ تفویض کے منافی نہیں کیونکہ دعا میں بھی اس طرح تفویض ہے کہ اس کے ساتھ ہی یہ عزم بھی ہے کہ اگر دعا قبول نہ ہوئی اور اس کا خلاف ہوا تو اس پر بھی راضی رہیں گے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ دُعا میں عزم و جزم و الحاح نہ کرے کیونکہ دعا تو عزم ہے اور الحاح سے اور بدون تشقیق ہی کرنی چاہیئے لیکن باوجود اس کے اگر قبول نہ ہو تو خلاف ہونے کی صورت میں رضا ہو اور شکایت نہ ہو بس یہی تفویض ہے۔

مریض کی تسلّی مقصود نہیں

فرمایا۔ کہ مولوی صاحب نے ایک دفعہ اپنی ایک حالت باطنی کے متعلق تردد ظاہر کیا۔ میں نے جواب میں اطمینان دلایا۔ انہوں نے فرمایا کہ جواب تو صحیح ہے مگر تسلی نہیں ہوئی۔ میں نے کہا مجھ کو مقصود اپنی تسلّی ہے آپ کی تسلّی مقصود ہی نہیں طبیب کو اپنی تسلّی مقصود ہوتی ہے نہ کہ مریض کی تسلّی کہ وہ اس کے اختیار میں نہیں اور نہ ہی مقصود ہے اور نہ اس کی عدم تسلی مضر ہے اس سے ان کی تسلّی ہو گئی۔

دکانِ معرفت

فرمایا۔ جس زمانہ میں حضرت حاجی صاحب رح اور حضرت حافظ ضامن صاحب رح اور

مولانا شیخ محمد صاحب یہاں موجود تھے اُس وقت کے مشائخ اس مقام کو دوکان معرفت اور ان حضرات کو اقطاب ثلاثہ کہتے تھے۔

معاش کے لئے مباشرت اسباب میں مصلحت

فرمایا۔ اس زمانہ میں تو معاش کے لئے مباشرت اسباب ہی مصلحت ہے کیونکہ ترک اسباب سے تقدس کا شبہ ہو جاتا ہے اور مباشرت اسباب کی صورت میں اس شبہ سے نجات ہے۔

کرامت کا درجہ مجرد ذکر لسانی سے بھی متاخر ہے

فرمایا۔ کرامت کا درجہ بتصریح اکابر مجرد ذکر لسانی سے بھی متاخر ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ سبحان اللہ کہنا افضل ہے کرامت سے کیونکہ وہ سبب ہے قرب کا اور کرامت قرب کا سبب نہیں بلکہ قرب کا مسبب ہے۔

ہر وقت کے کچھ حقوق

فرمایا۔ غالباً "اکمال الشیم" میں جو یہ لکھا ہے کہ ہر وقت کے کچھ حقوق ہیں وہ دوسرے وقت میں ادا نہیں ہو سکتے اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے وقت میں اُس دوسرے وقت کے حقوق ہیں تو سب کو جمع کیسے کرے گا البتہ بلا اختیار اُن کے فوت ہو جانے پر زیادہ قلق نہ کرے کیونکہ اس قلق کا منشأ یہ ہوگا کہ میں ناقص ہوں سو یہ کامل ہی کب ہو سکتا ہے ہر حال میں ناقص ہی رہے گا مگر ان حقوق سے مراد وہ حقوق ہیں جن کی تحصیل فرض نہیں ورنہ شرعاً اُن کی قضا ہوتی۔

حضرت حاجی صاحب کا طرز متعلق بیعت

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا غالب طرز یہ تھا کہ طالب بیعت سے انکار نہ کرتے تھے بجز ایک صورت کے کہ وہ پہلے کسی کا مرید ہو ایسے شخص کو بیعت نہ کرتے تھے اس کا منشاء طریق کا ادب ہے اور اس وسعت میں حکمت یہ فرماتے تھے کہ اس سے دو مسلمانوں میں خاص تعلق ہو جاتا ہے۔ قیامت میں ان میں سے جو مرحوم ہوگا وہ غیر مرحوم کو کھینچ لیگا اور عکس کا احتمال نہیں کیونکہ حدیث

ان رحمتی سبقت علیٰ غضبی۔ سبحان اللہ

نفس اور شیطان کے گناہ کرانے میں فرق

فرمایا۔ نفس اور شیطان کے گناہ کرانے میں اکثری فرق یہ ہے کہ اگر بار بار ایک ہی گناہ کا تقاضا ہو تو یہ نفس کی جانب سے ہے اور اگر ایک دفعہ ایک گناہ کا تقاضا ہو پھر اس سے رُک جانے کے بعد دوسرے کا تو یہ شیطان کی جانب سے ہے کیونکہ شیطان کو تو مقصود صرف گناہ کرانا ہے چاہیے کوئی بھی گناہ ہو اور خود شیطان کو اُس میں کوئی حظ نہیں تاکہ کسی معین گناہ پر اصرار ہو۔ بخلاف نفس کے کہ نفس کو اس میں حظ ہوتا ہے۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ نفس ہیچ ہے۔ شیطان صرف مشورہ دیتا ہے جیسا کہ دَعَوْتُكُمْ سے پتہ چلتا ہے اور اس میں بھی اصل داعی نفس ہے کیونکہ شیطان کو بھی اسی نفس ہی نے گمراہ کیا اور فرمایا علاج کلی یہ ہے کہ معاصی میں نفس میں جو تقاضا ہوتا ہے اس تقاضا پر عمل نہ کرے اصل علاج تو یہ ہے باقی ذکر اس میں معین ہوتا ہے کیونکہ ذکر سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ دستگیری فرماتے ہیں اس دستگیری سے سہولت ہو جاتی ہے یہ صورت ہوتی ہے اعانت کی لیکن خالی ذکر سے کچھ نہیں ہوتا پھر اُس اصل علاج میں شیخ کی ضرورت ہوتی ہے پھر شیخ کے معاملہ میں طالب کے ذمہ دو چیزیں ضروری ہیں ایک اتباع (یعنی شیخ کا) دوسری اطلاع (یعنی احوال کی)

ذکر ایک دفعہ کیا ہوا باقی رہتا ہے

فرمایا۔ ذکر ایک ہی دفعہ کیا ہوا باقی رہتا ہے جب تک کہ اس کا مصادم نہ پایا جائے جیسا ایمان پہلا ہی باقی رہتا ہے ذہول ہو جانے سے زائل نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا کوئی مصادم نہ پایا جائے اسی واسطے ذاکر کو سونے کے وقت بھی ذاکر کہیں گے کیونکہ ارادہ ذکر ہی کا تھا انقطاع کا ارادہ نہ تھا گو اضطراراً انقطاع ہو گیا۔ اسی بقاء کے سلسلہ میں فرمایا ایک شخص مرض الموت کی غشی میں عقد انامل کر رہا تھا لوگوں نے اس سے رسوخ ذکر کی دلیل سمجھا۔ ایک معترض نے کہا اس حرکت کی عادت تھی رسوخ ذکر سے اس کا کیا تعلق ایک بچے نے جواب دیا کہ اگر عادت کی وجہ سے کرتا تو منہ کی طرف ہاتھ لا کر کھانے کی شکل کیوں نہ بنائی کیونکہ یہ زیادہ پرانی عادت تھی۔

قصیدہ غوثیہ نہ معلوم کس کا مرتبہ ہے

فرمایا۔ لوگ قصیدۂ غوثیہ کا بڑا اہتمام کرتے ہیں حالانکہ یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ بڑے پیر صاحبؒ کا ہے بھی یا نہیں۔ اُس کی عبارت اور مضمون تو کچھ ویسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

وہابی اور بدعتی کا مفہوم

فرمایا۔ مولانا فیض الحسن صاحب سے کسی نے وہابی، بدعتی کے معنی پوچھے انہوں نے عجیب ترجمہ فرمایا۔ یعنی وہابی کا ترجمہ تو بے ادب باایمان اور بدعتی کا باادب بے ایمان اور فرمایا ایک بار ایسے ہی سوال کے جواب میں کہ کہاں کے وہابی کے معنی پوچھتے ہو۔ کیونکہ حیدرآباد کے وہابی کے معنیٰ اور ہیں اور ہندوستان کے وہابی کے معنی اور ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس بدعتی۔ وجہ یہ کہ عوام کی اصطلاح میں وہابی کا اصل مفہوم ہے رسوم کا مخالف۔ اور رسوم ہر جگہ کی علیحدہ علیحدہ۔ ہر جگہ کی رسوم کا مخالف وہاں کا وہابی ہے۔

حضرت والا کی لاہور آمد پر اظہار مسرت

فرمایا۔ شاہ سلیمان صاحب پھلواری لاہور انجمن نعمانیہ جلسہ میں شریک تھے اور حربی کے سود کا مسئلہ علماء جلسہ کے روبرو پیش کیا گیا انجمن کے لوگ اس میں مکمل فیصلہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اور میرا اطلاعی خط جا چکا تھا کہ میں بھی شریک جلسہ ہوں گا۔ اُس وقت شاہ صاحب نے جلسہ میں تو فرمایا کہ اسے آنے دو اب ایمانداری کا فیصلہ ہو جائیگا۔

مشورہ نہ دینے کا معمول

فرمایا۔ کسی عورت نے مجھے اپنے نکاح کے متعلق مشورہ پوچھا میں نے جواب دیا کہ میرے دو کام ہیں ایک مسائل و احکام بتلانا جو مجھے یاد ہیں اُن کو کوئی پوچھے تو بتلا دیتا ہوں۔ دوسرا کام یہ ہے کہ دعا کر دیتا ہوں اور میں تیسرے کام کا نہیں ہوں خصوص مشورہ کی عادت کئی وجہوں سے نہیں ہے۔ اول یہ کہ جب تک تمام جوانب کا احاطہ نہ ہو جاوے مناسب نہیں اور احاطہ اکثر حاصل نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ اکثر لوگ آخر میں اُس کام کو مشیر کی طرف منسوب کرتے ہیں اور بدنام کرتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ بعضے مشورہ کو حکم سمجھتے ہیں اور اپنی رائے کو چھوڑ دیتے ہیں یہ بھی غلو ہے اس لیے مشورہ کا

معمول نہیں اور اگر اس پر بھی کوئی بالکل ہی مجبور کرے تو اس طرح کہہ دیتا ہوں کہ دونوں شقوں کے مضار اور منافع ظاہر کرو۔ پھر قضیہ شرطیہ کے طور پر کہہ دیتا ہوں کہ اگر یہ صورت ہو تو اس شق کو ترجیح ہے اور اگر دوسری صورت ہو تو دوسری شق کو ترجیح ہے غرض وہ ذمہ دار خود رہتا ہے۔

بغیر اجازت شوہر مال نہ خرچ کرنے کا حکم

فرمایا۔ ایک شخص نے پوچھا کہ کیا عورت کو خاوند کا مال صرف کرنے کی اجازت ہے میں نے کہا نہیں۔ بلکہ نسائی کی ایک روایت میں تو "مالھا" کا لفظ ہے جس سے بعض علماء ظاہری نے حقیقی معنی سمجھ کر عورت کو خود اپنے مال میں بھی بدون اذن شوہر کے تصرف کرنے کی اجازت نہیں دی ہے کیونکہ ناقصات العقل ہیں۔ مگر جمہور نے اس کو نہی ارشادی پر معمول فرمایا ہے۔

لایعنی سوال کا جواب

فرمایا۔ ایک شخص نے اصحاب کہف کے نام خط میں پوچھے ہیں۔ میں نے لکھ دیا اصحاف کہف کے اعمال پوچھو تم ہی اصحاب کہف کی طرح ہو جاؤ گے۔

کسی کو اذیّت نہ دینے کا حکم

فرمایا۔ حدیث میں مصرح ہے۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہٖ۔ مگر کسی کو یہ فکر نہیں کہ ہم سے کسی کو اذیت تو نہ ہو گی۔

باوجود سخت مشہور ہونے کے لوگوں کی رعایت

فرمایا۔ میں جو سخت مشہور ہوں تو وجہ یہ ہے کہ میری غرض صرف یہ ہے کہ لوگ اعمال کی فکر کریں اور لوگوں کی یہ حالت ہے کہ جو لوگ اصلاح بھی کرانا چاہتے ہیں وہ بھی اعمال کا اہتمام نہیں کرتے مگر میں باوجود سخت سمجھے جانے کے اس قدر رعایت کرتا ہوں کہ عین عتاب کے وقت میں بھی مخاطب کی اصلاح کا خیال رکھتا ہوں اور اگر اپنے سے مناسبت نہیں دیکھتا تو دوسرے مصلح کا پتہ بتلا دیتا ہوں تاکہ کسی مسلمان کو نقصان نہ ہو۔

ماہ شوال کے چھ۶ روزوں کا ثواب

فرمایا۔ درمختار میں ہے کہ ماہِ شوال کے چھ روزے رمضان کے قضا روزوں میں بطور تداخل ادا ہو سکتی ہیں مگر یہ جزئیہ بالکل صحیح نہیں تداخل اس جگہ ہو سکتا ہے جہاں ایک سے دوسرے کا مقصود بھی حاصل ہو جاوے مثلاً تحیۃ المسجد سے مقصود مسجد کا حق ادا کرنا ہے کہ مسجد میں پہنچتے ہی کچھ نماز ادا کرنا چاہئے۔ پس اگر کوئی شخص سنت میں مشغول ہو گیا تو تحیۃ المسجد کی غرض بھی اسی سے پوری ہو جائے گی۔ یہاں تداخل ہو جاوے گا بخلاف ستۂ شوال کے کہ حدیث شریف میں اس کی غرض یہ وارد ہے کہ من صام رمضان ثم اتبعہ بست من شوال کان کصیام الدھر اور اس کی بناء یہ فرمائی ہے کہ صیام شھر بعشرۃ اشھر و ستۃ ایام بشھرین فذٰلک تمام السنۃ۔ رواہ الدارمی۔ اور ایک حدیث میں یہ بناء ان الفاظ میں مذکور ہے من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا رواہ ابن ماجہ۔ اور یہ تب پوری ہو سکتی ہے جب رمضان سمیت چھتیس روزوں کا عدد پورا ہو اور چھتیس کا عدد تداخل میں پورا کیسے ہوگا۔ ہاں اگر علاوہ قضائے رمضان کسی اور واجب کو شوال میں ادا کرے تو پھر شاید تداخل ہو سکے اگر کوئی مانع ثابت نہ ہو اس پر ایک شخص نے کہا کہ اس طرح تو پھر جزئیات فقہیہ میں احتمال غلطی کا رہے گا۔ اس پر فرمایا اگر کسی اور جزئی میں بھی ہم کو معلوم ہو جاوے کہ حدیث صریح منصوص کے خلاف ہے تو چھوڑ دیں گے اور یہ تقلید کے خلاف نہیں ہے آخر بعض مواقع میں امام صاحبؒ کے اقوال کو بھی تو چھوڑا گیا ہے ہاں جس جگہ حدیث میں متعدد محمل ہوں وہاں جس محمل پر مجتہد نے عمل کیا ہم بھی اُسی پر عمل کریں گے اور اگر خود امام صاحبؒ ہوتے اور اس وقت ان سے دریافت کیا جاتا وہ بھی یہی فرماتے تو گویا اس چھوڑنے میں بھی امام صاحبؒ ہی کی اطاعت ہے اور یہ جزئیہ ستہ شوال کا تو مجتہد سے منقول بھی نہیں۔

احوال کی دو قسمیں

فرمایا۔ جیسا بعض درختوں پر دو پھول آتے ہیں۔ اوّل ایک آتا ہے وہ گر جاتا ہے اس کے بعد دوسرا آتا ہے اور باغبان اگر ناواقف ہو تو اُس کے گر جانے سے غم کرتا

ہے مگر ماہر جانتا ہے کہ اصلی پھول دوسرا ہے وہ ابھی آئے گا پھر اس کے بعد پھل لگے گا۔ یا جیسا صبح کی دو قسمیں ہیں ایک صادق دوسری کاذب۔ پس اسی طرح احوال کی بھی دو قسم ہیں ایک ناقص دوسرے کامل پہلے احوال پیدا ہو کر مضمحل ہو جاتے ہیں پھر دوسرے احوال ایک عرصہ کے بعد پیدا ہوتے ہیں اور وہ راسخ ہوتے ہیں۔ اسی کو فرماتے ہیں ؎ بسیار سفر باید تا پختہ شود خامی

افعال اختیاریہ کی غایت

فرمایا۔ معقولیوں کے نزدیک تو افعال اختیاریہ میں اُن کی غایت کا تصور لازم عقلی ہے مگر میرے نزدیک لازم عادی ہے اور وہ بھی امور شاقہ میں ورنہ بہت دفعہ مثلاً گھنٹے گذر جاتے ہیں بکواس کرتے ہوئے اور اس سے پہلے کوئی غایت تصور میں نہیں ہوتی۔

متاخرین کا ایمان

فرمایا۔ حدیث میں متاخرین کے ایمان کو عجب فرمایا ہے اکمل نہیں فرمایا۔ اکمل تو صحابہؓ کا ایمان ہے۔

تقدیم عمل کا ثواب

فرمایا۔ محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنے سے پچیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور جامع مسجد میں پانچ سو کا۔ مگر علماء نے لکھا ہے کہ یہ پچیس نمازیں محلہ والے کے لئے کیف میں پانچ سو سے افضل ہیں۔ اسی طرح تقدیم عمل ضروری علی رمضان کا ثواب بہ نسبت عمل فی رمضان کے کم میں تو کم ہوگا مگر کیف میں زیادہ ہوگا۔ پس حدیث میں جو اعمالِ رمضان کا تضاعف آیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر رمضان کے قبل مثلاً صدقہ کی حاجت ہو تو رمضان کا انتظار کرے۔ پس مقصود تاخیر عن رمضان سے ممانعت ہے نہ کہ تقدیم علی رمضان سے۔

عقائد کا اثر

فرمایا۔ عقائد کا اثر اعمال پر بھی پڑتا ہے اس لئے عقائد سے یہ اثر بھی مقصود ہے

مثلاً مسئلہ توحید میں ایک محقق نے اس اثر کو ظاہر کیا ہے ؎

موحد چہ بر پائے ریزی زرش ۔ چہ فولاد ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نباشد زکس ۔ ہمین ست بنیاد توحید و بس

اس کی تائید آیت سے بھی ہوتی ہے چنانچہ سورۂ حدید میں تعلیم مسئلہ قدر کے بعد اُس کی ایک غایت اس طرح ارشاد فرمائی ہے لکی لا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اٰتاکم کیونکہ یہاں کوئی نہ کوئی عامل ضرور مقدر ہوگا اور وہ جو ماقبل کے مناسب ہو اور وہ اخبر ہے یعنی اخبر عن ھذہ المسئلۃ لکی لا تاسوا الخ تو اس بنا پر تقدیر کے عقیدہ کا یہ اثر ثابت ہوا کہ اس سے غم ہلکا ہو جاتا ہے اور عجب نہیں ہوتا اسی طرح ہر عقیدہ سے کسی نہ کسی عمل پر ایک خاص اثر پڑتا ہے غور سے معلوم ہو سکتا ہے۔

چندہ واپس

فرمایا۔ ایک مقام سے ایک خط آیا ہے کہ ایک سو پچیس روپیہ مدرسہ کے لئے ارسال کیا گیا ہے اگر اس کی رسید نہ آئی تو اگلے سال ارسال نہ ہوگا۔ سو میں خود اس کو بھی واپس کر دوں گا اور وجہ یہ لکھوں گا کہ ہم نے تم سے مطالبہ اس کا کب کیا ہے جو رسید پر ایسا زور دیتے ہو۔ رسید کو تو وہ ضروری سمجھے جو رقم کی تحریک کرے۔ لہٰذا اسی سال سے واپس ہے۔

اللہ تعالیٰ شرک کی رقم مدرسہ میں نہیں لیتا ہے۔

فرمایا۔ پانی پت کے قریب ایک جگہ ہے محمد پور۔ وہاں کے ایک رہنے والے نے جو مجھ سے بیعت بھی ہیں پندرہ روپیہ ہمارے مدرسہ کے لئے پیش کئے مجھے کچھ وہم ہوا (اور مجھے اکثر وہم بلا وجہ نہیں ہوتا۔ یا قرائن سے ہوتا ہے یا بعض دفعہ دل میں کھٹک پیدا ہو جاتی ہے) میں نے اُن سے کہا کہ پانی پت تم سے قریب ہے اور وہاں بھی مدرسہ ہے اور قریب کا حق زیادہ ہوتا ہے تم نے یہ روپیہ وہاں کیوں نہ دیا۔ کہا یہ خیال ہوا کہ وہاں دینا ریا ہے۔ میں نے کہا مجھ کو تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہاں دینے میں یہ مصلحت ہے کہ پیر بھی راضی ہوں گے کہ ہمارے مدرسہ میں دیا اور اللہ میاں بھی۔ سو ہم ایسی شرک

کی رقم مدرسہ میں نہیں لینا چاہیئے اور رقم واپس کردی. صبح کو انہوں نے آکر اقرار کیا کہ واقعی میری نیت خراب تھی اب میں اس نیت سے توبہ کرچکا ہوں اور توبہ کر کے پھر پیش کرتا ہوں. میں نے کہا اب لاؤ۔

پھٹے پرانے کپڑوں میں ذلت نہیں

فرمایا۔ اہل علم میں استغناء کی شان ہونا چاہیئے کہ اصل ذلت عرض حاجت میں ہے پھٹے پرانے کپڑوں میں ذلت نہیں اور استغناء میں نیت دین کے اعزاز کی ہونا چاہیئے اس نیت سے ثواب بھی ہوگا اور دنیا داروں کے پاس ملنے بھی نہ جاویں باقی غریب کے پاس جانے میں ذرا ذلت نہیں۔

طفیلی بن کر کھانے میں عزت نہیں

فرمایا۔ میں جب نواب صاحب کے بلانے پر ڈھاکہ گیا تو وہاں بنگال کے اہل علم اطراف سے ملاقات کو آئے میں نے سب سے کہہ دیا کہ کھانا بازار سے کھانا چاہیئے۔ جب نواب صاحب کو پتہ چلا تو اپنے چچا سے کہ وہی منتظم تھے کھانے کے۔ فرمایا کہ ان سب کا کھانا ہمارے یہاں سے ہوگا انہوں نے مجھ سے کہا میں نے کہا وہ میرے احباب ہیں طفیلی نہیں میں اُن سے نہیں کہتا آپ خود ان کی دعوت کیجئے وہ اگر منظور کرلیں ان کی مرضی پھر ایک ایک کی تلاش کر کے دعوت کی تب وہ میرے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے اور میرے اس طرح نہ کہنے سے طفیلی بن کر کھاتے اور اُن صاحبوں نے مجھ سے پوچھا میں نے اجازت دیدی پھر میں نے اُن سے کہا کہ ملاحظہ فرمائیے، عزت اس میں ہے یا اس میں کہ طفیلی بن کر شامل دعوت ہوتے۔

سادات نسب حضرت فاطمہ رضؓ کے تابع

فرمایا۔ طب میں یہ تحقیق ہوچکا ہے کہ بچہ والدہ کی منی سے بنتا ہے والد کی منی سے محض عورت کے مادہ کا انعقاد ہوتا ہے اور بعض احکام شرعیہ میں بھی اس کی رعایت ملحوظ کی گئی ہے مثلاً سادات نسب میں حضرت فاطمہ رضؓ کے تابع ہیں۔ اسی طرح امۃ (یعنی لونڈی) کی اولاد صفت رقّ میں اُس کے تابع ہوتی ہے۔

مذکر کے تابع نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام سے عیسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہونا فطرت کے خلاف نہیں ہوا کہ نفخ جبریلؑ کا اثر صرف مادہ کا انعقاد تھا۔ اور جہاں ولد کو باپ کے تابع بنایا گیا ہے وہاں مصلحت تربیت کو اس اصل طبعی پر ترجیح دی گئی ہے۔ فرمایا بقولہ من لا شیخ لہ لشیخہ الشیطان کا معنی یہ ہے کہ من لا متبوع لہ تو اس سے شیخ عرفی کا اتخاذ لازم نہیں آتا اور یہ قول حدیث نہیں ہے البتہ ایک اور حدیث میں یہ مضمون ہے الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ مگر اس حدیث میں شیخ سے مراد معمر آدمی ہے اور حدیث کا مدلول تشبیہ ہے احترام میں اور مصلح ہونے میں یہاں بھی پیر کا معنی نہیں اور اس حدیث کی تخریج عراقی نے کی ہے۔

مُردہ کو سلام کا ادراک

فرمایا۔ اکثر اہل کشف متفق ہیں کہ مُردہ کو سلام وغیرہ کا ادراک ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ کشفی ہے جو ظن کا درجہ رکھتا ہے اور اہل ظاہر اس میں اختلاف کرتے ہیں۔ سیوطیؒ نے ایک عجیب حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص اپنی والدہ کی قبر پہ جاکر قرآن پڑھتا تھا تو والدہ نے خواب میں کہا پہلے تھوڑی دیر چپکے بیٹھ جایا کرو کیونکہ جب تم آتے ہی قرآن شریف پڑھنے لگ جاتے ہو تو انوار اس قدر تم کو محیط ہو جاتے ہیں جس سے تمہارا چہرہ چھپ جاتا ہے اور میں تمہارا چہرہ دیکھ نہیں سکتی اور ترستی رہ جاتی ہوں اس واسطے پہلے تھوڑی دیر چپکے بیٹھ جایا کرو پھر پڑھا کرو تاکہ میں جی بھر کر دیکھ سکوں۔

زیارتِ قبور سے نفع

فرمایا۔ میں نے ایک غیر مقلد عالم کے سوال کے جواب میں اہل قبور کے افادے کو اس حدیث سے ثابت کیا کہ ایک صحابی نے بیان کیا کہ میں نے ایک قبر کے اندر سے سورۂ ملک کی آواز سنی۔ پس قرآن شریف کا سننا فائدہ ہے اور سنانا افادہ ہے اور فائدہ میت سے حاصل ہوا پس مطلوب ثابت ہوگیا۔ اسی سلسلہ میں یہ حکایت تائیداً بیان کی کہ مولانا گنگوہیؒ کو ایک ثقہ شخص نے خواب میں دیکھا فرمایا کہ مجھ کو مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے خلافت دیدی غالباً اس کا مطلب یہ ہے کہ تصرف کا اِذن مل گیا

وجہ استخلاف یہی تصرف ہے اور یہ عام نہیں بعض بزرگوں کو بعد وفات کے مل جاتا ہے۔ ایک صاحب نے پوچھا کہ وہ کس قسم کا تصرف ہوتا ہے فرمایا مثلاً کسی کو کیفیت باطنیہ حاصل ہوگئی یا اُس میں ترقی ہوگئی (احقر نے کہا کہ کیا اس کا ادراک زندہ کو ہوتا ہے) فرمایا مثلاً اس بزرگ کی قبر پر جانے سے ذوق و شوق میں ترقی ہوگئی تو یہ ترقی اس بزرگ کے توجہ و تصرف کا اثر ہوتی ہے جو مدرک ہوتا ہے۔ کسی نے اہل مجلس میں سے کہا کہ گھر بیٹھے بھی تو یہ فائدہ ہو سکتا ہے۔ فرمایا۔ قبر سے مردہ کو خاص تعلق ہوتا ہے وہاں اس کی زیادہ توقع ہے۔

زیارت سے متعلق حکایت شاہ ولی اللہ

سلسلہ مذکورہ میں فرمایا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر تشریف لے جاتے تھے ایک بار ان کو خیال ہوا کہ معلوم نہیں حضرت کی روح کو اس کی اطلاع ہوتی ہے یا نہیں پس اُن کی روح نے متمثل ہو کر شاہ صاحبؒ سے خطاب کیا اور یہ شعر نظامیؒ کا پڑھا ؎

مرا زندہ پندار چوں خویشتن من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

قبر پر قرآن شریف پڑھنے سے مُردہ کو اُنس

فرمایا۔ قبر پر قرآن شریف پڑھنے سے مُردہ کو اُنس ہوتا ہے۔

زیارتِ قبور کا قصد

فرمایا۔ قبور کی زیارت سے یہ قصد ہونا چاہئے کہ موت یاد آتی ہے۔ اور یہ کہ میری دعا سے اہل قبور کو فائدہ پہنچے گا۔

عورتوں پر اثر آسیب کا سبب

فرمایا۔ عورتوں پر جو آسیب کا اثر ہو جاتا ہے تو اس کے دو سبب ہوتے ہیں کبھی جن کا غضب مشاہدہ اور کبھی اُس کی شہوت جیسا بعض عورتوں کو ہمبستری وغیرہ کا ہوتا ہے۔

بیس رکعت تراویح

ایک شخص نے خط میں سوال کیا کہ بیس تراویح کا کیا ثبوت ہے اس کو جواب تحریر فرمایا کہ کیا مجتہدین پر اعتبار نہیں ہے (یہ جواب لکھنے کے بعد) فرمایا اگر اس شخص نے یہ جواب لکھا کہ مجتہدین پر اعتبار نہیں ہے تو یہ جواب لکھوں گا کہ پھر مجھ پر کیسے اعتبار کر لیا جب کہ امام ابو حنیفہؒ جیسے حضرات پر اعتماد نہ کیا۔

حضرت شاہ فضل الرحمٰن صاحبؒ

فرمایا۔ حضرت شاہ فضل الرحمٰن صاحب مجذوب رنگ کے تھے اور بہت استغراق غالب تھا افاقہ بھی ہوتا تھا۔

ترکِ تقلید میں بے برکتی یقینی ہے

فرمایا۔ ترکِ تقلید پر قیامت میں مواخذہ ہوگا تو نہ کیونکہ کسی قطعی کی مخالفت نہیں مگر بے برکتی اس میں یقینی ہے۔

مجتہدین کا ذوق اجتہاد

فرمایا۔ اختلافِ احادیث کی صورت میں مجتہدین کے نزدیک اصل یہ ہے کہ ایک حدیث کو ذوق سے اصل قرار دیتے ہیں اور یہی ذوقِ اجتہاد ہے اور بقیہ احادیث کو اس کی طرف راجع کرتے ہیں یا اُن کو عوارض پر محمول کرتے ہیں اور جہاں کہیں کسی مجتہد کی مستدل حدیث ضعیف ہو تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مجتہد نے جس حدیث سے تمسک کیا ہو وہ اور ہو یا اگر یہی ہو تو اُس کو قوی سند سے پہنچی ہو اور ہمارے لئے خود کیونکہ مجتہد کا تمسک اُس حدیث سے اُس کی قوت اور صحت کی دلیل ہے اور اگر اُس کے کسی راوی میں اختلاف ہو اور کسی مجتہد کا تمسک اس ضعیف راوی کی روایت پر ہو تو اس میں یہ کہا جائے گا کہ امام کی توثیق اُس کے تمسک کے لئے کافی ہے دوسرے کی تضعیف اس پر حجت نہیں۔ اور اگر کسی حدیث کے مدلول میں کوئی احتمال ہمارے خلاف ہو تو تمسک میں مضر نہیں کیونکہ یہ خود ہمارا عقیدہ ہے کہ مسائلِ اجتہادیہ ظنیہ ہو کر دوسرے کا مذہب بھی صواب کا احتمال رکھتا ہے تو اس صورت میں دوسرا احتمال

کیا مضر ہوا۔ چنانچہ مجھ سے اگر کوئی طالب علم یہ سوال کرتا تھا کہ اس حدیث میں تو دوسرا احتمال بھی ہے تو میں کہتا تھا کہ پھر کیا ضرر ہوا۔ کیونکہ ہمارا عقیدہ یہی ہے مذھبنا صواب مع احتمال الخطاء و مذھب الغیر خطاء مع احتمال الصواب۔

حضرت حکیم الامتؒ کی تالیفات

فرمایا اگر طریق (سلوک) سے کسی کو مناسبت نہ ہو اور میری تالیفات دیکھتا رہے اور کبھی کبھی پاس بیٹھتا رہے تو انشاء اللہ تعالیٰ کافی ہے۔

گرو کو محققانہ جواب

فرمایا۔ ایک رئیس ہندو یہاں آیا اس کے ساتھ اس کا گرو بھی تھا اس نے سوال کیا کہ قرآن شریف آپ کے نزدیک اللہ کا کلام ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اُس نے کہا کیا اللہ تعالیٰ کی زبان ہے میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا پھر کلام کیسے صادر ہو سکتا ہے؟ میں نے کہا یہ مقدمہ ہی غلط ہے کہ کلام کا صدور بلا زبان نہیں ہو سکتا۔ دیکھئے انسان تو بواسطہ لسان کے گفتگو کرتا ہے مگر لسان بالذات متکلم ہے لسان کو تکلم کے لئے کسی دوسری لسان کی حاجت نہیں۔ اسی طرح انسان آنکھ سے دیکھتا ہے۔ اور آنکھ خود بالذات دیکھنے والی ہے۔ اس کو کسی دوسری آنکھ کی حاجت نہیں۔ اسی طرح انسان کان سے سنتا ہے ناک سے سونگھتا ہے مگر ان اعضاء کے لئے ان کے افعال میں دوسرے اعضاء کی حاجت نہیں یہ خود بلا واسطہ اور بالذات سنتے سونگھتے ہیں پس اگر اسی طرح اللہ تعالیٰ بالذات متکلم ہوں اور ان کو لسان کی حاجت نہ ہو تو کیا استبعاد ہے۔ اس کو سُن کر بہت محظوظ ہوا اور اپنے گرو سے کہنے لگا کہ دیکھا علم اس کو کہتے ہیں۔

بروج کی تفسیر

فرمایا۔ بعض مفسرین نے بروج کی تفسیر میں اہل ہیئت کا قول لے لیا ہے جس کا عربیۃ میں کہیں نشان نہیں مزید برآں اُس کے ساتھ نجوم کو بھی شامل کر لیا کہ خاص کواکب کا خاص بروج سے تعلق مانا اور یہ اہل نجوم کا خیال ہے اور وہ بھی محض اس وہمی بناء پر کہ مثلاً شمس گرم ہے اور اسد کا مزاج بھی گرم ہے تو شمس کا تعلق اسد سے ہوگا اور

اس کا لغو ہونا ظاہر ہے کیونکہ اسد جو گرم ہے تو حیوان ہے نہ کہ شکل اسد جو کواکب کے اجتماع سے متخیل ہوگئی۔ نیز اب وہ شکل بھی اہل فن کے نزدیک بروج میں مجتمع نہیں رہی۔

اصل تخیلات مشوشہ کا علاج

فرمایا صوفیہ کی بعض تدبیراتِ ریاضت ہنود سے اخذ کی ہوئی ہیں جیسا حبسِ دم وغیرہ مثلاً اور وہ دراصل تخیلات مشوشہ کا علاج ہے اور کفار سے ایسی تدابیر کو اخذ کرنا جائز ہے جیسا کہ حضرت سلمان فارسی رضؓ کی رائے حفرِ خندق کی تدبیر جو کفار فارس کی تدبیر تھی لے لی گئی۔ اور چونکہ وہ نہ دین کی بات تھی نہ کفار کا شعار قومی تھا اس لئے اس کو جائز کہا جائے گا۔

ملفوظات حضرت شاہ محمد اسحاق صاحبؒ

فرمایا۔ حضرت مولانا محمد اسحاق صاحبؒ محدث دہلوی کے دو ملفوظ عجیب سُنے ایک حدیث قل ھو اللہ احد تعدل ثلث القرآن کے متعلق کسی نے پوچھا کہ کیا اس سے یہ کہنا صحیح ہے کہ تین بار پڑھنا ایسا ہے جیسا پورا قرآن پڑھ لیا۔ فرمایا نہیں بلکہ ایسا ہے جیسا تین ثلث قرآن پڑھ لیا اس کی شرح یہ ہے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تین بار پڑھنے سے پورے قرآن کے برابر ثواب مل جاوے کیونکہ اس کے معنی میں دو احتمال ہیں ایک مطلق ثلث اس پر تو وہ حکم صحیح ہے دوسری ثلث معین یعنی خاص وہ ثلث جو مشتمل ہے توحید پر اس صورت میں تین بار قل ہو اللہ پڑھنا ایسا ہے جیسے تین بار وہ توحید کا حصہ پڑھ لیا اس تقدیر پر وہ حکم صحیح نہیں۔ دوسرا جواب قیام مولد کے متعلق منقول ہے کہ کسی نے قیام مولد شریف کے متعلق پوچھا تو فرمایا شیخ مجلس کو دیکھنا چاہیئے۔ اور یہ جواب مجمل ہے۔ اس کی شرح حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی ایک تحریر سے ہوئی وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے اس کی نسبت پوچھا تھا فرمایا کہ یہ قیام ایک حرکت ہے وجدیہ کسی کو اس ذکر کے وقت حالت کا غلبہ ہوا اور وہ کھڑا ہو گیا اور اس فن کا مسئلہ ہے کہ وجد میں اہلِ مجلس کو موافقت کرنا چاہیئے۔ اگر صاحبِ حال کی موافقت

نہ کی جائے تو بعض دفعہ یہ بسط انقباض سے متبدل ہو جاتا ہے اور بعض اوقات ہلاکت کی نوبت آجاتی ہے لہذا اس کی موافقت کرنا چاہیئے۔ پس کسی نے قیام کیا دوسروں نے اس کی موافقت کی اس کے بعد عادت ہوگئی۔ پس شاہ اسحاق صاحبؒ کا مطلب اس اصل کی بناء پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ مجلس کو دیکھو اگر وہ صاحب حال ہے تو اُس کے قیام کو وجد پہ محمول کر کے اُس کی موافقت کرو ورنہ نہیں۔

اہل خدمت میں بعض مجذوب ہوتے ہیں

فرمایا۔ اہل خدمت میں بعضے مجذوب بھی ہوتے ہیں جو توجہ اور ہمت سے انتظام کرتے ہیں اور اہل فن کی اصلاح میں اُن کا نام اہل نوبت تھا۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے ایک دفعہ دہلی کی ظاہری حکومت کی بدانتظامی کے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ اہلِ خدمت آجکل ڈھیلے ہیں۔ پھر کچھ دن گذرنے کے بعد جب خوب انتظام ہوگیا تو پھر سوال کے جواب میں فرمایا اب اہلِ خدمت بدل گئے۔ اور فرمایا کہ پہلے ایک کنجڑا تھا اب ایک سقا ہے۔ پھر ان کے حالات کا ذکر فرمایا جس میں پہلے کی نرمی اور دوسرے کی سختی معلوم ہوتی تھی۔

خانقاہ میں تحصیلِ فن کا انتظام نہیں

ایک مولوی صاحب نے خط میں تصوّف کے رؤس دریافت کئے۔ فرمایا اس کا طریق یہ نہیں ہے بلکہ میرے پاس آکر کچھ دن رہیں پھر سب معلوم ہوجائے گا اور مجھ سے تو اگر کوئی اس قسم کے سوالات کرتا ہے تو میں کہہ دیتا ہوں کہ یہاں تحصیلِ فن کا انتظام نہیں اگر علاج کرانا ہے تو علاج کے لئے آجاؤ۔ اور علاج میں حکیم سے وجہ دریافت کرنے کی اجازت نہیں بس ہم جو کہہ دیں وہ کرتے رہو۔ بعض لوگوں کو بس چند الفاظ اصطلاحی یاد ہو جاتے ہیں ہر جگہ انہیں کو بگھارتے پھرتے ہیں ؎

حرفِ درویشاں بدُزدد مردِ دُوں　　تا بخواند بر سلیمے زاں فسوں

غلاۃ مبتدعین اور غیر مقلدّ

فرمایا۔ غلاۃ مبتدعین کے مقابلے میں غیر مقلد ایسے ہی ہیں جیسے رافضیوں کے مقابلے

میں ہیں خارجی۔

تحلیہ اور تخلیہ کی مثال

ایک شخص پڑھوانے کے لئے بوتل میں پانی لایا وہ بھری ہوئی تھی مزاحاً فرمایا اس کو کچھ خالی کر کے لاؤ پھونک کہاں جائے گی باقی اصل مصلحت حفاظت ہے، پھر بوتل کی مناسبت ہے۔ فرمایا۔ صوفیہ معالجین میں اختلاف ہے کہ آیا تخلیہ مقدم ہے یا تحلیہ۔ اور بوتل میں دونوں کے استدلال کی نظیر ہے۔ مثلاً اگر بوتل میں ہوا بھرنا چاہیں تو بدون اخراج ماء کے ممکن نہیں یہ نظیر ہے تخلیہ (بالمعجمہ) کی تقدیم کی۔ اسی طرح اگر ہوا خارج کرنی چاہیں تو بدون ادخال ماء کے نہیں۔ یہ نظیر ہے تحلیہ (بالمہملہ) کی تقدیم کی اور اب تو متاخرین دونوں کو ساتھ ساتھ شروع کر دیتے ہیں یعنی تحلیہ اور تخلیہ دونوں ایک دم شروع کرا دیتے ہیں جیسے پہلے مدرسین کی رائے معقول یا منقول کی تقدیم میں مختلف تھی اور اب دونوں کو درس میں مقارن کر دیا گیا ہے۔

کشف کو طریق باطن میں دخل نہیں

فرمایا۔ کشف کو طریق باطن میں کیا دخل طریق باطن کی حقیقت تو یہ ہے کہ اعمال باطنیہ کی تحصیل اور تکمیل کریں۔

طاعون میں صحرا جانا

فرمایا۔ طاعون میں مکان چھوڑ کر باہر صحرا میں جانا جائز ہے لیکن پہلے اپنے اعتقاد کو اچھی طرح دیکھ لے۔

تراویح کی عمدہ تحقیق

فرمایا۔ تراویح کے متعلق مولوی ظفر احمد نے اعلاء السنن میں بہت عمدہ تحقیق لکھی ہے اور مجھ کو سب سے زیادہ اس کتاب کا خیال ہے کہ یہ کتاب جلدی چھپ جاوے گو کچھ نکاسی بھی نہ ہو۔ آخر کسی نہ کسی طرح اہل علم کے تو ہاتھوں میں پہنچ جائیگی۔

شاہ غلام علی صاحب رح کا ارشاد

ایک ضال مضل کی نسبت فرمایا کہ جب یہ پیدا ہوا تو اُس کے والد اُس کو

شاہ غلام علی صاحب کی خدمت میں لے گئے تو دیکھ کر فرمایا یہ بہت لوگوں کو گمراہ کرے گا۔

قادیانی کے متعلق مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی پیشین گوئی

فرمایا۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے اول ہی قادیانی کی براہین کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ اس کی طرز سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت جلد لوگوں کو گمراہ کرے گا۔

ایک آیت کی عجیب تفسیر

فرمایا۔ ایک بہت بڑے معقولی فاضل نے آیت لنعلم میں دفع اشکال حدوث کے لئے یہ غضب کیا ہے کہ علم سے مراد علم تفصیلی لیا ہے اور وہ حادث ہے البتہ علم اجمالی کا ترتب حادث پر صحیح نہیں کیونکہ وہ صفت قدیمہ اور یہ توجیہ بالکل غلط ہے کیونکہ علم تفصیلی تو اصطلاح میں خود معلومات کا نام ہے اس لئے نہ اُس سے اشتقاق صحیح ہے اور نہ ہی اس کی اسناد الی الواجب صحیح اور آیت میں اشتقاق بھی ہے اور اسناد بھی۔ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ نے اس کی تفسیر پارہ سیقول میں نہایت عمدہ کی ہے اور کہا ہے کہ علم حق جو اشیاء کے متعلق ہے وہ واقع کے مطابق ہے پس ماضی کے ساتھ صفت مضی کے ساتھ متعلق ہے اور حال اور استقبال کے ساتھ حال و استقبال کی صفت کے ساتھ متعلق ہے۔ پس جو چیز مستقبل تھی اس کے ساتھ علم یوں متعلق تھا کہ یہ چیز مستقبل میں واقع ہوگی۔ اب اس علم ثابت فی الآیہ کی یوں تعبیر ہوگی کہ جس چیز کو اس طرح جانتے تھے کہ مستقبل میں ہوگی۔ اب اس طرح جان لیں کہ ماضی میں ہو چکی اور دونوں انکشافوں میں مطلق تفاوت نہیں پس یہ تغیر اضافۃ میں ہوا جو صفت معلوم کی ہے علم میں نہیں جو صفت عالم کی ہے۔

بوعلی سینا کے بارے میں کسی بزرگ کا قول

فرمایا۔ بوعلی سینا ایک بزرگ کی ملاقات کے واسطے گیا اور ان بزرگ کے سامنے ایسی تقریریں بھگاریں جس میں اپنے علم کا اظہار تھا اور واپس آنے کے بعد حاضرین سے پوچھا کہ شیخ نے میری نسبت کیا رائے ظاہر کی۔ کسی نے کہا انہوں نے یہ فرمایا۔

"بوعلی اخلاق ندارد" ابن سینا نے فوراً علم اخلاق میں ایک کتاب تصنیف کر کے ان بزرگ صاحب کے پاس بھیج دی تاکہ معلوم ہو جاوے کہ ان کا فیصلہ غلط ہے۔ انہوں نے کتاب کو دیکھ کر فرمایا۔ "من نگفتم کہ اخلاق نداند بلکہ گفتم اخلاق ندارد" اور تصنیف کرنا مستلزم داشتن کو نہیں۔

تراویح میں مواظبت حکمی و حقیقی

فرمایا۔ تراویح پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت حکمی تھی کیونکہ اگر مانع نہ ہوتا یعنی خشیت افتراض تو حضور صلعم مواظبت حقیقی ہی فرماتے اس لئے اس کو بھی مواظبت ہی کے حکم میں رکھا جائے گا۔

ابلیس کا سجدہ نہ کرنا حضرت آدمؑ کے کمال کی دلیل

فرمایا۔ ایک بزرگ نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملائکہ کا سجدہ کرنا جیسا ان کے یعنی آدم علیہ السلام کے کمال کی دلیل ہے ویسا ہی ابلیس کا سجدہ نہ کرنا بھی ان کے کمال کی دلیل ہے کیونکہ اگر ابلیس بھی سجدہ کرتا تو اہل کمال کو یہ شبہ ہوتا کہ شیطان کو آدم علیہ السلام سے کچھ مناسبت ضرور ہے جس کی وجہ سے اس کو اُن کی طرف میلان ہوا اور ان کو سجدہ کیا۔ اب سجدہ نہ کرنے کی صورت میں یہ تحقیق ہو گیا کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور ابلیس کے درمیان کوئی مناسبت نہیں کیونکہ الجنس یمیل الی الجنس۔

مولانا رومی کا عجیب لفظ

فرمایا۔ مولانا رومی نے ایک عجیب بات لکھی ہے فرمایا ہے کہ جو لوگ خلوت کو جلوت پر علی الاطلاق ترجیح دیتے ہیں ان کا یہ ترجیح دینا بھی تو جلوت ہی کی بدولت ہوا ہے ورنہ خلوت سے یہ علوم کیسے حاصل ہوتے پھر خلوت کو علی الاطلاق کس طرح جلوت پر ترجیح دے سکتے ہیں۔

جواب تعلیم اسماء

فرمایا۔ آدم علیہ السلام کی تعلیم اسماء پر اشکال مشہور رہے نہایت مہمل ہے کہ اُن کو

کس طرح تعلیم دی گئی حالانکہ تعلیم کے لئے پہلے کچھ الفاظ ہونے چاہئیں وہلمّ وجرّا۔ جواب ظاہر ہے کہ بچوں کو روزمرّہ جس طرح تعلیم دیتے ہیں جس کا وقوع مشاہد ہے اسی طرح ان کی تعلیم ہوئی۔

نیکی سے عمر بڑھنے کا سبب

فرمایا۔ حدیث میں ہے کہ نیکی کرنے سے عمر زیادہ ہوتی ہے اس پر عام طور سے شبہ کیا جاتا ہے کہ عمر تو تقدیر میں مقرر ہے پھر عمر کیسے زیادہ ہو سکتی ہے۔ اس کا جواب حافظ ابن قیمؒ نے نہایت عمدہ دیا ہے کہ عمر ہی کی کیا تخصیص ہے سب کائنات کا یہی حال ہے۔ رزق۔ صحت وغیرہ جملہ اشیاء مقدر ہیں جن کے واسطے ہم اسباب تلاش کرتے ہیں۔ چنانچہ رزق کے لئے ذرائع اور صحت کے لئے معالجات اور یہی اشکال سب میں ہوتا ہے پھر عمر ہی کی کیا تخصیص ہے سو جس طرح اور اسباب و مسببات میں تعلق ہے اور کوئی اشکال نہیں کیا جاتا اسی طرح برّ اور زیادتِ عمر میں سبب و مسبب کا تعلق ہے۔

وعظ کہنے کی اجازت ہے

فرمایا۔ وعظ اس کو کہنا زیبا ہے جس کی کتابیں کم از کم ختم تو ہو گئی ہوں۔ وہ امید ہے کہ مسائل صحیح بیان کرے گا اور جاہل پر کیا اطمینان ہے۔ اور اگر کتابیں پورا کئے بغیر وعظ کہے گا تو تحصیلِ علوم سے محروم رہے گا اور دوسری دقیق شرط واعظ کے لئے یہ ہے کہ سلوک میں مشغول نہ ہو۔ وعظ کہنا شغل سلوک کو بھی مضر ہوگا کہ واعظ کو عوام کے تعلق سے چارہ نہیں اور اُس کا مضر ہونا ظاہر ہے۔

عذاب جہنّم کے ابدی ہونے میں نصوص قطعی

ایک شخص نے سوال کیا اگر جہنم کا عذاب منقطع ہو جاوے تو بعض صفاتِ باری کا تعطّل لازم آئے گا۔ فرمایا گو جہنم کا عذاب واقع میں ابدی ہے اور اس باب میں نصوص قطعی محتمل قابلِ تاویل نہیں بلکہ ابدیت کا منکر عجب نہیں کہ کافر ہو لیکن تاہم مگر انقطاعِ عذاب کی تقدیر پر بھی تعطل لازم نہیں آتا۔ کیونکہ تعطل دو قسم ہے ایک یہ کہ کام کا

ارادہ کرے اور نہ کر سکے گویا مشین بے کار ہوگئی یہ تعطل تو نقص ہے اور واجب میں ممکن نہیں۔ دوسری قسم یہ ہے کہ صفات کا تعلق حوادث کے ساتھ کسی حکمت کی وجہ سے نہیں ہوا اور یہ جائز ہے ورنہ اس تعطل کے امتناع سے حوادث کا قدم لازم آئے گا

تجدد امثال کا مسئلہ

فرمایا۔ تجدد امثال کا مسئلہ اصل میں کشفی ہے۔ صوفیہ کو مکشوف ہوا کہ ہر آن میں جواہر اور اعراض سب فانی ہوتے ہیں اور دوسری آن میں نئے سرے سے پھر پیدا ہوتے ہیں لیکن بعض نے اس کو استدلال بنانے کی کوشش کی ہے پھر ان میں سے متکلمین نے جوہر اور عرض میں فرق کیا ہے جس کی کوئی دلیل نہیں اور اس فرق پر قیام العرض بالعرض سے کام لیا ہے اور اس پر قیام البقاء بالعرض کے امتناع کو متفرع کیا ہے۔ سو اسی اصل پر کوئی دلیل نہیں۔ اور صوفیہ کے نزدیک تجدد امثال جواہر و اعراض دونوں میں مشارک ہے اور ان قائلین بالمشارکت میں سے بعض نے اس پر یہ دلیل بیان کی ہے کہ صفت اماتت و احیاء دونوں کا تعلق جمیع حوادث سے ہر آن ضروری ہے اور تعطل لازم آئے گا۔ پس تعطل سے بچنے کے لئے اماتت کی تجلی سے ہر وقت کائنات کا عدم ہوتا ہے اور اس کے بعد احیاء کی تجلی سے وجود ہوتا رہتا ہے اور اگر یہ سوال کیا جاوے کہ اماتت کی تجلی کے وقت احیاء کی تجلی نہ ہوگی اور بالعکس بھی تب بھی ایک اسم کا تعطل لازم آئے گا تو جواب یہ ہے کہ کسی ایک تجلی کا نہ ہونا عدم محل کے سبب سے ہے کیونکہ تجلی احیاء کے لئے محل معدوم ہے اور تجلی اماتت کے لئے محل موجود ہے پس یہ تعطل نہیں۔ باقی خود یہ دلیل دراصل تعطل کی حقیقت نہ سمجھنے پر مبنی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

دم کرنے کا اثر

(ایک شخص نے کسی عضو کے درد کے لئے تعویذ مانگا) فرمایا دوا یا پانی پر دم کرا لو وہ بدن کے اندر جائے گا جس سے زیادہ اثر کی امید ہے۔

ارشاد ماموں امداد علی

فرمایا۔ میں نے ماموں امداد علی صاحب سے چلتے وقت عرض کیا تھا کہ مجھ کو یاد رکھئے۔ فرمایا میرے یاد رکھنے سے تم کو فائدہ نہیں تم خود مجھ کو یاد رکھنا کہ یہ مفید ہوگا۔

عملیات کا اصل اثر

فرمایا۔ عملیات میں اصل اثر خیال کا ہوتا ہے باقی کلمات وغیرہ سے یہ خیال مضبوط ہو جاتا ہے کہ اب ضرور اثر ہوگا۔ گو عامل کو اس تحقیق کا پتہ بھی نہ ہو۔

ملفوظ حضرت توکل شاہ

فرمایا۔ میں نے مولانا رفیع الدین صاحب کے ہمراہ توکل شاہ صاحب کی زیارت کی ہے وہ فرماتے تھے کہ میں جب اللہ کا نام لیتا ہوں زبان میٹھی ہو جاتی ہے اور خیالی نہیں، حسًا میٹھی ہو جاتی ہے۔

میز کرسی پر افطاری کا حکم

(ایک شخص نے پوچھا کہ افطاری میز کرسی پر جائز ہے یا نہیں) فرمایا حرام مال سے افطاری جائز ہے یا نہیں؟ مطلب یہ ہے کہ افطار کا وقوع تو دونوں جگہ ہو جائے گا باقی قبح عارض دونوں جگہ ہے۔ (اور اس کے بعد فرمایا کہ) میز کرسی پر کھانے کی قبح میں بعض مقامات میں تامل ہوتا ہے۔ کیونکہ اب اُن مقامات میں یہ عام طور سے مشہور اور عام ہو گیا ہے اور عموم و شہرت کی وجہ سے تشبہ سے نکل جائے گا۔ مگر پورا عام نہیں ہوا اس لئے کچھ دل میں کھٹک سی رہتی ہے۔ جب تک دل میں کھٹک ہے تو پھر تشبہ کی وجہ سے ناجائز رہے گا۔

ہدیہ کی بہتر صورت

فرمایا۔ احباب میں جو شخص ہدیہ پیش کرنا چاہے بہتر صورت یہ ہے کہ دو چار چیز دل کا نام لکھ دے اور جس مقدار میں پیش کرنا چاہے وہ بھی لکھ دے پھر تعیین میں کر دوں گا اس میں راحت ہوتی ہے اور تکلف نہ کرنا چاہئے۔ یہ نشانی ہے قلت مناسبت کی۔

مشہور ہے اذا جاءت الالفۃ رفعت الکلفۃ۔

بدعت سے اجتناب کرنا چاہیئے

فرمایا۔ ہماری جماعت میں صرف دو چار چیزیں بدعت رہ گئی ہیں باقی سب جائز ہوگیا۔ (احقر جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت کا مقصود یہ تھا کہ بدعت سے سب ہی سے اجتناب کرنا چاہیئے نہ یہ کہ کسی خاص گروہ کے اسم اور خیال کو اس کا معیار بنالے۔

اصلاح کے قصد سے آنے سے نفع

فرمایا۔ بعض لوگ صرف برکت کے قصد سے آتے ہیں۔ اصلاح کا قصد کچھ نہیں کرتے نہ کچھ سمجھنے کا قصد کرتے ہیں۔ تو ایسے آنے سے کیا فائدہ۔

عدم احضار قلب کا مقصد

فرمایا۔ احضار قلب کی ضد غفلت ہے یعنی احضارِ قلب کا قصد نہ کرنا صرف اعقال نہیں یعنی عدم احضار کا قصد اور اخلاص اور احضار قلب یہ احسان کے اجزاء ہیں یا شرائط ہیں۔

کسی شخص کی صحبت اختیار کرنی چاہیئے

فرمایا۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے فرمایا اُس شخص کی صحبت اختیار کرو جو صوفی بھی ہو محدّث بھی ہو۔ میں کہتا ہوں محقق ایسا ہی شخص ہو سکتا ہے۔

عشق مجازی و عشق حقیقی

فرمایا "متاب از عشق رو گرچہ مجازیست" کے یہ معنی نہیں کہ اس کے مقتضا پر بھی عمل کیا کرے کہ وہ تو زیادہ بعد کا سبب بن جائے گا۔ بلکہ مراد یہ ہے خود نفس عشق کو بدون اس کے کہ اس کے مقتضا پر عمل ہو عشق حقیقی کا مقدمہ بنایا جائے کیونکہ اس سے بہت سے امراض باطنیہ خصوصًا تکبّر اس سے زائل ہو جاتے ہیں۔

ملفوظ حضرت حاجی صاحبؒ

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں مکہ مکرمہ میں ایک شخص نے ہرن کا چمڑا بطور ہدیہ پیش کیا کہ فلاں شخص نے بھیجا ہے فرمایا اس سے بوئے وطن آتی ہے۔ لانے

والے سے معلوم ہوا کہ جنہوں نے بھیجا ہے انہوں نے تھانہ بھون کے جنگل میں شکار کیا تھا۔ اسی طرح ایک آدمی تھانہ بھون کا ان کی مجلس میں حاضر ہوا اور ہجوم کے سبب آخر مجلس میں بیٹھ گیا اس خیال سے کہ فراغت کے بعد پاس جاکر سلام کردوں گا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اس مجلس میں کوئی شخص تھانہ بھون کا ہے تب یہ پاس آکر ملے۔

حکایت امام محمد و امام شافعی

فرمایا۔ ایک شخص مسجد میں نماز پڑھنے کے واسطے آیا۔ امام محمدؒ اور امام شافعیؒ صاحب دونوں تشریف رکھتے تھے۔ دونوں صاحبوں میں اختلاف ہوا ایک صاحب نے فرمایا یہ لوہار ہے دوسرے نے فرمایا یہ بڑھئی ہے۔ جب وہ شخص نماز سے فارغ ہو کر جانے لگا تو اس کو بُلا کر دریافت کیا کہ تم کیا کام کرتے ہو۔ اس نے عرض کیا کہ پہلے بڑھئی کا کام کرتا تھا اور اب لوہار کا کام کرتا ہوں۔

اسی طرح ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ شکل دیکھ کر نام بتا دیا کرتے تھے اور اتنا ذوقاً میں بھی سمجھ لیتا ہوں کہ اس کا نام اس کے مناسب ہے۔ بہت کم نام ایسے ہوں گے کہ ان میں اپنے مسمّٰی سے مناسبت وجداناً محسوس نہ ہو۔ اکثر ناموں میں اور ان کے مسمّٰی میں مناسبت ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کسی لغت کو سُن کر فرما دیتے تھے کہ اس کے ایسے معنی ہوں گے۔ گویا حروف کے خواص اُن پر منکشف ہو جاتے تھے۔

نمازی اور غیر نمازی

فرمایا۔ ایک حکیم صاحب ذوق فرماتے ہیں کہ نمازی اور غیر نمازی کے قارورے میں بھی فرق ہوتا ہے اس میں ایک قسم کا خاص نور ہوتا ہے اور بے نمازی کے قارورے میں وہ نور نہیں ہوتا۔ اس پر میں نے شبہ کیا کہ نجاست میں کیا نور ہوتا۔ شاہ لطف رسول صاحب نے فرمایا کہ حدیث میں ہے اللّٰھم اجعل فی دمی نورا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دم میں نور ہے حالانکہ دم نجس ہے۔ میں نے دو جواب دئے اوّل یہ کہ نجس جب تک

اپنی معدن میں ہو تو وہ ظاہر ہوتا ہے حتیٰ کہ بول بھی اور یہاں ذکر ہے بول منفصل کا اور اصل نور قلب میں ہوتا ہے اور دوسرے اعضاء میں اس کی حلاوت بوجہ تلبس کے سرایت کر جاتی ہے اور یہ نور وہ کیفیت ہے جس سے عبادت میں انشراح اور بسط اور ذوق اور خشوع وغیرہ پیدا ہوتے ہیں اور نفس نور کی حقیقت یہ ہے کہ ظاہرٌ بنفسہٖ ومظہرٌ لغیرہٖ

دوسرے یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضلات شریفہ پاک تھے اُن پر دوسرے کو قیاس نہیں کر سکتے۔

مدرسہ کے چندہ سے مہمان کو کھانا کھلانے کا حکم

فرمایا۔ مدرسہ میں جو چندہ آتا ہے اُس سے مہمان کو کھانا کھلانا جائز نہیں کیونکہ دینے والے کی غرض تو مصارف مدرسہ میں صرف کرنے کی ہوتی ہے اور یہ اس میں داخل نہیں اور مہتمم صرف امین اور وکیل ہوتا ہے مالک نہیں ہوتا جس طرح چاہے تصرف کرے۔ احقر نے عرض کیا چندہ میں سے ثلث لے کر چندہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا نہیں۔ احقر نے کہا حدیث سرایا سے بعض لوگوں نے تمسک کیا ہے۔ فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اُجرت کو غیر اُجرت پر قیاس کر لیا وہاں تو امیر عام کو لشکر پر حسب مصلحت تقسیم کرنے کا حق ہے اور خود مال مباح ہے اور یہاں فقیر طحآن کے علاوہ جہالت اُجرت کا فساد موجود ہے۔

بیعت کرنے میں عجلت نہ چاہیئے

فرمایا۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو آوے اُس کو بیعت کر لیا جاوے ورنہ کسی بدعتی پیر کے ہاتھ میں پھنس جاوے گا۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے تو اپنے اس فعل سے اُس کو بدعتی کے ہاتھ میں پھنسنے سے روکا ہے کیونکہ میرے اس دیر کا حاصل یہ ہے کہ یہ کام سوچ سمجھ کر کرنا چاہیئے جلدی نہ کرے اور بالفرض اگر خاص وہ ایک شخص کسی بدعتی کے یہاں پھنس بھی گیا تو دوسرے پچاسوں آدمی سوچ سمجھ کر پیر تجویز کریں گے اور بدعتیوں سے بچیں گے سمجھیں گے کہ جلدی کرنا اچھا نہیں۔ بس میرا یہ فعل تو بدعتیوں سے دور رہنے کا سبب ہے نہ کہ ان کے پاس جانے کا ذریعہ غرض ہم اُس کے پھنسنے کا سبب

نہیں ہیں وہ خود اپنے فعل کا مباشر بالاختیار ہے۔

امراء کی اصلاح کا طریق

فرمایا۔ امراء کی اصلاح کا طریق یہ ہے کہ اُن سے ذرا استغنا کرے اگر مصلح ان کو زیادہ لگے لپٹے گا تو وہ ذلیل اور خود غرض سمجھ کر نفرت کریں گے۔ میں نے نواب ڈھاکہ سے اسی مصلحت سے صرف ایک شرط لگائی تھی کہ کچھ ہدیہ پیش نہ کرنا۔ صرف اتنی ہی بات سے اتنے معتقد ہوئے کہ باصرار بیعت کی درخواست کی مگر میں نے منظور نہیں کی کیونکہ جو غرض تھی بیعت سے وہ حاصل تھی یعنی اتباع اور دیکھنے والوں سے سُنا ہے کہ جب میرا ذکر آتا تھا تو اُن کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے اور کہتے تھے کہ صحابہؓ کا نمونہ اگر کسی کو دیکھنا ہو تو اس کو (یعنی حضرت تھانوی دامت برکاتہم کو) دیکھ لے یہ سب کچھ تھوڑے سے استغناء کی برکت تھی۔

صدقہ فطر میں حکمت

فرمایا۔ صدقہ فطر میں جو اغناء مساکین کی حکمت بیان کی گئی ہے واقع میں وہ صرف صدقہ فطر سے غنی ہو جاتا ہے کیونکہ اس کا دل اصلی فطرت کے مطابق ہوتا ہے اور اصل فطرت صرف ایک وقت یا ایک دن کا کھانا مل جانے سے مطمئن ہو جاتا ہے جیساکہ حدیث میں ہے من اصبح معافی فی جسدہ آمناً فی سربہ عندہ قوت یومہ فکانّما حیزت لہ الدنیا بحذافیرھا۔ بخلاف غنی کے کہ اگر اس کے پاس دس سال کا خرچ موجود ہو پھر بھی یہ خیال کرے گا کہ گیارھویں سال کیا کھاؤں گا۔

ہر شبہ کا علمی جواب دینا مناسب نہیں

فرمایا۔ ہر شبہ کا علمی جواب دینا مناسب نہیں۔ قرآن مجید میں دیکھو شیطان سجدہ نہ کرنے پر استدلال پیش کرتا ہے اور کہتا ہے انا خیر منہ یہ دعویٰ ہے خلقتنی من نار و خلقتہ من طین۔ یہ دلیل کا ایک مقدمہ اور دوسرا مقدمہ مطویہ ہے یعنی النار خیر من طین۔ مگر اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے کسی مقدمہ پر جرح نہیں فرماتے جواب صرف یہ ملتا ہے "اخرج منھا" حالانکہ ابلیس کا استدلال کوئی قوی استدلال نہیں ہے۔

اس کا جواب تو ہم جیسے طالب علم دے سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ تمہارے سب مقدمات غلط ہیں پہلے یہ ثابت کرو کہ نار بہتر ہے مٹی سے۔ نیز اس کی تسلیم پر بھی یہ کہہ سکتے ہیں ممکن ہے کہ ترکیب سے خاصیات بدل جائیں اور یہ بھی جواب ہو سکتا ہے کہ سجدہ کا مدار فضیلت پر نہیں ہے حکم پر ہے قرآن چونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے حکیم کا کلام ہے قادر مطلق کا کلام ہے اس لئے اس میں ایسے جوابات نہیں جو مغلوب الغضب لوگوں کے کلام میں ہوتے ہیں۔

شیخ محی الدین کا قول متعلق وسیلہ

فرمایا۔ اذان کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے اس میں ایک جزء ہے آت محمدن الوسیلۃ الخ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ دُعا اپنے لئے کرنا جائز ہے یا نہیں؟ دونوں قول ہیں مگر اس کے متعلق شیخ محی الدین ابن عربی کا قول عجیب منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر بلا سوال بھی یہ درجہ کسی کو مل بھی جاوے تب بھی ادب کی بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے تجویز کر کے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔

ایک مرید کی تربیت

فرمایا۔ مانسہرہ سے ایک شخص نے جو بیعت بھی ہیں خط لکھا کہ لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ تمہارے پیر (شیخ) قومی تحریکات میں حصہ نہیں لیتے میں اس کا جواب ان لوگوں کو کیا دیا کروں۔ میں نے لکھا کہ تم ان کو یہ جواب دو کہ ایسے مہمل پیر کو میں نے چھوڑ دیا۔ اور صرف زبانی ہی نہیں بلکہ سچ مچ چھوڑ بھی دو۔ اور اگر تم نہیں چھوڑتے تو میں نے تم کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ معافی چاہتے رہے۔ تقریباً چھ ماہ تک قصہ رہا۔ آخر اس نے لکھا کہ معافی کی کوئی صورت ہو بھی سکتی ہے یا نہیں۔ اس کا جواب میں نے لکھا کہ ہاں یہ صورت ہے کہ تم اپنی غلطی کو مشتہر کرو اور جن لوگوں کی نسبت یہ لکھا تھا کہ ان کو کیا جواب دوں ان کے سامنے اپنی غلطی کا اظہار کرو پھر اُن سے پتے ڈاک کے ذریعے سے مجھ کو لکھ کر بھیجو تاکہ میں خود بھی ان سے تحقیق کروں کہ تم نے ان سے کہا یا نہیں اور اب تک یہ قصہ چل ہی رہا ہے (اس کے بعد انہوں نے سب شرطیں پوری کر دیں اور

میں نے بھی معاف کر دیا مگر میں نے اُن کی تربیت دوسرے کے متعلق کر دی جس پر اُن سے عمل نہ ہوسکا اسی طرح سے قریب قریب اُن سے تعلق نہیں رہا)

حضرت حاجی صاحبؒ کا حضرت گنگوہیؒ کا احترام فرمانا

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحبؒ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کا بیحد ادب فرماتے تھے ایسا کہ جیسا شیخ کا ادب کیا جاتا ہے۔ میرے سامنے حضرت گنگوہیؒ کا دیا ہوا عمامہ ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں پیش کیا تو حضرت حاجی صاحب نے اس کو آنکھوں سے لگایا۔ سر پر رکھا اور فرمایا کہ مولانا کا تبرک ہے۔

ہندوستان میں صوفیاء و تجار نے اسلام پھیلایا

فرمایا۔ ایک محقق انگریز نے لکھا ہے کہ اسلام ہندوستان میں تلوار سے نہیں پھیلا بلکہ دو فرقوں نے اسلام زیادہ پھیلایا۔ ایک صوفیہ نے دوسرے تجار نے لوگوں نے تبلیغ سے زیادہ ان کی صدق و امانت اور حالت معاملات کو دیکھ کر اسلام قبول کیا۔

مثال وفادار باورچی

فرمایا۔ میں قانع علماء کے متعلق جن پر لوگ الزام لگاتے ہیں کہ یہ ترقی نہیں کرتے وعظوں میں ایک مثال بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ایک رئیس کے پاس مثلاً ایک باورچی نوکر ہے اور بہت جان نثار ہے روٹی بھی پکاتا ہے پنکھا بھی ہلاتا ہے پاؤں بھی دباتا ہے اور تنخواہ اس کی دس روپے ہے۔ مثلاً اتفاق سے اُس کے گھر کوئی مہمان آگیا باورچی کی خدمات اور سلیقہ دیکھ کر اُس سے اس نے تحقیق کیا کہ تمہاری تنخواہ کتنی ہے اُس نے کہا دس روپے۔ اس پر اُس سے مہمان کہتا ہے کہ ہمارے ساتھ چلو ہم تم کو پچیس روپے دیں گے اور چار آدمی کا کھانا بھی دیویں گے۔ اب میں معترض سے پوچھتا ہوں کہ تم مشورہ دو کہ وہ باورچی کیا کرے۔ بس جو تمہارا فیصلہ اس باورچی کے متعلق ہوگا وہی فیصلہ علماء کے لئے تجویز کر لو۔ ظاہر ہے کہ جان نثاری کا

تقاضا تو یہی ہے اور تم بھی یہی کہو گے خصوص اگر وہ تمہارا نوکر ہو کہ نہ جاوے اور اپنے مالک کی خدمت میں کم تنخواہ پر ہی پڑا رہے اور اگر وہ ایسا کرے تو اس کی مدح کرو گے پست خیال ہرگز نہ کہو گے۔ عین اسی طرح یہ علماء حق تعالیٰ کے ساتھ وہی معاملہ کرتے ہیں جو وفادار باورچی اپنے مالک کے ساتھ جاں نثاری کرتا ہے پھر ان کو پست خیال کیوں کہا جاتا ہے۔

ترقی کو شرعاً واجب فرمانا

فرمایا۔ لکھنؤ میں ایک ترقی یافتہ مجمع کی درخواست پر میرا وعظ ہوا۔ میں نے آیہ ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات الآیۃ کا بیان کیا اور استباق کی حقیقت ترقی بتلا کر میں نے کہا صاحبو! تم تو ترقی کو عقلاً واجب کہتے ہو گے اور ہم شرعاً واجب کہتے ہیں تو ہم ترقی کے زیادہ حامی ہوئے۔ کیونکہ ہم جب اس کو شرعاً واجب کہتے ہیں تو اس کے ترک پر گناہ کے بھی قائل ہوں گے۔ غرض تم اور ہم اس پر تو متفق ہوئے کہ ترقی مطلوب ہے اور اس پر بھی تم کو اتفاق کرنا پڑے گا کہ ہر ترقی مطلوب نہیں کیونکہ اگر بدن پر مثلاً ورم ہو جاوے تو وہ بظاہر ترقی جسمانی ہے مگر تم بھی اس کا علاج کراتے پھرو گے۔ اسی طرح اگر سمن مفرط ہو جاوے تو اس کا بھی علاج کرانا ضروری سمجھو گے۔ پس اس سے صاف معلوم ہوا کہ ترقی وہ مقصود ہے جو نافع ہو اور جو ضار یعنی نقصان دہ ہو وہ مطلوب نہیں۔ پس اتنے حصہ میں تو ہمارا تمہارا اتفاق ہے اختلاف اگر ہے تو صرف اس امر میں ہے کہ کونسی ترقی نافع ہے کونسی مضر سو تم صرف دنیاوی ترقی کو نافع سمجھتے ہو اگرچہ آخرت میں مضر ہو اور ہم دینی ترقی کو مطلقاً نافع سمجھتے ہیں اور دنیاوی ترقی کو قید عدم ضرر کے ساتھ ورنہ ترقی فی الورم والسمن کی طرح مضر سمجھتے ہیں۔ چنانچہ قرآن عزیز میں اسی نافع ترقی کا حکم فاستبقوا الخیرات میں فرمایا ہے کیونکہ خیر نافع کو کہتے ہیں باقی مولویوں پر جو شبہ کیا جاتا ہے کہ مولوی تو جائز دنیوی ترقی کا بھی وعظ نہیں کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دنیوی ترقی کا وعظ جب کہتے جبکہ تم لوگ اس کو نہ جانتے ہوتے تو وعظ سے اس کی ضرورت کو

بتلایا جاتا۔ تم تو خود اس قدر زیادہ اس میں مشغول ہو کہ حدود سے بھی نکل گئے ہو۔ پھر ہمارے وعظ کی آپ کو اس ترقی کے متعلق کیا ضرورت رہ گئی بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ تم جو حدود سے نکل گئے ہو اس سے تم کو روکا جائے اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کو نہایت تصریح کے ساتھ صاف کر دیا ہے یعنی اوّل قارون کی دنیوی زندگی کا ذکر فرمایا ہے فخرج علی قومہ فی زینتہ پھر دنیوی ترقی کے مقصود سمجھنے والوں کا قول نقل فرمایا ہے قال الذین یریدون الحیوۃ الدنیا یالیت لنا مثل ما اوتی قارون انہ لذو حظ عظیم ۔ اس کے بعد مولویوں کا جواب ہے۔ وقال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر لمن آمن وعمل صالحا ولا یلقّٰھا الا الصابرون۔ یہ تو دنیاداروں اور دینداروں کے اختلاف کی حکایت تھی آگے اللہ تعالیٰ ان میں فیصلہ فرماتے ہیں اور فیصلہ بھی عملی فیصلہ چنانچہ فرماتے ہیں فخسفنا بہ وبدارہ الارض۔ فما کان لہ من فئۃ ینصرونہ من دون اللہ وما کان من المنتصرین۔ جب اللہ تعالیٰ کا یہ عملی فیصلہ دیکھا تو دنیوی ترقی کے طالبوں کی رائے بدل گئی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے واصبح الذین تمنوا مکانہ بالامس یقولون ویکان اللہ یبسط الرزق لمن یشاء من عبادہ ویقدر لولا ان من اللہ علینا لخسف بنا ویکانہ لا یفلح الکفرون۔ اور میں بقسم کہتا ہوں کہ تم بھی عملی فیصلہ کے وقت اقرار کرو گے کہ مولوی ٹھیک کہتے تھے مگر یہ فیصلہ کب ہوگا جبکہ موت آوے گی اس وقت اپنی غلطی کا اقرار کرو گے کہ ہائے علماء حق پر تھے۔

سلوک میں وساوس کا آنا رحمت ہے

فرمایا۔ سلوک میں وساوس کا آنا بھی بڑی رحمت ہے کیونکہ اپنے علم سے یا شیخ کی تعلیم سے اُس کا غیر مضر ہونا تحقیق ہو جاتا ہے پھر ہمیشہ کے لئے مطمئن ہو جاتا ہے کیونکہ جب کبھی وسوسہ آوے گا وہی تعلیم رہنما بن جائے گی ورنہ اگر موت کے وقت آگھیرا اُس پریشانی میں اُن کا جواب اور ان سے نجات مشکل ہو جاتی ہے۔

٭ ٭ ٭

رعب و ہیبت مقصود نہیں

فرمایا۔ ایک سب انسپکٹر صاحب جو مرید بھی ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ شام اور عشاء اور صبح کی نمازیں تو جماعت کے ساتھ پڑھ لیتا ہوں اور ظہر و عصر کے وقت بازار سے گذرنا پڑتا ہے اس میں یہ خطرہ ہے کہ ایک تو لوگ ادب و تعظیم کے واسطے اٹھتے ہیں دوسرے اس میں رعب نہیں رہتا اور اس محکمہ کو رعب کی بیحد ضرورت ہے اور یہ بھی لکھا کہ مجھ کو کچھ حیا بھی آتی ہے لوگوں کے ساتھ دن میں نماز پڑھنے سے۔ میں نے لکھا کہ اگر کسی ایسی جگہ تبدیل ہو جاؤ جہاں مسلمان ہونے سے حیاء اور عار آوے تو کیا ایسی جگہ میں اسلام کو چھوڑ دو گے اور ہیبت کم ہونے کا جواب یہ ہے کہ اس سے ہیبت کم نہیں ہوتی بلکہ محبت کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے البتہ نفرت کم ہو جاتی ہے جس کا نام تم نے ہیبت رکھا ہے۔

اسراف کی تعریف

فرمایا۔ ایک منتظم بزرگ نے دوسرے لاابالی بزرگ کو لکھا لاخیر فی الاسراف انہوں نے کیا لطیف جواب اس کے نیچے لکھ دیا لا اسراف فی الخیر۔ پھر فرمایا اسراف کی مشہور اور منصور تعریف یہ ہے کہ معصیت میں خرچ کرے اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مثلاً کسی کی تنخواہ دس روپے ہے اور وہ چالیس خرچ کرتا ہے تو یہ اسراف نہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ معصیت تو نہیں۔ اس اعتراض کا جواب ذہن میں نہ آنے سے بعض لوگوں نے دوسری تعریف بدل دی۔ میرے نزدیک تعریف تو یہی صحیح ہے اور اعتراض مذکور کا جواب یہ ہے کہ معصیت دو قسم ہے لعینہ اور لغیرہ۔ صورت مذکورہ میں معصیت لغیرہ حکمی ہے کیونکہ اس طرح خرچ کرنے سے آخر معصیت میں مبتلا ہونا پڑے گا۔

ایک پیسہ ہدیہ قبول فرمانا

ایک شخص نے ایک پیسہ ہدیہ دیا بایں صورت کہ اکنی حضرت والا کو دی اور کہا کہ تین پیسے واپس دے دیجئے۔ مجلس میں تحقیق کر کے اس اکنی کے چار پیسے بھنائے گئے پھر تین پیسے مُہدی مذکور کو واپس دے دئے اور ایک پیسہ خود رکھ لیا اور فرمایا بھلا اب

اس ہدیہ میں ریا کا کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

طلبا کو اعمال و اخلاق کی اصلاح کرنا فرض ہے

فرمایا۔ طالب علموں کو زمانہ طالب علمی میں ذکر و شغل تو نہیں چاہیئے مگر اعمال کی اصلاح اور اخلاق کی اصلاح کرنا فرض ہے۔

مدینہ منورہ کا سفر عاشقانہ سفر ہے

فرمایا۔ مدینہ منورہ کے سفر کا خرچ حساب میں نہ لاوے کیونکہ وہ عاشقانہ سفر ہے۔ پیادہ ہو سکے تو پیدل ہی جاؤ مگر ہر شخص کے لئے بلکہ عاشق کے لئے۔ بعض عشاق گنبد خضریٰ پر نظر کرتے ہی گر کر مر گئے ہیں۔

ترک دنیا کا پسندیدہ ہونا

فرمایا ترکِ دنیا ایسی اچھی اور پسندیدہ چیز ہے کہ طالبین دنیا کو بھی اُن ہی لوگوں سے محبت ہوتی ہے جو تارک ہیں اور تارک الدنیا کو طالبینِ دنیا سے محبت نہیں ہوتی تو معلوم ہوا کہ ترکِ دنیا طالبینِ دنیا کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

ایک بہت نازک مسئلہ

فرمایا۔ کفار کو اگر کسی جزائر وغیرہ میں مثلاً تبلیغ نہ ہوئی تو وہ معذور رہوں گے اور یہ مسئلہ بہت نازک ہے میں نے تفسیر میں بھی اس کو درج کیا ہے (اس کے بعد کتاب بیان القرآن سے اس مسئلہ کو پڑھ کر سنایا) اور فرمایا کہ مولوی عبید اللہ سندھی نے حجۃ البالغۃ سے اس مضمون کو اخباروں میں درج کیا تھا مگر گول مول۔ ایک مولوی صاحب کانپوری نے اس کا رد کیا ہے۔ (پھر ان عبارات کو حضرت والا نے ایک قلمی بیاض سے پڑھ کر سنایا)

ارشاد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب

فرمایا۔ ابن عربیؒ کی طرف فناء نار کا قول منسوب ہے مگر ان کی طرف اسکی نسبت صحیح نہیں۔ اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے اس کی ایک توجیہ فرمائی تھی کہ شیخؒ کا یہ مسئلہ کشفی ہے اور یہ انقطاع عذاب ممکن ہے کہ ایک لمحہ کے واسطے ہو جیسا بعض کو

معلوم ہوا ہے مگر اُس میں استمرار نہ ہوگا۔ پس شیخ کو وہ لازوال عذاب مکشوف ہوا اور اُس زوال کا زوال مکشوف نہیں ہوا وہ اس کا استمرار سمجھ گئے حالانکہ یہ غلط ہے اور نصوص صریحہ کے خلاف ہے۔

ادراک کی قسمیں

فرمایا آیہ لاتدرکہ الابصار وھو یدرك الابصار سے جو معتزلہ نے استدلال کیا ہے اس کے کئی جواب دئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ ادراک بالکنہ نہیں ہوتا۔ ایک یہ کہ ادراک دو قسم ہے۔ ایک یہ کہ رائی مرئی تک چلا وے۔ دوسرے یہ کہ مرئی رائی کے قریب آجاوے آیت میں پہلی قسم کی نفی ہے اور دعویٰ دوسری کے ثبوت کا ہے اور آیت کا آخری حصّہ اس کے نہایت مناسب ہے کیونکہ آخری حصہ ہے وھو اللطیف الخبیر فرمایا ہے پس لطیف لاتدرکہ الابصار کے مناسب ہے اور خبیر یدرک الابصار کے مطابق ہے۔

تصوّف دین ہے

فرمایا۔ تصوف کا کتاب وسنت سے بطور رموز واشارات وعلم اعتبار کے استنباط کرنا جائز ہے گو وہ مدلول بدلالات معتبرہ نہ ہو جیسا صوفیہ نے کیا ہے مگر سیاسیات کا ایسا استنباط جائز نہیں جیسا بعض جدید الخیال اہل علم نے کیا ہے اور صوفیہ کے اس عمل سے تمسک کیا ہے وجہ فرق یہ ہے کہ تصوف دین ہے اور دوسری نصوص کا مدلول ہے اور سیاسیات گو علوم صحیحہ ہوں مگر دین نہیں ہیں اور کسی نص کا مدلول نہیں۔

کثرتِ احتلام کا علاج

فرمایا۔ جب جن کبھی نظر آویں تو اذان کہہ دے اور احتلام کی کثرت کسی کو ہو تو عامل لوگ اس کا علاج بتلاتے ہیں کہ سورہ نوح پڑھ کر سو جاوے بعض کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ کا اسم مبارک سینہ پر لکھ لے۔ بعض یہ بتلاتے ہیں کہ اُس سے خطاب کر کے کہے کہ بے شرم حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے تجھے عار آئی تھی اور مجھ سے برا کام کراتا

ہے تجھے شرم نہیں آتی۔

دفع جن کے لئے اذان و وظائف

(احقر نے عرض کیا کہ اگر کسی پر جن کا اثر ہو تو اذان مفید ہو گی یا نہ؟) فرمایا اس کے کان میں کہدے امید ہے کہ فائدہ ہو گا اور یا سورۂ والطارق پڑھ کر دم کر دے اور حمل کی حفاظت کے لئے والشمس وضحٰھا اجوائن وسیاہ مرچ پر اکتالیس بار پڑھے اور دودھ چھوٹنے تک تھوڑی تھوڑی روزانہ حاملہ کو کھلا دے اور ہر بار والشمس کے ساتھ درود شریف اور بسم اللہ بھی پڑھے۔

(مجلس میں کسی نے بیان کیا جب کسی جن کو دیکھے تو ننگا ہو جاوے اس سے وہ دُور ہو جاتا ہے) فرمایا اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ کیا ہے اور خلافِ شرع ہونا ظاہر ہے۔

خواب میں خلافت ملنے کا مفہوم

فرمایا۔ بعض ارواح بھی جو عالم ناسوت سے چلے گئے وہ اذن سے متصرّف ہو سکتے ہیں اور کبھی وہ مختلف صورتوں میں متمثل بھی ہو جاتے ہیں اس کی توضیح میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کو ایک معتمد شخص نے خواب میں دیکھا اور حضرت نے فرمایا کہ مجھ کو مرنے کے بعد خلافت مل گئی ہے۔ میرے ذوق میں اس سے مراد اذنِ تصرّف مل جانا ہے کیونکہ خلافت کی غایت یہی تصرف ہے۔ دوسرا واقعہ اور بیان کیا کہ ہمارے وطن کا ایک شخص سرکاری فوج میں ملازم تھا جب کابل میں جنگ ہوئی تو وہ اس میں شریک تھا اس نے بیان کیا کہ ایک معرکہ میں انگریزی افواج کو شکست ہو گئی تو ہم پریشان پھرتے تھے۔ ایک جگہ پہاڑ میں ایک مسجد نظر آئی وہاں پہنچے دیکھا کہ چند آدمی جماعت کی تیاری کر رہے ہیں میں نے اُن کے ساتھ نماز پڑھنا چاہا تو انہوں نے مجھ کو علیحدہ کر دیا اور کہا کہ تم علیحدہ نماز پڑھو ہم شہید ہیں ہم پر نماز فرض نہیں صرف تلذذ کے لئے نماز پڑھتے ہیں اس لئے تمہارا فرض ہمارے ساتھ ادا نہ ہو گا۔ اس شخص نے اُسی سفر کا ایک اور واقعہ بیان کیا کہ ایک جگہ پہنچ کر ایک جنگل میں ایک شخص کو دیکھا کسی چھپّر میں مقیم ہے اُس کے پاس ہم نے ٹھہرنا چاہا تو اس نے کہا کہ اگر یہاں رات کو رہو تو رات کو باہر

نہ نکلنا۔ چنانچہ رات کا کچھ حصہ گذرا تو ہم نے دیکھا کہ باہر سے سور کے بچوں کی آواز آرہی ہے۔ ہم نے باہر نکل کر دیکھا کہ سارے جنگل میں سور ہی سور پھر رہے ہیں ہم یہ منظر دیکھ دیکھ کر پریشان ہوئے اور ڈرے صبح کو اس بزرگ سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ اسی واسطے تو ہم نے تم کو باہر دیکھنے سے منع کیا تھا۔ انہوں نے کہا اب تو جو ہونا تھا ہو چکا۔ اب بتلا دیجئے یہ کیا بات ہے اس پر اس نے کہا وہ ان لوگوں کی ارواح متمثلہ ہیں جو مسلمانوں کے مقابلہ میں مارے گئے اس سے معلوم ہوا کہ ارواح متمثل ہو کر کبھی اس عالم میں بھی آجاتے ہیں اور اہل بدعت تو تمثل کے ساتھ ان کو مستقل متصرف بھی مانتے ہیں۔ اور پھر دوام کے ساتھ جو دونوں جزوں کے اعتبار سے اعتقاد باطل ہے۔ اسی طرح کی ایک دوسری حکایت ہے جو بہت عجیب ہے (اور ہنس کر فرمایا) اور بجز میرے اس کے سب راوی ثقات ہیں۔ اس کے راوی مولانا محمد یعقوب صاحبؒ ہیں انہوں نے اپنے والد مولانا مملوک علی صاحبؒ سے سُنا اور انہوں نے خود صاحب واقعہ سے سُنا اور کچھ آثار اس واقعہ کے خود مشاہدہ بھی فرمائے۔ واقعہ یہ ہے کہ دیوبند میں ایک شخص تھے بیدار بخت لوگ ان کو بیدار بخش کہتے تھے وہ چار بھائی تھے۔ دو ان میں سے سید صاحب کے لشکر میں جہاد کے لئے گئے وہاں جا کر شہید ہو گئے ان میں ایک بیدار بخت تھے اُن کے والد کا بیان ہے کہ ایک روز میں تہجد کے وقت اپنے مردانہ مکان میں اٹھا۔ مکان میں اُسی روز نئی چٹائی کا فرش منگایا گیا تھا اتنے میں یہی بیدار بخت آئے اور کہا کہ سید صاحبؒ اور مولانا شہیدؒ اور ایک جماعت اُن کے ساتھ آرہے ہیں فرش بچھاؤ یہاں تک کہ وہی فرش بچھایا گیا اور یہ سب جماعت آگئی اور بیٹھ گئے اُن کا بیان ہے کہ میں حیران تھا کہ یہ خواب ہے یا بیداری کی حالت ہے۔ ان بیدار بخت کے سر پر رومال بندھا ہوا تھا جو ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر سر پر باندھ لیا تھا۔ میں نے پوچھا کہ سُنا ہے تم شہید ہو گئے اس نے کہا ہاں اسی جگہ میرے تلوار لگی تھی پھر اس نے رومال کھولا اور نصف سر کو ہاتھ میں لے لیا اور کہا یہ زخم ہے باپ نے کہا جلدی سے باندھ دو مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔ اس نے اُسی طرح

باندھ لیا لیکن اس کے خون کے چند قطرے فرش پر گرے پھر وہ سب اٹھ کر چلے گئے۔ بیدار بخت کے باپ کا بیان ہے کہ صبح ہوئی مجھ کو بیحد حیرانی تھی کہ یہ کیا خواب تھا یا بیداری تھی مگر فرش جو دیکھا تو اُس پر خون کے قطرے گرے ہوئے تھے۔ مولانا مملوک علی صاحب نے یہ واقعہ سُنا اور تحقیق کے لئے دیوبند تشریف لائے۔ اور خود صاحبِ واقعہ سے سُنا اور وہ خون کے قطرے بھی دیکھے۔

لطیفہ غیبیہ سے مُراد

فرمایا۔ لطیفہ غیبیہ سے مراد کوئی عالمِ ملکوت کی جوہری چیز ہوتی ہے خواہ وہ فرشتہ ہو یا کوئی روح ہو یا اللہ تعالیٰ کی اور کوئی مخلوق ہو۔

رسالہ الوسیلہ بینظیر ہے

فرمایا۔ شرک کی حقیقت میں اکثر کوئی جامع مانع عنوان نہیں ملا جو اس حقیقت کو بھی ظاہر کر سکے کہ بت پرست مشرکین میں اور قبر پرستوں میں کوئی فرق کر سکے اس کو میں نے اپنی کتاب "الادراک والتوصل فی الاشراک والتوسل" میں مفصل بیان کیا ہے اور وہ "الہادی" میں طبع بھی ہو چکا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں تو دونوں جماعتیں شریک ہیں کہ کفار مشرکین بھی غیر اللہ کو متصرف بالذات نہیں مانتے بالاذن تصرف کے قائل ہیں اور اہل اسلام قبر پرست بھی یہی کہتے ہیں کہ ارواح طیبہ متصرف بالاذن ہیں متصرف بالذات نہیں لیکن دونوں کے عقیدہ میں یہ فرق ہے کہ کفار مشرکین کے اعتقاد میں تو جس طرح حکومت ظاہری سے کلکٹر کو خاص اختیارات مل جاتے ہیں جزئی احکام میں وہ حکام بالادست سے نہیں پوچھتا بلکہ اُسی کُلی اختیار سے خود فیصلہ کر لیتا ہے اسی طرح کفار ان بتوں کو متصرف باذن اللہ تو جانتے ہیں مگر جزئیات میں ان کے تصرف کو بایں معنی مستقل مانتے ہیں۔ ان تصرفات میں مشیت خاصہ حق کے محتاج نہیں مستقل ہیں اور قبر پرستوں کے نزدیک سب امور میں وہ صاحبِ قبر مشیت خاصہ کا بھی محتاج ہے مگر یوں کہتے ہیں کہ ان کے چاہنے سے وہ مشیت خاصہ بھی واقع ہو جاتی ہے پس فرق ظاہر ہو گیا اور قبر پرستوں کا یہ عقیدہ بھی ہے سراسر غلط کیونکہ دلیل کے خلاف ہے شرک

نہیں ہے۔

ملائکہ بھی عظمت خوف سے لرزاں ہیں

فرمایا۔ ملائکہ بھی حق تعالیٰ کی عظمت سے ڈرتے ہیں اور لرزاں و ترساں ہیں۔ حالانکہ معصوم ہیں اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام بھی

تردد دلیل خامی کی ہے

فرمایا۔ وما دعاء الکافرین الا فی ضلال سے عدم اجابت دعاء کافر پر استدلال کرنا جیسا بعض کا قول ہے یہ شبہ سیاق و سباق پر نظر نہ کرنے سے پڑا ہے۔ اس سے پہلے عذاب آخرت کا ذکر ہے وقال الذین فی النار لخزنۃ جھنم ادعوا ربکم الیٰ قولہ قالوا فادعوا۔ پس کافر جہنم سے نکلنے کی اگر دعا کریں تو وہ دعا قبول نہ ہوگی ورنہ عام طور پر یہ حکم نہیں چنانچہ ابلیس کی دعاء قبول ہونا منصوص ہے۔

عدم اجابت دعا کفار پر استدلال درست نہیں

فرمایا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ ایک زمانہ میں مطبع مجتبائی میں دس روپے کے مشاہرہ پر کام کرتے تھے۔ جب حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا کہ حضرت اگر آپ مجھے مشورہ دیں تو ملازمت چھوڑ دوں۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا "مولانا ابھی تو آپ مشورہ ہی لے رہے ہیں۔ مشورہ دلیل ہے تردد کی اور تردد دلیل ہے خامی کی اور خام کو ترک اسباب نہیں چاہیے"۔ یہ جواب وہی دے سکتا ہے جس کے سامنے حقائق پورے طور سے حاضر ہوں۔ اہل درس اپنے ذہن کو ٹٹول کر دیکھ لیں ان سے ہرگز یہ جواب نہ بن سکے گا اور قیامت تک وہ ایسے مقدمات مرتب نہ کر سکیں گے۔

حرام نوکری جلد ترک نہ کرنے میں حکمت

فرمایا۔ بعض مشائخ حرام نوکری کے ترک کا اس لئے مشورہ نہیں دیتے کہ بعض اوقات گناہ کفر کا وقایہ ہو جاتا ہے مگر گناہ کو بُرا سمجھے۔ گناہ کو چھوڑ کر کفر میں مبتلا نہ ہو جاوے۔

سفر حج میں مالدار اور غریب کا مکالمہ

فرمایا۔ سفر حج میں ایک مالدار اور ایک غریب کا عجیب مکالمہ ہوا۔ غریب کو

ناداری سے کچھ تکلیف پہنچی اسے دیکھ کر امیر نے کہا ناخواندہ مہمان کے ساتھ یہی سلوک ہوتا ہے اور جب تم کو بُلایا نہیں گیا تو آئے کیوں۔ ہمیں دیکھو اللہ میاں نے بلایا ہے تو کس طرح کا آرام پہنچایا ہے۔ غریب نے کہا کہ تم سمجھے نہیں۔ ہم تو گھر کے آدمی ہیں تقریبات میں گھر والوں کی رعایت نہیں ہوا کرتی جیسی باراتی مہمانوں کی ہوتی ہے مگر وہ اجنبی ہوتا ہے۔ اسی لئے اس کی خاطر کی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو جو کہ سب سے زیادہ مقرب ہیں ظاہری ساز و سامان کم ملتا ہے اس لئے ہماری پوچھ کم ہے تمہاری زیادہ ہے۔

حکایت حضرت میاں جی نور محمد صاحب

فرمایا۔ حضرت میاں جی نور محمد صاحب (دادا پیر) رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ایک صاحب مولوی محمد اشرف مصنف تفسیر سورہ یوسف منظوم شروع میں کچھ گستاخی کے کلمات کہا کرتے تھے بعد ازاں تائب ہو کر حضرت میاں جی صاحبؒ سے بیعت ہو گئے مدت کے بعد حضرت نے اُن سے فرمایا۔ بھائی میں براہِ تدین کہتا ہوں کہ تم کو مجھ سے فائدہ نہ ہوگا کیونکہ میں جب فائدہ پہنچانے کی غرض سے تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہوں تو تمہارے وہ گستاخانہ کلمات دیوار بن کر حائل ہو جاتے ہیں ہر چند کوشش کرتا ہوں کہ وہ حائل نہ ہوں مگر میں مجبور ہوں۔ اسی طرح ایک شخص نے کچھ ایسی حرکت کی تھی جس سے مجھ کو تکلیف ہوئی پھر تعلق کی تجدید چاہی۔ میں نے کہا دل نہیں ملتا ——— اس نے کہا اس کی بھی کوئی تجویز فرمائی جاوے۔ میں نے کہا جیسے تم نے مخالفت کا اعلان کیا تھا اسی طرح اپنی غلطی کا بھی اعلان کر دو۔ اُس نے کہا یہ تو نہیں ہو سکتا۔ میں نے کہا وضوح حق کے بعد بھی حق کے اعتراف سے کون مانع ہے کہا استکبار اور عار مانع ہے۔ میں نے کہا تو ایسے متکبر سے میں تعلق رکھنا نہیں چاہتا۔ پھر ان کے والد نے سفارش کی میں نے کہا وہی شرط ہے اعلان کی جیسا ہیبر کی روایت میں ہے کہ ابلیس نے ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کو بارگاہِ خداوندی میں کلام کا شرف حاصل ہوتا ہے، اگر ایسے وقت میں میری نسبت بھی کچھ عرض کر دیجئے کہ اب بہت ہو چکی ہے معافی ہو جاوے تو بڑی عنایت ہو گی۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس سے وعدہ تو فرمایا مگر جب قُربِ خداوندی حاصل ہوا تو

بھول گئے خاص اُس حالت میں اللہ تعالیٰ نے اُن کو یاد دلایا کہ تم نے جو شیطان سے وعدہ کیا ہے اُس کو پورا کرو۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی تو جواب ملا ہمیں معاف کرنا کیا مشکل ہے مگر اُس کو کہدو کہ اب قبر آدم علیہ السلام کو سجدہ کر لیوے۔ موسیٰ علیہ السلام اس سے بہت خوش ہوئے کہ یہ سجدہ کیا مشکل ہے خوشی خوشی شیطان سے آکر ذکر کیا اس نے کہا واہ آپ نے خوب کہی میں نے زندہ کو تو سجدہ کیا ہی نہیں اب مُردہ کو سجدہ کروں گا۔ اسی طرح میرے یہاں بھی وہی شرط ہے۔ اُس شخص نے اول درخواست میں یہی کہا تھا آپ اگر توجہ فرماویں تو دل بھی مل سکتا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ غیر اختیاری ہے۔ دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون صاحب خلق ہوگا مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حمزہؓ کے قاتل کو فرمایا تھا هل تستطيع ان تغيب وجهك عنى حالانکہ وہ مسلمان ہو چکے تھے جس کی خاصیت ہے الاسلام یهدم ما كان قبله۔ پس اس صورت میں تحقیق یہی ہے کہ یہ سب غیر اختیاری بات ہے تو میں کیسے دل ملاؤں مگر کئی سال کے بعد اُن کو اس اعلان کی توفیق ہوئی اب میرا بھی دل صاف ہے

حضرت گنگوہیؒ کا ادب

فرمایا جب میں کانپور سے تعلق چھوڑ کر وطن آیا تو میرے ذمہ ڈیڑھ سو روپیہ کے قریب قرضہ تھا میں نے حضرت مولانا گنگوہیؒ سے عرض کیا کہ حضرت دعا فرماویں کہ قرض اُتر جائے۔ حضرت نے فرمایا اگر ارادہ ہو تو دیوبند ایک مدرس کی جگہ خالی ہے میں وہاں لکھ دوں میں نے عرض کیا کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ جب کانپور سے تعلق چھوڑو تو پھر کسی جگہ ملازمت کا تعلق نہ کرنا لیکن اگر آپ فرماویں تو میں کر لوں گا اور یوں خیال کروں گا کہ یہ بھی حضرت حاجی صاحبؒ کا ہی حکم ہے۔ گویا ایک ہی ذات کے دو حکم ہیں مقدم منسوخ ہے اور مؤخر ناسخ ہے کیونکہ میں آپ کے حکم کو بھی بجائے حضرت کے حکم کے سمجھتا ہوں (کاتب الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ جواب محض علماء ظاہر اگر اپنے دلوں کو ٹٹولیں تو یہی فیصلہ کریں گے کہ ہرگز نہ دے سکتے ۱۲) حضرت مولانا نے فرمایا نہیں نہیں جب حضرت نے ایسا فرما دیا ہے تو ہرگز اس کے خلاف نہ کریں۔

باقی میں دعا کرتا ہوں۔

خوف کی حد

فرمایا۔ خوف ہر چند کہ مطلوب ہے مگر اُس میں بھی ایک حد ہے یعنی خوف اتنا ہو جو معاصی سے روک دے۔ اسی طرح شوق کی بھی ایک حد ہے اور اس حد کے لیئے دو قیدیں بتلائی گئی ہیں اول من غیر ضراء مضرة دوسری ولا فتنة مضلة۔ قید اوّل میں ضرر بدنی مراد ہے۔ یعنی شوق اتنا زائد نہ ہو جس سے ضرر بدنی لاحق ہو جیسا مثلاً غلبۂ شوق سے بھوک نہ لگنا جس سے نحیف ہو کر بے کار ہو جائے۔ دوسری قید میں ضرر دینی مراد ہے فتنۂ مضلہ اُس کا قرینہ ہے اس لیئے کہ غلبۂ شوق میں بعض اوقات بے تکلفی اور گستاخی پیدا ہو جاتی ہے جیسا بعض مجذوبین سے صدور ہو جاتا ہے سو گستاخی کی حد تک شوق بڑھ جانا ضرر دینی ہے اس لیئے یہ قید لگائی۔ پس ہر چیز میں حدود ہونا چاہیئے مگر یہ سب مقصود بالغیر میں ہے اور مقصود بالذات میں کوئی حد نہیں جیسے ایمان۔

حکایت حضرت نظام الدین دہلوی رح

فرمایا۔ حضرت نظام الدین صاحب رح دہلوی کی خدمت میں دو شخص مرید ہونے کے لیئے آئے آپس میں گفتگو کر رہے تھے ایک نے کہا کہ ہمارے ہاں کا حوض اس حوض سے بہت بڑا ہے۔ حضرت نے سُن لیا فرمایا کیا تم نے اپنا حوض ناپا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا جاؤ اُس کو ناپ کر آؤ۔ چنانچہ مدتوں کا رستہ طے کر کے وہ شخص وہاں گیا اور جا کر حوض ناپا تو ایک بالشت زیادہ نکلا بہت خوش خوش واپس آیا کہ میری بات صحیح نکلی۔ آکر عرض کیا کہ ناپنے سے ایک بالشت ہمارا حوض اس حوض سے بڑا نکلا۔ حضرت نے فرمایا تم نے تو کہا تھا کہ بہت بڑا ہے ایک بالشت بڑے کو بہت بڑا نہیں کہتے جاؤ میں تم کو مرید نہیں کرتا کیونکہ تمہاری طبیعت میں احتیاط نہیں ہے۔

مجذوبین کشف سے خالی ہوتے ہیں

فرمایا۔ مجذوبین کشف سے صرف خالی ہوتے ہیں خواہ وہ حال سے یا ماضی

یا مستقبل سے ہو۔

سیاہ مرچ کی عجیب تدبیر

فرمایا۔ سیاہ مرچ کا چبانا بیداری کی اچھی تدبیر ہے اور دماغ کو بھی مفید ہے ذکر کی حالت میں جن لوگوں کو نیند کا غلبہ ہو ان کے واسطے یہ علاج ہے کہ فلفل سیاہ کا ایک دانہ مُنہ میں چباتے جاویں (اور شہد میں ملانے سے مقوی دماغ بھی ہے کذا فی حطب عبدالخالق عفی عنہ)

ثقیل المحمل ہدیہ کا رد کرنا جائز ہے

فرمایا۔ ہدیہ اگر بہت زیادہ ہوتا تھا تو طبعاً گراں گذرتا تھا لیکن کوئی شرعی دلیل اُس کے اوپر نہ ملتی تھی۔ اب الحمد للہ ایک حدیث سے یہ مسئلہ صاف ہو گیا کہ خوشبو کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رد نہ کیا کرو اور علت یہ بیان فرمائی فانہ خفیف المحمل اس سے معلوم ہوا کہ ثقیل المحمل کا رد کر دینا جائز ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز کی بصیرت

فرمایا۔ دہلی میں ایک خاندان کے لوگوں کے نام بسم اللہ، بابک اللہ، ماشاء اللہ وغیرہ کے طریق پر تھے۔ ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام انہوں نے الحمد للہ رکھا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے سن کر فرمایا اب یہ خاندان ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ یہی ہوا اور پوچھنے پر فرمایا کہ اس لڑکی کا نام سن کر فوراً اس آیت کا خطور ہوا وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اس سے میں نے یہی سمجھا۔

حضرات صحابہؓ کا فہم

فرمایا۔ صحابہ کرام کیسے فہیم تھے کہ ان کو کچھ شبہات ہی پیش نہ آتے تھے ورنہ وہ ضرور سوال کرتے اسی لئے بہت کم جگہ یسئلونک آیا ہے اور جہاں آیا بھی ہے یہاں سوال کے تابع ہو کر جواب نہیں دیا گیا بلکہ حکمت کے موافق جواب دیا ہے چنانچہ ایک جگہ یسئلونک عن الاھلۃ کے جواب میں جو ارشاد ہے وہ بظاہر سوال کے مطابق نہیں ہے کیونکہ سوال علت سے تھا اور جواب حکمت سے دیا گیا ہے اس سے

صحابہ کرامؓ نے زیادہ احتیاط فرمائی اور صحابہؓ کی خوش فہمی یہاں تک بڑھی ہوئی تھی
کہ سورۂ انعام میں ایک جگہ لو شاء اللہ ما اشرکنا کفار کا قول نقل کر کے آگے اللہ
تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا ہے اور دوسری جگہ یہی مضمون لوشاء اللہ ما اشرکوا
خود ارشاد فرمایا جس میں بظاہر تعارض ہے مگر تطبیق یہ ہے کہ کفار کے قول میں مشیت
بمعنی رضا ہے یعنی وہ کہتے تھے کہ حق تعالیٰ ہمارے شرک پر راضی ہے اس کا تو رد فرمایا گیا
اور لوشاء اللہ ما اشرکوا میں مشیت تکوینی ہے۔ اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کو تسلی دی ہے کہ آپ غم نہ فرماویں تکوینًا یہی ہونا تھا تو اس فرق کو صحابہ کرام خود سلامتِ
فطرت سے سمجھ گئے ورنہ وہ ضرور سوال کرتے۔ اور یہ فہم کامل صرف متکلم کی برکت سے
عطا ہوا تھا۔ سو اول تو یہ خوش فہمی سے ان کو شبہات ہی نہ ہوتے تھے اور اگر کچھ ہوتا
بھی تو غایت ادب کے سبب ہمت سوال کی نہ ہوتی تھی بلکہ اُن کی یہ خواہش رہتی تھی کہ
اعراب آویں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوچھیں اور پھر وہ خواہش بھی معاملات
و احکام کے دریافت کے لئے تھی نہ کہ کلام کے دقیق مسائل اور اعتراضات کے جواب کے
لئے۔ اس باب میں اُن کو ہماری طرح خلجان نہ ہوتا تھا۔

حضرت حاجی صاحبؒ کا ارشاد

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے یہ تعویذ حضرت سید احمد صاحبؒ سے نقل فرمایا
اگر منظور داری حاجتش را بر آری (کسی نے اہل مجلس سے عرض کیا کہ حضرت یہ کلام تو
بہت خفیف تصرف سے منظوم بن سکتا ہے۔ اس طرح سے خداوندا اگر منظور داری
بفضلت حاجت او را بر آری) فرمایا ہم تو بزرگوں کے کلام میں تصرف کرنا بے ادبی
سمجھتے ہیں تم شاعر ہو جو چاہو کرو۔ اور حضرت مولانا گنگوہیؒ سے بھی ایک تعویذ منقول
ہے۔ اے اللہ! میں جانتا نہیں یہ مانتا نہیں۔ یہ تیرا غلام تو جانے اور تیرا کام۔

بعض صوفیاء کا مشہور قول

فرمایا۔ بعض صوفیہ کا قول مشہور ہے کہ جنان میں ایک ایسی جنت ہے جس میں
حور ہیں نہ قصور ہیں صرف اس میں رَبِّ اَرِنِی رَبِّ اَرِنِی ہے اور یہ قول صحیح نہیں اگر

کشف ہے تب بھی غلط ہے کیونکہ نصوص کے خلاف ہے وہاں تعب نہیں جو اس قول سے لازم آتا ہے غالباً منشا اس قول کا یہ اشتباہ ہوا ہے کہ جس طرح دنیا میں وصول کامل نہیں ہوتا وہاں بھی نہ ہوگا اور اس کے لئے اشتیاق لازم ہے مگر اس شخص نے اس فرق کو نہیں سمجھا کہ دنیا میں تو جس درجہ کی استعداد ہوتی ہے اس درجہ کا بھی وصول نہیں ہوتا اس لئے تعب ہوتا ہے اور وہاں یہ نہ ہوگا بلکہ جس درجہ کی استعداد ہوگی اسی درجہ کا وصول ہو کر سوزش اور بیکلی نہ رہے گی۔ گو وصول تام نہ ہو۔

خشیت لوازم عظمت نہیں

احقر نے عرض کیا کہ جنت میں حق تعالیٰ کی عظمت سے خشیت تو نہ پیدا ہوگی۔ فرمایا خشیت لوازم عظمت سے نہیں ورنہ خود حق تعالیٰ کو اپنی عظمت کا علم ایسا ہے جو کسی کو بھی نہیں حالانکہ وہاں خشیت نہیں (ماشاء اللہ کیسی عمدہ تنویر سے اس مسئلہ کو روشن فرمایا) اور اصل راز یہ ہے کہ خشیت میں احتمال ضرر لازم ہے اور جنت میں یہ احتمال نہ ہوگا۔

مجنون سے ہدیہ لینا درست نہیں

فرمایا۔ جس شخص کا دماغ درست نہ ہوں سے ہدیہ لینا درست نہیں کیونکہ مجنون کے تصرفات صحیح نہیں۔

نسبتِ اویسیؓ کا احساس ہو سکتا ہے

فرمایا۔ فرقہ اویسیہ حضرت اویسؓ کی طرف منسوب ہے صرف اس تشبیہ سے کہ اس میں بلالقاء و تعلق جسمانی فیض روحانی ہوتا ہے نہ اس لحاظ سے کہ حضرت اویسؓ اس کا مبداء ہیں (احقر نے عرض کیا کہ اس فیض کا احساس بھی ہوتا ہے) فرمایا ہاں ذوق سے قوتِ نسبت محسوس ہوتی ہے مگر کسب کو اس میں کچھ دخل نہیں۔

فیضِ قبر معتدبہ نہیں

ایک ولائتی مولوی صاحب نے عرض کیا کہ ضلع پشاور میں کاکا صاحب کی قبر کے گرداگرد وہاں کے سجادہ نشین وغیرہ بغرض استفادہ بیٹھ جاتے ہیں فرمایا۔ یہ فیض معتدبہ نہیں اگر یہ کافی شے ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے گرداگرد لوگ بیٹھ جایا کرتے

کسی اور سے کوئی کچھ فیض حاصل نہ کرتا۔ نہ ضرورت ہوتی۔

پیٹ کا دھندا

فرمایا۔ ایک بزرگ نے دوسرے سے پوچھا کہ آج کل کس شغل میں ہو۔ اس نے کہا مقامِ توکّل کی تصحیح کرتا ہوں۔ کہا اب تک پیٹ ہی کے دھندے میں لگے ہو۔ پہلے تو اسباب کے ذریعہ سے اس میں مشغول تھے اب ترک اسباب سے پیٹ کے انتظام میں ہو عشق کا شغل کب کرو گے۔

چشتیہ کے ہاں بے سامانی ہی وقار ہے

فرمایا۔ نقشبندیہؒ کے ہاں یہ تعلیم بھی ضروری ہے کہ شیخ ظاہری تجمل و وقار سے رہے گویا شاہی سامان میں رہے نیت اس میں بھی بہتر ہے تاکہ مریدین کی نظر میں عظمت ہو اور اس عظمت سے اس کو فائدہ ہوتا ہے۔ مگر چشتیہؒ کے ہاں اس کا کچھ خیال نہیں بلکہ وہاں تو جلنا اور مرنا ہی ہے ان کے ہاں ظاہری شان کچھ نہیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ اصل وقار افادہ سے پیدا ہوتا ہے جب مستفیدین کو فائدہ ہوگا تو وقار خود بخود پیدا ہوگا اور اگر ان کو فائدہ ہی کچھ نہیں پہنچا تو ظاہری وقار سے کیا ہوگا۔ چشتیہ کے ہاں بے سامانی ہی سے وقار ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ بعض اشیاء مؤثر بالکیفیت ہوتی ہیں اور بعض مؤثر بالخاصہ ہوتی ہیں وقار ظاہری تو مؤثر بالکیفیت ہے اور ترکِ وقار مؤثر بالخاصہ ہے بعض چشتیہ پر جن کی قلندرانہ شان ہے (اُن کی تعریف عنقریب آتی ہے) ایک شبہ یہ بھی وارد ہوا کرتا ہے کہ ان کے ہاں اعمال کم ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اعمال دو قسم ہیں ایک ظاہری مثل تلاوت اور نوافل وغیرہ اور ایک باطنی مثل ذکر قلبی اور فکر اور نعماء الٰہی کا استحضار وغیرہ۔ یہ تو اعمال قلندرں میں بہت ہیں بلکہ کوئی وقت ایسا نہیں گذرتا کہ وہ عمل میں نہ ہوں۔ تو اس طرح کے اعمال ان کے یہاں بہت ہیں البتہ چشتیہ عموماً بدنام ہیں وہ بھی زیادہ تو صرف سماع کی بدولت مگر اُن کے طریق میں داخل نہیں جو اعتراض کیا جاوے۔ بعض نے غلبہ حال میں اور بعض نے بعض مصالح کے سبب خاص قیود کے ساتھ سُنا ہے مگر اب تو دوکاندار غلو بہت کرتے ہیں۔ ایک

صاحب زادہ صاحب نے سماع گنگوہ میں اہل سماع مشائخ کی دعوت کی جب جمع ہو گئے تو ایک عجیب سوال کیا۔ حضرات مجھ کو سماع کی نسبت کچھ عرض کرنا ہے وہ یہ کہ کیا کسی اہل طریق نے کسی باطنی کیفیت کے حاصل کرنے کی غرض سے کسی مرید کو کبھی سماع کی تلقین بھی کی ہے جس طرح اذکار و اشغال کی تلقین کرتے تھے۔ جواب ظاہر ہے کہ کبھی کسی نے کسی کیفیت محمودہ کے حاصل کرنے کے لئے یہ تجویز نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ داخل طریق نہیں ہے۔ اور اپنی ذات میں کوئی مفید طریق نہیں ہے۔

کلام خبری کی تعریف

فرمایا۔ کلام خبری کی تعریف مشہور تو یہ ہے کہ اس میں صدق و کذب دونوں کا احتمال ہو۔ اس پر سخت اشکالات واقع ہوتے ہیں اس لئے مجھ کو تو یہ پسند ہے کہ وہ صدق یا کذب کسی ایک کے ساتھ بھی متصف ہو بخلاف انشاء کے کہ کلام انشائی کسی ایک کے ساتھ بھی متصف نہیں ہوتا۔

قلندر کی تعریف

فرمایا۔ سلف کی اصطلاح میں قلندر اس کو کہتے ہیں جس کے اعمال ظاہری کم ہوں اور ملامتی اس کو کہتے ہیں جو اعمال کے اخفاء کی کوشش کرے۔

حکایت حضرت شیخ احمد رفاعیؒ

فرمایا۔ حضرت شیخ احمد رفاعیؒ حضرت غوث الاعظمؒ کے ہمعصر ہیں اور بہت بڑے درجہ کے شخص ہیں۔ ایک دفعہ ایک شخص حضرت غوث اعظمؒ کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت غوث اعظمؒ نے فرمایا تیرے جبیں پر شقاوت معلوم ہوتی ہے اس لئے میں بیعت نہیں کرتا۔ غرض بیعت نہ کیا وہ شخص حضرت شیخ احمد رفاعیؒ کے پاس چلا گیا۔ اس کو دیکھتے ہی فوراً فرمایا کہ میرے بھائی نے تو رد کر دیا لاؤ میں اشقیاء کو مرید کروں گا۔ پس اس شخص کے حق میں دعا فرمائی تو اس کی شقاوت مبدل بسعادت ہو گئی پھر وہ شخص حضرت غوث اعظمؒ کی خدمت میں آیا اس کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ میرے بھائی ہی کا مرتبہ ہے کہ اشقیاء کو دعا کر کے سعداء بنا سکتے ہیں۔ حضرت شیخ احمد رفاعیؒ

کا ایک اور واقعہ بھی ہے انہوں نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ارواح کو جمع کیا اور فرمایا جو چاہتے ہو مانگو سب نے کچھ کچھ مانگا حضرت شیخ احمدؒ نے فرمایا میں نے کہا ارید ان لا ارید واختار ان لا اختار جس کا حاصل یہ تھا کہ میں کچھ نہیں چاہتا بجز اس کے کہ کچھ چاہوں۔ پس فرماتے ہیں کہ مجھ کو وہ کچھ عنایت ہوا کہ مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر من اھل ھذا العصر۔ اس میں بظاہر حضرت غوث اعظمؒ بھی داخل ہیں گو بتفاضل جزئی سہی۔

واقعہ سلام روضہ اقدس

فرمایا سیوطی نے ایک چھوٹے رسالہ میں سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ حضرت شیخ احمد رفاعیؒ جب مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور جا کر سلام کیا چونکہ آپ سید تھے اس لئے سلام کا صیغہ یہ اختیار فرمایا السلام علیکم یا جدی جواب آیا وعلیکم السلام یا ولدی۔ اس پر بے ساختہ ان سے دو شعر صادر ہوئے ؎

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلھا تقبل الارض عنی وھی نائبتی

فھذہ دولۃ الاشباح قد حضرت فامدد یمینک کی تحظی بھا شفتی

فوراً قبر شریف سے ایک ہاتھ ظاہر ہوا جس سے تمام مسجد منوّر ہوگئی اور سب لوگ بیہوش ہوگئے۔ حضرت شیخؒ نے اس ہاتھ کو بوسہ دیا اس کے بعد بیہوش ہوگئے اور مسجد کے دروازہ پر آکر لیٹ گئے اور سب لوگوں کو قسم دی کہ مجھ کو پاؤں میں روند کر جاویں یہ انہوں نے جاہ کا علاج کیا۔

بقصد تبرک اپنا ملبوس دینا حرام ہے

فرمایا۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے ایک مسئلہ سُنا ہے جو بالکل صحیح ہے مگر کسی کتاب میں جزئیاً نہیں دیکھا کہ بقصد تبرک کسی کو اپنا کوئی ملبوس وغیرہ دینا حرام ہے کیونکہ اس میں اپنے آپ کو مقدس سمجھنا ہے۔ ہاں اگر کوئی تبرک کی غرض سے مانگے تو اس کو تطییب قلب کے لئے کچھ دینا اس خیال سے کہ یہ اس کا گمان ہے معصیت نہیں۔

حکایت حضرت مولانا احمد حسن کانپوری

فرمایا۔ مولانا احمد حسن صاحبؒ کانپوری حضرت حاجی صاحبؒ کے نہایت درجہ عاشق تھے۔ ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ اُس نے مولوی صاحب کو مکہ مکرمہ میں اس حالت میں دیکھا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا جوتا سر پر رکھے ہوئے زار وزار رو رہے ہیں اور حضرت حاجی صاحبؒ اندر تھے اُن کو پتہ بھی نہ تھا۔

بچا ہوا کھانے سے طبعی انقباض

فرمایا۔ مجھ کو کسی کے سامنے کا بچا ہوا کھانا کھانے سے بہت انقباض ہوتا ہے بالکل کھایا ہی نہیں جاتا۔ البتہ ساتھ کھانے میں یہ کیفیت نہیں ہوتی۔

تحنیک کا حکم

فرمایا۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ تحنیک کا (یعنی بچہ کے مُنہ میں کوئی چیز چبا کر ڈالنا جب بچہ پیدا ہو) کیا حکم ہے۔ فرمایا کوئی دیندار عالم متبعِ سُنّت ہو تو مسنون ہے ورنہ بدعتی کا تھوک چاٹنے میں کیا فائدہ۔

تین موقع پر سلام ممنوع ہے

فرمایا۔ فقہاء نے تین موقعوں میں سلام منع کہا ہے (۱) جب کوئی طاعت میں مشغول ہو اس کو سلام نہ کرنا چاہیئے۔ اسی طرح جب کوئی مُصیبت میں مشغول ہو اور تیسرا موقع یہ کہ حاجت بشریہ میں مشغول ہو۔

داڑھی منڈانے والے کو سلام کی صورت

فرمایا۔ داڑھی منڈوں کو سلام کرنے کے متعلق ایک تو طریق ہے دوسرا علاج ہے طریق تو یہ ہے کہ ان کو سلام نہ کرے اور علاج یہ ہے کہ اگر اپنے آپ کو اُن سے اچھا خیال کرے تو سلام کرنا واجب ہے۔ (بغرض علاج)

ترک سماع میں مجاہدہ ہے

فرمایا۔ ایک درویش صاحب سماع مگر طریق سے واقف الہ آباد میں ملے مجھ سے مسئلہ سماع کے متعلق سوال کیا میں نے کہا یہ بتلائیں کہ اس طریق باطن کا حاصل کیا ہے

انہوں نے کہا مجاہدہ یعنی خلافِ نفس عمل کرنا۔ میں نے کہا کہ اب سچ سچ کہو کہ سماع کی طرف نفس راغب ہوتا ہے یا نہیں انہوں نے فرمایا بیشک۔ میں نے کہا طریق کی حقیقت ہے مجاہدہ یعنی خلاف نفس کرنا اور سماع کی طرف ہمارے نفوس راغب ہیں۔ اب ان دو مقدموں کے بعد بتلاؤ کہ سماع سُننا مجاہدہ ہے یا ترکِ سماع۔ اور یہ کہ مجاہد ہم ہیں یا تم۔ انہوں نے کہا آج حقیقت سمجھ میں آئی۔

مسئلہ جبر و قدر

فرمایا حضرت علیؓ کی طرف قصّہ منسوب ہے کہ آپ سے کسی نے جبر اور قدر کے متعلق سوال کیا تو فرمایا لا جبر ولا قدر ولکن الامر بین بین۔ پھر فرمایا ایک قدم اپنا زمین سے اٹھاؤ (وہ شخص کھڑا تھا) چنانچہ اُس نے ایک قدم اٹھالیا اس کے بعد فرمایا اب دوسرا اٹھاؤ اس نے کہا دوسرا تو نہیں اٹھ سکتا۔ فرمایا۔ بس اتنا جبر ہے اور اتنا اختیار ہے۔ سبحان اللہ کیا عمدہ حل فرمادیا۔ مولانا رومؒ نے اس مسئلہ کو فطری بنا بنا دیا فرماتے ہیں ؎

زاری ما شد دلیل اضطرار   خجلت ما شد دلیل اختیار

اور یہ جبر و قدر تو عقیدہ کے درجہ میں تھا اور ایک جبر و اختیار عمل کے درجہ میں ہے اُس کے متعلق یہ فیصلہ فرماتے ہیں ؎

انبیاء در کارِ دنیا جبریند   کافراں در کارِ عقبیٰ جبریند
انبیاء را کارِ عقبیٰ اختیار   کافراں را کارِ دُنیا اختیار

اشیاءِ متناولہ کی تین اقسام

فرمایا۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے میلان الی الاجنبیہ کا جو علاج مشغولی بالزوجہ سے حدیث میں آیا ہے اور اُس میں یہ ٹکڑا بطور لِمّ کے ارشاد ہوا ہے کہ ان الذی معہا مثل الذی معہا اس کی عجیب شرح فرمائی تھی ان حضرات کے یہ علوم مدون نہ تھے۔ فرماتے تھے کہ اشیاءِ متناولہ کی تین قسم ہیں۔ ایک یہ کہ ان سے صرف دفع حاجت مقصود ہے لذّت مقصود نہیں۔ مثلاً پاخانہ کرنا دوسرے وہ ہیں کہ جن میں

صرف لذّت مقصود ہے مثلاً پیاس نہ ہونے کی صورت میں نہایت عمدہ خوشبودار شربت پینا۔ جیساکہ جنت میں ہوگا یہاں تو صرف لذّت مقصود ہے۔ تیسرے وہ ہیں جسمیں دونوں سے ترکیب ہے یعنی لذت اور دفع حاجت دونوں مقصود ہیں اور اس کی پھر دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ دفع حاجت غالب ہو جیسے طعام میں دفع حاجت غالب ہے گو لذت بھی مقصود ہوتی ہے۔ اسی واسطے دسترخوان کا عمدہ ہونا برتن صاف ہونا بھی مطلوب ہوتا ہے مگر ضروری نہیں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ لذّت غالب ہو جیسے جماع کرنے میں دفع حاجت بھی ہے یعنی دفع فضلات منویہ وغیرہ مگر زیادہ مقصود اس میں لذت ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں کہ گو جماع میں زیادہ تر نفس کو لذّت مقصود ہوتی ہے مگر تم دوسرا مراقبہ کر لیا کرو کہ دفع حاجت مقصود ہے اور اسی میں راحت ہے اور جب مقصود دفع حاجت ہے تو اس میں اپنی اور بیگانی دونوں عورتیں برابر ہیں۔ اور زانی کو چونکہ لذّت مقصود ہوتی ہے اس واسطے ساری دنیا کی عورتیں بھی اگر اس کو میسّر ہو جائیں اور ایک باقی رہ جائے تو اس کو یہ خیال رہے گا کہ شاید اس میں اور طرح کا مزہ ہو اسی واسطے ہمیشہ پریشانی میں رہتا ہے بخلاف اس شخص کے جو دفع حاجت کو زیادہ مقصود سمجھے گا وہ بہت مطمئن ہوگا اور اپنے حق پر رہے گا۔

اہل قبور سے فائدہ

فرمایا۔ اہلِ قبور سے فائدہ ہوتا ہے کبھی مستفیض کے قصد سے اور کبھی بغیر اس کے قصد کے جیسے آفتاب سے بلا قصد بھی فائدہ ہوتا ہے۔

کام طب نہ معالجہ سے مقدم

(حضرت والا کے زانو میں درد تھا) فرمایا معالجہ کا وقت نہیں ملتا کام کو طبعاً معالجہ سے مقدم سمجھتا ہوں۔

عوام میں دین کی وقعت

فرمایا۔ رمضان میں اکثر عوام مُردہ کے ایصالِ ثواب کے لئے کپڑے بنا کر دیتے

ہیں یہ بھی اُن کے قلب میں ایک قسم کی دین کی قدر و وقعت کی دلیل ہے۔

روزہ میں طبعی فائدہ

فرمایا۔ روزہ میں طبعی فائدہ بھی ہے کہ فضلات کم پیدا ہوتے ہیں تو بیماری کم ہوتی ہے۔

اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں

فرمایا۔ اختلاف مطالع کا اس لئے اعتبار نہیں کہ اس میں بڑی مشقت ہے کیونکہ ایک تو یہ اختلاف شرقاً غرباً ہوتا ہے جنوباً شمالاً نہیں ہوتا۔ دوسرے خاص فصل سے ہوتا ہے اب اس تحقیق کے لئے رویت ہلال مثلاً جس بلد میں ہوئی وہ کس طرف ہے اور کتنے فاصلہ پر ہے جغرافیہ وہیئت کی ضرورت ہے اور اس میں عامہ کو حرج شدید ہونا ظاہر ہے اس سے بچانے کے لئے اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کیا گیا۔

مشککین احکام کے بارے میں

فرمایا۔ اکثر مشککین احکام کو علماء کی طرف منسوب کرکے اُن پر اعتراض کرتے ہیں غنیمت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کرتے ورنہ حضور پر اعتراض کیا کرتے۔ پس اس امر میں علماء حضرت طلحہؓ کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقایہ ہیں جیسے انہوں نے تلوار کی ضربیں اپنے ہاتھ پر لیں اور حضور کی سپر بن گئے۔

عبادت میں جی لگنے کے درپے ہونا

فرمایا۔ عبادت میں جی لگنے کے درپے ہونا کتاب وسنت پر زیادت ہے۔ کیونکہ غیر اختیاری ہے البتہ جی لگانا مامور بہ ہے پھر خواہ جی لگے یا نہ لگے۔

کیا متکبر مسلمان جنتی ہے

فرمایا۔ اگر دل میں تکبر نہ ہو تو جی کو یہی لگتا ہے کہ مسلمان جنت میں ہی جائے گا اور معاصی بہ نسبت کبر کے اقرب الی العفو ہیں۔

عدل حقیقی میں توافقِ شرع شرط ہے

فرمایا۔ جس بادشاہ کا قانون خلافِ شریعت ہو وہ عادل ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ

عدل حقیقی میں توافق شرع شرط ہے اس لئے تارک شریعت کبھی عادل ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ جو عدل تابع شریعت کے نہیں وہ ظلم ہی ہے البتہ ظلم دو قسم پر ہے۔ ایک ظلم آئینی دوسرا غیر آئینی۔ عام لوگ تو ظلم آئینی کو عدل ہی کہتے ہیں۔

مراقبہ توحید سے منع فرمانے کا سبب

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے ضیاء القلوب میں مراقبہ توحید سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس مراقبہ سے یہ معرفت پیدا ہو جاتی ہے کہ سب تصرفات کا خالق اللہ تعالےٰ ہے۔ پس اگر یہ معرفت حاصل ہو گئی اور قلب میں محبت نہ ہوئی تو ایسی صورت میں مثلاً اس شخص کا بیٹا مر گیا۔ مراقبہ توحید کا اثر تو یہ ہو گا کہ اماتت کو حالاً وغلبۃً فعل حق خیال کرے گا اور محبت نہ ہونے کے سبب اس فعل کو مکروہ و ناگوار سمجھے گا تو ایسی صورت میں یقیناً حق تعالیٰ سے بغض پیدا ہو گا بخلاف دوسرے شخص کے کہ گو اس نسبت کا اُس کو اعتقاد تو ہو گا مگر غلبہ استحضار کا نہ ہو گا اس لئے وہاں یہ محذور لازم نہ ہو گا۔

سیر کی مشہور روایت

فرمایا۔ سِیَر کی روایت میں ہے جس کو مثنوی میں بھی نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو فرمایا کہ ایک مشتِ خاک لے آؤ جس سے آدم علیہ السلام کو بنایا جاوے گا جبرئیل علیہ السلام مٹی لینے گئے تو زمین روئی اور کہا کہ ہم عتاب میں آجاویں گے۔ جبرئیل علیہ السلام نے رحم کھا کر اس کو چھوڑ دیا اسی طرح حضرت میکائیلؑ اور اسرافیلؑ کو حکم فرمایا انہوں نے بھی اسی طرح رحم کی وجہ سے مٹی نہ اٹھائی۔ عزرائیل علیہ السلام کو حکم دیا تو مٹی روئی مگر انہوں نے فرمایا تیرا کہنا کروں یا حق تعالیٰ کا۔ مٹی اُٹھا لائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بنی آدم کی ارواح قبض کرنے کے لئے تم کو ہی مقرر کیا جائے گا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ! لوگ مجھ کو مبغوض رکھیں گے۔ فرمایا جن لوگوں کی نظر وسائط پر ہو گی وہ امراض وغیرہ کی طرف موت کو منسوب کریں گے۔ چنانچہ تمہاری طرف کسی حال میں بھی نسبت نہ کریں گے۔ چنانچہ مشاہد ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کا کوئی ذکر بھی نہیں کرتا۔

نصوص متعارضہ میں ذوق مجتہد ہیں

فرمایا۔ نصوص متعارضہ میں ایک کی ترجیح ذوق مجتہدین سے ہوئی ہے باقی جو قواعد کہ کتب اصول میں مذکور ہیں اُن کا تو کہیں اُس وقت نام ونشان بھی نہ تھا۔ مگر علماء نے انسداد مفاسد کے لئے ان اصول کو مجتہدین ہی کی فروع سے نکالا ہے تاکہ ہر کسی کو اجتہاد میں آزادی نہ ہو تو گویا یہ اصول ان مسائل پر متفرع ہیں مسائل اُن پر متفرع نہیں نیز اس میں ضبط بھی سہل ہے۔

فرائض کے مخارج سبعہ

فرمایا۔ مولانا سید احمد صاحبؒ نے فرائض کے مخارج سبعہ یاد رکھنے کی سہولت کے لئے یہ عنوان تجویز فرمایا تھا دو اور دو کے دو ضعف یعنی ایک ضعف اور ایک ضعف الضعف اور تین اور تین کے تین ضعف یعنی ایک ضعف۔ ایک اُس کا ضعف ایک اُس کا ضعف۔

اعیاھم سے ملاقات انبیاء علیہم السلام اور معراج یاد رکھنا

فرمایا۔ میں نے اُن حضرات انبیاء علیہم السلام جن سے معراج میں حضورؐ آسمانوں میں ملے ہیں کے اسماء مبارکہ کی ترتیب یاد رکھنے کے لئے یہ جملہ مرتب حروف کا تجویز کیا تھا اعیاھم۔ ہر نبی کے نام کا اول حرف لے لیا۔ الف سے آدم علیہ السلام کا نام اور عین سے عیسیٰ علیہ السلام کا جو آسمان ثانی پر ملے اور چونکہ یحییٰ علیہ السلام جو اُن کے بھائی ہیں وہ بھی ان کے ہمراہ ملے ہیں اس لئے جدا گانہ حرف کی ضرورت نہیں ہوئی آگے الف سے ادریسؑ کا نام۔ ی سے یوسف علیہ السلام کا نام۔ ہا سے ہارون علیہ السلام کا نام۔ میم سے مراد موسیٰؑ اور ابراہیم علیہ السلام جو سب سے اوپر ہیں۔ اُن کو زبانی یاد رکھ لیا جاوے۔ اور جملہ بھی مناسب مقام کے ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سبقت فرما کر سب کو عاجز کر دیا۔

کسی فاسق کو حقیر نہ سمجھنا

فرمایا۔ مجھ کو کبھی کسی فاسق کو دیکھ کر یہ خطرہ نہیں ہوا کہ میں اس سے اچھا ہوں

ہاں اُس فسق فعل کو تو بُرا سمجھتا ہوں مگر فاعل کو حقیر نہیں جانتا۔

منشاء غیرتِ دین

فرمایا۔ ایک شخص عبدالکریم شاہ نامی جو حضرت حاجی صاحبؒ سے مرید تھے وہ داڑھی منڈاتے تھے لیکن تھے صاحبِ درد وہ اتفاقاً گنگوہ آئے تھے حضرت مولاناؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا اُن سے نہیں ملے جس کا منشا غیرت دین تھی میں بھی گنگوہ گیا ہوا تھا۔ میری خبر سن کر انہوں نے مجھ کو ملاقات کے واسطے بلا بھیجا۔ میں نے کہا اگر تم تھانہ بھون میں ہوتے تو میں خود آن کر ملتا مگر گنگوہ مولانا کی ولایت میں ہے۔ یہاں ان کا خلاف نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر تم یہاں آؤ تو مل لوں گا جس کا منشا مصلحت تالیف بتوقع نفع تھا اور اس فرق کا راز یہ تھا کہ میرے وہاں جانے میں عوام کے لئے فتنہ تھا اور ان کا میرے پاس آنا موجبِ فتنہ نہ تھا پھر وہ میرے پاس آئے اور بفضلہٖ تعالیٰ قبروں پر پھول چڑھانے اور داڑھی کٹانے سے توبہ کر کے گئے۔

بیمار کیلئے بکرا ذبح کرنے میں فسادِ عقیدہ

فرمایا۔ بیمار کے لئے بکرا ذبح کرنا اس میں فساد عقیدہ کا شبہ ہے کیونکہ مقصود اراقۃ الدم ہوتا ہے جو کہ فدیہ ہے اور ایسے موقعہ پر یہ منقول نہیں ہے اس لئے بدعت ہے اور اگر صدقہ کی تاویل کی جاوے تو اتنا گوشت یا غلّہ یا نقد دینے میں کیوں نہیں تسلّی ہوئی۔

نصوص کی بعض قیود مقصود نہیں

فرمایا۔ مولوی شبیر احمد صاحبؒ نے مولانا دیو بندی سے ایک مثال اس مسئلہ کے متعلق کہ بعض دفعہ نصوص کی بعض قیود مقصود نہیں ہوتیں یہ نقل کی کہ کسی نے ملازم سے کہا کہ گلاس میں پانی لاؤ یہاں سب کو معلوم ہے کہ گلاس کی قید مقصود نہیں ہے صرف پانی منگانا مقصود ہے اور یہ فہم صرف ذوق کے متعلق ہے۔

ما انا علیہ واصحابی کا مفہوم

فرمایا۔ حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ نے ایک دفعہ بہت عمدہ بات فرمائی کہ حدیث ما انا علیہ واصحابی میں ما عام ہے عقائد، لباس، وضع، قطع وغیرہ سب امور کو شامل ہے کہ فرقہ ناجیہ وہ ہے جو سب امور میں حضرات صحابہ کرامؓ کے طرز پر ہو۔

دیگر اقوام سے تشبہ حرام ہے

فرمایا من تشبہ بقوم فھو منھم والی حدیث میں ایک دفعہ دیوبند کے بعض طلبہ کے متعلق سنایا گیا تھا وہ کہتے تھے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ میں نے وعظ میں کہا کہ حدیث کی تو مجھ کو تحقیق نہیں کہ سند کے لحاظ سے کیسی ہے مگر میں اسی مضمون کو آیت سے ثابت کروں گا وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں ولا ترکنوا الی الذین ظلموا آلایۃ اور اس کے ساتھ ایک قاعدہ عقلیہ ملا لیا جاوے کہ تشبہ بدون رکون کے نہیں ہوتا۔ اوّلاً رکون ہوتا ہے پھر تشبہ ہوتا ہے اور رکون حرام ہے تو تشبہ بھی حرام ہے اہل علم نے بیحد پسند کیا۔

تشبہ کی خرابی

فرمایا۔ گورکھپور میں اسی مضمون کو میں نے ایک خاص عنوان سے بیان کیا تھا اور وہ یہ تھا کہ اگر تشبہ میں کچھ قبح نہیں تو آپ ایک دفعہ اپنی بیگم صاحبہ کا زنانہ لباس غرارہ انگیا لگا ہوا دوپٹہ پہن کر مجلس میں تشریف لا کر بیٹھ جائیں پھر ہم اس مسئلہ میں اپنا عقیدہ تو یہی رکھیں گے جواب تک ہے مگر اس کے متعلق آپ سے خطاب کرنا چھوڑ دیں گے آپ اس صورت میں مرد ہی تو رہیں گے جیسے آپ کہتے ہیں کہ کفار کا لباس پہن کر ہم مسلمان ہی تو رہتے ہیں۔

تشبہ بالصلحاء قابل قدر

فرمایا۔ اہل اللہ نے تو تشبہ بالصلحاء کو ریا سے بھی قابل قدر سمجھا ہے چنانچہ شاید عوارف میں ہے کہ ایسا شخص بھی اس لئے قابل قدر ہے کیونکہ اس کے قلب میں اہل اللہ کی عظمت تو ہے تب ہی تو اُن کی شکل اختیار کی۔

علوم بلا واسطہ سے علوم بالواسطہ اسلم ہیں

فرمایا۔ علوم بلا واسطہ سے علوم بالواسطہ اسلم و بے خطر ہیں مراد یہ ہے کہ کشف وغیرہ تو بلا واسطہ بھی ہوتا ہے اور اُس میں غلطی ممکن ہے اور جو بواسطہ وحی ہیں ان میں غلطی کا احتمال نہیں ہے۔

٭ ٭ ٭

تصورِ شیخ کو شغلِ برزخ بھی کہتے ہیں

فرمایا۔ تصورِ شیخ کو رابطہ اور شغلِ برزخ بھی کہتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اس کا ذکر فرمایا ہے اور مولانا شہیدؒ نے سختی سے منع کیا ہے میں منع تو نہیں کرتا مگر مجھ کو اس سے سخت انقباض ہے۔ اس طرح انہماک کے ساتھ کسی مخلوق کی طرف توجہ کرنا توحید کے خلاف ہے۔ اس سے غیرت آتی ہے کہ غیر کی صورت ایسے طریق پر ذہن میں جماویں جو کہ حق تعالیٰ کے لئے زیبا تھا۔

غایت ہدیہ محبت ہے

فرمایا۔ ایک صاحبِ مطبع میری ایک معمولی بات سے تو معتقد ہو گئے تھے حالانکہ وہ اس درجہ کی نہ تھی وہ یہ کہ میں کہیں جانے کے لئے سوار ہونے کو تھا ایک شخص نے دو روپے ہدیہ پیش کئے۔ میں نے یہ عذر کر کے انکار کر دیا کہ بلا تعارف میں ہدیہ نہیں لیتا۔ بس اس بات سے تو معتقد ہو گئے اور ایک خفیف ہی بات سے اعتقاد جاتا بھی رہا حالانکہ وہ بھی اس قابل نہ تھی اور وہ یہ کہ اپنے لڑکے کے لئے کسی جگہ رشتہ کی سفارش مجھ سے کرانا چاہتے تھے ان کو یہ خیال تھا کہ اس کے کہنے سے ہو جائے گا۔ میں نے کہا میں ایسے قصوں میں نہیں پڑتا بس اس سے بگڑ گئے مگر عجیب حالت تھی کہ ان کے گھر کے کُل لوگ میری طرف تھے۔ انہوں نے جب فلاں کتاب طبع کی تو غالباً بیس جلدیں اپنے مینجر کے ہاتھ میرے پاس روانہ کیں جو بہت زیادہ قیمتی تھیں میں نے انکار کر دیا۔ وہ مینجر کہنے بھی لگے کہ لے بھی لیجئے ایک رقم ہی ہاتھ آتی ہے جو اُن کے نزدیک بڑی چیز نہیں۔ میں نے کہا کہ یہ ہے ہدیہ اور حدیث تہادوا تحابوا۔ ہدیہ کی غایت محبت بتلاتی ہے اور موجودہ حالت میں ہدیہ اپنی غایت سے خالی ہے اس لئے یہ قبول کرنا اچھا نہیں ہے۔

حکایت مولانا شہید

فرمایا۔ حضرت مولانا شہیدؒ نے لکھنؤ میں شیعوں کی بادشاہی مجلس میں وعظ فرمایا۔ بادشاہ نے ایک امیر کے ذریعہ سے جن کے گھر مولانا مہمان تھے اس کی درخواست کی تھی وہ امیر ٹالتا تھا کہ مولانا شمشیر برہنہ ہیں خدا جانے کیا کیا فرماویں جب بادشاہ کی طرف سے

زیادہ اصرار ہوا اور وعظ قرار پا گیا تو اُس امیر نے عرض کیا رفض کا بیان کیجئے۔ جب وعظ شروع ہوا تو مولانا نے یہی فرمایا کہ واعظ کی مثال طبیب کی سی ہے مرض کے موافق دوا بتلاتا ہے یہاں مرض ہے رفض کا اور فلاں صاحب اس کے متعلق بیان کرنے کو منع کرتے ہیں مگر میں بضرورت علاج کے اسی کے متعلق کچھ بیان کروں گا پھر خوب رد کیا۔ ایک شیعی مجتہد نے وعظ میں اعتراض کیا کہ حضرت معاویہ رض کے لشکری حضرت علی رض کے حق میں گستاخ تھے بخلاف حضرت علی رض کی جماعت کے۔ اس سے اندازہ کر لیا جاوے۔ فوراً فرمایا کہ پھر تو ہم حضرت علی رض کی جماعت کے مذہب پر ہوئے اور تم حضرت معاویہ رض کی جماعت کے مذہب پر ہوئے کیونکہ ہم کسی کے بارہ میں گستاخی نہیں کرتے اور تم گستاخ ہو پھر دوسرا اعتراض کہ تم حضرت عمر رض کی فضیلت میں یہ ذکر کرتے ہو کہ انہوں نے بہت فتوحات کئے اس سے تو ان کا اسلام بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حدیث میں ہے ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر۔ مولانا نے فوراً فرمایا مگر اس سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ جس دین کی حضرت عمر رض نے امداد کی تھی دین حق تو وہی تھا اور الحمدللہ آج ہم اسی دین پر ہیں۔ اسی طرح ایک دفعہ خرگوش شکار کر کے لائے۔ اور ایک گوشہ میں رکھ دیا مجتہد بھی ملنے آئے تھے ایک کُتا آیا اور خرگوش کو سونگھ کر چلا گیا۔ مجتہد نے کہا مولانا آپ کے شکار کو کتا بھی نہیں کھاتا۔ فوراً فرمایا کہ جی ہاں یہ کتوں کے کھانے کا نہیں بلکہ اس کو تو انسان کھایا کرتے ہیں۔

ریل کا ثبوت آیت قرآن سے

فرمایا۔ ریل قرآن میں اس آیت کے تحت میں داخل ہو سکتی ہے وتحمل اثقالکم الی بلد لم تکونوا بلغیہ الا بشق الانفس لیکن بوجہ اشتراک علت کے نہ کہ بوجہ مدلول ہونے کے کیونکہ تحمل کا مرجع ظاہر ہے کہ انعام ہیں لیکن علت میں اشتراک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انعام کے متعلق احسان میں فرمایا ہے تحمل اثقالکم الخ یعنی وہ انعام ایسے بوجھ کو دوسرے شہروں کی طرف لے جاتے ہیں کہ تم اُن کو نہیں لے جا سکتے تھے۔ اور بوجھ سب سے زیادہ ریل پر جاتے ہیں اس واسطے یہ بھی ویسی ہی

نعمت ہوئی۔

عالمگیرؒ کی تواضع

فرمایا۔ عالمگیرؒ خود اپنے ہاتھ سے قرآن شریف لکھا کرتے تھے ایک دفعہ ایک شخص نے دیکھ کر کہا یہ حرف غلط لکھا گیا اُس کو بنا دیا مگر چونکہ وہ شخص خود غلطی پر تھا اس لئے اُس کے جانے کے بعد ورق کو نکال دیا اور دوبارہ صحیح لکھا۔ کسی نے کہا کہ اس وقت غلط کیوں لکھ دیا تھا عذر فرما دیا جاتا۔ فرمایا اس سے اُس کا حوصلہ پست ہو جاتا پھر آئیندہ کبھی وہ مشورہ نہ دیتا۔ پس میں اپنے مصلحین کی تعداد کم نہیں کرنا چاہتا۔

عالمگیرؒ صاحب نسبت تھے

فرمایا۔ رقعاتِ عالمگیری سے معلوم ہوتا ہے کہ عالمگیرؒ صاحبِ باطن اور صاحبِ نسبت تھے واقعی امر ہے کہ کورے آدمی کے ذہن میں ایسے مضمون نہیں آسکتے۔ اخیر وقت عالمگیرؒ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرا کفن دستکاری کے روپوں سے مہیا کرنا گو قرآن کی لکھائی کی اُجرت بھی کچھ ہے اور علماء نے اس کے جواز کا فتویٰ بھی دیا ہے مگر بظاہر الفاظ یہ اشترا بآیات اللہ ہے۔ اس لئے میں نہیں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسے کفن میں جاکر ملوں جس میں شبہ ہے۔

عالمگیرؒ کا ادب

فرمایا۔ عالمگیرؒ کا ایک خاص خادم تھا جس کا نام محمد قلی تھا عالمگیرؒ نے ایک بار اس کو آواز دی اور کہا قلی۔ وہ فوراً لوٹا لیکر حاضر ہوا۔ پادشاہ نے وضو کیا اُس وقت ایک شخص حاضر تھا حیران ہوا کہ پادشاہ نے وضو کا پانی طلب نہ کیا تھا نہ یہ وقت وضو کرنے کا تھا تو نوکر کہاں سے سمجھ گیا کہ بادشاہ کو وضو کے لئے پانی کی ضرورت ہے۔ آخر اس نے محمد قلی سے دریافت کیا کہ تو کیسے سمجھا کہ اس وقت پادشاہ کو وضو کی ضرورت ہے اس نے کہا میرا نام محمد قلی ہے اور بادشاہ نے نہایت تہذیب کی وجہ سے مجھ کو کبھی آدھے نام سے نہیں پکارا ہمیشہ پورا نام لیا کرتے ہیں۔ آج جب محمد کے لفظ کو انھوں نے ذکر نہیں فرمایا تو میں سمجھ گیا کہ پادشاہ اس وقت بے وضو ہیں اس واسطے

لفظ محمد کو ادب کی وجہ سے ذکر نہیں۔ سبحان اللہ! عالمگیرؒ کا ادب اور ملازم کا فہم دونوں عدیم النظیر ہیں۔

شرافت اور شر و آفت

فرمایا۔ آج کل طبیعتوں میں اکثر شرافت نہیں رہی صرف شر و آفت باقی رہ گئی۔

ذاکرین کے تغیرات کا ایک سبب

فرمایا۔ ذاکر لوگوں کو تغیرات میں باطنی حالات بہت کم ہوتے ہیں اکثر تو طبیعت کی خرابی ہوتی ہے اس لئے طبیب سے بھی مشورہ لینا چاہیئے۔

مجلس شیخ کا ایک ادب

فرمایا۔ بزرگوں نے یہاں تک کہا ہے کہ مجلس شیخ بھی ذکر بھی نہ کرے نہ لسانی نہ قلبی مگر میں یہ کہتا ہوں کہ جب میں خطوط کے جواب لکھنے میں مشغول ہوں اس وقت ذکر کرتے رہیں اور جب میں بات کروں تو پھر ذکر چھوڑ کر بات کی طرف توجہ کرنا چاہئے۔

سالک کی ایک حالت

فرمایا۔ کبھی سالک پر ایسی حالت ہوتی ہے کہ یاد سے بھی پریشان ہوتا ہے جس کے خاص اسباب ہوتے ہیں اور ترکِ یاد سے بھی۔ اسی کی طرف اشارہ ہے اس شعر میں ؎

دو گونہ رنج و عذاب ست جانِ مجنوں را
بلائے فرقتِ لیلیٰ و وصلتِ لیلیٰ

خط میں اشعار لکھنے سے منع فرمانا

میں بھی اپنے حالات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں کبھی اشعار لکھ دیتا تھا مگر اضطراراً اور اب لوگ لکھتے ہیں تو میں منع کرتا ہوں۔ مجھ میں اور ان میں ایک فرق ہے میں تو مضطر تھا اور یہ لوگ تکلف سے لکھتے ہیں۔

حضرت حکیم الامتؒ کی ذکاء حس

فرمایا۔ ذکاء حس سے مجھ کو مفید شے کا فائدہ فوراً معلوم ہو جاتا ہے اور مضر شے کا ضرر بھی فوراً معلوم ہوتا ہے۔

خانقاہ سے نکالنے کی اصل حدیث

فرمایا۔ میں جو بعض لوگوں کو خانقاہ سے نکال دیتا ہوں۔ اس کی اصل وہ حدیث ہے تعزیب عام والی۔

عورتوں کیلئے طریق اصلاح

فرمایا۔ گھر میں بعضی عورتیں اصلاح کے لئے آتی ہیں اُن کی کیا اصلاح ہو سکتی ہے خود تو اُن کا حال معلوم نہیں ہوتا کوئی پوچھے تو جواب مل جاتا ہے اور ممکن ہے کہ اصلاحی سوال وہ نہ کریں۔

بوڑھے سے زیادہ پردہ کرنا چاہیئے

فرمایا۔ بوڑھے سے زیادہ پردہ اور احتیاط کرنا چاہیئے کیونکہ اس میں جس طرح اور قویٰ کمزور ہیں ایسا ہی شہوت کی مقاومت بھی کمزور ہے۔ اور تقاضا اور میلان اس کو بھی ہوتا ہے اور مقاومت کر نہیں سکتا۔ دوسرا یہ کہ اس کو عروض شہوت کا احساس کم ہوتا ہے اس واسطے وہ اس کو شہوت کا تقاضا سمجھتا ہی نہیں۔ تیسرے یہ کہ اس کو تجربہ کی وجہ سے دقائق حسن کا ادراک بہت ہوتا ہے تھوڑے ہی خیال سے یہ مادہ متحرک ہو جاتا ہے چوتھا یہ کہ جوان تو فراغت کے بعد سرد ہو جاتا ہے اور بوڑھے کو چونکہ فراغت ہوتی نہیں اس واسطے اس میں میلان قوی رہتا ہے۔ حسن کو سوچ سوچ کر مزے لیتا رہتا ہے جو قلب کا زنا ہے۔

تفویض اور دعا میں تطبیق

فرمایا۔ ایک مولوی صاحب نے یہ سوال کیا تھا کہ حضرت شیخ عبدالقادر صاحبؒ پر تفویض و ترک دعا کو دعا پر ترجیح دیتے ہیں۔ شبہ یہ ہے کہ احادیث سے دعا کی افضلیت معلوم ہوتی ہے اور ہمارے اکابر کا بھی یہی معمول تھا اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مذاق اس کے خلاف ہے۔ میں نے جواب دیا کہ یہ اُن پر کیفیت کا غلبہ تھا۔ پھر اس پر شبہ کیا گیا کہ تفویض کے ساتھ دعاء کیسے جمع ہو گی۔ اس کا جواب میں نے یہ دیا کہ دعاء کے وقت تو مضمون دعاء کا جزم رکھے مگر ساتھ ہی پورا یہ بھی عزم رکھے کہ جو دعائیں کر رہا ہوں اس کے

خلاف بھی اگر واقع ہوا تو میں اس پر بھی راضی ہوں گا۔

حضرت حافظ کی عجیب شرح

فرمایا۔ حافظؒ فرماتے ہیں ؎

گناہ گرچہ نبود اختیار ما حافظؔ　　　تو در طریق ادب کوش گیں گناہ من ست

اس شعر کا مضمون بظاہر مشکل ہے اور حل یہ ہے کہ گناہ اور طاعت دونوں کے اندر دو دو نسبتیں ہیں ایک نسبت خلق دوسری نسبت کسب۔ پس نسبت خلق تو خالق کی طرف ہے اور نسبت کسب عبد کی طرف ہے۔ پس حافظؔ یہ فرماتے ہیں کہ معصیت میں تو نسبت کسب کا استحضار رکھو اور طاعت میں نسبت خلق کا استحضار رکھو کیونکہ مبتدی کو یہی مفید ہے اگرچہ ہر جگہ نسبتیں دونوں ہوتی ہیں۔

آیات شفاء کا دم

فرمایا۔ میں نے ایک زمانہ میں کہ وبا شائع تھی خواب میں دیکھا تھا کہ انا انزلنا غالباً پانی پر دم کر کے پلانا مفید ہے مگر میں فاتحہ اور آیاتِ شفاء کو بھی ساتھ ملا لیتا ہوں۔

تشریح شعر مولانا رومؒ از حضرت حاجی صاحبؒ

فرمایا۔ مولانا رومؒ کے شعر کے ؎

گر نبودے نالۂ نے را ثمر　　　نے جہاں را پر نہ کردے از شکر

اس میں حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے نالۂ نے سے مراد مشائخ کے ملفوظات اور شکر سے مراد حقائق و معارف

اپنی فضیلت کا معتقد ہونا درست نہیں

فرمایا۔ اپنے کمالات کا معتقد ہونے میں تواضع کا خلاف نہیں بشرطیکہ کمالات کے معتقد ہونے کے وقت یہ احتمال رہے کہ ممکن ہے کہ اس کے ساتھ ہی مجھ میں کوئی ایسا نقصان اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو جس کی وجہ سے سب کمالات مردود ہو جائیں اسی طرح جس شخص میں بہت سے نقائص دیکھ رہا ہوں اس میں ممکن ہے کوئی ایسی خوبی اللہ تعالےٰ کو پسند ہو جو سب نقائص پہ غالب آجاوے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسا کہ کسی مرد

کی دو عورتیں ہوں ایک ذرا بڑھیا ہے مگر وہ اپنے آپ کو زیور اور کپڑوں اور تیل مسّی وغیرہ سے خوب آراستہ رکھے اور اسی مرد کی دوسری بیوی جوان ہو جو سادی اور میلے کپڑوں میں رہتی ہو مگر مرد کو وہ جوان ہی پسند ہو گی اور بڑھیا سے وہ تعلق نہ ہو گا کیونکہ اس میں ایک عیب ہے شیب کا جس نے سب ظاہری کمالات کو مٹا دیا اور جوان عورت کے پاس کمال ہے ایک شباب کا اس نے اس کے سب نقائص کو مٹا دیا۔ سو جس کی نظر شیب اور شباب پر ہو گی وہ دوسرے کمالات اور نقائص کو نظر انداز کر دے گا بس احتمال کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے کمالات کا اعتقاد خلاف تواضع نہیں اور تواضع کے لئے یہ ضروری نہیں کہ انسان اپنے کمالات کا معتقد نہ ہو مثلاً ایک شخص عالم ہے تو وہ اپنے آپ کو جاہل کیسے خیال کرے یہ تو خلاف واقع کا اعتقاد ہے انسان اس کا مکلف نہیں۔ پس اپنے کمالات کا معتقد ہونا تو جائز مگر اپنی فضیلت کا معتقد ہونا جائز نہیں اور اگر اپنے آپ میں کوئی عیب معلوم نہ ہو جس کا استحضار کرے تو اتنا احتمال کافی ہے کہ ممکن ہے کہ میرے اندر کوئی عیب ہو جو مجھ کو معلوم نہیں۔ اسی طرح جب دوسرے میں عیوب ہی عیوب نظر میں آویں تو یہ احتمال رکھے کہ ممکن ہے اس میں کوئی ایسی نیکی ہو جو مجھ کو معلوم نہ ہو بس تواضع کے لئے اتنا کافی ہے غرض اپنے کمالات کا معتقد ہو تو حرج نہیں اپنی فضیلت کا معتقد نہ بنے۔

اختیاری کاموں میں دعا کے ساتھ تدبیر بھی ضروری ہے

ایک شخص نے دعاء کی درخواست کی۔ فرمایا مقاصد دو قسم ہیں۔ ایک غیر اختیاری جیسا بارش وہاں صرف دعاء ہی کافی ہے اور ایک اختیاری جیسے زراعت۔ تجارت وغیرہ یہاں دعاء کا اثر یہ ہے کہ اس کی تدبیر میں برکت ہو جاتی ہے اس لئے تدبیر بھی کرنا چاہئے۔

لڑکے یا لڑکی

ایک لڑکے نے تعویذ کی درخواست کی تو تعویذ لکھ کر فرمایا اے لڑکے تعویذ لے خواہ صلح سے خواہ لڑکے۔ (کاتب الحروف عرض کرتا ہے اس میں صنعت تجنیس کی طرف اشارہ ہے۔

علماء کی فضیلت مکتسب نہیں

فرمایا۔ علماء کی فضیلت مکتسب نہیں من جانب اللہ ہے کسی کے مٹائے نہیں مٹ سکتی جیسا بعضے بددین اس کی کوشش کرتے ہیں۔

آپؐ کی مختلف شیون

فرمایا۔ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں مختلف شیون تھی اسی لئے آپ کے احکام مختلف ابواب کے ہیں۔ چنانچہ ایک شان مشورہ کی بھی تھی۔ حدیث الواحد شیطان والاثنان شیطانان والثلثۃ رکب او جماعۃ۔ یہ بھی مشورہ کی شان سے ناشی ہے۔ اس طرح پر یہ منسوخ نہ ہوگا۔

نصرت کا مفہوم

فرمایا۔ جب حق تعالیٰ کے ساتھ صحیح تعلق ہو جاتا ہے تو اُس کی طرف سے نصرت ضرور ہوتی ہے اور نصرت کا وہ معنی نہیں جو بندہ سمجھے بلکہ نصرت کبھی بہ شکل راحت ہوتی ہے کبھی بہ شکل مرض جیسے طبیب کا کام نصرت کرنا ہے مگر کبھی مسہل سے اور کبھی مفرحات سے کبھی اپریشن سے یہ سب نصرت ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس میں دل مشوش نہیں ہوتا اُس میں سکون و رضا کی شان ہوتی ہے اور اس کا احساس بھی اس کو ہوتا ہے۔

علماء پر اعتراض کا جواب

فرمایا۔ ایک موقع پر ایک تحصیلدار صاحب جو ایک تقریب میں علماء پر اعتراض کر رہے تھے ہمارے خاندانی بزرگوں کے مہمان تھے اور مجھ سے تعارف نہ رکھتے تھے کہنے لگے مولویوں نے قوم کو تباہ کر دیا ہے۔ تعلیم انگریزی سے روکتے ہیں۔ میں بھی ایک کنارے پر بیٹھا سُن رہا تھا میری عمر لڑکپن کی تھی بہت دیر تک خاموش رہا جب وہ بہت زیادتی کرنے لگے تب میں نے کہا جناب یہ مسئلہ تو دوسرا ہے کہ یہ تعلیم جائز ہے یا نہیں اس وقت صرف یہ دکھلانا چاہتا ہوں کہ انگریزی نہ پڑھنا جس کو آپ مولویوں پر لگا رہے ہیں آیا مولویوں کی طرف اس کا منسوب کرنا غلط ہے یا صحیح۔ سو حقیقت یہ ہے کہ اس کی ذمہ دار خود قوم ہے کیونکہ قوم کے تکاسل سے یہ دوسری قوموں سے تعلیم

میں پیچھے رہ گئی ہیں یہ مولویوں کا اثر نہیں ورنہ مولوی تو یہ بھی کہتے ہیں انگریزی نہ پڑھو عربی پڑھو۔ انگریزی کا ترک مولویوں کے کہنے سے کرتے تو عربی بھی ضرور پڑھتے اب بتلاؤ عربی کتنے لوگ پڑھتے ہیں۔ بس دنیا بھر میں جو نقص واقع ہو اس کے ذمہ دار غریب مولوی ہی بنائے جاتے ہیں جیساکہ کسی سرائے میں ایک بھٹیاری روٹیاں پکاتی پکاتی آٹا یا روٹیاں چرا لیا کرتی تھی ایک پولیس کا شخص آیا اس نے آٹا پکانے کو دیا اور خوب ہشیاری سے دیکھتا رہا کہ وہ روٹیاں یا آٹا نہ چورا سکے۔ بھٹیاری کو خیال رہا کہ داؤ نہیں لگنے پایا۔ آخر جب وہ روٹیاں کھانے بیٹھا تو بھٹیاری نے اپنے لڑکے کو کہا کہ تو بھی میاں کے ساتھ بیٹھ جا۔ چنانچہ لڑکا بھی سپاہی کے ہمراہ کھانے لگا اس نے مروّت کی وجہ سے نہ روکا مگر اس کو احساس ہو گیا کہ اس نے چالاکی کی ہے۔ اسی اثناء میں بھٹیاری کی ریح خارج ہو گئی بہت شرمسار ہوئی مگر اس شبہ کو دفع کرنے کے لئے کہ مجھ سے ریح کا صدور ہوا ہے، اس نے لڑکے کے سر پر ایک چپت رسید کیا اور کہا دُور موئے یہ کیا کر رہا ہے مگر وہ پولیس کا آدمی سمجھ گیا اس نے قصداً ریح خارج کر کے فوراً لڑکے کو ایک چپت لگایا اور کہا سُسرے کرے گا کوئی مگر پیٹے گا تو ہی۔ بس یہی حال قوم کا ہے۔ جب کوئی کام بگڑتا ہے فوراً طعن اور ملامت کی زبان مولویوں پر دراز کی جاتی ہے۔

قطب الارشاد کی تعریف

ایک طالب علم نے خط میں لکھا کہ اس وقت میں آپ کو قطب الارشاد سمجھتا ہوں اگر میرا یہ عقیدہ غلط ہے تو ظاہر فرما دیا جاوے اور اس کے ساتھ ہی قطب الارشاد کے علامات بھی فرما دئے جاویں۔ فرمایا قطب الارشاد کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنے قطب الارشاد ہونے کو بھی جانتے رہیں علامات سو وہ بھی ظنی ہوتے ہیں اور اس جواب میں نہ تو میں تواضع کرتا ہوں اور نہ تکبر۔ اگر حق تعالیٰ کسی کو کوئی نعمت عطا فرماویں تو انکار کیوں کرے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ اگر خود حضور کو اپنے قطب الارشاد نہ ہونے کا علم ہوتا تو فوراً ظاہر فرما دیتے کہ میں قطب الارشاد نہیں ہوں جیساکہ اسی سائل

کے ایک دوسرے خط کے جواب میں جبکہ انہوں نے آپ سے آپ کے صاحب کشف ہونے کے متعلق لکھا تھا تو حلف سے فرمایا تھا کہ میں صاحب کشف نہیں تو یہ احتمالاً آپ کے قطب الارشاد ہونے کی دلیل ہے۔

خشوع کے لئے ابتداءِ عمل میں توجہ کافی ہے

فرمایا۔ خشوع کے لئے عمل کی ابتدا میں توجہ کافی ہے ہر ہر لفظ پر ضرور نہیں۔ مثلاً قرآن شریف کی تلاوت سے پہلے یہ خیال کرے کہ محض اللہ تعالیٰ کے لئے تلاوت کرتا ہوں یہ کافی ہے ہر ہر حرف پر ایسی توجہ ضروری نہیں کیونکہ یہ تکلیف مالایطاق ہے مگر اس میں یہ قید بھی ہے کہ جب تک اس کی مضاد توجہ متحقق نہ ہو اُس وقت تک اُسی پہلی توجہ کو حکماً باقی سمجھا جائے گا جیسا انسان چلنے سے پہلے یہ ارادہ دل میں کرلے کہ جامع مسجد کی طرف چلتا ہوں بس اتنا کافی ہے ہر ہر قدم پر یہ ارادہ ضروری نہیں ورنہ چلنا ہی دشوار ہو جائے گا۔ ہاں اگر کسی دوسری طرف ایسی توجہ جو اس پہلی توجہ کی مضاد ہو پائی جاوے تو پھر پہلی توجہ معدوم ہو جائے گی۔

حدیث میں کچھ اطلاقات

فرمایا۔ حدیث میں کچھ اطلاقات عوام کے محاورہ کے مطابق بھی ہیں الف حرف ولام حرف ومیم حرف۔ کیونکہ عوام کلمہ کو بھی حرف ہی کہہ دیتے ہیں اس لئے ہر جگہ درسی اصطلاحات جاری نہ کرنا چاہئے جس پر شبہ ہو کہ الف تو مثلاً اسم ہے حرف نہیں ہے البتہ مسمّٰی اس کا بیشک حرف ہے مگر وہ حدیث میں مراد نہیں کیونکہ مقطعات میں وہ تو نہیں پڑھا جاتا۔

تصورِ خطرات کے علاج میں جائز ہے

کسی نے خط میں لکھا کہ اگر آپ کی صورت کا تصور کرلوں تو نماز میں جی لگتا ہے فرمایا جائز ہے دو شرط سے۔ ایک یہ کہ اعتقاد میں مجھے حاضر ناظر نہ سمجھے۔ دوسری شرط یہ کہ اس کی کسی کو اطلاع نہ دے یہ تصور خطرات کے علاج کے درجہ میں ہے کیونکہ یہ بھی توجہ الی اللہ ہونے کا ایک ذریعہ ہے اس سے توجہ اور یکسوئی الی اللہ ہو گی۔ پس

مقصود کا مقدمہ ہے خود مقصود نہیں۔

صوفیاء کی کچھ خاص اصطلاحیں

فرمایا۔ صوفیہ کی اصطلاح کچھ تو خاص ہیں اور کچھ دوسری اصطلاحات و اطلاقات سے حتیٰ کہ کچھ عوام کے محاورات سے لی ہوئی ہیں مثلاً یہ کہ مخلوق کو عین حق کہتے ہیں۔ یہ خاص اصطلاح پر ہے یہاں مطلب یہ ہے کہ تعلق خاص احتیاج و تابعیت کا ہے بس یہی مراد ہے صوفیہ کے اس قول کی اور صوفیہ کے قول کی اس توجیہ پر ایک قرینہ موجود ہے کیونکہ وہ واجب کو خلق سے مبائن بھی کہتے ہیں تو عین سے مراد معنی متعارف نہ ہوں گے اور اسی طرح متکلمین بھی دوسرے محاورات کا استعمال کرنے لگتے ہیں مثلاً صفات واجب کو لا عین و لا غیر کہتے ہیں یہاں غیر کا معنیٰ بے تعلق اور منفصل کے ہیں جیسا کہ آفتاب کی شعاع آفتاب کا غیر نہیں یعنی منفصل اور بے تعلق نہیں اور حکماء صفات واجب کو عین اصطلاح معقولین کہتے ہیں متکلمین نے اس لیے ان کا رد کیا کہ یہ درحقیقت صفات کی نفی ہے۔ اور قرآن کریم سے حسب معنی لغوی کہ وہ حقیقی معنی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ صفات باری تعالیٰ اس کی ذات پر زائد ہیں جیسے علیم و قدیر بمعنی موصوف بالعلم و بالقدرۃ نہ کہ خود علم و قدرت اور متکلمین پر حکماء کی طرف سے ایک سخت اعتراض بھی ہے اور وہ اعتراض یہ ہے کہ صفاتِ حق جب عین نہیں ہے تو مغائر ہوں گی۔ پس واجب اپنے کمال میں غیر کا محتاج ہوا۔ اس کا جواب قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے بہت عمدہ دیا ہے کہ احتیاج واجب کی ہر مغائر کی طرف ممنوع نہیں ہے بلکہ مغائر منفصل کی طرف ممنوع ہے اور صفاتِ باری مغائر تو ضرور ہیں مگر مغائر منفصل نہیں بلکہ متصل ہیں۔ اور اسلم میرے نزدیک یہ ہے کہ صفات کے مسئلہ میں بلا ضرورت کلام نہ کی جاوے یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہؓ نے ان میں کلام نہیں فرمایا اور اگر یہ مسئلہ محل کلام ہوتا تو ضرور اس پر کلام کرتے۔

حکایت حضرت ابوالحسنؒ

حضرت ابوالحسن جو علم کلام کے امام تھے ان کی ملاقات کے واسطے ایک شخص آیا

اور اُن ہی سے اُن کا پتہ پوچھا وہ اس وقت خلیفہ کے بلائے ہوئے ایک مجمع علماء میں جارہے تھے وہاں مختلف مذاہب کے بعض مسائل کلامیہ میں اپنا اپنا کلام کیا انہوں نے اخیر میں ایک مبسوط تقریر فرمائی جس سے سابق مقررین پر سکوت کا عالم طاری ہو گیا اس شخص کو معلوم ہوا کہ یہ ابوالحسنؒ ہیں۔ اس نے کہا واقعی جیسا سُنا تھا ویسا ہی پایا۔ اس شخص نے امام سے کہا کہ آپ نے پہلے ایسی تقریر نہ کر دی جس کے بعد کوئی تقریر ہی نہ کر سکتا۔ فرمایا ایسے مسائل میں بلاضرورت کلام بدعت ہے۔ جب مبتدع لوگوں نے تقریر کی تو اُن کے رد کی ضرورت پیدا ہو گئی اس لئے اس ضرورت سے پہلے تقریر نہیں کی۔

صوفیا پر غلبۂ مشاہدہ

فرمایا صوفیہ پر مشاہدہ کا غلبہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات اغنیاء کی رعایت اس واسطے کرتے ہیں کہ یہ حق تعالیٰ کے وصف غناء کے مظہر ہیں گویا کہ ان کو ہر شے میں محبوب کی ہی شان معلوم ہوتی ہے۔

تفسیر آیت

فرمایا۔ وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا الا لنعلم الآیہ میں لنعلم پر جو اعتراض ہے کہ اس میں حدوثِ علم لازم آتا ہے اس لئے کہ جعل قبلہ حادث ہے اور علم جو اس پر مرتب ہو ظاہر ہے کہ وہ بھی حادث ہی ہوگا۔ بعض معقولین نے اس اعتراض کا ایک جواب دیا جو بالکل غلط ہے وہ یہ کہ مراد علم تفصیلی ہے وہ حادث ہے اور صفات میں سے نہیں اور یہ غلط اس واسطے ہے کہ یہ ایک اصطلاحی لفظ بمعنی معلومات ہے نہ کہ لغوی بمعنی مصدر جس سے اشتقاق ہوتا ہے پس لنعلم میں بمعنی علم تفصیلی لینے سے ایک تو اشتقاق لنعلم درست نہیں ہوتا۔ دوسرے اگر بتکلف اشتقاق کا دعویٰ کیا جاوے تو معنی یہ ہوں گے کہ ہم نے تبدیل قبلہ اس لئے کیا تا کہ ہم ممکنات کے عین ہو جاویں کیونکہ تفصیلی معلومات ممکنہ کا عین ہوتا ہے اور بہترین جواب اس اعتراض کا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ نے دیا ہے وہ یہ کہ حق تعالیٰ کا علم واقع کے مطابق

ہوتا ہے اور یہ مقدمہ ظاہر ہے اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ واقعات تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ماضی، مستقبل اور حال۔ پس اللہ تعالیٰ جملہ واقعات کو مع ان کے زمانہ کے جانتے ہیں یعنی حق تعالیٰ جملہ اشیاء کو کشف تام سے جانتے ہیں مع ان کے قیود واقعیہ کے مثلاً جو چیزیں ماضی میں واقع ہیں ان کو اسی طرح جانتے ہیں کہ قَدْ وَقَعَ اور جو مستقبل میں ہیں اُن کو اس طرح جانتے ہیں کہ سَیَقَعُ اور جب وہ ہوجاتا ہے تو پھر اس کو قد وقع کی قید سے جانتے ہیں اور یہ تغیر معلوم میں ہے عالم میں نہیں۔ پس تحویل قبلہ کے وقوع سے پہلے تو اس طرح جانتے تھے کہ فلاں فلاں اشخاص اسلام پر رہیں گے اور فلاں فلاں مرتد ہوجاویں گے۔ جب تحویل قبلہ ہوگئی تو بصورت ماضی جان لیا باقی انکشاف دونوں حالتوں میں تام اور کامل ہے اور یہی مراد معلوم ہوتی ہے مفسرین کے اس قول کی لنعلم علم ظہور۔

قطب تکوین کو اپنے عہدہ کا علم ضروری ہے

احقر نے عرض کیا کہ کیا قطب تکوین کے لئے ضروری ہے کہ اس کو اپنے قطب ہونے کا علم ہو کیونکہ وہ ایک عہدہ ہے۔ فرمایا جیسا حسن میمندی جو سلطان محمود کا وزیر تھا اس کو تو اپنے وزیر ہونے کا علم تھا مگر ایاز کو اپنے محبوب ہونے کا علم ضروری نہیں کیونکہ محبوبیت کوئی عہدہ نہیں ایک قسم ہے قرب کی پس قطب الارشاد کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اپنے قطب ہونے کو جان بھی لے۔

ہر بستی کے لئے قطب ہوتا ہے

فرمایا۔ ایک وقت میں قطب متعدد بھی ہوسکتے ہیں۔ شیخ ابن عربیؒ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ ہر بستی میں خواہ وہ کفار ہی کی ہو قطب ہوتا ہے۔ اس کلام کے دو مطلب ہوسکتے ہیں ایک تو یہ کہ وہ وہاں ہی کے باشندوں میں ہو اور باطن میں مسلمان ہو مگر کسی خاص حالت کی وجہ سے اخفاء کرے اور یہ بعید ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ اس جگہ مقیم نہ ہو لیکن وہ بستی اس کے تصرف میں ہو جیسا تھانیدار کہ اُس کا تعلق دیہات سے بھی ہوتا ہے اور وہ خاص حالت موجب اخفاء ذرا دقیق ہے اور وہ بھی شیخ ابن عربیؒ ہی کے کلام سے مفہوم ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اس میں عقل نہ ہو جس کی وجہ سے کہ

وہ مکلّف ہو مگر صحیح الحواس ہو جیسے حیوانات اور صبیان کے حواس درست ہوتے ہیں مگر اس کی ایک خاص علامت ہے اس لئے ہر کافر کو قطب نہ سمجھے اور وہ علامت یہ ہے کہ اُس زمانہ کے اہل باطن کا اس کے ساتھ معاملہ دیکھا جاوے اگر وہ اس کا ادب کرتے ہوں تو ادب کرے اور اس کے بارے میں کفّ لسان کرے ورنہ ہر کافر کا معتقد نہ بنے کیونکہ اس طرح تو جہاد وغیرہ سب بند ہو جائے گا۔

سواد اعظم کون ہیں

فرمایا۔ اتبعوا سواد الاعظم میں اگر کثرت عددی ہی مراد ہو تو سواد اعظم سے مراد خیر القرون کے زمانہ کا سواد اعظم ہے کہ اُس میں اہل خیر غالب اور کثیر تھے۔

سماع مبتدی کے لئے مضر ہے

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحبؒ کا ارشاد ہے کہ سماع مبتدی کے لئے مضر ہے اور منتہی کو اس کی حاجت نہیں اور اس ضرر کو وہ شخص جو سماع میں مبتلا رہا ہو خوب سمجھے گا کیونکہ اس کو تو اس امر کا مشاہدہ ہے کہ سماع میں کچھ فائدہ نہیں

غیر مقلّد کی ایک نشانی

فرمایا۔ میں نے اہل بدعت کے سامنے کانپور میں غیر مقلد کی ایک نشانی بیان کی تھی جس سے وہ بدعتی غیر مقلد ثابت ہو گئے وہ یہ کہ غیر مقلد مسائل میں ہمیشہ قرآن و حدیث سے تمسک کرے گا اور فقہ سے کبھی مسئلہ نہ لے گا بخلاف ہمارے حضرات احناف کے گو لوگ ان کو غیر مقلد کہتے ہوں مگر وہ ہر مسئلہ میں فقہ سے تمسک کرتے ہیں۔ اور یہ تعریف بدعتیوں پر اس لئے صادق آگئی کہ اُن کی بدعات کا کتب مذہب میں تو پتہ نہیں لامحالہ وہ آیات و احادیث سے استدلال کرتے ہیں گو استدلال غلط ہی ہو۔

سماع کی اجازت

فرمایا۔ حاجی محمد اعلیٰ انبہٹوی مکہ شریف سے واپس آئے تو کہا کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے مجھ کو سماع کی اجازت دیدی ہے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ دیوبند تشریف لائے ہوئے تھے اور بہت بڑا مجمع تھا۔ مولاناؒ سے اس کا ذکر کیا گیا۔ فرمایا محمد اعلیٰ غلط

کہتا ہے اور اگر یہ صحیح کہتا ہے تو حاجی صاحبؒ غلط کہتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ مفتی نہیں ہیں یہ مسائل حضرت حاجی صاحبؒ کو ہم سے پوچھنے چاہئیں۔ واقعی اس کلام سے کہ جو حضرت مولاناؒ نے اس زور سے فرمایا ہے مقصود جاہلوں کو گمراہی سے بچانا تھا۔

لفظ زندیق اور اُستاد فارسی سے معرب ہیں

فرمایا۔ لفظ زندیق اور اُستاد فارسی سے معرب ہیں ان کی اصل زند اور اوستا ہے۔ مجوسیوں کی دو کتابیں ہیں پھر اُستاد کا اُستاذ بنایا گیا۔

انسان سے ہے کیا جو اپنا معتقد بنے

فرمایا۔ انسان وہ مراقبہ کرے جو میں نے کل بیان کیا تھا یہ بہت ہی مفید ہے اور واقعہ یہی ہے کہ انسان سے ہے کیا جو اپنا معتقد بنے۔ اپنی نماز کو دیکھ لے کیا یہ نماز اس لائق ہے کہ خدا تعالیٰ کے سامنے اس کو پیش کر سکے۔ اسی طرح ہر عبادت میں یہ مراقبہ کرے۔ اسی طرح علم کو بھی دیکھ لے پس تو پھر کس چیز کا معتقد ہو جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ لوگ ہمارے معتقد ہوں وہ اوّلاً خود اپنے معتقد ہوتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ انسان جب اپنے اندر کوئی چیز قابلِ اعتقاد نہیں دیکھے گا تو اپنا معتقد بھی نہیں ہو سکتا اور جب اپنا معتقد نہ ہوگا تو یہ کوشش بھی نہ کرے گا کہ لوگ میرے معتقد ہوں بلکہ اگر کوئی معتقد بھی ہو تو اُس کو یہی کہے گا کہ یہ شخص غلطی میں مبتلا ہے۔

ہماری نیکیاں دربار خداوندی کے اعتبار سے سیّئات ہیں

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحبؒ آیت یبدل اللہ سیئاتھم حسنات کے یہ معنی فرماتے تھے کہ ہماری موجودہ نیکیاں ہیں جو دربارِ خداوندی کے اعتبار سے معاصی اور سیئات ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے قبول فرما کر حسنات میں داخل فرمائیں گے۔

مختصر جواب لکھنا بہت مشکل ہے

فرمایا۔ مختصر جواب لکھنا خطوط کا بہت مشکل ہے کیونکہ اس میں اختصار کے

ساتھ یہ اہتمام کرنا پڑتا ہے کہ کوئی حصّہ خط کا بلا جواب نہ رہ جائے۔

ہمارا ایمان ہے کہ خداوند تعالیٰ عالم الغیب ہے

ایک شخص نے مندرجہ ذیل سوال کیا۔ ہمارا ایمان ہے کہ خداوند تعالےٰ عالم الغیب ہے اس کا عالم الغیب ہونا اس پر بھی دلالت کرتا ہے کہ اُسے مستقبل کے چھوٹے سے چھوٹے واقعہ کا علم ہے لہذا ہر کام کے لئے ایک طریق کار قبل از وقت مقرر ہو گیا۔ پھر اگر زید نے بکر کے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی بھی خبر تھی پھر اس نے اُس کو قتل کر ڈالا وہ بھی خداوند کریم کے علم میں تھا۔ پس لزوماً اسی طرح اس کام کو واقع ہونا چاہیئے ورنہ علم الٰہی باطل ٹھہرتا ہے۔ جب ہم اللہ تعالیٰ کے اس علم غیب کو ہر انسان کے مستقبل پر منطبق کرتے ہیں تو ہمیں انسان کو مجبور محض ماننا پڑتا ہے اور خدائے تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کی صفت پر ایمان رکھنا انسان کو مجبور ماننے کا مترادف ٹھہرتا ہے مگر باوجود اس کے ہم اس مذموم چیز کا نام سنتے ہی اپنے عقیدہ کو اس سے بری الذمہ ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نہیں اپنے افعال کے ہم خود مختار ہیں اور ذمہ دار ہیں جیسا چاہیں کر گذریں اس حال میں خدا کو ہمارے افعال کے علم سے نعوذ باللہ عاری ماننا پڑتا ہے۔ علاوہ ازیں خدا کو عالم الغیب مان کر دعا مانگنے کو بھی بیکار کہنے پر مجبور ہوتے ہیں کیونکہ ہر کام کو اسی طرح ہونا چاہیے جیسا اس کے متعلق خدا کو علم ہو چکا ہے وہ خود اپنے علم کے خلاف جو کہ ابھی سے مکمل ہے آئندہ کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ علم غلط ٹھہرتا ہے۔ اس کا مندرجہ ذیل جواب عنایت ہوا۔

فرمایا۔ یہ یقینی ہے کہ اختیار کا وجود بدیہی بلکہ حسّی اور مشاہد ہے اور یقینی اور بدیہی اور حسّی کی مصادمت اگر دلیل غیر یقینی کے ساتھ ہو تو بداہت اور حس کی نفی نہیں کریں گے بلکہ اس دلیل کو مخدوش کہیں گے تو تعیین اس خدشہ کی نہ کر سکیں مثلاً اگر دلیل ریاضی سے معلوم ہو کہ فلاں تاریخ فلاں وقت فلاں مقام پر پورے آفتاب کو کسوف ہوگا لیکن مشاہدہ سے کسوف کا عدم ثابت ہوا تو مشاہدہ کو غلط نہ

کہا جاوے گا بلکہ حساب میں غلطی ہو جانے کا حکم کریں گے گو یہ تعین نہ ہو سکے کہ کہاں غلطی ہوئی اور کیا غلطی ہوئی پس یہاں جب دلیل نافی ہوئی اختیار کی اور مشاہدہ اور بداہت سے اختیار ثابت ہے تو دلیل ہی کو متہم سمجھیں گے خواہ غلطی کچھ ہی ہو مثلاً یہاں اس دلیل میں یہ غلطی ہے کہ علم باری جو واقعہ قتل کے ساتھ متعلق ہوا ہے وہ مطلق نہیں بلکہ وہ ایک قید کے ساتھ متعلق ہوا ہے اور وہ یہ کہ زید بکر کو اپنے اختیار سے قتل کرے گا اس سے تو اختیار کا وجود اور بھی مؤکد ہو گیا نہ کہ معدوم ورنہ خلاف علمِ الٰہی لازم آئے گا۔ اور اگر اس اختیار کی کنہ اور اس کی وجہ ارتباط بالعلم کی تفتیش کر کے اس اشکال یعنی نفی اختیار کا اعادہ کیا جائے تو ایسا اشکال جبر کی کنہ اور اس کی وجہ ارتباط کی تفتیش کرنے سے بھی ہوتا ہے جس سے جبر کی بھی نفی ہوتی ہے۔ تقریر اس کی یہ ہے اگر تعلق علم و امتناع خلاف علم سے جبر لازم آتا ہے تو ظاہر ہے کہ علم کا تعلق معدوم محض سے تو ہو نہیں سکتا بلکہ عقلاً وہ موقوف ہے وجود معلوم پر اور اس کا وجود اگر بلا ارادہ ہے تو اس معدوم کا قدم لازم آتا ہے اور وہ بالمشاہدہ باطل ہے اور اگر ارادہ سے ہے تو ارادہ میں علم شرط ہے تو علم موقوف ہوا علم پر اور یہ دُور ہے۔ نیز علم مستلزم جبر ہے جیسا کہ سوال میں کہا گیا اور ارادہ مستلزم اختیار ہے جیسا کہ ارادہ کی حقیقت سے ظاہر یعنی تخصیص ماشاء لما شاء متی شاء اور یہ اجتماع متنافیین ہے اور یہ دور اور جمع لازم آیا ہے علم اور ارادہ سے تو علم اور ارادہ منفی ہوں گے اور علم ہی تو مقتضی تھا جبر کو جب مقتضی منفی ہوا تو مقتضی یعنی جبر بھی منفی ہو گا تو اس انتفاء میں اختیار کی کیا تخصیص ہے، جبر بھی منفی ہو گیا۔ اس لئے ان سب اشکالات سے نجات یہی ہے کہ جبر و اختیار کی کنہ اور وجہ ارتباط کی تفتیش نہ کی جاوے اور عجب نہیں کہ شارع علیہ السلام نے اسی لئے اس مسئلہ میں خوض کرنے سے منع فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔

مولانا رومؒ کے شعر کی توجیہ

فرمایا۔ مثنوی میں ہے ؎

ہر چہ گیرد علتی علت شود کفر گیرد کاملے ملت شود

اسکی توجیہ میں حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ پہلے مصرعہ کا مصداق منافق ہے کہ کلمۂ توحید پڑھنا اس کے لئے سب سے نیچے کے درجہ نار یعنی الدرک الاسفل من النار تک پہنچنے کا سبب ہو گیا اور دوسرے کی مثال جیسے حضرت عمار ابن یاسرؓ جنہوں نے کفار کے مجبور کرنے سے اپنی زبان پر کلمۂ کفر جاری کر لیا۔ اس کے بعد آیت اکراہ نازل ہونے سے اُن کا فعل قانونِ شریعت بن گیا کیونکہ اس واقعہ کے بعد آیت کا نزول ہو گیا کہ جب کوئی شخص خوف کے وقت بحالت مجبوری اپنی زبان پر کلمۂ کفر جاری کر لے تو جائز ہے۔

تلاک کہنے سے طلاق ہو گئی

ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ میں نے عورت کو لفظ طلاق نہیں کہا بلکہ تلاک کہا۔ فرمایا نکاح کے وقت بھی تو کیا نکاح نہ کہا تھا" نکاہ کہا تھا" اگر اس سے نکاح ہو گیا تھا تو تلاک سے طلاق بھی ہو گئی اور اگر اس سے نکاح نہ ہوا تھا تو عورت نکاح نہ ہونے کے سبب جدا ہونا چاہئے۔

مکمل

الکلام الحسن

ملفوظات

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ

دوم

مرتبہ

عارف باللہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن نور اللہ مرقدہٗ

بانی جامعہ اشرفیہ لاہور

ناشر

المکتبۃ الاشرفیۃ

جامعہ اشرفیہ
فیروز پور روڈ
لاہور پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین الکلام الحسن جلد دوم

ختم شُد

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

ملفوظات

ملقب بہ

الکلام الحسن

(ازارشادات و ملفوظات حضرت حکیم الامت مرشدی و مولائی جناب مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہم)

(جمع کردہ حضرت مولانا مولوی مفتی محمد حسن صاحب مدت فیوضہم مہتمم جامعہ اشرفیہ، لاہور)

خداتعالیٰ کا ہزار احسان اور صد ہزار منت ہے کہ ملفوظات "الکلام الحسن" کا وہ حصہ جو مطبوعہ تھا بخیر و عافیت ختم ہو گیا۔ یہ وہ حصہ تھا کہ اس کا ایک ایک حرف حضرت اقدس حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہم کی نظر اصلاحی سے گذرا ہوا اور حضرتؒ کا تصحیح فرمایا ہوا تھا اب اسی لقب کے ساتھ ملفوظات کا وہ مجموعہ شروع کیا جارہا ہے جو حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدظلہم کے پاس محفوظ ہے اور اب تک طبع نہیں ہوا۔

چونکہ اس مجموعہ پر حضرت اقدس سرہٗ کی نظر اصلاحی نہیں ہوئی اس لئے حضرت مفتی صاحب نے فرمایا ہے کہ اس مجموعہ کو شروع کرنے سے قبل مندرجہ ذیل تنبیہ کا اضافہ کر دیا جاوے۔ (مدیر)

ضروری تنبیہ

چونکہ حضرت صاحب ملفوظات رحمۃ اللہ علیہ کی نظر اصلاحی کے شرف سے یہ مجموعۂ ملفوظات بخلاف گذشتہ مجموعہ کے، محروم ہے۔ اس لئے اگر اس میں کوئی بات خلاف تحقیق نظر آئے وہ اس بے علم و بے مایہ، نااہل و ناکارہ کی یادداشت یا نقل یا ناواقفیت یا فہم وغیرہ کی کوتاہی سمجھی جائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہرگز منسوب نہ کی جائے کہ وہ ذات والاصفات ایسی باتوں سے کہیں بالا اور ارفع و اعلیٰ تھی۔ فقط

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

علاج امراض نسخہ معلوم ہونے کے باوجود شیخ کامل کی ضرورت

ایک صاحب نے لکھا تھا کہ "حضور والا کی کتابوں کا مطالعہ کرکے اپنے اندر امراض کا مطالعہ کرتا ہوں۔ جس مرض کو اختیاری پاتا ہوں اُس کا ازالہ کرتا ہوں۔ جس کو غیر اختیاری پاتا ہوں اُس کی طرف قطعاً التفات نہیں کرتا۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟ (جواب حضرت والا) ٹھیک ہے۔ مگر اس میں ایک اضافہ کی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ استعمالِ اختیار کے وقت بعض عوارض[1] پیش آجاتے ہیں۔ شیخ کو اُنکی اطلاع کرکے تدبیر پوچھنا چاہیے"۔ فرمایا یہ اس واسطے لکھ دیا ہے کہ یوں نہ سمجھ جاوے کہ بس فن حاصل ہوگیا اب مصلح[2] کی ضرورت نہیں رہی۔

"آپ جو فرمائیں" صیغہ استفسار نہیں

ایک صاحب نے لکھا تھا "جو آپ فرماویں" جواب میں ارقام فرمایا۔ "مجھ کو جو فرمانا تھا فرما چکا" (اس سے قبل حضور پہلے خطوط میں فرما چکے تھے) اب آپ کے فرمانے کا وقت ہے سو تم نے کچھ فرمایا نہیں اختیار ہے۔ جب پوچھو گے بتلادوں گا۔ اور یہ صیغہ پوچھنے کا نہیں۔

کبر اور عُجب کے زہروں میں فرق

فرمایا۔ بعض دفعہ کبر کے علاج سے عُجب پیدا ہوجاتا ہے۔ مثلاً ممتاز آدمی جوتے سیدھے کرنے کا کام کرے تو اس سے تواضع اور پھر اُس سے عُجب پیدا ہوگا۔ اس جگہ مبصّر[3] کی ضرورت ہے کہ کس طریق کو اختیار کرے۔ کبر کا زہر تو عقرب[4] کا زہر ہے کہ پتہ چل جاتا ہے۔ عُجب کا زہر سانپ کا زہر ہے کہ اندر ہی اندر تباہ کردیتا ہے اور پتہ بھی نہیں چلتا۔

قبور پر حاضری سے ارواح کو مسرّت ہوتی ہے

فرمایا۔ ایصالِ ثواب تو قبور پر حاضر ہو یا نہ ہو دونوں طرح برابر ہے لیکن حاضری سے ارواح کو مسرّت ہوتی ہے۔ جیسا کوئی ڈاک کے ذریعہ سے روانہ کرے۔ اور کوئی اپنے ہاتھ سے دے۔

---

[1] رکاوٹیں ۱۲ [2] یعنی شیخ کی ۱۲ [3] یعنی شیخ کامل کی ۱۲ [4] بچھو ۱۲

خواب میں کبھی ارواح سے ملاقات ہو جاتی ہے

فرمایا۔ رؤیا[1] میں کبھی تو ارواح کی ملاقات ہو جاتی ہے اور کبھی عالم مثال میں اشباح ہیں۔ اُن کا انکشاف ہو جاتا ہے

امور اختیاریہ اور امور تکوینیہ کی تفویض

تفویض[2] تکوینی امور میں تو تسلیم و رضا اور ترکِ عمل ہے اور تفویض امور اختیاریہ میں یہ ہے کہ عمل کر کے ثمرہ میں تسلیم کرے

کیا ارواح کبھی اس عالم میں آتی ہیں؟

فرمایا۔ ارواح کبھی اس عالم میں آجاتی ہیں لیکن عوام کو اس کی اطلاع مضر ہے کیونکہ وہ لزوم[3] کے قائل ہو جاتے ہیں۔ قاضی ثناء اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ کبھی وہ قتال میں بھی شریک ہو جاتی ہیں۔

انبیاء اور اولیاء بیدار مغز اور عاقل ہوتے ہیں :۔ ولایت چونکہ نبوت

ولایت چونکہ نبوت سے مستفاد[4] ہے۔ اس واسطے جو ولایت جس قدر نبوت کے مشابہ ہو گی وہ کامل ہو گی اور تمام انبیاء بیدار اور عاقل ہوتے ہیں۔ کوئی بھولا نہیں ہوا۔

طریق باطن میں سب سے پہلے کبر کے ازالہ کی ضرورت ہے

فرمایا اس طریق[5] میں سب سے اول کبر کا ازالہ ضروری ہے پھر آگے رستہ صاف ہے چلے چلو۔

دفعِ وساوس کا ایک آسان علاج

فرمایا۔ وساوس کے دفع کا علاج تو یہ ہے کہ اُن کی طرف تعرض و توجہ نہ کرے مگر یہ مشکل ہے تو اس واسطے یہ بتلا دیا جاتا ہے کہ کسی ایسے کام میں لگ جاوے جس میں قوت[6] فکریہ کے صرف کی ضرورت ہو تو اس صورت میں توجہ وساوس کی طرف نہ رہے گی۔

نسبت مطلوبہ کی حقیقت

فرمایا۔ نسبت[7] مطلوبہ کی حقیقت کو بہت سے مشائخ غلط سمجھے ہوئے ہیں۔ صرف ملکۂ[8] یادداشت کو نسبت سمجھتے ہیں اور یہ بالکل غلط ہے۔ نسبت کی حقیقت یہ ہے کہ عبد[9] کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا تعلق ہو کہ اُس کے آثار میں سے کثرتِ ذکر اور دوام اطاعت

---

[1] خواب ۱۲ [2] اپنے کو خدا کے سپرد کر دینا کہ ہر بات پر اس سے راضی رہے ۱۲ [3] یعنی وہ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ان کا اس عالم میں آنا لازمی ہے ۱۲ [4] یعنی نبوت کا پرتو ہے ۱۲ [5] یعنی طریق باطن میں ۱۲ [6] یعنی ایسا کام کرنے میں لگ جائے جس میں فکر کی اور سوچنے کی ضرورت پڑے ۱۲ [7] یعنی وہ تعلق جو خدا تعالیٰ کے ساتھ بندوں کو ہونا چاہئے ۱۲ [8] یعنی کثرت کے ساتھ خدا کو یاد رکھنا ۱۲ [9] بندہ ۱۲

ہو۔ اور حق تعالیٰ کی طرف سے قرب اور رضا۔ مطلق ملکۂ یادداشت تو غیر مسلم کو بھی مشق سے حاصل ہو جاتا ہے۔

اعمال صالحہ سے حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت پیدا ہوتی ہے

فرمایا۔ عمل سے حق تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے جیسے روز مرہ کسی کے پاس آنے جانے سے اُس سے محبت ہو جاتی ہے آیت میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ — یعنی اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی) پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

محبت کو اتباع پر مرتب فرمایا اور اتباع عمل ہے تو عمل سے محبت آئے گی۔ بظاہر اشکال ہے کیوں چاہئے تھا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ — اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا سے تم کو محبت ہو جائے گی۔

جواب یہ ہے کہ انسان کو حق تعالیٰ کی محبت نہیں کیونکہ محبت موقوف ہے معرفت[1] پر۔ اور ہم کو معرفت کامل ہی نہیں۔

ذکر میں تشویش بہت مضر ہے

فرمایا۔ کہ ذکر میں تشویش بہت مضر ہے۔

مال پر کمال کو ترجیح ہے

فرمایا۔ مال کے مقابلہ میں کمال کو ترجیح ہے۔ کیونکہ کمال صفت[2] متصل ہے اور مال ایک منفصل[3] شے ہے۔ اگر چور لے گئے تو پھر ختم۔

عربی پڑھنے کا مقصد

فرمایا۔ انگریزی پڑھ کر اگر کامیابی نہ ہوئی تو عمر بھر حسرت۔ اور عربی میں حسرت نہیں کیونکہ اس کے پڑھنے سے غرض دین ہے۔

---

[1] کامل پہچان ۱۲ [2] یعنی ہمیشہ ساتھ رہنے والی ۱۲ [3] یعنی یہ ایسی چیز ہے جو انسان سے الگ ہے ۱۲۔

ڈوبتوں کو کون بچائے

فرمایا۔ "بگیرد غریق را"[1] میں غریق کو وہ بچائے کہ خود اُس کے ساتھ غریق نہ ہو۔ اور اس کی تحقیق کسی محقق سے کرالے۔

ذکر اور اعمال سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے

فرمایا۔ ذکر اور اعمال سے محبت کا حدوث[2] تو ہو جاتا ہے ظہور نہیں ہوتا۔ اور موقع پر ظہور بھی ہو جاتا ہے یہاں تک کہ جان دینی آسان ہو جاتی ہے۔

حصول محبت الٰہی کا اصل طریقہ

فرمایا۔ حصول محبت کا اصل طریقہ اہل محبت کی مجلس ہے اور ذکر اس کا معین ہے اور ترکِ معاصی شرط ہے۔[3]

اہلِ محبت کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں

فرمایا۔ اہلِ محبت کی ذمہ داریاں اور قیود بڑھ جاتی ہیں۔ اسی طریق سے ہے النفل[4] یلزم

---

[1] حضرت شیخ سعدیؒ نے گلستاں میں ایک حکایت تحریر فرمائی ہے " صاحبدلے بمدرسہ آمد زخانقاہ ؛ بشکستہ عہدِ صحبت اہلِ طریق را ؛ گفتم میان عالم و عابد چہ فرق بود ؛ تا کردی اختیار ازاں ایں فریق را ؛ گفت او گلیم خویش بدر می برد زموج ؛ ویں جہد می کند کہ بگیرد غریق را ؛" جس کا حاصل یہ ہے " ایک شخص درویشوں کی صحبت کو چھوڑ کر خانقاہ سے مدرسہ میں علماء کی صحبت میں آگیا تو میں نے اُس سے سوال کیا تم نے علماء اور درویشوں میں کیا تفاوت پایا کہ ان کو چھوڑ کر اُن کی صحبت اختیار کی؟ اُس نے کہا کہ میں نے یہ فرق دیکھا کہ درویش تو صرف اپنی گدڑی کو طوفان کی موجوں سے بچا کر نکال لے جانے کی فکر کرتے ہیں۔ اور علماء اس کوشش میں رہتے ہیں کہ ڈوبتوں کو بھی بچالیں" اس ملفوظ میں حضرت اقدس قدس سرہٗ نے اس حکایت کا آخری جملہ نقل فرمایا ہے اور مقصود یہ ہے کہ وہی عالم دوسرے کی راہبری کر سکتا ہے جو خود بھی راہ یافتہ اور عمل کرنے والا ہو ورنہ نرے علم سے کچھ نہیں ہوتا ۱۲ [2] یعنی محبت پیدا تو ہو جاتی ہے مگر ظاہر نہیں ہوتی ۱۲ [3] یعنی خدا تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اُن لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے جن کو حق تعالیٰ کی محبت حاصل ہے اور ذکر کرنے سے اس میں مدد ملتی ہے۔ اور گناہوں کا ترک کرنا اس کے لئے شرط ہے یعنی تین کام کرنے سے خدا تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ اوّل اہل محبت کی صحبت۔ دوم ذکر۔ سوم گناہوں سے بچنا ۱۲
[4] یعنی اگر نفل نماز شروع کر دی جائے تو اس کا پورا کرنا ضروری ہو جاتا ہے ۱۲

بالشروع۔ کیونکہ نفل دلیل محبت ہے۔

"تربیت السالک" حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی ایک انوکھی ایجاد

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان خطوط میں جو تعلیم کے متعلق ہیں بعض بعض جگہ اخلاق کے خاص خاص علاج ہیں۔ باقی اس طرح کی تفصیل نہیں کیونکہ صحبت کی برکت سے خود بخود اصلاح ہو جاتی تھی (گویہ "تربیت السالک" حضور والا کا اہل زمانہ کے لئے اجتہاد ہے جو بالکل رحمت حق تعالیٰ ہے۔

کبھی معصیت مخلوط بالطاعت اس طاعت کا کفارہ بن جاتی ہے

فرمایا۔ کبھی معصیت[1] مخلوط بالطاعت ہوتی ہے۔ اُس طاعت کو معصیت کا کفارہ بنا دیا جاتا ہے۔ فرمایا اس کی دلیل ابوداؤد کی حدیث ہے جس میں ایک صاحب نے جھوٹی قسم کھائی تو حضورؐ نے فرمایا کہ تو نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایسے اخلاص سے کہا کہ حق تعالیٰ نے تجھ کو معاف فرما دیا۔ قسم جھوٹی معصیت اور کلمہ لَآ اِلٰہَ طاعت ہے۔ اس طاعت سے معافی فرمائی گئی

قصہ پیر چنگی کا جو مثنوی میں ہے اس کو حدیث سے حل کیا۔ پیر چنگی کا گانا تو منع تھا اور اخلاص یہ عبادت تھی اس اخلاص کی وجہ سے وہ گانا معاف کر دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا پیر چنگی کی دلجوئی کا۔

اس جگہ حضرت سے مولانا خیر محمد صاحب نے سوال کیا کہ "پھر تو کل بدعات جائز ہوئی جاتی ہیں۔ فرمایا کہ یہ فتویٰ نہیں بیان ہو رہا ہے یہ اسرار ہیں لکھے نہ جائیں تاکہ اشرار تک نہ پہنچ جاویں

اکبر حسین جج کے ایک آیت قرآنی کے اشکال کا عجیب جواب

فرمایا کہ اکبر حسین الہ آبادی کی ملاقات کا سبب یہ ہوا کہ اس نے اپنے استاد مولوی محمد یعقوب سے یہ دریافت کیا کہ قرآن شریف میں ایک آیت یہ ہے مَآ اَرْسَلْنَا[2] مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ اور دوسری آیت یہ ہے مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ۔ ان میں بظاہر تعارض ہے۔ مولوی صاحب نے یہ سوال میرے پاس ذکر کیا۔ تو میں نے کہا کہ بِلِسَانِ قَوْمِهٖ فرمایا ہے بِلِسَانِ اُمَّتِهٖ نہیں فرمایا۔ قوم کے معنی برادری ہے اور آپ کی برادری قریش تھی۔ ان کی زبان عربی تھی اور آپ کی زبان بھی عربی تھی "امۃ" عام ہے۔ جب مولوی صاحب نے اُن سے یہ ذکر کیا تو اُس نے کہا کہ

---

[1] جیسے کوئی گناہ ایسا ہوتا ہے کہ اس میں کچھ عبادت بھی ملی ہوتی ہے [2] اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس قوم کی زبان میں ۱۲

[3] اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو) مگر تمام لوگوں کے واسطے ۱۲

یہ جواب کس نے دیا۔ انہوں نے میرا ذکر کیا تو فوراً آیا اس کے بعد مجھ سے محبت کرتا تھا اور نو تعلیم یافتہ لوگوں کے بہت خلاف تھا۔ پردہ کے بارہ میں جو لوگ شریعت کے خلاف ہیں اُن کی نسبت اُس کا یہ شعر ہے ؎

ہمت مرداں[1] ایں زماں بہ ہمیں مقصود است کہ زنے از پردہ بیروں آید و کارے بکند

اہلِ بدعت سے ہمیشہ فقہ سے گفتگو کرو

فرمایا۔ اہل بدعت سے جب گفتگو کرو تو فقہ سے کرو۔ قرآن شریف تو متن کی طرح ہے اسی طرح حدیث میں بھی عنوان عام ہوتا ہے۔ اہل بدعت جب تمسک کریں گے تو حدیث اور قرآن سے مثلاً قیام مولود کے بارہ میں تُوَقِّرُوْهُ وَتُعَزِّرُوْهُ۔ علیٰ ہذا القیاس۔

ایک شیعہ رئیس کو اس کی درخواست استفادہ پر مسکت جواب

فرمایا۔ ایک شیعی رئیس آگرہ کے علاقہ کا تھوڑے دن ہوئے آیا۔ پہلے تو اس نے پتہ نہ چلنے دیا۔ گو قرائن سے میں سمجھ گیا کہ شیعہ ہے۔ کتب تصوف کا بہت مطالعہ کر رکھا تھا۔ میری کتابیں بھی کچھ دیکھی تھیں۔ کچھ سوال تصوف کے متعلق کئے۔ جی تو نہیں چاہتا تھا کہ جواب دوں۔ مگر مہمان سمجھ کر جواب دیا۔ خوش ہوا اور کہا کہ میں نے مجتہدین سے یہ سوال کئے مگر کسی نے جواب نہیں دیا۔ پھر کہا کہ خانقاہ امدادیہ سے کسی غیر فرقہ[2] ناجیہ کو بھی استفادہ[3] ہو سکتا ہے۔ میں نے کہا اس کے جواب کے واسطے یہ جلسہ کافی نہیں یہ سوال تحریری ہونا چاہئے پھر جواب دوں گا۔ پھر اُس نے سوال تحریری کیا تو میں نے جواب دیا کہ یہ سوال ایسا ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ میرا وضو نہیں تو بلا وضو بھی مجھ کو نماز پڑھا دو گے یا نہیں۔ تو ایسے شخص سے میں یہ کہوں گا کہ تو وضو کر بھی سکتا ہے یا نہیں؟ اس سے زیادہ صاف جواب دینا بے مروّتی ہے۔

حضرت حکیم الامت رحؒ کی حضرت محدث کشمیری رحؒ کے وعظ میں شرکت اور اُن پر اعتراض کرنے والے کو جواب

فرمایا۔ کہ شملہ گئے۔ مولانا انور شاہ صاحب رحؒ کے وعظ کا عنوان "اعجاز قرآن" رکھا۔ اس پر

---

[1] اس زمانہ کے لوگوں کی ہمت بس اسی حد تک ہے کہ کوئی عورت پردہ سے باہر آئے اور کوئی کام کرے ۱۲

[2] یعنی ایسے فرقہ کو جو آپ کے مسلک کا نہ ہو مگر ہو مسلمان ۱۲ [3] فائدہ ۱۲

شاہ صاحب نے تقریر فرمائی اور سننے کے لئے میں بھی ایک حیلہ سے شریک جلسہ ہوا کیونکہ شاید شاہ صاحبؒ کو کچھ حجاب ہوتا اس لئے چھپ کر شریک ہوا عجیب تقریر تھی اور بہت مغلق تھی گویا ایک متن تھا جس کو بڑی شرح کی ضرورت تھی۔ بعد میں سُنا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان کو یہاں آنے کی کیوں تکلیف دی۔ یہ تقریر تو دیوبند میں فرما دیتے

دوسرا اعتراض میرے متعلق تھا۔ وہ یہ کہ وہاں پر ایک صاحب تھے جو کسی بڑے فوجی افسر کو وعظ سننے کے لئے کسی طرح لے آئے۔ مگر جب وہ وہاں پہنچے اور مجھے دیکھا تو اپنے ساتھی سے کہا کہ یہ شخص کیا وعظ کہے گا جس کا لباس تک ٹھیک نہیں۔ نہ ٹوپی درست ہے نہ کُرتہ قیمتی ہے۔ یہ کہہ کر وہ جانے لگے۔ مگر ان صاحب نے کہا کہ آپ جب تشریف لے ہی آئے ہیں تو تھوڑی دیر تو بیٹھیے غرض ان دونوں میں کشمکش ہوئی۔ آخر کار اُن کو بیٹھنا پڑا۔ اور وعظ شروع ہوا تو اس میں کچھ دلچسپی ہوئی پھر آخر تک بیٹھے رہے۔ اور وعظ ختم ہونے پر کہا کہ میری رائے غلط تھی۔ درحقیقت علم اور ہی چیز ہے کہ لباس وغیرہ کو اس میں دخل نہیں۔

مجھے ان دونوں باتوں کا پتہ چلا تو میں نے دوسرے وقت کے بیان میں وعظ کو روک کر یہ کہا کہ لوگوں کو ہمارے متعلق کچھ شکایت ہے۔ اوّل شاہ صاحب کی تقریر کے متعلق یہ اعتراض ہے کہ بہت مغلق تھی۔ تو آپ لوگ اس سے یہ نہ سمجھیں کہ علماء کو سہل بیانی پر قدرت نہیں اور نہ یہ سمجھا جائے کہ جب کوئی سمجھا ہی نہیں تو فائدہ کیا ہوا؟ بلکہ اخلاق میں بھی حکمتیں اور فوائد ہیں۔ ایک حکمت یہ ہے کہ تم کو اپنی حیثیت معلوم ہو جاوے کہ ایک عالم کی تقریر سمجھنے کی بھی قدرت نہیں کیونکہ آجکل ہر شخص مجتہد بننے کا مدعی ہے۔ بس قرآن مجید کا ترجمہ دیکھ لیا اور دو چار سائنس کے رسالے پڑھ لئے اور اپنے آپ کو عالم سمجھنے لگے۔ تو کل کی تقریر سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ آپ ایک عالم کی تقریر سمجھنے کی بھی استعداد نہیں رکھتے۔ اور اس میں کتنی اصلاح اور نفع ہے۔ چاروں طرف سے آواز آئی کہ "ٹھیک ہے ٹھیک ہے"۔

دوسرا اعتراض مجھ پر ہے وہ یہ کہ اس کا لباس قیمتی نہیں وعظ میں اثر کیا ہو گا۔ سو ہم نے اس سے پہلے تو کہیں یہ بات سنی نہیں تھی کہ وعظ کہنے کے لئے قیمتی لباس کی ضرورت ہے یہیں آکر سُنی ہے۔ تو بات یہ ہے کہ ہم لوگ علم حاصل کر کے کسی بڑے منصب پر تو پہنچنے کی ہوس نہیں رکھتے کہ

قیمتی لباس بنا سکیں یہی ہے کہ کسی مدرسہ میں مدرس ہو گئے یا کسی مطبع میں مصحح۔ تو اس میں اتنی آمدنی کہاں کہ قیمتی لباس بنایا جا سکے۔ اس لئے ہم تو اس سے یوں معذور ہیں۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ جب تک لباس قیمتی نہ ہو وعظ کا اثر نہیں ہوتا۔ لہذا معترض صاحب دو دو سو روپیہ کا جبّہ بنوا کر جلدی ہم کو پہنچائیں تاکہ ہم وعظ کہیں۔ اور اگر ان کو یہ اشکال ہو کہ پھر تو جس کو وعظ کے لئے بلائیں گے اس کو ایک عبا بھی تیار کرا کے دینا پڑے گی اور یہ بہت مشکل ہے تو جب اعتراض کرو گے پھر دینا پڑے گا مگر ہم یہ احسان کریں گے کہ اس عباء کو وعظ کہنے کے بعد یہیں چھوڑ جائیں گے تاکہ جو شخص وعظ کہنے کے لئے آئے وہ اس کو پہن کر وعظ کہہ دیا کرے اور پھر اُتار کر رکھ دیا کرے اگر کسی دوسری جگہ اسی قسم کا اعتراض ہوا تو وہاں بھی یہی کہیں گے اب میں منتظر ہوں کہ معترض صاحب کی طرف سے ہمیں جلدی عبا پہنچے۔ اگر اس کے بعد بھی نہ پہنچی تو پھر اُسے ڈوب مرنا چاہیئے۔ اسی وعظ میں میں نے یہ بھی کہا کہ سُنا تھا شملہ بقدر علم ہوتا ہے مگر شملہ میں آکر معلوم ہوا کہ شملہ بقدر جہل ہے۔

کمال کی دو قسمیں

فرمایا۔ کہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تمام مجاہدات کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ میں کچھ نہیں۔ اس پر ایک مرتبہ حلف اٹھایا تو مولانا کے حلف میں ایک مخالف اور ایک موافق جھگڑ رہے تھے۔ مخالف کہتا تھا کہ مولانا سچے ہیں کہ کچھ بھی نہیں۔ مولانا صاحب کا معتقد حیران تھا کہ اگر کامل ہیں تو قسم جھوٹی ہے اور اگر سچے ہیں تو کچھ بھی نہیں۔ میں نے اُس سے کہا کہ کمال دو قسم کے ہیں ایک حاصل[1] اور دوسرا متوقع[2]۔ کمال حاصل کے لحاظ سے کامل تھے اور کمال متوقع کے لحاظ سے حلف اٹھایا۔ مثلاً شرح جامی پڑھا ہوا اوپر[3] کے فنون کی نسبت یہ کہے گا کہ میں کچھ نہیں مگر میزان[4] والے کی نسبت وہ عالم ہے۔

ریاءُ الشیخ خَیرٌ مِّنْ اِخلاصِ المُرِید کا مفہوم

فرمایا۔ کہ ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید (پیر کی ریا مُرید کی ریا سے بہتر ہے)

---

[1] یعنی جو فی الحال موجود ہے ۱۲ [2] یعنی جس کے حاصل ہونے کی امید ہے ۱۲ [3] اس سے بڑی کتابوں کے متعلق ۱۲ [4] ایک چھوٹی کتاب کا نام ہے ۱۲

کیونکہ شکل ریا کی ہوتی ہے حقیقت ریا کی نہیں۔

حقیقت ریاء :

اِرَادَۃُ الْعَمَلِ لِلْغَرَضِ الْفَاسِدِ — کسی نیک کام کا ارادہ کرنا کسی بیہودہ غرض سے

اور شیخ کی ریاء :

اِرَادَۃُ الْعَمَلِ لِلْغَرَضِ الصَّحِیْحِ — کام کا ارادہ صحیح غرض کے واسطے کرنا ہے

حق تعالیٰ شانہٗ علوم تو اہل حق ہی کو عطا فرماتے ہیں

فرمایا۔ کہ علوم تو حق تعالیٰ اہل حق ہی کو عنایت فرماتے ہیں۔ منطقیوں کو تو اس کی ہوا بھی نہیں لگنی۔ حضرت حاجی صاحبؒ کے علوم کو دیکھئے مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ نے قسطنطیہ جانے کے وقت جب اُن کو سُلطان نے بلایا تھا حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تھا کہ آپ اجازت دیں تو آپ کا تذکرہ سلطان سے کروں۔ فرمایا کہ پھر کیا ہوگا غایتؔ یہ ہوگی کہ معتقد ہو جائے گا۔ پھر یہ ہوگا کہ آپ کی طرح بلائے گا۔ پھر یہ ہوگا کہ بیت اللہ سے بُعد اور بیت السلطان سے قُرب ہوگا۔ اس تقریر میں ایک گونہ شان تھی تو بعد میں حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہاں سلطان چونکہ عادل ہے اور سلطان عادل کی دعا منظور ہوتی ہے اس واسطے میرے لئے دعا کرائیں۔ اس سے نفس پر لتاڑ ہے۔ پھر فرمایا دُعا کا طریق بھی میں عرض کر دیتا ہوں۔ میرا اسلام عرض کر دیں وہ وعلیکم کہیں گے۔ یہی دعا ہے۔ سبحان اللہ کیسے علوم تھے۔

جالینوس کے اشکال کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدلل ارشاد

فرمایا۔ کہ اہل حق نہایت مشکل مضمون کو سہل عنوان سے بیان کر دیتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جالینوس نے سوال کیا کہ حوادث اگر تیر ہوں اور فلک کمان ہو اور حق تعالیٰ چلانے والے ہوں تو بچ کر کہاں جائے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کمان والے کے پہلو میں چلا جاوے۔ جالینوس حیران ہو کر کہنے لگا یہ جواب نبی کے سوا دوسرا نہیں دے سکتا۔

فرعون اور منصور کے انا الحق کہنے میں فرق

ایک بزرگ کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ فرعون نے اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی

---

1. انتہا ۱۲

(میں تمہارا رب ہوں) کہا تو وہ مردود ہوگیا اور منصور نے اَنَا الْحَق (میں خدا ہوں) کہا تو مقبول ہوگیا۔ جواب ملا کہ فرعون نے ہمارے مٹانے کے لئے کہا اور منصور نے اپنے مٹانے کے لئے کہا۔ مولانا رومؒ نے اس کو ذکر کیا ہے ؎

گفت فرعونے انا الحق گشت پست گفت منصورے انا الحق گشت مست
لعنت اللہ آں انا را در قفا رحمت اللہ ایں انا را در وفا

گنگوہ کے ایک بزرگ کی حکایت

فرمایا۔ گنگوہ میں ایک بزرگ تھے جن کا نام صادق تھا وہ مرید کم کرتے تھے۔ دو شخص ان کے پاس آئے انہوں نے دونوں کا امتحان کیا اور کہا کہ کہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ صادق رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ ایک بھاگ گیا۔ دوسرے نے کہدیا۔ اس کو بیعت کر لیا اور فرمایا کہ تم نے کیا سمجھا اُس نے کہا میں نے آپ کو رسول تو نہیں سمجھا۔ یہ تاویل کر لی کہ رسول اللہ مبتدا اور صادق خبر مقدم ہے۔ فرمایا کہ میری بھی یہی مراد تھی۔

حضرت حاجی صاحبؒ کے سلسلہ میں فاقہ نہیں

فرمایا۔ حاجی صاحبؒ کے سلسلہ میں فاقہ نہیں۔ ایک شخص نے کہا کہ فلاں آدمی کو تنگی ہے۔ حیران ہوکر فرمایا کہ ہمارے ہاں تو فاقہ نہیں۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ مرید نہ تھا۔ خدا جانے بلاواسطہ مرید کے لئے یہ ارشاد ہے یا عام ہے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کے سلسلہ میں داخل ہونے کی برکت

فرمایا کہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں اور مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں داخل ہونے سے محبت دنیا فوراً جاتی رہتی ہے اور خوش فہم بھی صحیح ہوجاتا ہے اور فاقہ بھی جاتا رہتا ہے۔ خاتمہ اولیاء کی طرح ہوتا ہے یا بالخیر ہوتا ہے۔

حضرت فرید عطارؒ کے ایک شیخ کی حکایت

فرمایا۔ شیخ فرید عطارؒ کے کئی شیخ تھے۔ ایک شیخ ایک لڑکی پر فریفتہ ہوکر نصرانی ہوگئے تو مرید اُن کو چھوڑ کر آگئے۔ عطارؒ نے فرمایا کہ ظالمو! شیخ کو جہنم میں چھوڑ کر آگئے۔ خود وہاں گئے اور اُن سے ادب سے ملے۔ پھر رات کو مسجد میں جاکر بہت دعا کی مگر تبلیغ اُن کو نہ کی۔ کیونکہ تبلیغ ہو

تھی صبح جب ملے تو شیخ نے کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی رح کو روحِ تصوّف حاصل تھی

فرمایا۔ کہ مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی بہت مستغنی تھے گو صوفی نہ تھے مگر روحِ تصوّف اُن کو حاصل تھی۔ جو مجاہدہ سے حاصل ہوتا وہ ان کو فطرۃً حاصل تھا۔ اُن کے ایک بھائی تھے وہ بھی نہایت سادہ تھے اور حکیم تھے۔ آٹھ آنہ اُن کی فیس تھی۔ بہت لائق تھے۔ ایک دفعہ کسی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج کے بارہ میں غزل کہی کہ شب معراج میں فلک پر شور تھا تو حکیم صاحب نے کہا بالکل جھوٹ ہے کسی کو کچھ پتہ نہ تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام ساتھ تھے اور جب دروازہ پر جاتے تو فرشتے پوچھتے کہ کون ہو۔ اور ایک شخص کہہ رہا تھا کہ بلالو یا رسول اللہ تو حکیم صاحب نے کہا "تم کو بلالیں؟ تیرے لئے پالکی بھیجیں گے"

منطقیوں اور اہلِ حق کے علوم میں فرق

فرمایا۔ کہ کوئی پوچھتا ہے کہ کیا حال ہے تو کہتا ہوں کہ تیر تو جاتا رہا کمان باقی ہے اور کیا کہوں؟ اہلِ حق کے علوم بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ منطقیوں کے علوم یہ ہیں کہ:

کَلَامِیْ ھٰذَا کَاذِبٌ میرا یہ کلام جھوٹ ہے

بھی حل نہیں ہوتا۔ یہ نہیں سمجھے کہ احتمال صدق و کذب اُس کلام میں ہوتا ہے جو محاورہ میں بولے جاتے ہیں۔ یہ تو گھڑی ہوئی مثال ہے۔ اسی طرح ایک اشکال اور ہے وہ یہ کہ موجود دو قسم ہے۔ موجود فی الخارج اور موجود فی الذہن اور یہ دونوں قسم ہیں۔ پھر شبہ یہ ہے کہ موجود فی الذہن بھی موجود فی الخارج ہے کیونکہ ذہن خارج میں ہے اور جو موجود فی الخارج میں ہوگا وہ خارج ہو گا۔ تو فرمایا جواب یہ ہے کہ موجود فی الخارج کا مطلب ہے کہ موجود فی الخارج بلا واسطہ۔ اور جو موجود فی الذہن ہے وہ فی الخارج بالواسطہ ہے تو یہ موجود فی الخارج نہ ہوگا۔ فرمایا کہ پڑھنے کے وقت ذہن اِدھر گیا تھا۔ منطقیوں نے اس کے جواب میں بہت کچھ لکھا ہے مگر صرف الفاظ کی پرستش ہے۔[۱]

ایک غیر مقلد کو اُس کی درخواست بیعت کے جواب میں ارشاد

فرمایا۔ کہ ایک غیر مقلد کا خط آیا تھا کہ "مجھ کو بھی بیعت کرلو گے؟ میں نے جواب دیا کہ

---

[۱] ملفوظ چونکہ بعض علمی اصطلاح پر مشتمل ہے اس لئے غیر اہل علم حضرات کو سمجھنا مشکل ہے ۱۲

"تم میری تقلید بھی کرو گے یا نہیں؟" پھر جواب دیر کے بعد آیا کہ "اس کا جواب تو نہیں آتا۔ مگر بیعت کا ارادہ ہے"۔ فرمایا کہ اس کا جواب مجھ سے پوچھتا تو بتلا دیتا کیونکہ علم کا اخفاء اچھا نہیں اس کو شبہ یہ ہوا کہ اگر میرا اتباع کرنے کا وعدہ کر لے تو پھر یہ اشکال ہوگا کہ جب میری تقلید کرو گے تو امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کیوں نہیں کرو گے حالانکہ وہ مجھ سے بڑے ہیں۔ سو جواب یہ ہے کہ آپ کی تقلید کروں گا کیونکہ آپ کی تقلید معالجہ میں ہے اور امام ابو حنیفہؒ کی تقلید نہ کروں گا۔ کیونکہ ان کی تقلید احکام میں ہوتی ہے اور احکام میرے نزدیک منصوص ہیں۔

غیر مقلدین سے بوقتِ بیعت بدگمانی و بدزبانی نہ کرنے کی شرائط

فرمایا۔ کہ بیعت کے وقت غیر مقلدین سے شرط کر لیتا ہوں کہ بدگمانی اور بدزبانی نہ کرنی ہوگی اور تقلید کو حرام نہ خیال کریں اور یہ کہ ہماری مجلس میں غیر مقلدین کا ذکر بھی ہوا کرے گا مگر وہ غیر مقلدین مراد ہوں گے جو معاند ہیں۔ تمہیں یہی سمجھنا ہوگا۔

نافع ہونا اختیاری بات نہیں

فرمایا۔ کہ یہاں ایک غیر مقلد آ گئے اور کہا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب سے ہم تھانہ بھون آنے کی نسبت دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ واقعی ان کی صحبت موجب برکت ہے مگر اہلحدیث کے سخت مخالف ہیں۔ فرمایا کہ اگر اہل حدیث حق پر ہیں صحبت کا موجب برکت ہونا کیا معنے۔ اور اگر باطل پر ہیں تو مخالفت ضروری ہے۔ مولوی ہو کر اجتماع نقیضین اختیار کیا۔ میں نے کہا کہ مولوی محمد جمال صاحب کو بھی دق کیا۔ فرمایا کیوں۔ میں نے کہا کہ کہتے ہیں اس میں جماعت کی سُبکی ہے۔ فوراً فرمایا کہ سب کی تو نہیں۔ اور فرمایا پھر ایسے آدمی خود جماعت بنائیں۔ پھر فرمایا کہ بنانے سے کب بنتے ہیں۔ اور فرمایا کہ ایک بات نہایت کام کی کہتا ہوں وہ یہ کہ منتفع ہونا تو اختیاری ہے مگر نافع ہونا اختیاری نہیں یہ حق تعالیٰ کی مرضی ہے جس سے چاہے خدمت لے لیں۔ جامع کہتا ہے اس پر خوب مثالیں بیان فرمائیں۔

تقویٰ کا مفہوم

فرمایا۔ کہ آج کل "تقویٰ"، کا مطلب صرف نفل پڑھ لینا یا پاجامہ اونچا کر لینا اور داڑھی رکھنا رہ گیا۔ غرض کچھ نفلیں اور کچھ نقلیں کر لینا تقویٰ ہے۔ مال کی کچھ پرواہ نہیں کہ حلال ہے یا حرام۔ گو آج کل حرام صرف دال اور خشک روٹی ہے۔ باقی چرب چیزیں سب حلال ہیں۔ ہنس کر فرمایا کہ اتنے

لوگوں نے حلال کیا اور تیز چھری سے حلال کیا پھر بھی حرام رہا۔

دوست کو اس کی اصلاح کی خاطر تنبیہ کرنا چاہیئے

فرمایا۔ کہ لوگ بہت دق کرتے ہیں۔ خالی لفافہ رکھ دیتے ہیں۔ بھلا جو کام خود کر سکتے ہیں وہ ہم سے کیوں کراتے ہیں بعض دفعہ جواب نہیں لکھتا بلکہ لکھ دیتا ہوں کہ صاحب پہلے اس کی وجہ بیان فرمادیں کہ لفافہ پر پتہ کیوں نہیں لکھا۔ ڈو آنہ تو اس کو دینے پڑتے ہیں مگر اس کو صوابؔ (یصاد) معلوم ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ صبر تو دشمن کے مقابلہ میں کرنا چاہیئے دوست کو خوب ڈانٹنا چاہیئے تاکہ اُس کو اپنی حرکت کا علم ہو جاوے۔

ٹوٹا ہوا لوٹا دھوکہ باز ہے

ایک شخص نے لوٹے میں پانی ڈال کر حضرت کو دیا اور وہ لوٹا ٹوٹا ہوا تھا۔ فرمایا کہ اس کو باہر پھینک دو۔ دھوکہ باز ہے اور دھوکہ باز یہاں نہیں رہنا چاہیئے۔

دوسرے کو ایذا پہنچانا کیا بداخلاق نہیں

فرمایا۔ کہ لوگ آکر مجھ کو تکلیف دیتے ہیں اور میں اپنی تکلیف کو ظاہر کرتا ہوں تو لوگ مجھ کو کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) بداخلاق ہے۔ بھلا تکلیف دینا تو بداخلاقی نہیں۔ اور اس کا اظہار بداخلاقی ہے یہ تو ایسا ہوا کہ کوئی کسی کو پیٹے۔ کسی نے پیٹا اور وہ چلایا۔ اس کو کہنے لگا تو کیوں چلاتا ہے۔

حضرت حکیم الامتؒ کو زیادہ تکلیف پہنچنے کا سبب

فرمایا۔ میری نظر منشاؔ پر ہوتی ہے۔ اس واسطے زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ یہاں آکر صرف یہ کہہ دیتے ہیں کہ تعویذ دیدو اور پوری بات بیان نہیں کرتے اور حکومت میں اور حکیموں کے پاس جاکر پوری بات سوچ سوچ کر کرتے ہیں۔ ضابطہ کے الفاظ نہیں کہتے۔ تو منشا یہ ہوا کہ اُس چیز کی قدر ہے تعویذ کی قدر نہیں۔ گو یہ بھی دنیا ہے مگر دین کا رنگ ہے اور دین کی قدر نہیں۔ مشائخ جو اصلاح نہیں کرتے تو کچھ اس لئے کہ کون جھک جھک کرے اور یہ بھی وجہ ہوتی ہے کہ معتقدین کم نہ ہو جاویں۔ اور یہ غضب ہے۔

ؔ صحیح طریقہ ۱۲ ؔ یعنی یہ دیکھتا ہوں کہ کسی شخص نے جو غلطی کی ہے اس کا اصلی سبب کیا ہے ۱۲

پُشت کے پیچھے بیٹھنے والے کا علاج

فرمایا۔ کہ جو شخص پشت کے پیچھے بیٹھے اُس کو کچھ نہ کہو۔ اٹھ کر اُس کے پیچھے بیٹھ جاؤ تا کہ اُس کو معلوم تو ہو کہ کس قدر تکلیف ہوتی ہے۔ باقی یہ شبہ کہ وہ مجھ کو بزرگ سمجھتا ہے تو اس کی کیا دلیل ہے کہ میں اس کو بزرگ نہیں سمجھتا۔ ہر مسلمان بزرگ ہے۔

زمانہ تحریک خلافت میں ایک صاحب کی بدتمیزی کا خط

فرمایا۔ کہ تحریک خلافت کے زمانہ میں ایک شخص نے خط لکھا کہ شامل ہو جاؤ ورنہ اکیلے رہ جاؤ گے۔ فرمایا کہ یہ مذاق ہے لوگوں کا۔ فرمایا کہ جو حق پر ہو اُس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوتے ہیں وہ اکیلا نہیں ہوتا۔ ایک شخص کو کچھ نصیحت فرمائی اُس نے کہا حضرت کھاتا (حضرت خطا) ہو گئی معاف فرما دیں۔ اور اُس شخص نے اپنے منہ پر دونوں طرف خود ہی تھپڑ کس کے مارے پھر بار بار کہا کہ معاف کر دو۔ فرمایا کہ میرا حلق بند کرتا ہے۔

امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ نے مسائل کو ترجیح ذوق سے دی ہے

ایک شخص نے تعویذ کی درخواست کی کہ تعویذ دو۔ فرمایا میں نہیں سمجھا۔ پھر اس نے زور اور بلند آواز سے کہا کہ تعویذ دو۔ فرمایا میں نہیں سمجھا۔ پھر اُس نے کہا کہ بخار کے لئے۔ فرمایا کہ پہلے کیوں نہیں کہا تھا۔ یہ قصہ ہو رہا تھا کہ ایک اور نے کہا کہ تعویذ دو۔ فرمایا دیکھیے کہ ابھی یہ بات ہو رہی ہے۔ فرمایا اس واسطے اصولیوں نے لکھا ہے کہ "خصوص مورد کا اعتبار نہیں عموم الفاظ کا اعتبار ہے" دوسرے یہ سمجھا کہ سوال شاید پہلے سے ہوگا حالانکہ میں نے دلیل بھی بیان کر دی۔ اس کے بعد ایک شخص نے کوئی اصولی سوال کیا تو حضور نے اس کو جواب دے کر فرمایا۔ بات کہنے کی تو نہیں مگر کہہ دیتا ہوں کہ اصول فقہ کی اصلیت کیا ہے۔ مجتہدین کی ترجیح کی بنا ان اصول پر نہیں جو اصولِ فقہ میں مذکور ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ نے یہ قوانین تجویز نہیں کئے بلکہ ترجیح کی بنا ذوق پر ہے اور ذوق ایسی چیز ہے کہ ہر شخص اس کو مانتا ہے عامی سے عامی بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ محدثین نے بھی اس کو مانا ہے۔ بعض دفعہ حدیث کو "معلول"[1] کہتے ہیں اور دلیل معلول ہونے کی کچھ بیان نہیں کر سکتے۔ صرف یہ کہتے ہیں کہ ذوق یہ چاہتا ہے مگر افسوس کہ فقہاء پر محدثین بھی اعتراض کرتے ہیں

---

[1] ایک قسم کی حدیث ۱۲

کہ یہ رائے سے ترجیح دیتے ہیں۔ اہل ظاہر کے قول کو اگر عامی کے ہاں پیش کریں تو وہ بھی یہی کہے گا (القاء البول فی الماء۔ پیشاب پانی میں ڈالنا) اور القاء الماء فی البول۔ پانی پیشاب میں ڈالنا) کا ایک ہی حکم ہے مگر داؤد ظاہری پر تعجب ہے کہ حدیث میں لا یبولن[1] احدکم فی الماء الراکد ہے لا یلقین[2] فی الماء نہیں۔ اس واسطے القاء[3] اور تغوط جائز ہے۔ مگر یہ بالکل ذوق کے خلاف ہے اور اصلی چیز ذوق ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ نے مسائل کو ترجیح ذوق سے دی ہے مثلاً رفع الیدین[4] اور عدم رفع الیدین کی حدیثیں سنیں تو امام شافعیؒ کا ذوق اس طرف گیا کہ نماز وجودی ہے اور رفع الیدین بھی وجودی ہے۔ اس واسطے رفع الیدین کرنا چاہئے گو عدم رفع بھی جائز ہو اور کسی عارضہ سے ہو۔ امام ابوحنیفہؒ کا ذوق ادھر گیا کہ اصل نماز میں سکون ہے اور رفع الیدین خلاف سکون ہے اس واسطے عدم رفع الیدین کو ترجیح دی گو رفع الیدین بھی جائز ہے مگر عارضہ سے ہو ا مثلاً اعلام[5] اصم۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اپنے مشائخ سے عقیدت زیادہ ہوتی ہے۔ امام صاحب کے مشائخ رفع الیدین نہیں کرتے تھے اس واسطے انہوں نے نہیں کیا اور امام شافعیؒ کے مشائخ رفع الیدین کرتے تھے انہوں نے کیا۔ تیسری وجہ ترجیح عادات اور واقعات بھی ہوتے ہیں۔ امام صاحبؒ کوفہ میں تھے وہاں پانی بہت تھا اس واسطے پانی میں تنگی فرمائی اور عشر فی عشر (دہ در دہ) کا حکم دیا اور امام مالکؒ مدینہ میں رہے وہاں پانی میں وسعت مناسب تھی اور اسی طرح امام شافعیؒ۔

قواعد پر خود بھی عمل کرنے کی ضرورت

فرمایا۔ کہ جس کو کام کرنا ہوتا ہے وہ قواعد مقرر کرے گا اور خود بھی عمل کرے گا۔ مجھ کو گرم پانی کی ضرورت تھی مگر وہ ایسا وقت تھا کہ حمام سے پانی ضابطہ سے نہیں لے سکتا تھا تو نہیں لیا اور تکلیف اٹھائی۔ اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی فرمایا کرتے تھے۔ مثلاً ستیذان[6]۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد یا کسی دوسرے صحابی کے مکان پر تشریف لے گئے۔ تین دفعہ اجازت طلب کی پھر واپس آگئے۔ بعد میں وہ صحابی تشریف لائے اور وجہ ری کی بیان کی مگر حضورؐ نے برا نہیں مانا کیونکہ ضابطہ یہی تھا۔ اسی طرح ایک شخص سے گھوڑا

---

[1] ہرگز نہ پیشاب کرے تم میں سے کوئی شخص پانی میں ۱۲ [2] نہ ڈالے پیشاب پانی میں ۱۲ [3] ڈالنا ۱۲
[4] نماز میں ہاتھ اٹھانا اور نہ اٹھانا ۱۲ [5] بہروں کو بتانے کے لئے ۱۲ [6] اجازت لیکر گھر میں جانا ۱۲

خریدا اور فرمایا کہ چل قیمت دوں اور راستہ میں اس گھوڑے کو اور کسی نے خریدنا چاہا اور قیمت زیادہ دینے کا وعدہ کیا۔ تو اس شخص نے کہا کہ حضرت اگر خریدنا ہے تو ابھی قیمت ادا کرو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں تو تم سے خرید چکا ہوں۔ اس نے کہا کہ گواہ لاؤ۔ آپ نے ضابطہ کے مطابق گواہ دریافت فرمائے سوا حضرت حذیمہؓ کے اور کوئی نہ نکلا۔ حضرت حذیمہؓ سے حضورؐ نے فرمایا کہ تُو تو وہاں نہ تھا پھر کیسے گواہی دیتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ آسمان کی خبر میں سچا سمجھتے ہیں تو کیا اس میں سچا نہ سمجھیں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ آئندہ ہمیشہ حذیمہؓ کی گواہی دو مردوں کے برابر ہے مگر اس مقدمہ کا فیصلہ بھی اس کی گواہی پر نہ کیا خود ضابطہ پر چلے۔

جدھر کو مولیٰ اُدھر ہی کو شاہ دولہ

حضرت شاہ دولہ کا قصہ بیان فرمایا۔ ایک دفعہ کوئی دریا شہر کی طرف آرہا تھا لوگ بہت گھبرائے اور آکر عرض کی تو فرمایا کہ میرا کہنا مانو تو تجویز بتلادوں۔ لوگوں نے کہا حضرت مانیں گے (ہنس کر فرمایا کہ پنجاب کے لوگ مشائخ کے بہت معتقد ہیں اگر کوئی خدا بنے تو اس کے بھی معتقد اگر کوئی نبی بنے تو اس کے بھی معتقد) پھر فرمایا تجویز یہ ہے کہ پھاوڑے لے کر دریا کو شہر کی طرف کھودو۔ لوگ بہت حیران ہوئے اور دل میں تو یہی کہا ہوگا کل ڈوبنا تھا تو آج ہی ڈوبیں گے۔ مگر کھودنا شروع کیا۔ پھر فرمایا کہ کل کو پھر آکر کھودیں گے مگر دوسرے روز گئے تو دریا اُتر گیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ منکشوف ہو گیا تھا کہ اس جگہ تک دریا کو آنا تھا کہ جلد آجائے پھر واپس چلا جائے تاکہ لوگوں کو پریشانی نہ ہو۔ اس واقعہ کے متعلق حضرت شاہ دولہ نے فرمایا تھا کہ جدھر کو مولیٰ اُدھر ہی کو شاہ دولہ۔

ادب کا خاصّہ

فرمایا۔ ادب کا خاصہ ہے کہ اس سے علم آنے لگتے ہیں کیونکہ ادب تواضع ہے اور متواضع کے لئے ارشاد ہے:

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ فَقَدْ رَفَعَہُ اللّٰہ جو خدا کے لئے تواضع اختیار کرے خدا تعالیٰ اس کو بلند فرما دیتا ہے۔

پھر آیت تلاوت فرمائی:۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ　　اللہ تعالیٰ بلند کرتا ہے ایمان والوں کو اور
وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ط　　ان لوگوں کو جو علم دیے گئے بہت درجے

احقر نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ نے آپ کو مصیب[1] الرائے ہونے کا فخر عنایت فرمایا ہے تو فرمایا کہ خیر یہ بزرگوں کا حسن ظن ہے اور شاید حضرت عمرؓ کا کچھ اثر ہو اور میں ان کی اولاد میں سے ہوں۔ حضرت عمرؓ ایسے مصیب الرائے تھے کہ بعض دفعہ ان کی رائے کے مطابق آیت اُترتی تھی۔ اور فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے ایک ایلچی ہرقل کی طرف بھیجا۔ تو ہرقل نے کہا کہ اپنے خلیفہ کا حال بیان کرو۔ فرمایا کہ ایلچی نے غضب کا جواب دیا کہ:

لَا يَخْدَعُ وَلَا يُخْدَعُ　　نہ دھوکہ دیتے ہیں اور نہ دھوکہ کھاتے ہیں

ہرقل نے کہا کہ اس سے خلیفہ کے دین اور عقل دونوں کا پتہ چلتا ہے اور کہا کہ ایسے شخص پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور یہ فہم ادب و تواضع سے تھا۔ نہ دھوکہ دینا کمال دین ہے اور نہ دھوکہ میں آنا یہ کمال عقل ہے۔ پہلے جملہ سے کمال دین اور دوسرے سے کمال عقل معلوم ہوتا ہے۔

تشدید اور تسدید

فرمایا۔ کہ اس شخص کو جس کو میں نے کہا تھا کہ تم نے مجھ سے تعویذ کی ناتمام درخواست کر کے تکلیف دی ہے۔ تم اب بیٹھو۔ جب میرا دل چاہے گا دوں گا۔ فرمایا کہ اس میں دو نفع ہیں۔ ایک میرا نفع کہ غصہ کم ہو جاتا ہے دوسرا اس کا کہ اصلاح ہو جائے۔ فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ تشدّد کرتا ہے فرمایا کہ تشدید نہیں کرتا بلکہ تسدید[2] کرتا ہوں۔ انہوں نے ہم کو منتشر کیا اس واسطے میں نے ان کو منتظر کیا تاکہ قافیہ پورا ہو جائے۔

بیعت سے متعلق عوام کا ظن

فرمایا۔ کہ مجھ کو تو بیعت کرنے میں یہ شبہ ہو گیا کہ کہیں فقہاء کے اس کلیہ[3] کے تحت داخل ہو کر منع نہ ہو کہ "مباح[3] اور مندوب[4] سے جب مفاسد پیدا ہوں تو وہ منع ہو جاتا ہے" اور بیعت مباح ہے یا مندوب اور مفاسد یہ ہیں کہ عوام تو اس کو علت[5] نفع سمجھتے ہیں

---

[1] صحیح رائے رکھنے والا [2] قاعدہ ۱۲ [3] جائز بات ۱۲ [4] مستحب ۱۲ [5] یعنی عوام یہ سمجھتے ہیں کہ بغیر بیعت کے پیر سے نفع حاصل نہیں ہوتا ۱۲۔

اور خواص کو علت نہ سمجھیں مگر یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ شرط منفعت ہے حالانکہ وصول[1] الی اللہ کے لئے نہ شرط منفعت ہے اور نہ علت ہے۔ ہنس کر فرمایا ہاں وصول الی المبلغ کے لئے علت بھی ہے اور شرط بھی ہے۔

تعویذ مانگنے کا صحیح اصول

فرمایا۔ کہ بعض لوگ اتنا کہہ کر خاموش ہو جاتے ہیں کہ تعویذ دیدو۔ مجھے شبہ ہوتا ہے کہ شاید اُن کا یہ عقیدہ ہو کہ بزرگ غیب جانتے ہیں۔ اسی واسطے میں وجہ دریافت کرتا ہوں کہ پھر فرمایا کہ یہاں پر اتنا بھی نہ کہو کہ تعویذ دو اور یہاں آؤ بھی نہیں کیونکہ جو غیب جانتے ہیں وہ صاحب تصرف بھی ہوتے ہیں۔ تعویذ کو لکھ کر کہہ دیں گے کہ چل تعویذ پھر خود تعویذ پہنچ جائے گا۔

بطن اور باطن کی اصلاح فرمانا

فرمایا۔ کہ میں جو سلام پہنچانے سے روکتا ہوں تو بعض نے کہا کہ یہ تو سنت ہے۔ فرمایا جس سنت سے فرض ترک ہوتا ہو اس سنت کو ترک کر دینا ضروری ہے۔ مثلاً کوئی شخص فرض پڑھ رہا ہو اور اس کو کوئی سلام کرے تو جواب دے گا یا نہیں۔ اور مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص سلام پہنچانے میں فرض کا تارک ہے۔ کیونکہ اصلاح فرض ہے اور وہ اس کا خیال نہیں کرتا۔ پھر ہنس کر فرمایا کہ میں تو بطن[2] اور باطن کی اصلاح کرتا ہوں باقی مسائل یاد نہیں۔

صاحب دیوان حافظ بہت بڑے عالم تھے

فرمایا۔ کہ تاریخ سے معلوم ہوا کہ "صاحب دیوان حافظ" بہت بڑے عالم تھے۔ تفسیر کشاف کا حاشیہ بھی لکھا۔ علماء کی وضع میں تھے مگر کلام رندانہ ہے۔ یہ طریقہ بھی انہوں نے ایجاد کیا ہے پہلے نہ تھا کہ تصوف کے مسائل کو اس عنوان سے بیان کیا۔ مثلاً:۔

(۱) بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید — کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

(۲) حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کم تر جو — کہ کس نکشود نکشاید بحکمت ایں معما را

---

[1] حدا تک پہنچنے کے لئے ۱۲ [2] پیٹ ۱۲

مشورہ کی حقیقت

(ایک شخص نے کسی بات کا مشورہ دریافت کیا جواب میں) فرمایا کہ یہ میرا معمول نہیں۔ پھر فرمایا کہ لوگوں کو مشورہ کی حقیقت معلوم نہیں ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ دو شقوں میں تردد ہو اور ہر شق میں مفاسد اور منافع ہوں اور خود کسی جانب کو ترجیح نہ دے سکے۔ اب لوگ کوشش نہیں کرتے اور فوائد و مضار[1] شقوں کے لکھتے نہیں اور میں خالی الذہن ہوتا ہوں تو کیسے مشورہ دوں۔ اس میں بھی عقیدہ کا فساد ہے۔ یوں خیال کرتے ہیں کہ بس جو کہہ دوں گا وہی خیر ہوگا۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء و سید الموجودین تھے ان کو بھی حکم ہوا کہ مشورہ کرو۔ اور بعض دفعہ لغزش بھی ہوتی ہے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے فرمایا:

انتم اعلم بامور دنیاکم تم دنیا کے معاملات کو زیادہ جانتے ہو

تو اور کسی کی نسبت کیا بھروسہ ہے کہ جو کہے گا وہ ہو جائے گا۔

دورِ حاضر کی تہذیب سراسر بے تہذیبی ہے

فرمایا کہ "حفیظ" نام کے ایک شاعر تھے وہ یہاں آئے اور بیعت ہوئے انہوں نے ایک کتاب لکھی اس میں یہ لکھا کہ ساری عمر ہم جس کو تہذیب سمجھتے تھے تھانہ بھون جا کر معلوم ہوا کہ سراسر بے تہذیبی ہے۔ حقیقی تہذیب وہاں ہے۔

مستفتی کو ایک ہدایت

ایک شخص نے سوال لکھا اور یہ لکھا کہ کتب احناف سے جواب دیا جاوے۔ فرمایا کہ میں نے جواب دیا کہ مجیب کے متعلق یہ شبہ کیوں ہوا کہ اور کتابوں سے جواب دے گا۔ اور فرمایا کہ اگر اعتبار نہ ہو تو ہم سے نہ پوچھو۔

ملّا جیون اور شاہ جہاں کی حکایت

فرمایا۔ کہ شاہ جہاں کے وقت میں بعض علماء نے فتویٰ حلت حریر کا دے دیا تھا مگر بادشاہ کو اعتبار نہ ہوا۔ وجہ یہ بیان کی کہ میدان جنگ میں حریر جائز ہے اور مومن عزم جنگ

---

[1] نقصانات ۱۲

میں ہوتا ہے اور عزم قائم مقام فعل کے ہے۔ مگر بادشاہ کو اطمینان نہ ہوا۔ ملا جیون رح کے پاس فتویٰ بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ جامع مسجد میں جواب دوں گا۔ ممبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ مفتی اور مستفتی دونوں کافر ہیں۔ بادشاہ کو بہت غصہ آیا۔ قتل کا ارادہ کیا۔ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے ملا جیون کو خبر دی کہ پتہ بھی ہے قتل کا حکم ہو گیا ہے۔ فرمایا کہ اچھا ہم بھی تیار ہیں ہتھیار باندھے۔ پانی لے کر وضو کیا۔ کیونکہ وضو مومن کا ہتھیار ہے۔ شاہجہان کو عالمگیر نے جا کر کہا کہ وہ بھی تیار ہو رہے ہیں وضو کر کے۔ تباہ ہو جاؤ گے۔ ملک برباد ہو جائے گا۔ ڈر گیا اور کہا کہ اب کیا تجویز کریں۔ کہا توبہ کرو اور ہدیہ ان کی خدمت میں روانہ کرو اور مجھ کو ساتھ بھیجو۔ ایسا ہی کیا تب وہ راضی ہوئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ملک الموت کو دھول کیوں ماری؟

فرمایا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ملک الموت کو دھول مارا۔ اہل علم کو اس کی وجہ میں اختلاف ہے۔ میں یہ سمجھا ہوں کہ پہچانا نہیں۔ ملک الموت انسان کی شکل میں آئے تھے اور کہا کہ میں جان لینے آیا ہوں تو مخالف جان کر دھول لگایا۔ دوسری دفعہ جان گئے اور تسلیم کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چند دعاؤں کی عجیب و غریب تفسیر

فرمایا۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں گرہ تھی۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ گرہ رہی یا دعا کرنے کے بعد زائل ہو گئی بعض کہتے ہیں کہ دعا کے بعد زائل ہو گئی دعا یہ ہے:۔

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ — اے میرے پروردگار میرے سینے کو کشادہ کر دیجئے اور میرے کام کو آسان کر دیجیے اور میری زبان کی گرہ کو کھول دیجیے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ عقدہ زائل نہیں ہوا۔ اور وہ بھی قرآن سے تمسک کرتے ہیں۔ فرعون نے کہا:۔

اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ وَّلَا یَكَادُ یُبِیْنُ ○ — آیا میں بہتر ہوں اس شخص سے جو ذلیل ہے اور صاف بول بھی نہیں پاتا۔

اور آیت[1] :۔

يَضِيْقُ صَدْرِىْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِىْ میرا سینہ گھٹتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی

دعا کا جواب یہ ہے کہ عقدہ نکرہ ہے جیز میں اثبات کے تو سب زائل نہیں ہوا۔ کچھ باقی رہا۔ صرف اتنا زائل ہوا کہ مخاطب بات سمجھ سکتا تھا اور دعا پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اولیاء اللہ حق تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے کیوں رضا اختیار نہ کی۔ جواب یہ ہے کہ چونکہ نبی تھے اور جانتے تھے کہ مجھے تبلیغ کا کام کرنا ہے تو اللہ کی رضا اس میں ہے کہ کچھ عقدہ زائل ہو جائے اس واسطے دعا میں لفظ بڑھا دیا کہ يَفْقَهُوْا قَوْلِىْ۔ یعنی اتنا عقدہ زائل ہو کہ مخاطب بات سمجھ سکے کتنا ادب ملحوظ رکھا کہ جتنی مقدار ضروری تھی اس سے زیادہ کا سوال نہیں فرمایا۔ پھر اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ مخاطب جب بات سمجھ سکتے تھے تو ہارون علیہ السلام کے رسول ہونے کی دعا کیوں کی۔ جواب یہ ہے کہ اس دعاء کی وجہ قرآن شریف سے معلوم ہوتی ہے کہ یہ تھی کہ میری تصدیق کریں۔

فَاَرْسِلْهُ مَعِىَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِىْ۔ ہارون کو میرے ساتھ معاون بنا کر بھیج دیجیے کہ وہ میری تصدیق کریں۔

تو تصدیق کرانا بھی مقصود تھا اور اس میں حوصلہ بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ مدرس دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ کہ تقریر کر دی طلباء سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ ان کی روانی تقریر میں فرق نہیں آتا۔ اور ایک وہ ہوتے ہیں کہ اگر طلباء نہ سمجھیں تو طبیعت میں روانی نہیں ہوتی طبیعت میں تنگی ہوتی ہے موسیٰ علیہ السلام چونکہ طبیعت کے تیز تھے اور فرعون کا انکار دیکھ کر یہ خطرہ تھا کہ طبیعت میں روانی نہ رہے گی اور یہ مقصد تبلیغ کے منافی ہے اس واسطے فرمایا کہ رسول ہو کر تصدیق کریں گے اور تائید میں سر ہلائیں گے تو طبیعت بڑھ جائے گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شہزادوں کی طرح پرورش پائی

فرمایا۔ کہ موسیٰ علیہ السلام نے شہزادوں کی طرح پرورش پائی فرعون کے گھوڑے پر سوار ہوتے تھے اور اسی کی طرح کپڑے پہنتے تھے بہت خوبصورت تھے۔ اسی واسطے حضرت

---

[1] یہ آیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے جو انہوں نے حق تعالیٰ سے عرض کیا ۱۲

آسیہ (فرعون کی بیوی) اور خود فرعون دیکھ کر فریفتہ ہو گئے۔

اَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ۔　　میں نے تم پر (یعنی موسیٰؑ پر) اپنی طرف سے محبت ڈال دی

سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کسی نے کہا کہ پھر فرعون نے قتل قبطی پر غصہ کیوں ظاہر کیا[1]۔ فرمایا کہ آخر بادشاہ تھا اور قانون کا پابند تھا۔ دوسرے جب اپنے آپ کو خدا کہتا تھا تو اس کو تو اور بھی انصاف کرنا ضروری تھا۔ اور فرمایا کہ بعد القاء تجلی[2] اور بھی زیادہ خوبصورت ہو گئے تھے۔ اس واسطے جس بزرگ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت ہوتی ہے اس کی طرف دیکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ جیسے حضرت مدار رحمۃ اللہ علیہ۔ اس واسطے وہ منہ پر پردہ رکھتے تھے تاکہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔

قذف کے معنی اور عجیب وغریب تفسیر

فرمایا کہ بعض لوگ یہ شبہ کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مغلوب الغضب تھے کہ تختیاں پھینک دیں۔ جواب یہ ہے کہ "القاء" اور "قذف" کے معنی ایک ہی ہیں۔ فَاقْذِفِیْہِ میں قذف کے معنی یہ نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے موسیٰ علیہ السلام کو پھینک دیا بلکہ معنی یہ ہیں کہ جلدی سے دریا میں رکھ دیا۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام نے الواح کو جلدی سے رکھ دیا تھا۔

سُلطاناً کے معنی اور آیت کا صحیح مفہوم

فرمایا۔ وَاٰتَیْنَا مُوْسٰی سُلْطَانًا[3] کے معنی اقبال اور ہیبت۔ جیسے بعض بزرگوں کو اللہ تعالیٰ عنایت فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ سے ملاقات کی تفصیل

فرمایا۔ کہ مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحبؒ گنج مرادآبادی کی خدمت میں دو دفعہ حاضر ہوا۔ ایک دفعہ تو خوب لتاڑا۔ رات کو گیا تھا، خلافِ سُنّت کیا کہ رات کو گیا۔ اسباب ایک

---

[1] یعنی جب موسیٰؑ نے فرعون کی قوم کے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا ۱۲ [2] یعنی نبوت ملنے کے بعد یا جب حق تعالیٰ نے ان کی درخواست پر کوہ طور پر تجلی فرمائی تھی ۱۲ [3] اور ہم نے موسیٰؑ کو ہیبت عطا فرمائی۔

جگہ رکھ کر مکان پہ گیا خادم نے اطلاع کی تو فرمایا کہ کون کدھر سے آئے، کیوں آئے؟ میں نے کہا کہ اللہ خیر کرے تین سوال ایک دم سے کر دیئے۔ میں نے کہا طالب علم ہوں، کانپور سے آیا ہوں، زیارت کے لئے آیا ہوں۔ بہت ناخوش ہو کر فرمایا چلے جاؤ۔ تم کو زمین نہ نگل گئی کہ ایسے وقت آئے۔ اس وقت آنے کی وجہ فرمایئے دن میں آتے تو ہم قرض دام کر کے کھانے کا انتظام کرتے اب کہاں سے کریں۔ یہاں کوئی کھانا رکھا ہے تم کو کہاں سے کھلاؤں۔ بھلا یہ کوئی وقت ہے۔ میں واپس آ گیا۔ پھر بعد میں آدمی بھیجا کہ بلا لاؤ۔ میں پھر گیا تو ایک چٹائی پر بیٹھا۔ فرمایا کہ یہاں آجاؤ تخت پر بیٹھ جاؤ۔ پھر نوکر کو پکارا کہ میری لڑکی کے گھر سے کھانا لاؤ۔ وہ لایا اور سالن کے برتن پر روٹی رکھ کر لایا۔ فرمایا کہ کیا بیہودہ ہے مہمان کے لئے ایسے لایا کرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ دوسرا برتن نہیں تھا۔ فرمایا جھوٹ ہے طاق میں برتن رکھا ہے۔ پھر دریافت کیا کہ کھانا کیا ہے میں نے کہا کہ ارہر کی دال ہے۔ فرمایا ماشاء اللہ خدا کی بڑی نعمت ہے۔ پھر فرمایا کہ بیر کھاؤ گے میں نے کہا جی۔ تو بیر پیوندی لائے۔ فرمایا کہ تم بہت اچھے آدمی ہو تمہارے اخلاق بہت اچھے ہیں۔ تم نے مولوی محمد یعقوب صاحبؒ سے پڑھا۔ وہ بہت اچھے آدمی تھے۔ یہ سب کچھ کشف تھا۔ اور یہ بہت تعریف کی ورنہ ان کی عادت نہ تھی۔ پھر صبح ایک شخص کو جو بہت معزز اور وضع دار تھے فرمایا کہ کب جاؤ گے انہوں نے کہا جمعہ پڑھ کر۔ فرمایا تم کو یہاں کوئی رہنے بھی دے ابھی چلے جاؤ۔ وہ کچھ واقف نہ تھے انہوں نے کہا میں نہیں جاتا۔ بس ان کو پکڑ کر دھکیلنا شروع کیا۔ میں نے کہا بھائی اَلسَّعِیْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَیْرِہٖ[1] میرے ساتھ بھی ایسا ہی کریں گے۔ میں نے کہا کہ میں بھی جاتا ہوں۔ فرمایا چلو کہاں ہے تمہارا اسباب ساتھ چل پڑے۔ آتے آتے اس مکان میں پہنچے جس میں سامان تھا۔ ذرا آگے آئے پھر رخصت کر کے چلے گئے۔ بالکل بچوں کی طرح طبیعت تھی۔ مجذوب تھے۔

ولایت ملنے کے باوجود فطرت کا تقاضا باقی رہتا ہے

فرمایا۔ کہ مولوی محمد علی صاحب مونگیری کی بات مجھ کو بہت پسند آئی ہے۔ کانپور میں انہوں نے فرمایا کہ فطرۃً جو طبیعت ہوتی ہے کچھ تیز اور دوسری قسم کی پھر اسی پر نبوت اور

---

[1] : خوش بخت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت پکڑے ۱۲۔

ولایت آجاتی ہے تو وہ فطرت کا تقاضا بھی باقی رہتا ہے بدلتا نہیں۔

شجرۂ موسیٰ علیہ السلام کے انا الحق کی آواز پر کسی نے انکار نہیں کیا

فرمایا۔ کہ شجرہ موسیٰ علیہ السلام سے انا الحق کی آواز آئی تو اس پر کسی نے انکار نہیں کیا اور حضرت منصور پر انکار کیا۔

مولانا رومؒ اور جامیؒ کے اقوال کی تاویل کا سبب

ایک غیر مقلد صاحب نے یہ کہا کہ مولانا روم و جامی کے اقوال کی تاویل کرنے کی کیا ضرورت ہے فرمایا کہ ان کے اقوال کی تاویل کرنی حدیث سے ثابت ہے کیونکہ ایک جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گذرا تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کی تعریف کی جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " وَجَبَتْ " پھر ایک دوسرا جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو سے گذرا جس کی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مذمت کی۔ اس پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " وَجَبَتْ "۔ صحابہؓ نے ہر بار " وَجَبَتْ " فرمانے کی بابت جب دریافت کیا تو جواب میں فرمایا کہ اوّل کے لئے وجبت[1] الجنۃ اور دوسرے کے لئے وجبت[2] النار انتم شہداء اللہِ فی الارض[3]۔ یہ حدیث سے ثابت ہے۔ اگر آپ جامع مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر دریافت کریں تو ہر شخص یہ کہے گا کہ مولانا روم و جامی نیک تھے۔ تو اسی حدیث سے گویا یہ ثابت ہو گیا کہ یہ اولیاء اللہ ہیں تو گویا ان کا جنتی ہونا حدیث سے ثابت ہو گیا اور منصوص ہو گیا۔ یہ وجہ ہے کہ ان کے اقوال کی توجیہ کرتے ہیں۔

بدعتی اور غیر مقلّد کی دو قسمیں

فرمایا۔ کہ بدعتی دو قسم کے ہیں۔ ایک مخلص دوسرے بددین اور معاند۔ اسی طرح غیر مقلد دو قسم کے ہیں۔ فرمایا کہ لوگ تین قسم کے ہیں۔ ایک کامل العقل۔ دوسرے ناقص العقل۔ تیسرے فاقد العقل۔ پہلا شخص تو کامل مکلف ہے۔ دوسرا ناقص مکلّف ہے اس کے تحت میں داخل ہے وہ شخص[4] جس نے اپنے لڑکوں کو وصیت کی تھی کہ مجھ کو راکھ کر کے اڑا دینا۔ اور لونڈی کا کہنا اس

---

[1] جنت واجب ہو گئی ۱۲ [2] دوزخ واجب ہو گئی۔ [3] تم خدا کے گواہ ہو زمین میں ۱۲ [4] اس شخص کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میری لاش کو جلا کر راکھ کر کے (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

سوال کے جواب میں اینَ اللہ قالتْ فی السماء ۔ اور تیسری قسم مکلف ہے ہی نہیں ۔

ایک فلسفی کے اعتراض کا جواب

فرمایا ۔ ایک فلسفی نے یہ اعتراض کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا کسی صورت میں تو تصور کرنا ضروری ہے تو سب سے زیادہ سہل یہ ہے کہ نقطہ کی شکل میں تصور کریں ۔ میں نے جواب دیا کہ ہم اس کے مکلف ہیں کہ اس کو ایسا تصور کریں جس میں عظمت ہو اور عظمت نقطہ سے زیادہ پر ہم قادر ہیں ۔ اس واسطے نقطہ میں تصور جائز نہیں ۔

قبر کی مقدار

ایک جنازہ پر تشریف لے گئے ۔ فرمایا کہ قبر کی مقدار فقہاء نے لکھی ہے کہ نصف قد اور صدر تک اور پورا قد اور حفرہ اس کے علاوہ ہوگا ۔ کیونکہ اس کو حفرۂ قبر کہتے ہیں قبر نہیں کہتے ۔ فرمایا کہ صدر تک بہتر ہے مگر میت رکھتے وقت ذرا اس میں تکلیف ہوتی ہے ۔ پہلے لوگ قوی تھے ۔ پھر بلند آواز سے یہ اعلان فرمایا کہ قبر کی مقدار دو ہاتھ ہے اور حفرہ ایک ہاتھ اور مُردہ کو قبلہ کی طرف استناد[۳] کر کے پھیر دیا جاوے ۔ صرف منہ قبلہ کی طرف کر دینا کافی نہیں مشرق دیوار سے استناد کر دیا جاوے

حضرت حکیم الامتؒ کے شغل میں سلام کی اجازت ہے

ایک شخص نے پوچھا کہ جب آپ شغل میں ہوتے ہیں تو ایسے وقت سلام جائز ہے ؟ فرمایا کہ یہ کچھ ایسا شغل نہیں ۔ میں خود بھی اس میں بولتا ہوں تو سلام جائز ہے ۔

اہلِ علم کو ایک ضرورت

ایک شخص نے سوال کیا ۔ تو فرمایا کہ جس شخص کا یہ عقیدہ ہو اس سے لکھوا کر لاؤ ۔ پھر فرمایا کہ میں اہلِ علم کو متنبہ کرتا ہوں کہ فتوے میں یہ طریق اختیار کریں ۔ کسی کے کہنے سے کسی دوسرے

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) ہوا میں اڑا دینا پھر جب حق تعالیٰ کے سامنے پیش ہوا اور یہ سوال کیا گیا کہ ایسا کیوں کیا تھا تو اس نے کہا کہ خدا دنیا میں گنہگار تھا اور ڈرتا تھا کہ تیرے سامنے حاضر ہوا تو پکڑا جاؤں گا اس لئے ایسا کیا کہ میں سمجھتا تھا کہ جب میرے جسم کے ذرات ہوا میں منتشر ہو جائیں گے تو پھر جمع نہ ہو سکیں گے اور میں حاضری سے بچ جاؤں گا ۱۲ [۱] اللہ کہاں ہے ۱۲ [۲] اس نے کہا آسمان میں ۱۲ [۳] سہارا لگا کر ۱۲ ۔

شخص پر فتویٰ نہ لگائیں۔ کسی پر اس طرح کفر کا فتویٰ نہ لگائیں۔ طبیب حاذق جب تک بیمار کو خود نہیں دیکھتا نسخہ نہیں لکھتا۔

والدین، اساتذہ اور پیر و مرشد کے حقوق میں ترتیب

فرمایا۔ کہ استاد کا ادب کرے تو فائدہ ہوتا ہے۔ میں نے طلباء سے دیوبند میں یہ کہا تھا کہ استاد کا ادب کرو اس سے فائدہ ہوتا ہے۔ پھر میں نے خود اس پر شبہ کیا کہ اگر تم کہو کہ ہم حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ادب کرتے ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ استاد ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ بزرگ ہونے کی وجہ سے ہے ورنہ استاد اور بھی ہیں اور بزرگوں کا ادب اس واسطے کرتے ہیں کہ ان کے ناراض ہونے سے نقصان ہوگا۔ میں نے "اصلاح القلوب" میں ثابت کیا ہے کہ والدین کا حق سب سے مقدم ہے اور بعد میں استاد اور پیر کا۔ مگر لوگ برعکس کرتے ہیں۔ سب سے اوّل پیر کا حق جانتے ہیں اس کے بعد استاد اور باپ تو نرا باپ ہے۔

بچوں کو فوراً سمجھانے کی ضرورت

فرمایا۔ کہ بچوں کو بھی اسی وقت سمجھانا چاہیئے تسامح جائز نہیں ورنہ عادت پختہ ہو جائیگی۔

تلاک کہنے سے بھی طلاق ہو جائے گی۔

فرمایا۔ کہ ایک شخص نے طلاق دی اور ایک مولوی صاحب نے جو کسی غیر مقلد سے سنا تھا یہ کہا کہ طلاق نہیں ہوئی۔ کیونکہ دینے والے نے "طلاق" نہیں دی "تلاک" دی ہے۔ اور طلاق واقع نہیں ہوتی۔ مولوی عبدالرب صاحب نے فرمایا کہ پھر نکاح بھی نہیں تھا کیونکہ اس نے نکاح کے وقت "نکاح" نہیں کہا تھا بلکہ "نکاہ" کہا تھا پھر وہی مطلوب حاصل ہو گیا جو طلاق واقع ہوتے سے ہوتا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں سے کون حق پر تھے۔

فرمایا۔ کہ مولوی عبدالرب صاحب گو عالم نہ تھے مگر ذہین تھے۔ ایک دفعہ میں نے ان سے بہت عجیب بات سنی۔ مسجد رڑکی میں ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ میں سے کون حق پر تھا۔ فرمایا کہ حضرت علیؓ۔ اُس نے کہا کہ گو غلطی اجتہادی ہو مگر بڑے آدمی کو تو تھوڑی غلطی پر بھی بہت ملامت کی جاتی ہے۔ تو بڑی غلطی پر زیادہ سزا کے مستحق ہوئے۔

تو فوراً جواب دیا اور یہ جواب نہایت عمدہ ہے۔ فرمایا یہ تھوڑی سزا ہے کہ ہم جیسے گنہگار گندے، نالائق اتنے بڑے آدمی کو یہ کہہ رہے ہیں کہ غلطی کی۔ یہ ان کے لئے کوئی تھوڑی سزا ہے فرمایا بہت عمدہ جواب دیا۔

یک من علم را دہ من عقل باید

فرمایا۔ ایک آدمی کا پیٹ بہت بڑا تھا اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ میں زیر ناف کے بال خود نہیں دور کر سکتا نظر نہیں آتا اُسترا لگ جاتا ہے۔ میں نے اس کو چونہ وغیرہ کی ترکیب بتلادی کہ اس سے صاف کر لیا کرو۔ اس نے بہت خوشی ظاہر کی اور کہا کہ میں ایک مولوی صاحب کے پاس گیا انہوں نے جواب دیا کہ بیوی سے کرالیا کرو۔ فرمایا کہ "یک من[1] علم را دہ من عقل باید"

سپرٹ کے جواز کا فتویٰ

فرمایا۔ سپرٹ تمام رنگوں اور چھپائی میں اور بہت جگہ استعمال ہوتی ہے اور خود اس میں شبہ ہے کہ اشربہ[2] اربعہ محرمہ سے ہے یا نہیں۔ پھر رنگوں میں استعمال ہوتی ہے یا نہیں؟ تو شبہ الشبہ ہوا۔ شبہ نہیں ہوا۔ اس واسطے جائز کہا جاوے گا۔

نماز جنازہ کی اجرت لینا جائز نہیں۔

فرمایا۔ کامران میں ایک جنازہ پڑھایا تو ایک شخص نے کئی دنوں کے بعد مجھ کو ایک روپیہ دیا اور کہا یہ آپ کی نذر ہے۔ میں نے کہا کہ آخر کیا وجہ ہے۔ ہم کئی دنوں سے یہاں قرنطینہ میں ہیں آج دیا پہلے نہیں دیا۔ اس نے کہا یہ نماز جنازہ کی مزدوری ہے۔ فرمایا کہ میں نے جواب دیا کہ نماز پر مزدوری جائز نہیں۔

مفت وعظ کرنے میں وعظ کی بے قدری نہیں

فرمایا۔ کانپور میں ایک دفعہ وعظ کے بعد کسی شخص نے روپے دیئے میں نے واپس کر دیئے ایک مولوی صاحب نے کہا کہ مفت وعظ میں وعظ کی بے قدری ہے۔ میں نے کہا کہ فروخت کرنے میں بے قدری نہیں اور مفت میں بے قدری۔

---

[1] ایک من علم کے لئے دس من عقل کی ضرورت ہے ۱۲ [2] وہ چار شرابیں جو حرام ہیں ۱۲

خلیفہ بننے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے خاندان سے خطاب

فرمایا کہ حضرت عمرؓ جب خلیفہ ہوئے تو سب اپنے خاندان کو جمع کیا اور فرمایا کہ پہلے تم عمرؓ کا خاندان تھے اب خلیفہ کے خاندان سمجھے جاؤ گے۔ اس واسطے اب اگر تم نے کوئی غلطی کی۔ لوگ اس سے تمسک کریں گے۔ اسی واسطے اب اگر تم میں سے کسی نے غلطی کی تو دوگنی سزا دوں گا۔ پھر فرمایا کہ یہ قرآن سے بھی ثابت ہے ازواج مطہرات کی سزا میں۔ اس میں ازواج مطہرات کی فضیلت کا بھی ثبوت ہے کہ تمہاری عظمت کی وجہ سے تم کو سزا بھی زیادہ ہے۔ آگے دوسرے جملہ سے بھی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا۔ "اور یہ اللہ پر آسان ہے"

مطلب یہ ہے کہ گو تم بہت بلند مرتبہ ہو کہ تمہاری سزا کا تصور بھی مشکل ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر ہیں۔ اور فرمایا کہ اسی واقعہ میں فاحشۃٌ مبینۃٌ سے بھی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ فاحشہ کے معنی یہاں بدکار نہیں بلکہ ایذاء ہے۔ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا ایسا بُرا ہے کہ اس کے لئے وہ لفظ ذکر کیا جو بدکار کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔ تو اس میں حضورؐ کی شانِ عظمت کا پتہ لگا اور مبینہ یہاں بھی متبینہ کے ہے کیونکہ باب تفعیل بمعنی باب تفعل آجاتا ہے۔ مگر صیغہ تفعیل کا اختیار کرنا اس میں مبالغہ ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا اظہار فرمایا ہے کہ حضرت کو ایذا دینا یہ ایسا بُرا فعل ہے کہ اپنی برائی کو خود ظاہر کر رہا ہے۔ اس کے ظاہر کرنے کے لئے خود کافی ہے جیسا:

ع آفتاب آمد دلیل آفتاب

حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے صرف درسی کتب پڑھی تھیں

فرمایا کہ مولوی عبدالحی صاحبؒ سہارنپوری حیدرآباد سے آئے تھے۔ تو ان سے میں نے کہا کہ میں نے صرف درسی کتابیں دیکھی اور پڑھی ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ کم از کم ہزار کتابیں تو دیکھی ہوں گی۔ فرمایا میرا حافظہ طالب علمی کے زمانہ میں تو اچھا تھا پھر اچھا نہیں رہا۔ اس واسطے زیادہ کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا۔

تشریف لانے کے وقت کھڑے ہونے سے منع فرمایا

ایک صاحب حضرت کے تشریف لانے پر کھڑے ہو گئے۔ فرمایا بھائی کسی کے کھڑے

ہونے سے تقاضہ ہوتا ہے کہ جلد بیٹھ جاویں اور آزادی فوت ہو جاتی ہے۔ اس واسطے کھڑا ہونا اچھا نہیں۔ پھر فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے کھڑے ہونے سے منع فرمایا تھا۔

نواب وقار الملک کی دعوت پر علی گڑھ کالج میں خطاب

فرمایا کہ نواب وقار الملک نے علی گڑھ کالج میں وعظ کہنے کی درخواست کی، تو میں نے وہاں یہ بیان کیا کہ صاحبو! تم ساری خطا علماء ہی کی بیان کرتے ہو۔ تمہارا بھی کچھ فرض ہے۔ جیسا ان کا ہدایت کرنا فرض ہے ایسا ہی تمہارا ہدایت کا طلب کرنا فرض ہے تم نے اپنے فرض کے ترک پر اپنے آپ کو ملامت نہیں کیا۔ باقی یہ کہ علماء تم کو خود یہاں آکر سمجھاویں یہ فرض تو ہے نہیں۔ باقی رہا مستحب۔ مستحب کے ترک پر ملامت جائز نہیں اور خصوصاً جب اس مستحب پر عمل کرنے سے مفاسد پیدا ہوں تو اس مستحب کو چھوڑ دینا چاہیئے اور وہ مفسدہ یہ ہے کہ خود علماء میں بظاہر اتنی وسعت نہیں کہ اپنے مصارف پر سفر کریں۔ آخر چندہ کریں گے اور چندہ میں نفس پروری اور رغبن وغیرہ کا التزام جو اصل مقصود کے لئے بے حد مضر ہے ہوگا۔ اس واسطے اب میں ایک صورت پیش کرتا ہوں وہ یہ کہ آپ کسی مولوی کو تیسرے درجہ کا کرایہ دے کر یہاں بلا کر وعظ کرا لیا کریں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جب کوئی شبہ ہو اس کو نوٹ کر لیجئے اور اتوار کو اس کی تفصیل لکھ کر ہمارے پاس بھیج دیجئے۔ اس سے بھی زیادہ سہل یہ ہے کہ مسجد میں ایک رجسٹر رکھ لیجئے جو شبہ ہو اس میں لکھ لیجئے جب جی چاہے وہ رجسٹر ہمارے پاس روانہ کر دیں پھر ہم جواب دیں گے مگر جواب کا طریق یہ ہوگا کہ ہم کتاب کی شکل میں شائع کر دیں گے اور کچھ اصول موضوعہ رکھیں گے ان سے جواب میں امداد ہوگی جیسے اقلیدس۔ مگر افسوس ہے کہ سول سرجن کے پاس تو خود جاؤ، فیس دو اور قدر کرو اور ان پر یہ اعتراض نہیں کہ وہ ہمارے گھر آکر ہمارا علاج کیوں نہیں کرتے اور علماء پر اعتراض ہو۔

دیوبند، ندوہ اور علی گڑھ سے متعلق اکبر الٰہ آبادی مرحوم کا عجیب وغریب قطعہ

فرمایا۔ کہ اکبر حسین صاحب الٰہ آبادی نے ایک قطعہ میں دیوبند، ندوہ اور علی گڑھ کی تعریف کی ہے ؎

ہے دلِ روشن مثالِ دیوبند اور ندوہ ہے زبانِ ہوشمند

اب علی گڑھ کی بھی تم تشبیہ لو اک معزز پیٹ بس اس کو کہو
پیٹ ہے سب پر مقدم اے عزیز گرچہ فکرِ آخرت ہے اصل چیز

میرٹھ جلسہ مؤتمر الانصار سے خطاب

فرمایا۔ کہ میں نے میرٹھ جلسہ مؤتمر الانصار میں کہا تھا کہ تم علماء کو دینا بند کر دو۔ جلسہ کر کے سب لوگ اتفاق کر کے اپنی امداد روک لو ہم کو کچھ پرواہ نہیں۔ ہم میں سے کچھ چاول کی دکان کر لیں گے کچھ اور چیزوں کی۔ مگر تم اپنی فکر کرو کہ بیس سال بعد تمہاری اولاد کچھ یہودی ہوگی کچھ نصرانی ہوگی

علماء کے اختلاف کا سبب

ایک شخص نے سوال کیا کہ علماء ایک ہی قسم کی کتابیں پڑھتے ہیں پھر آپس میں اتنا اختلاف کرتے ہیں۔ فرمایا کہ دو مقدمہ وجہ اختلاف کے ہوئے۔ ایک یہ کہ ایک عمل ایک حیثیت سے سنت ہے اور دوسری حیثیت سے بدعت۔ یا یوں فرمایا کہ اگر اس نیت سے کیا جائے تو بدعت اگر اُس نیت سے کیا جائے تو سنت۔ تو اختلاف اس میں ہے کہ عوام کی نیت کیسی ہوئی۔ دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ مباح اور مندوب کو مفاسد کی وجہ سے ترک کرنا چاہئے جیسا امام اعظم حضرت ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔ یا مفاسد کو ترک کرنا چاہیئے اور عمل کرنا چاہیئے جیسے صوفیاء۔ اور امام شافعیؒ اس طرف گئے ہیں۔ یہ وجوہِ اختلاف ان میں ہیں جو مخلص ہیں۔ باقی معاندین کا تو اعتبار نہیں۔

حج پر علیحدہ علیحدہ جانا چاہیئے

میں نے کہا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اخبار میں لکھا ہے کہ لوگ حج کو جانے والے پتہ دیں تاکہ ایک جہاز کا انتظام کریں۔ فرمایا کہ خدا نہ کرے اگر ڈوبے تو سب ڈوبیں۔ اس واسطے علیحدہ جانا چاہیئے تاکہ کچھ تو بچیں۔

حزب اللہ کی ضرورت

فرمایا۔ کہ میں جماعت بنانے کو اچھا نہیں سمجھتا۔ بس "حزب اللہ[1]" ہونی چاہیئے۔

---

[1] اللہ کی جماعت ۱۲

نسبتِ موسوی اور نسبتِ ابراہیمی

ایک شخص نے دریافت کیا کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ فلاں بزرگ کی نسبت "موسوی" ہے اور فلاں کی "ابراہیمی" فرمایا کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں سب کمال تھے جو باقی میں تھے۔ تو جس صفت کا جس میں غلبہ ہوا اسی کی طرف وہ منسوب ہوں گے ورنہ حقیقت میں حضورؐ کی ہی نسبت ہے۔

مفقود کی بیوی نکاح ثانی کب کر سکتی ہے

احقر نے عرض کیا کہ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم لکھنوی نے لکھا ہے کہ امام مالک علیہ الرحمۃ کے مذہب کے مطابق مفقود کی عورت چار سال بعد دوسری جگہ نکاح کر لے۔ فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ قاضی سے فسخ کرا لے۔ اور فرمایا کہ مولوی عبدالعلی صاحب مدراسی نے کہا تھا کہ اگر مولوی عبدالحی صاحب کا مناظرہ نواب صدیق حسن صاحب سے نہ ہوتا تو غیر مقلد ہو جاتے۔ موطا امام محمد میں تو مذہب حنفی کو قریب قریب معطا کر دیا یعنی ترک کر دیا۔

خطبہ عربی زبان ہی میں ہونا چاہیئے

فرمایا کہ خطبہ میں ذکر اللہ ہے اور ذکر اور تذکیر[1] میں یہی فرق ہے کہ اول میں افہام[2] مقصود نہیں۔ ثانی میں افہام مقصود ہے اس واسطے خطبہ عربی میں ہونا چاہیئے۔ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فتوحات کیں۔ کسی ملک میں جا کر ان لوگوں کی زبان میں خطبہ نہیں پڑھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ عربی ہی میں ہونا چاہیئے۔

ایک ملامت سے وحشت اور ایک ملامت سے لطف

فرمایا۔ کہ ملامت میں تو جی گھبراتا ہے۔ مگر ایک ملامت میں لطف آتا ہے وہ یہ کہ کہتے ہیں کہ ایسے بد دماغ ہیں کہ ہم کو منہ تک نہ لگایا۔ اس ملامت میں خوب لطف ہے۔ بے غیرت ہو کر مال حاصل کرنے میں وہ لطف نہیں۔

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم

فرمایا۔ کہ میرے قلب میں خواب کی کوئی قدر نہیں۔

؎ نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

---

[1] نصیحت کرنا ۱۲ [2] سمجھانا ۱۲

شیعوں کے لئے اولیاء اللہ سے افادہ ممکن نہیں

فرمایا کہ ایک شیعی کا خط آیا ہے کہ میں تو نماز پڑھتا ہوں ۔ فرمایا ایسا کوڑھ مغز ہے۔ وہ فیصلہ معاملات کا کیا کرتا ہوگا خاک ۔ وہ مجسٹریٹ ہے۔ فرمایا اب صاف لکھ دیا ہے کہ جب تک تم اپنے مذہب پر ہو میں اپنے مذہب پر ہوں افادہ ممکن نہیں ۔

طلباء کو کسی گھر دعوت کھانے نہ بھیجنے کا ضابطہ

ایک شخص نے آکر کہا کہ طلباء کو میرے گھر دعوت پر روانہ کر دیں ۔ فرمایا یہ کہیں نہیں جاتے اگر آپ کو کھلانا ہو یہاں لے آئیے وہ صاحب کچھ تھوڑی دیر خاموش رہے ۔ تو خادم سے فرمایا کہ ان کو سمجھا دو ۔ پھر کچھ دیر بعد اس شخص نے کہا کہ اچھا یہاں لاؤں؟ فرمایا کہ یہ تم مجبوری سے کہہ رہے ہو اور جس دعوت میں مجبوری ہو وہ ہم بھی قبول نہیں کرتے ۔ رمضان کے بعد اگر تم کو اسی طریقہ سے کھلانا ہو تو منظور کر لیں گے ۔ فرمایا کہ طلباء کو لوگ ذلیل سمجھتے ہیں اس واسطے میں ان کو کسی کے گھر جانے نہیں دیتا ۔ بھائی کے گھر میں دعوت تھی اور وہ میرا ہی گھر ہے مگر میں نے وہاں بھی انکار کر دیا کہ لوگ کہیں گے کہ وہاں گئے اور ہمارے ہاں نہیں آتے ۔ فرمایا کہ ان میں اس کے سوا اور کیا عیب ہے ۔

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ ۔	اور انہوں (کفار) نے نہیں بدلہ لیا اُن سے (مسلمانوں سے) مگر اس کا کہ وہ ایمان لے آئے اللہ پر ۔

خطبہ اصدق الرؤیا قابلِ دید ہے

فرمایا کہ ''اصدق الرؤیا''[1] کے خطبہ میں میں نے خوابوں کے بارہ میں لکھا ہے ۔ اس کا خطبہ دیکھنے کے قابل ہے ۔

عمل کے لئے علم آسان ہے ۔ تفسیر آیت

فرمایا ۔ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ کا مطلب یہ ہے کہ عمل کے لئے علم آسان ہے ۔ باقی

---

[1] حضرتؒ کی ایک تصنیف جس میں بعض حضرات کے خوابوں کی تعبیریں بیان فرمائیں ۱۲

حقیقتِ احکام تو بہت مشکل ہے حقیقت اخبار و حکایات بھی عوام نہیں سمجھ سکتے۔ چنانچہ ارشاد ہے لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ[1]۔

استغناء کی ملامت لذیذ ہے

فرمایا۔ کہ تملق[2] کی بدنامی سے استغناء[3] کی ملامت میں زیادہ مزا آتا ہے۔ یہ ملامت لذیذ ہے۔

دعا مانگنا رضائے حق کے خلاف نہیں

ایک خط آیا۔ جس میں ایک صاحب نے یہ لکھا کہ دعا چونکہ رضاء حق کے خلاف معلوم ہوتی ہے اس واسطے کرنے کو طبیعت نہیں چاہتی، فرمایا کہ نہیں۔ چونکہ دعا طاعت ہے اور طاعت مامور بہ ہے اس واسطے یہ بھی رضاء حق ہے۔ پھر ایک اہل علم نے دریافت کیا کہ بعض بزرگوں سے اور بعض حضرات انبیاء سے منقول ہے کہ انہوں نے مصیبت میں دعا نہیں کی۔ فرمایا کہ بعض لوگوں پر بعض حالات کا غلبہ ہوتا ہے اور ان حالات میں یہی مناسب ہے اور اس کا یہی تقاضا ہوتا ہے کہ دعا نہ کریں اور تحقیق یہ ہے کہ انسان میں دو چیزیں ہیں ایک عقل اور دوسرے طبیعت۔ عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہر حالت پر خوش رہے اور طبیعت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ تکلیف کو دور کیا جائے۔ تو حق تعالیٰ نے ہماری طبیعت کی رعایت فرمائی اور اجازت دے دی کہ تم دعا کرو تو دعا بھی مامور بہ ہوئی اس واسطے جائز ہے اور کوئی عقل کے مقتضی پہ چلے اور دعا نہ کرے تو بھی جائز ہے اس واسطے بزرگوں سے دونوں حالتیں منقول ہیں اور فرمایا کہ ایک اور چیز ہے وہ اس سے بھی زیادہ دقیق[4] ہے اور کام کی چیز ہے اور وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی شیون[5] مختلف ہوتی ہیں۔ کسی شان کا مقتضا یہ ہوتا ہے کہ دعا نہ کرنی چاہئے۔ اس وقت عارف دعا نہیں کرتا۔ اور یہ عرفان حضرات انبیاء اور اولیاء کاملین کو ہوتا ہے اوروں کو نہیں۔ اسی پر وہ عمل کرتے ہیں گویا کہ وہ بادشاہ کے مزاج شناس ہیں جیسے بادشاہ اپنے

---

[1] قرآن مجید کی اس آیت میں خدا تعالیٰ نے حکم دیا کہ ناواقف لوگوں کو چاہئے کہ علماء کی طرف رجوع کریں ۱۲۔

[2] خوشامد ۱۲ [3] بے نیازی ۱۲ [4] باریک ۱۲ [5] شانیں ۱۲۔

وزراء اور خواص کو کہتا ہے دیکھو اگر ہم خوش ہوں تو سلام کرو اور اگر ہم کو غصہ میں اور ملال میں دیکھو تو خبردار مت سلام کرو تو مزاج شناس کبھی سلام کرے گا اور کبھی خاموش رہے گا۔ عوام کے لئے اور ضوابط ہوتے ہیں وہ ضابطہ کی پابندی کرتے ہیں۔ ان سے حکومت کا تعلق اور ہوتا ہے (جامع عرض کرتا ہے کہ صورت اول باعث عبدیت ہے اور صورت ثانیہ میں حق تعالیٰ کی طرف ضابطہ کی طاعت ہے۔) اسی بناء پر صلوٰۃ کسوف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد رکوع فرمائے کہ شان کا تقاضہ تھا کہ رکوع کرو۔ حضورؐ نے اس وقت رکوع کیا۔ اور جب یہ تقاضا تھا کہ قیام کرو تو قیام کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ شیون کے عالم اور مزاج شناس تھے اس واسطے آپ نے ایسا کیا اور متعدد رکوع کئے۔ اور باقی لوگوں کو ضابطہ کی نماز کا حکم دیا۔ یہ توجیہ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔ عارف کے حالات شیون کے لحاظ سے متغیر ہوتے رہتے ہیں۔

سالکین کے نام حضرت حکیم الامتؒ کے خطوط باوجود اختصار کے کافی ہوتے تھے

احقر نے عرض کیا کہ حضور کا جواب جو خطوں میں جاتا ہے مختصر ہوتا ہے مگر بہت کافی ہوتا ہے۔ فرمایا کہ ہاں مگر کافی گرم ہوتی ہے لوگ چائے چاہتے ہیں جو ان کو پسند ہو۔

کسی خط پر دستخط نہ فرمانا

ایک شخص نے کہا کہ حضرت نے اپنا دستخط نہیں کیا۔ فرمایا کہ اگر تم میرا دستخط جانتے ہو تو یہ سارا میرا دستخط ہے۔ اگر نہیں جانتے تو نام لکھنے کی صورت میں بھی تم کو کیا پتہ ہے۔

علاج کی تین قسمیں

فرمایا کہ اصل فاعل اور منفعل طبی تحقیق میں طبیعت ہے اور علاج ودوا اس کی مؤید ہیں۔ علاج کے تین طریق ہیں۔ علاج بالضد، یہ تو یونانی کرتے ہیں اور علاج بالمثل یہ ہندی کرتے ہیں۔ اور علاج بالخاصہ یہ انگریز کرتے ہیں اور اس کی مدار نہ مثل پر اور نہ ضد پر۔ تجربہ یہ ہے کہ علاج بالمثل ہو یا بالضد چونکہ اصل فاعل طبیعت ہے تو جس قدر طبیعت قوی ہو گی اسی قدر مرض کو دفع کرے گی اور جس قدر کمزور ہو گی، مرض کو قبول کرے گی۔ تو صاحب

شریعت علیہ الصلوٰۃ و السلام نے طبیعت کو قوی بنا دیا۔ کیونکہ یہ حکم دیدیا کہ لا عَدْویٰ[1]
اور ظاہر ہے کہ جس شخص کا یہ عقیدہ ہو اس کی طبیعت نہایت خوش رہے گی اور قوی رہے گی
اس کو کچھ پروانہ ہوگی۔ اور جس کا عقیدہ یہ ہو کہ بیماری لگ جائے گی اس کی طبیعت نہایت
کمزور ہوگی تو صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ و السلام نے کیسا انتظام فرمایا کہ طبیعت کمزور
ہی نہ ہو اور مرض کو قبول ہی نہ کرے۔

طاعون جہاد کی طرح ہے

ایک حکیم صاحب کا ذکر فرمایا کہ وہ طاعون میں لوگوں کا خوب علاج کرتے ۹۰ فی صد
اچھے ہوجاتے حکیم صاحب خوب ان کی خدمت کرتے اور اپنے ہاتھوں سے دودھ پلاتے۔ مگر
ان کو کچھ نہ ہوا۔ اس کے بعد فرمایا کہ طاعون کو جو جہاد سے تشبیہ دی گئی ہے اس کی وجہ دو چار دن سے
سمجھ میں آئی ہے۔ ایک حدیث میں فرار من الطاعون کو کالفرار من یوم الزحف قرار دیا ہے
یعنی طاعون سے بھاگنا ایسا گناہ ہے جیسا جہاد سے بھاگ جانا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا
کہ طاعون جہاد کی طرح ہے۔ دوسری حدیث یہ ہے کہ قیامت کے دن جو لوگ طاعون سے
مرے ہیں ان کے متعلق نزاع[2] ہوگا۔ جو لوگ جہاد میں شہید ہوئے ہیں وہ کہیں گے کہ یہ طاعون
والے ہمارے بھائی ہیں ہمارے ساتھ رہیں۔ اور دوسرے لوگ جو اور بیماریوں میں مرے
ہیں وہ کہیں گے کہ طاعون والے فراش پر مرے ہیں، ہماری طرح ہیں۔ اس واسطے ہمارے
ساتھ ہونے چاہئیں۔ اس کے بعد ان کے زخم کا ملاحظہ کیا جائے گا۔ اور وہ زخم مجاہدین کے
زخم کی طرح ہوں گے ویسے ہی خوشبودار ہوں گے جیسے شہداء کے زخم ہیں تو پھر وہ شہداء
کے ساتھ ملا دیئے جائیں گے۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ طاعون والے مثل مجاہدین
کے ہیں۔ اور طاعون کو جو جہاد سے تشبیہ دی گئی ہے تو وجہ تشبیہ سمجھنے سے پہلے یہ غور کیا
جاوے کہ جہاد میں جو فرار[3] سے منع فرمایا ہے تو اس کی وجہ کیا ہے۔ یعنی جب مسلمان اور کافر
مساوی ہیں یا کافر مسلمانوں سے دو چند ہوں اور سامان وغیرہ بھی ہو تو اس صورت میں
خواہ کسی کو یقین بھی ہو کہ کفار غالب ہو جائیں گے تو بھی بھاگ جانے کی اجازت نہیں

---

[1] اثر کرنے والی ۱۲ [2] [3] بھاگنا ۱۲ ...

دی حالانکہ عقل کا تقاضہ یہ ہے کہ جان بچانی فرض ہے تو اس صورت میں اجازت ہونی چاہیئے تھی مگر شریعت نے اس صورت میں بھی اجازت نہیں دی۔ وجہ عدم اجازت کی یہ ہے کہ فرار میں کفار کو حوصلہ ہو جائے گا کہ یہ لوگ کچھ نہیں بے ہمت ہیں تو پھر بھگا دینے کا کفار کو حوصلہ ہو جائے گا اور ہمت بڑھ جائے گی۔ اگر مسلمان نہ بھاگے اور غالب ہو گئے یا سب مارے گئے تو دونوں صورتوں میں کفار کی ہمت ٹوٹ جائے گی اور حوصلہ پست ہو جائے گا کہ یہ بڑی سخت قوم ہے جان دے دینی ان کو آسان ہے مگر بھاگنا مشکل ہے تو غلبہ کی صورت میں اور مغلوبیت کی صورت میں ہیبت مسلمانوں کی ہوگی اور کفار کو آئندہ جنگ کا حوصلہ اور ہمت نہ ہوگی اس واسطے فرار جہاد سے منع فرمایا۔ جب جہاد سے فرار منع ہونے کی وجہ معلوم ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ طاعون جہاد کی طرح ہے تو اب طاعون سے فرار کی ممانعت کی وجہ سنیے۔ وہ یہ ہے کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ طاعون من وخز الجن یعنی شیاطین کا طعن ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طاعون شیاطین کے طعن اور ایذا سے ہوتا ہے حق تعالیٰ نے شیاطین کو کچھ قدرت دے رکھی ہے کہ مسلمانوں کو ایذا دے جیسا کہ:

مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ ۔ شیطان نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے

ہے۔ اور باقی نصوص سے معلوم ہوتا ہے۔ تو گویا طاعون بھی کفار شیاطین سے جنگ ہے اور طاعون سے بھاگنے میں شیاطین کو حوصلہ ہو جائے گا کہ یہ ان ہم سے ڈر گئے اور آئندہ اغوا کرنے کا اور ایذا دینے کا حوصلہ شیاطین کا بڑھ جائے گا۔ اس واسطے وہاں ہی رہے تاکہ شیاطین کو حوصلہ نہ ہو۔ ایک صاحب نے اس موقعہ پر عرض کیا کہ جس جگہ طاعون ہو وہاں جانے سے کیوں منع فرمایا ہے؟ فرمایا وجہ یہ ہے کہ جہاد میں جانا مفید ہے کیونکہ انبوہ اور ہجوم اس موقعہ پر مفید ہے۔ کفار پر رعب ہوگا۔ اور طاعون میں جانا اس لئے مفید نہیں کہ شیاطین نظر نہیں آتے اور ہم ان کو قتل نہیں کر سکتے۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ طاعون قہر خداوندی ہے۔ بنی اسرائیل پر اول قہر خداوندی بشکل طاعون مسلط کیا گیا اس واسطے قہر کی جگہ جانے کی ممانعت فرما دی گئی۔ اور جہاد اس کے عکس ہے۔ اس واسطے جہاد میں جانا تو مفید ہے، اجازت ہے اور ثواب کا کام ہے اور طاعون میں مفید نہیں۔ اس واسطے منع فرما دیا۔ بعض لوگ جو طاعون

ہیں اذان کہتے ہیں اس کی وجہ بھی یہی ہے۔ چونکہ ایک حدیث میں ہے:

الطاعون من وخز الشیطان　　طاعون شیطان کے اثر سے ہے

اور دوسری حدیث یہ ہے:

اذا تغولت الغیلان نادیٰ بالاذان　　جب شیاطین نظر آویں تو اذان دی جاوے

ان دو حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اذان دینی چاہئے۔ پھر فرمایا کہ میں نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ اگر اذان پنجگانہ کافی ہے تو دوسری اذان کیوں کہتے ہو۔ اگر وہ کافی نہیں تو دوسری بھی کافی نہیں کیونکہ جب اذان کہو گے شیاطین چلے جاویں گے، پھر واپس آجاویں گے پھر کیا فائدہ ہوا۔ نیز حدیث ثانی سے معلوم ہوتا ہے کہ جب غول[1] متشکل ہو اور تم کو معلوم ہو۔ تو اذان کہو اور طاعون میں چونکہ معلوم نہیں ہوتے تو حدیث ثانی کی بنا پر بھی اذان جائز نہ ہوگی۔ یہ سب پیرجی لوگوں نے پیٹ کے لئے بنا رکھا ہے۔ ختم فاتحہ کی طرح بنائی ہوئی باتیں ہیں تاکہ عوام ہمارے محتاج رہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسائل تو معلوم نہیں اور کچھ اناپ شناپ اپنی طرف سے نہ بتائیں تو پھر لوگ رجوع نہ ہوں گے اور قابو میں نہ رہیں گے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مولویوں کے پاس نہ جانا۔ میں نے ایک وعظ میں کہا تھا کہ مولویوں کو کچھ نہ دو یہ خود کماتے ہیں۔ مگر مسائل اُن سے دریافت کرو۔ اور پیروں کو خوب دو صالحین کی اولاد ہیں مگر دین اُن سے نہ دریافت کرو۔

پھر فرمایا کہ طاعون جب جہاد کی طرح ہے تو جہاد میں انتظام کرنا تو جائز ہے جیسے اسلحہ، گولہ بارود وغیرہ مگر بھاگنا جائز نہیں۔ ایسا ہی طاعون میں علاج اور باقی تدابیر تو جائز ہیں مگر بھاگنا جائز نہیں تاکہ شیطان کی ہمت نہ ہو۔ قرآن میں لوگ غور نہیں کرتے ورنہ معلوم ہو جائے۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کا غلبہ اپنے دوستوں پر ہوتا ہے دشمنوں پر نہیں ہوتا۔

اِنَّمَا سُلْطٰنُہٗ عَلَی الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَہٗ　　شیطان کا غلبہ اس کے دوستوں ہی پر ہوتا ہے

عجیب ہے کہ دنیا میں غلبہ لوگوں کو اپنے دشمن پر ہوتا ہے مگر شیطان کا غلبہ اپنے دشمنوں پر نہیں بلکہ اپنے دوستوں پر ہوتا ہے۔ بس شیطان سے بچنے کی یہ صورت ہے کہ اس سے دشمنی رکھے اور اس

---

[1] یعنی شیطان نظر آوے ۱۲

کا کہا نہ مانے اور اس سے نہ ڈرے۔ ابن عطاء السکندری رحؒ سے نقل کر کے فرمایا کہ انہوں نے اعوذ پڑھی پھر خاموش ہو گئے اور شیطان کو کہنے لگا کہ تو خوش ہوا ہو گا کہ میں تجھ سے ڈرتا ہوں ہرگز نہیں تو ہے کیا؟ کہ تجھ سے ڈر کر اتنی بڑی ذات کے ساتھ لوں تو کیا کر سکتا ہے۔ میں نے اعوذ صرف اس واسطے پڑھی ہے کہ مولیٰ کا حکم ہے۔ فرمایا اس واسطے وساوس کا علاج مشترک یہ ہے کہ شیطان کہہ دے کہ جا جو تیرا جی چاہے کر لے جب وسوسہ میں گناہ نہیں تو میں اس کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ میں نے شاہجہاں پور میں ایک وعظ میں یہی کہا تھا تو ایک آدمی بعد میں آیا اور بہت دعا دینے لگا اور بہت خوش ہوا۔ میں نے کہا کیا وجہ ہے۔ کہا میں ہر روز ہزار بار درود شریف پڑھتا تھا۔ تو رات میں گوُ، مُوت، کُتے، خنزیر ایسی چیزیں نظر آتی تھیں اور جس دن نہیں پڑھتا تھا تو خیر ہوتی تھی۔ بہت پریشان تھا۔ اس وعظ کے بعد میں نے شیطان سے کہہ دیا کہ خواہ گوُ میرے منہ میں ڈال تو بھی نہ چھوڑوں گا۔ اس کے بعد اب درود پڑھتا ہوں کچھ نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا کہ بھوت جن جہاں نظر آویں وہاں یہی علاج ہے کہ اذان کہہ دو چلے جاویں گے۔

سلام کرنا کن کن مواقع پر منع ہے

فرمایا۔ کہ فقہاء نے سلام کرنے کے مواضع میں جمع بین الضدین کیا ہے۔ بہت ہی دقیق بات ہے یعنی مواضع معصیت ہیں جیسے شطرنج کا کھیل، جُوا وغیرہ یا اس کے مشابہ مواضع نجاست اور مواضع طاعت جیسے نماز، تلاوت وغیرہ دونوں میں سلام کرنا منع ہے اور فرمایا کہ اس کی وجہ معلوم نہ تھی کہ طعام کے وقت سلام کیوں منع ہے (مواضع معصیت، مواضع طاعت، اور تیسرا حوائج بشریہ جو نجاست ہونے میں معاصی کے مشابہ ہے) اور کھانا کھانے کے وقت سلام تو منع ہے کلام منع نہیں۔ وجدان کی طرف رجوع کرنے سے پتہ چل جائے گا کہ کلام کا جواب تو فوراً ضروری نہیں جب فرصت ہو گی تو جواب دیا جائے گا۔ اور سلام کا جواب دینے کا تقاضا جلدی کا ہوتا ہے۔ اور طعام میں کبھی فوراً جواب دینے سے تکلیف کا اندیشہ ہے کہ شاید گلے میں طعام اٹک جائے۔ اس واسطے سلام منع ہے۔ اور حضرت

لہ مقامات ۱۲

امام یافعیؒ کا قصہ بیان فرمایا کہ انہوں نے کہا کہ جو شخص عبادت میں مشغول ہو اور اُس کو دوسرا اپنی طرف متوجہ کرے تو خطرۂ غضب الٰہی ہے۔
اَدْرَکَهُ الْمَقْتُ فِیْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ کہ اس وقت اس کو خدا کا غضب آپکڑے

بے فکری کے باعث دوسروں کو ایذا پہنچ جاتی ہے

فرمایا۔ کہ لوگ درحقیقت قلوب کی معرفت کی کوشش نہیں کرتے اس واسطے تاذی[1] ہو جاتی ہے۔ یعنی لوگ راحتِ قلب کی کوشش نہیں کرتے اور فکر کو استعمال نہ کرنے کی وجہ سے تکلیف پہنچ جاتی ہے۔

وظائف کی اجازت لینے میں عقیدہ کا فساد معلوم ہوتا ہے

فرمایا۔ کہ وظائف کی اجازت لینے میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ عقیدہ کا فساد ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں برکت ہوتی ہے۔ میں نے ایک شخص سے کہا کہ اجازت تو منصوص نہیں اور اس کا ثواب بھی نہیں۔ اور دعا منصوص ہے اور اس پر ثواب بھی ہے۔ اگر دعا کرو تو دل کو ٹٹول کر دیکھ لیا جاوے کہ وہ کیفیت نہ ہوگی جو اجازت میں ہے۔ اجازت کی اصل یہ تھی کہ ایک دفعہ بزرگ وظیفہ سُن لیتے تھے تاکہ غلط نہ پڑھا جاوے۔ اب تو مولوی بھی اجازت لیتے ہیں۔ محض رسم اور عقیدہ کا فساد ہے۔

رسید کے مطالبہ پر منی آرڈر واپس فرمانا

فرمایا کہ سَو روپیہ کا منی آرڈر آیا کہ مدرسہ کے لئے وصول کر لو اور مدرسہ کی رسید بھی دو۔ میں نے واپس کر دیا اور لکھ دیا کہ مدرسہ میں رسید نہیں

مذکورہ شخص کی بلا رسید منی آرڈر قبول کرنے کی درخواست

فرمایا۔ کہ ایک سو روپیہ جو آیا تھا اور رسید کے مطالبہ کی وجہ سے واپس کر دیا تھا آج پھر خط آیا ہے وہ بلا رسید داخل کرنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح ایک شخص نے میرے پاس پچاس روپیہ روانہ کئے۔ میں نے ایک وجہ سے واپس کر دیے۔ مگر اس نے اب تک واپس نہ کئے۔

---

[1] ایذا رسانی ۱۲

بچوں کو پڑھانا اچھا شغل ہے

ایک شخص سے دریافت کیا کہ وطن میں کیا شغل ہے ۔ اس نے کہا کہ بچوں کو پڑھاتا ہوں۔ فرمایا یہ بہت اچھا ہے ۔ بڑوں کو تعلیم دینے میں تو اکثر ایمان فروشی کرنی پڑتی ہے ۔

اہل قصبہ سے طلباء کو کھانا بھیجنے میں ایک شرط

فرمایا کہ شروع شروع میں یہاں قصبہ کے لوگوں نے کہا کہ ہم طلباء کو کھانا دیں گے۔ میں نے کہا کہ جیسے مہمان کو سینی میں لگا کر روانہ کرتے ہیں یہاں لا کر دینا منظور ہے تو بہتر ورنہ منظور نہیں ۔ چونکہ درخواست اُن کی طرف سے تھی اس واسطے ہم کو شرط لگانے کا حق تھا۔ اگر درخواست ہماری طرف سے ہوتی تو اُن کو شرائط کا حق تھا ۔

بھانڈ کے نزدیک سب سے بہتر اور سب سے منحوس قوم کونسی ہے

فرمایا۔ کہ بھانڈ نے ایک جگہ تماشا کیا۔ اس میں جھگڑا ہوا کہ دنیا میں سب سے بہتر قوم کون ہے اور سب سے زیادہ منحوس کون ؟ تو اس پر اتفاق ہوا کہ سب سے بہتر ہماری قوم ہے اور سب سے زیادہ منحوس ملاؤں کی قوم ہے کیونکہ ہم تو شادی کے موقع پر حاضر ہوتے ہیں اور ملّاں موت کے وقت۔ پھر فرمایا کہ ایک محلہ میں ایک رئیس بیمار تھے ۔ موذن سے درخواست کی کہ ہمارے لئے دعا کرو۔ میں نے کہا کہ بیچارہ ظاہر میں دعا کرتا ہوگا مگر دل میں یہ کہتا ہوگا کہ کب مرے کہ کچھ ہاتھ آوے ۔

چندہ کی تحریک رؤسا کو کرنا چاہیئے

فرمایا۔ کہ میں چندہ کی تحریک کا مخالف نہیں۔ مگر اس کے طریقے کا مخالف ہوں ۔ یہ تحریک رؤسا کو کرنی چاہیئے علماء نہ کریں۔ کیونکہ رؤسا خود بھی دیتے ہیں اور علماء چونکہ عموماً خود نہیں دیتے اس واسطے شبہ ہوتا ہے کہ محض اپنے کھانے کے لئے کر رہے ہیں۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ چندہ کے لئے مجمع میں چادر لے کر پھرنے کی اجازت ہے کیونکہ اس میں لوگوں کو سہولت پہنچانے کی نیت ہے ۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی حرام خوری

فرمایا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے لاکھوں روپیہ کھائے اور کسی نے حساب دریافت کیا

تو کہا کہ حساب ہمارے پاس نہیں ہے۔ یہ جواب تو تب درست ہوتا جب لوگ خود روپیہ دیتے اور جب طلب کرنے پر روپیہ ملا ہے تو حساب دینا چاہئے۔ کیا نبوت کے ساتھ حرام خوری بھی جمع ہو سکتی ہے؟

مسئلہ کا جواب دینے سے قبل ایک بزرگ کا معمول

ایک بزرگ کی نسبت فرمایا کہ ان کا معمول تھا جب ان سے کوئی مسئلہ دریافت کرتا تو جواب سے قبل یہ سوچتے کہ اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ مسئلہ دریافت کرنا اور میں جواب دے سکتا تو جواب دے دیتا ہوں ورنہ نہیں۔ بہت عجیب مراقبہ ہے۔

بیعت پر مزعومہ ثمرہ کا ملنا ضروری نہیں

فرمایا کہ ایک شخص نے خط میں لکھا ہے کہ "بیعت کر لو تا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور دین پر پختگی پیدا ہو جائے"۔ فرمایا کہ جواب لکھ دیا ہے کہ "چونکہ بیعت پر اس ثمرہ کا مرتب ہونا ضروری نہیں اس لئے بیعت نہیں کرتا کیونکہ جب بیعت ہونے کے بعد یہ ثمرہ نہ پاؤ گے تو بیعت کو بے کار اور عبث جان کر نادم ہو گے اس واسطے پہلے عقیدہ کی اصلاح کرو"۔

بیعت کی حقیقت

فرمایا کہ بیعت کی حقیقت تو یہ ہے کہ شیخ کی طرف سے التزامِ[1] تربیت اور مرید کی طرف سے التزام طاعت ہو۔ فقط لفظوں میں کیا رکھا ہے۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ — انسان جس کے ساتھ محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ ہو گا۔

یہ بیع[2] کی طرح ہے کہ تعاطی سے بھی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح مرید بھی التزام کرے طاعت کا تو بیعت ہو گئی۔ بلکہ مرید تو اعتقاد اور التزام کو نہ چھوڑے گو پیر کہہ دے کہ تو میرا مرید نہیں ہے۔ تو بھی مرید رہے گا۔ گویا مریدی مرید کے قبضہ میں ہے۔ عورت کو خاوند طلاق دے

---

[1] یعنی شیخ تو مرید کی اصلاح اور تربیت کو اپنے ذمہ سمجھے۔ اور مرید شیخ کی اطاعت و فرمانبرداری کو ۱۲۔

[2] "بیع تعاطی" یعنی اگر خریدنے والا دکاندار کے پاس سے کوئی چیز اٹھا لے اور اس کی قیمت اس کو دیدے اور دونوں زبان سے کچھ نہ کہیں تب بھی بیع صحیح ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بیعت بھی ۱۲

سکتا ہے مگر پیر مرید کو طلاق نہیں دے سکتا۔ ہاں مرید پیر کو طلاق دے سکتا ہے۔ جیسے عورت ارتداد[1] کی حالت میں خاوند کو طلاق دے سکتی ہے۔ مرید اور مرتد میں صرف لفظوں کا فرق ہے۔

پیر ناراض ہو تو فیوض بند ہو جاتے ہیں

فرمایا کہ جب پیر ناراض ہو تو فیوض بند ہو جاتے ہیں گو مریدی باقی رہتی ہے اس لئے کوشش کر کے شیخ کو راضی رکھنا چاہیئے۔

اذان کہنے سے بھوت وغیرہ چلے جاتے ہیں

فرمایا۔ کہ تھانہ بھون میں ایک گاڑی بان ہے۔ اُس نے بیان کیا کہ ایک دفعہ رات کو کچھ کچھ بارش تھی اور میں جنگل میں تھا۔ کہیں سے گاڑی لا رہا تھا تو ایک عورت خوبصورت زیور پہنے ہوئے راستہ پر بیٹھی دیکھی۔ بجلی چمکی تو نظر آئی۔ پھر چھلانگ کر میری گاڑی پر سوار ہو گئی۔ اس وقت میں نہ سمجھا۔ بعد میں خود ہی اتر گئی اور میرا نام لیا تو میں سمجھا کہ بھوت ہے۔ بس میں بے ہوش ہو گیا اور گاڑی کو بیل گھر لے گئے۔ فرمایا کہ میں نے اس سے کہا کہ جب ایسا موقعہ ہو تو اذان کہہ دو تو فوراً چلے جاویں گے۔

قبر پر اذان دینے کا کوئی ثبوت نہیں

فرمایا۔ کہ لوگ میت کے دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان کہتے ہیں۔ شاید فرشتوں کو ڈراتے ہیں (مطلب یہ کہ ایسا کرنا بے اصل ہے)

خلوت اختیار کرتے وقت کونسی نیت اختیار کرے

فرمایا کہ خلوت باہیں وجہ پسند کرے کہ لوگ میرے شر سے بچیں۔ یہ قصد نہ ہو کہ میں لوگوں کے شر سے بچوں اور اپنے عیوب اور لوگوں کو ستانا یاد کر کے یہ نیت کرے۔

صالح شخص اور عاصی مرد

فرمایا کہ جب کوئی صالح[2] انتقال کرتا ہے تو میرا خیال فوراً ادھر جاتا ہے کہ اس سے مواخذہ نہ ہوا ہو۔ اور اگر کوئی عاصی[3] فوت ہوتا ہے تو خیال ادھر جاتا ہے کہ درگذر ہو گئی ہو گی۔ کبھی اس کا تخلف[4] نہیں ہوتا۔ حق تعالیٰ نے اس میں میری اصلاح فرمائی ہے۔

---

[1] اسلام سے پھر جانا ۱۲ [2] نیک آدمی ۱۲ [3] گنہ گار ۱۲ [4] یعنی ہمیشہ یوں ہی ہوتا ہے ۱۲۔

کسی دینی مدرسہ کا اہتمام جاہل سے نہیں ہوسکتا

فرمایا۔ کہ مدرسہ دینی کا مہتمم عالم ہونا چاہیئے۔ جاہل سے اہتمام نہیں ہوسکتا۔ کانپور کے مدرسہ کا مہتمم جاہل تھا۔ ایک طالب علم گنگوہ سے گیا داخلہ کا وقت نکل چکا تھا۔ طالب علم شرح مائۃ عامل پڑھتا تھا۔ میں نے مہتمم سے کہا کہ اس کی روٹی مقرر کرو۔ اُس نے کہا کہ کیا پڑھتا ہے؟ میں نے کہا کہ شرح مائۃ۔ کہا یہ حدیث کی کتاب ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں کوئی حدیث تو اس میں بھی ہوگی۔ فرمایا کہ میں نے گناہ کیا۔ اللہ تعالیٰ معاف فرماویں۔

انگریزی میں علوم نہیں : فرمایا کہ انگریزی میں علوم نہیں۔ عربی میں علوم ہیں۔

ہر روز کے سحری و افطار کا وقت الگ ہے

ایک شخص نے خط میں دریافت کیا کہ سحر کا وقت کب تک ہوتا ہے؟ فرمایا کہ ہر روز کی افطاری اور سحر جدا جدا ہے۔ جس دن کا دریافت کرنا ہو اس دن کا غروب لکھو۔ پھر میں بتلا دوں گا

علماء و مشائخ کے کاموں میں فرق

فرمایا۔ کہ علماء تو نسخہ بتلا دیتے ہیں اور مشائخ راہ پر چلا دیتے ہیں۔

بزرگوں کو مدعی تقدس پر زیادہ غصہ آتا ہے

فرمایا۔ کہ بزرگ کو عاصی پر اتنا غصہ نہیں آتا۔ جتنا مدعیِ تقدس[1] پر آتا ہے۔ کیونکہ یہ کبر ہے اور کبر سب گناہوں کی جڑ ہے۔

بُری نظر بعض دفعہ محبت میں بھی لگ جاتی ہے

فرمایا۔ کہ نظرِ بد محبت سے بھی لگ جاتی ہے۔ کسی نے سوال کیا کہ بزرگوں کی نظر سے فائدہ ہوتا ہے؟ فرمایا کہ ہاں! جب فائدہ کا قصد کریں۔

نعمت اور مصیبت کسی شخص کے لئے کن مواقع پر خیر ہیں اور کن مواقع پر شر

فرمایا۔ کہ نعماء[2] میں اگر توفیقِ شکر میسر ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ نعماء اس شخص

---

[1] جو شخص اپنے تقویٰ اور پرہیزگاری کا دعویٰ کرتا ہو ۱۲ [2] خدا تعالیٰ کی نعمتوں میں

کے حق میں خیر ہیں اور اگر غفلت ہو تو یہ علامت ہے کہ اس کے لئے یہ ابتلاء[1] ہے۔ اور مصائب میں اگر صبر کی توفیق ہو تو یہ بھی خیر ہے اور جزع، فزع اور شکایت نشان ہے اس کا کہ اس کے حق میں یہ خیر نہیں ہے۔

اہلِ جُبّہ اور قُبّہ : فرمایا کہ اہلِ جُبّہ نے قُبّہ کا ذکر شروع کر دیا ہے۔

اب ترقی اور جاہ کسے کہتے ہیں

فرمایا۔ کہ اب ترقی اور جاہ اس کو جانتے ہیں جو یورپ کی نظر میں جاہ ہو۔ یورپ نے تو سب کچھ اسلام سے لیا ہے۔ اگر تم یورپ کی تقلید کرتے ہو تو اسلام کی باتوں میں۔

جماعت ثانیہ کے خلاف اجماع ہو گیا

فرمایا۔ کہ حضرت انس رض کا مذہب جماعتِ ثانیہ تھا۔ اب چونکہ اس کے خلاف اجماع ہو گیا ہے اس واسطے پہلے کا عمل مرتفع ہو جائے گا۔

مذہب حنفی امام ربانی حضرت گنگوہی کی نظر میں

فرمایا۔ کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو حدیثوں میں امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے نصف النہار میں آفتاب۔

صاحبِ ہدایہ حافظِ حدیث تھے

فرمایا۔ کہ "صاحبِ ہدایہ" حافظ حدیث تھے۔ ان کو حدیث کے حوالہ کی ضرورت نہ تھی صرف تنبیہ کے لئے اتنا ہی کافی تھا جتنا وہ کہہ گئے ہیں۔ مگر اس زمانہ میں چونکہ تدین نہیں اس واسطے اب تو سطر، صفحہ سب کچھ لکھا جاوے تاکہ دوسرا دیکھ سکے۔

مناظرہ کرنے سے دو غرضیں ہوتی ہیں

فرمایا۔ کہ اہل بدعت میں سے ایک مولوی صاحب تھے (جن کا نام محمد عمر تھا) انہوں نے ایک وعظ میں کہا کہ واللہ آمین بالسر کے بارے میں ایک لاکھ سے زیادہ احادیث ہیں۔ تو ایک شاگرد نے اپنی جگہ پہ ان سے کہا کہ ایسی بات کیوں کہی۔ کہا کہ حدیث عرض ہے اور ہر محدث کے ساتھ علیحدہ علیحدہ قائم ہے۔ اس واسطے ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہیں

---

[1] امتحان

انہی مولوی صاحب نے مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے کہا کہ مجھ سے مناظرہ کر لو۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ مناظرہ سے دو غرض ہیں۔ ایک یہ کہ وضوح حق کے بعد حق قبول کر لینا۔ سو اس کی تو آج کل امید نہیں۔ دوسری غرض یہ ہے کہ دوسرے پر غلبہ حاصل ہو۔ تو اس کو میں پورا کر دیتا ہوں۔ پھر بلند آواز سے کہا کہ صاحبو! یہ بہت بڑے مولوی ہیں۔ ان کے سامنے ہم جاہل ہیں۔

حیدرآباد سے عزم حاضری رکھنے والے شخص کو ارشاد

فرمایا۔ حیدرآباد سے ایک شخص کا خط آیا ہے۔ درخواست کی ہے کہ میں تھانہ بھون حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ پہلے میرا مذاق معلوم کر لو تاکہ بعد میں ندامت نہ ہو۔ میرا مذاق وہ ہے جس کو حیدرآباد کی اصطلاح میں "وہابیت" کہتے ہیں۔ کسی نے کہا کہ شاید آکر ٹھیک ہو جائے۔ فرمایا کہ بیٹھ کر ہو جائے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ "سمجھ کر آنا" اور "آکر سمجھنا" میں فرق ہے۔

دو چار طالب علموں کے آنے سے طبعی مسرت

فرمایا۔ کہ دنیاداروں سے اتنی خوشی نہیں ہوتی جتنی دو چار طالب علموں سے خوشی ہوتی ہے۔ کیونکہ دنیاداروں کا کیا پتہ ہے۔ ع

قدر جوہر شاہ بداند یا بداند جوہری

دنیاداروں کو کیا پتہ؟

ایک حجام کو استاد کا لقب ملنے کی حکایت

فرمایا۔ کہ ایک حجام پر ایک بادشاہ ناراض ہو گیا کہ وقت پر حجامت نہیں کی۔ اُس حجام نے بادشاہ کے نوکر سے کہا کہ جب بادشاہ سو جائے تو مجھ کو خبر کر دینا۔ اس نے بادشاہ کے سوتے سوتے حجامت بنا دی۔ اس بات سے بادشاہ نے خوش ہو کر اس کو "استاد" کا لقب دیا۔ حجام کی بیوی نے کہا کہ خوشی تو تب ہوتی کہ چار حجام مل کر تجھے استاد کا لقب دیتے۔

طمع اور خوف حق گوئی سے منع کر دیتا ہے

فرمایا۔ کہ طمع اور خوف حق گوئی سے منع کر دیتا ہے۔ مگر اہل اللہ کہ وہ اپنی زندگی میں اپنے

بچوں کو یتیم اور بیوی کو بیوہ سمجھتے ہیں۔

امراء کو مرید کرنے کی فکر نہ کرنی چاہیئے

فرمایا۔ کہ امراء کو مرید کرنے کی فکر نہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ مرید تو اس کو کرے جس کو کم از کم یہ تو کہہ سکے کہ "تیری حرکت نالائق ہے اگرچہ تو نالائق نہیں"۔

حضرت حکیم الامتؒ کی سادگی

فرمایا۔ کہ محلہ میں سے چنے کا ساگ میں خود مانگ لیتا ہوں۔ لوگ خوشی سے لا دیتے ہیں اور دال بھی۔

۱۲ ربیع الاوّل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ وصال نہیں

فرمایا۔ کہ ۱۲ ربیع الاوّل کو وفات کی تاریخ مقرر کرنی کسی طرح درست نہیں۔ کیونکہ حج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ۹ ذی الحجہ یوم جمعہ کو ہوا اور دوشنبہ کو انتقال ہوا۔ تو ۱۲ تاریخ کسی طرح نہیں بنتی۔ علی گڈھ کالج سے ایک طالب علم نے یہی سوال کیا۔ تو میں نے یہ جواب دیا کہ ۱۲ تاریخ حدیث سے ثابت نہیں۔ صرف دوشنبہ ثابت ہے۔

سورۃ الفاتحہ نماز میں واجب ہونے کا مفہوم

فرمایا۔ کہ فقہاء جو کہتے ہیں کہ فاتحہ نماز میں واجب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جمیع حروفہا واجب ہے اور تکرار یہ ہے کہ ایک دفعہ پڑھ کر دوبارہ پڑھے۔

مرید پر نکیر کرنا شیخ پر واجب ہے

فرمایا۔ کہ شیخ پر واجب ہے کہ مرید پر نکیر کرے۔ مرید نے جب اطاعت کا التزام کیا ہے تو یہ ضرور تعلیم کرے۔

کچھ رقم اپنے پاس جمع رکھنا: فرمایا۔ کہ اتنا روپیہ پاس جمع رکھتا ہوں کہ اینٹھ مروڑ کر سکوں۔

قیمتی کپڑے واپس کرنے کا سبب

فرمایا۔ کہ دہلی سے ایک پارسل آیا تھا جس میں کپڑے تھے، بہت قیمتی شال۔ اچکن، صدری وغیرہ تھیں۔ مگر صدری سے مجھ کو شبہ ہوا کہ شاید یہ مستعملہ ہے اور ان کے ہاں ایک میت بھی ہوئی تھی۔ مجھ کو شبہ ہوا کہ میت کے ہیں۔ میں نے اُن کو خط لکھا کہ کپڑے پہنچ

گئے ہیں۔ چند امور قابلِ دریافت ہیں۔ اوّل یہ کہ یہ کپڑے مرحوم کے ہیں یا نہیں۔ اگر مرحوم کے ہیں تو وارثوں کا مال ہے کیوں بھیجے۔ اگر مرحوم کے لئے نہیں تھے اپنے لئے بنئے تو بھی کیوں بھیجے۔ غرض یہ لکھ دیا کہ جواب دیجئے۔ کچھ جواب نہ آیا۔ پھر دوسرا خط لکھا اور لکھ دیا کہ اگر جواب نہ آیا تو واپس کردوں گا۔ پھر واپس کر دیے ایک آدمی کی معرفت اور اس کو کہہ دیا کہ ہرگز واپس نہ لانا۔

اللہ تعالیٰ علماء کو غناءِ ظاہری یا غناءِ قلبی عطا فرمائے

فرمایا۔ کہ خدا تعالیٰ مولویوں کو غناءِ ظاہری یا غناءِ قلبی عطا فرمادیں۔

حضرت حکیم الامتؒ کے والد نے آپکی تربیت مشائخ کی طرح کی

فرمایا۔ کہ والد صاحب نے ہماری تربیت مشائخ کی طرح کی۔ بچپن سے مجھ کو عربیت پر لگایا اور بھائی کو انگریزی پر۔ تائی صاحبہ نے والد صاحب سے کہا کہ یہ کہاں سے کھائے گا بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ یہ تو مجھے معلوم نہیں۔ مگر انگریزی پڑھے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے پھریں گے اور یہ کسی کو منہ بھی نہ لگائے گا اور بچپن میں ہم کو کبھی دعوت پر نہیں لے گئے۔ میں اور بھائی دونوں دنگا کرتے تھے مگر مجھ کو کبھی نہیں پیٹا بھائی کو پیٹا جب میں بڑی بڑی کتابیں پڑھنے لگا تو خط میں مجھ کو مولوی صاحب کر کے لکھا کرتے تھے۔

چالاکی اور عقل میں فرق

فرمایا۔ کہ چالاکی اور چیز ہے اور عقل اور چیز ہے۔ کیونکہ چالاکی مذموم ہے:
اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ (بے شک تم عورتوں کا کید (چالاکی) بہت بڑا ہے) سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا کید بڑا ہے اور حدیث میں ہے، ھن ناقصات العقل (عورتیں کم عقل ہوتی ہیں) تو عقل کو نقص ہوا اور کید کو عظیم فرمایا ہے۔

قاضی شریح کا استنباط

فرمایا۔ کہ قاضی شریح نے استنباط کیا کہ جوان سے سوال کرنا چاہئے اور بوڑھے سے نہ کرے کیونکہ اخوۃ یوسف علیہ السلام نے باپ سے مغفرت کا مطالبہ کیا تو۔

سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ عنقریب (تمہارے لئے مغفرت) طلب کروں گا

۔۔۔ اور یوسف علیہ السلام سے مطالبہ کیا تو فرمایا:۔

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ آج تم پر کوئی الزام نہیں۔

مگر یہ استنباط درست نہیں۔ کیونکہ یعقوب علیہ السلام نے استغفار کا موقعہ تلاش کیا تھا۔

شیطان کا مکر حق تعالیٰ شانہٗ کے قوت کے مقابلہ میں ضعیف ہے

فرمایا۔ کہ بعض نے استنباط کیا ہے کہ عورتوں کا مکر شیطان سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ شیطان کے کید کو ضعیف فرمایا اور عورتوں کے کید کو عظیم فرمایا۔ مگر یہ استنباط درست نہیں کیونکہ شیطان کا مکر حق تعالیٰ کی قوت کے مقابلہ میں ضعیف ہے جیسا کہ آیت کے شروع سے معلوم ہوتا ہے ورنہ عورتوں کو شیطان ہی تو تباہ کرتا ہے۔

حصولِ علم کی شرط

فرمایا۔ کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ علم کے حصول کے لئے شرط ہے کہ استاد کا ادب کرے اور تقویٰ حاصل کرے پھر علم آتا ہے۔

دعائے مغفرت مردہ کے لئے مفید ہے

فرمایا۔ کہ دعاء مغفرت مُردہ کے لئے مفید تو ہے کیونکہ وہ خود عاجز ہے۔ مگر زندہ تو خود توبہ کرلے۔

میں عالم الغیب نہیں البتہ عالم العیب ہوں

فرمایا۔ کہ لوگ آکر تصنّف بات کرتے ہیں۔ یہ خیال کرتے ہوں گے کہ عالم الغیب ہے۔ عالم الغیب تو نہیں۔ البتہ عالم العیب ہوں۔ تصنّف بات سے ان کے عیب کا پتہ چل جاتا ہے۔

اصلاح کو سختی سمجھنا غلط ہے

فرمایا۔ کہ لوگ اصلاح کو سختی کہتے ہیں۔ اگر اصلاح سختی ہے تو پھر اصلاح کیسے کروں؟

شتر بغدادی

فرمایا۔ کہ بس آج کل تو عقائد درست ہوں۔ داڑھی ہو اور پاجامہ چڑھا ہوا ہو تو اس کو جنید بغدادی سمجھتے ہیں۔ خواہ اعمال کیسے ہی ہوں اور ہم اُس کو شتر بغدادی کہتے ہیں۔

مرنے کے بعد کمال منقطع ہو جاتے ہیں

فرمایا۔ کہ ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جب تک زندہ ہو قدر نہیں ہوتی۔ اور

جب مرجائیں پھر رحمۃ اللہ اور کچھ مدت کے بعد قدس سرہٗ۔ مُردوں کی قدر ہوتی ہے۔ مُردوں کی قدر کیا ہوتی حالانکہ مرنے سے کمال منقطع ہوجاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت شفقت

فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بہت تکلیف ہوتی تھی کہ کفار نہیں مانتے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۔ شاید آپ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دیں گے بوجہ اس کے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔

اور یوں نہیں فرمایا کہ : عَلٰى ضَرِّهِمْ وَ شَتْمِهِمْ (اُن کی ایذا اور بد کلامی پر)

باکمال شخص کو زینت کے اہتمام سے استغناء ہوتا ہے

فرمایا۔ کہ جب کسی شخص کو دیکھتا ہوں کہ وہ اپنی زینت کے اہتمام میں لگا رہتا ہے تو خیال ہوتا ہے کہ یہ اندر سے خالی ہے اس واسطے بنتا ہے۔ باکمال کو اس سے استغنا ہوتا ہے۔

ایک ہندو لیکچرار کی خرافات

فرمایا۔ کہ مظفر نگر میں ایک ہندو نے لیکچر میں کہا تھا کہ ہم جب انگریزوں سے ترکِ موالات کریں گے تو پھر ان کا رہنا مشکل ہوجائے گا۔ اور " ہم " کی تفسیر یہ کی کہ ہؔ سے مطلب ہندو اور مؔ سے مراد مسلمان ہیں۔ لوگ بڑے خوش ہوئے۔ پھر ایک ہندو نے کہا کہ مؔ اس واسطے لمبا ہے کہ عرب سے مسافت کر کے آیا اور ہؔ سے مراد ہندو ہے اور ہندو اس ملک کے باشندے ہیں فرمایا کہ اگر کوئی مسلمان یہ سوال کرے کہ ہؔ کو مؔ کے سر پر کیوں چڑھا دیا تو پھر کیا جواب ہوگا؟ سب خرافات ہیں

مذہب اسلام پر ایک اعتراض کا جواب

فرمایا۔ کہ اس اعتراض کا کہ مسلمان کے مذہب کا دارومدار آلۂ تناسل پر ہے۔ کیونکہ ختنہ کرتے ہیں تو اس سے مسلمان ہوجاتے ہیں۔ ایک ولایتی نے بہت عمدہ جواب دیا کہ جس چیز پر کسی کی بنیاد ہوتی ہے اس کو وہ قطع نہیں کرتا۔ مسلمان تو اس کو قطع کرتے ہیں اور ہندو اس کو باقی رکھتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہندو مذہب کی بنیاد اسی پر ہے۔

بغیر خود تحقیق کئے دستخط کرنے کو دل نہیں چاہتا

فرمایا۔ کہ تاوقتیکہ خود تحقیق نہ کرلوں دستخط نہیں کرتا۔ جی نہیں چاہتا کہ محض کسی کے لکھنے پر دستخط کردوں۔

فتویٰ شرح صدر کے بعد دینا چاہیئے

فرمایا۔ کہ جواب شرح صدر کے بعد دینا چاہیئے۔ اگر جزئیہ نہ ملے تو لکھ دے کہ جواب قواعد کی بناء پر دیا گیا جزئیہ نہیں ملا۔ اور علماء سے بھی دریافت کرلو تاکہ بوجھ نہ رہے۔

حصول دنیا کے لئے بجائے وظیفہ کے تدبیر کرنا چاہیئے

فرمایا۔ کہ وظیفہ اس غرض سے پڑھنا بے کار ہے کہ دنیا ملے۔ اس کام کے لئے تو تدبیر کرنی چاہیئے۔ اولاد کے لئے وظیفہ نہیں کرتے بلکہ تدبیر کرتے ہیں۔

خسروؒ اور مولانا جامیؒ ہمعصر تھے

فرمایا۔ کہ "خسروؒ" اور "مولانا جامیؒ" معلوم ہوتا ہے کہ ہم عصر تھے۔ خسروؒ نے ایک شخص کو جس کا نام "ادریس" تھا مولانا جامیؒ کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ اگر تمہارا نام پوچھیں تو تم پہلے کھڑے ہوجانا۔ پھر رکوع کرنا، پھر داڑھی سے پانی چھڑک دینا۔ چنانچہ جب وہ گئے مولانا جامیؒ نے نام دریافت کیا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ مولانا جامیؒ بہت ذہین تھے فوراً کہہ دیا کہ "ادریس" ہے۔

حکمت کی کتابوں کی تصنیف پر دو متضاد اثرات

"حکمت کی یہ کتابیں جو میں نے لکھی ہیں ان کو دیکھ کر بعض لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور بعض کفر تک کا فتویٰ لگاتے ہیں"۔ (یہ ایک خط آنے پر فرمایا تھا جب خط پڑھا اس میں ایک درزی نے لکھا تھا کہ مجھ کو آپ سے اللہ کے واسطے بہت محبت ہے)

ہندو کے سلام کا جواب کس طرح دینا چاہیئے

فرمایا۔ کہ جب ہندو "سلام" کہتے ہیں تو میں "جناب" کہہ دیتا ہوں اور دل میں یہ سمجھتا ہوں کہ "جنابت" سے مشتق ہے۔ کیونکہ وہ غسل نہیں کرتے۔ اور "سلام" اگر کہوں تو یہ ارادہ ہوتا ہے کہ ہم کو حق تعالیٰ کفر سے سلامت رکھیں۔ اور "سلام" میں بھی کیا حرج ہے

اور "آداب" کے معنی یہ ہیں کہ آپاؤں داب یا ہندو کو جواباً اشارہ کردے۔

مولوی محمد اسماعیل صاحب کی ریاست بھوپال میں ایک عورت کو مسلمان کرنے کی حکایت

فرمایا۔ کہ "مولوی محمد اسماعیل صاحب" ایک مولوی تھے ریاست بھوپال میں۔ انہوں نے کسی عورت کو مسلمان کر لیا اور حیرت ہے کہ وہاں پہ انگریزی قانون ہے کہ مسلمان کرنا جرم ہے۔ مولوی صاحب پہ مقدمہ چلا۔ جج ان کا واقف تھا اس نے اپنی جگہ پر سمجھایا کہ تم انکار کر دینا۔ انہوں نے کہا کہ موقعہ پہ دیکھا جائے گا۔ مقدمہ کی تاریخ آئی۔ جج نے پوچھا، تم نے مسلمان کیا ہے؟ کہا میں نے نہیں کیا یہ خود مسلمان ہو گئی۔ اُس جج نے کہا کہ تم نے اس کو کلمہ پڑھایا؟ کہا ہاں۔ جج نے کہا بس یہی ہے مسلمان کرنا۔ کہا کہ یہ قانون غلط ہے۔ میں اس قانون کو نہیں مانتا۔ کیونکہ جب اس نے اسلام کا عزم کر لیا تھا تو اسی وقت سے مسلمان ہو گئی تھی جج بڑا حیران ہوا۔ اس نے مسل کسی بڑے حاکم کے پاس بھیج دی۔ حاکم نے لکھ دیا کہ جب یہ قانون ہی کو نہیں مانتا تو خواہ مخواہ اس کو قانون کے تحت کیوں لاتے ہیں۔ بس رہا ہو گئے پھر عورت مسلمان ہونا چاہتی اُن کے پاس آجاتی

اغوا اور ارشاد میں فرق

فرمایا۔ کہ ریاست بھوپال میں ایک عورت مسلمان ہو گئی اور مسلمان جج نے مسلمان کرنے والے کو اغوا کے تحت داخل کر کے سزا دیدی۔ اپیل میں ایک انگریز نے کہا کہ تعجب ہے فاضل جج پر کہ "اغوا[1]" اور "ارشاد[2]" میں فرق نہیں کیا۔ کیونکہ مذہب کی تعلیم ارشاد ہے جو اس کو عمدہ سمجھ کر دی گئی۔ اغوا، وہ ہوتا ہے کہ بُری اور موذی بات بتلائی جاوے۔ اور مذہب کی تعلیم ہر مذہب والے کے نزدیک عمدہ چیز ہے تو یہ ارشاد ہے اغوا نہیں ہے

آمین بالسّر کسی کا مذہب نہیں

فرمایا۔ کہ کسی جگہ آمین کا جھگڑا تھا۔ ایک انگریز نے فیصلہ کیا کہ تحقیق سے آمین کی تین قسم معلوم ہوئیں۔ ایک بالسّر[3] اور یہ بعض کا مذہب ہے۔ اور ایک بالجہر[4] اور یہ

---

[1] گمراہ کرنا ۱۲ [2] ہدایت دینا ۱۲ [3] یعنی آہستہ کہنا ۱۲ [4] بلند کہنا ۱۲

بھی بعض کا مذہب ہے اور ایک بالشت[1]۔ یہ کسی کا مذہب نہیں ہے۔

بیماروں اور تندرستوں سے ارشاد

فرمایا۔ کہ بیماروں کو تو کہہ دیتا ہوں کہ تراویح آٹھ پڑھو۔ مگر تندرستوں کو نہیں کہتا۔

ہوّا اور بھوت سے ڈرنا عبث ہے

کسی نے کہا کہ لوگ ہوّا اور بھوت سے ڈرتے ہیں۔ فرمایا کہ آدم کو حوّا سے کیا ڈر؟

مولوی نصیر الدین صاحب معقولی کی حکایت

فرمایا۔ کہ مولوی نصیر الدین صاحب معقولی تھے۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھتے تھے۔ مجھ سے کہتے تھے کہ میرا ارادہ تھا کہ قطب صاحب کے مزار پر ہر روز ضرور جایا کروں گا۔ اگر مولانا رشید احمد صاحب منع کریں گے تو ان سے مناظرہ کروں گا۔ جب گنگوہ پہنچا تو کبھی ارادہ مزار پر جانے کا نہ ہوا۔ خود بخود ہی رائے بدل گئی۔

دیوبند کے رنگ پر دوسرا رنگ چڑھ نہیں سکتا

فرمایا۔ کہ مولوی احمد حسن صاحب فرماتے تھے کہ دیوبند کا رنگ ایسا چڑھتا ہے کہ اس پر دوسرا رنگ چڑھ ہی نہیں سکتا۔

قاری عبدالوحید پر علماء دیوبند کا اثر

فرمایا۔ کہ قاری عبدالوحید صاحب کو میں نے دیوبند رکھایا۔ مہتمم صاحب نے فرمایا کہ کوئی قاری رکھنا چاہیئے۔ میں نے کہا کہ قاری تو ہیں مگر وہ داڑھی کتراتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ خود بخود اچھے ہو جائیں گے۔ چنانچہ دیوبند پہنچ کر داڑھی چھوڑ دی

مولوی تراب صاحب اور مفتی سعد اللہ صاحب کے اختلاف کی حکایت

فرمایا۔ کہ پہلے لوگ مخلص ہوتے تھے۔ مولوی تراب صاحب جنہوں نے "قاضی[2]" کا حاشیہ لکھا ہے۔ ان کا مفتی سعد اللہ صاحب سے اختلاف ہوا۔ مولوی تراب صاحب تو مولود شریف کرتے تھے اور مفتی سعد اللہ صاحب ہمارے عقیدہ کے تھے۔ مولوی تراب نے کہا کہ تم کیوں نہیں کرتے؟ مفتی صاحب نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی وجہ سے نہیں

---

[1] شرارت کی وجہ سے آمین کہنا ۱۲ [2] ایک کتاب کا نام ہے ۱۲

کرتے۔ پھر مفتی صاحب نے پوچھا کہ تم کیوں کرتے ہو؟ مولوی تراب صاحب نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے کرتے ہیں۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ مولوی تراب تمہارا مدار بھی اخلاص پہ ہے اور ہمارا بھی اخلاص پر۔ انشاء اللہ تعالیٰ دونوں کی نجات ہوگی۔ بس اس قسم کا اختلاف تھا ان حضرات کا۔

بروز قیامت ظالم و مظلوم کا قصاص

ایک مولوی صاحب نے وعظ کہا اور یہ بیان کیا کہ مظلوم کے گناہ ظالم پہ ڈال دئے جاویں گے یا ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دی جاویں گی۔ بعد فراغتِ وعظ بیان کیا گیا کہ اگر مظلوم کے گناہ نہ ہوں اور ظالم کے پاس نیکی کوئی نہ ہو تو قصاص کی صورت کیا ہوگی؟ فرمایا کہ یہ فیصلہ ہمارے ذمہ نہیں اس واسطے اس کا علم ہم کو کوئی ضروری نہیں۔ اس کا علم فیصلہ کرنے والے کو ضروری ہے۔ فرمایا۔ کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مظلوم کو مراتب دے دیے جاویں اور ظالم کو اس کے سامنے سزا دی جاوے تاکہ اس کا غیظ کم ہو جاوے۔

۵۸ صفحات کے طویل خط کے ہر جُزو کا جواب دینا

فرمایا۔ کہ ایک خط ۵۸ صفحہ کا آیا۔ عبارت بہت عمدہ تھی اور مضمون بھی عمدہ تھا۔ ایک ایک جزو کو پڑھا۔ جی چاہتا تھا کہ اور لمبا ہوتا۔ کسی نے بہت اخلاص سے اپنے حالات لکھے تھے۔

ایک شیعی کا خط

فرمایا۔ کہ اس شیعی نے پھر لکھا ہے کہ میں تمہارے مذہب میں داخل ہو جاؤں گا۔ مگر بتلاؤ کہ تم فائدہ کے ذمہ دار ہو اور ضامن ہو۔ فرمایا کہ جواب لکھوں گا۔

دو شخصوں کی خدمت کو زیادہ دل چاہتا ہے

فرمایا۔ کہ ایک شخص ننھے خان نے کانپور میں جائداد میرے نام وقف کی۔ میں نے یتیم خانہ کو وقف کی دی۔ دو شخصوں کی خدمت کو زیادہ دل چاہتا ہے۔ ایک یتیم، دوسرا نومسلم۔

حضرت گنگوہیؒ کا بے نظیر اخلاص

فرمایا۔ کہ مولانا رشید احمد صاحبؒ نے مولوی یحییٰ صاحب سے فرمایا کہ بریلی سے جو

رسائل آتے ہیں مجھ کو سنایا کرو۔ تاکہ جو بات ہمارے اندر بُری ہے اُس سے رجوع کر لیں۔ انہوں نے کہا کہ ان میں سوائے گالیوں کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

آج کل گروہ بندی کا مرض بڑھ گیا ہے

فرمایا۔ کہ آج کل تحزب[1] کا مرض بڑھ گیا ہے، کوئی اپنے کو خلیلی، کوئی رشیدی، کوئی قاسمی، کوئی محمدی یہاں تک کہ کوئی اشرفی لکھتا ہے۔ فرمایا کہ کوڑی کا تو ہے نہیں بنتا ہے اشرفی اگر اہلِ بدعت سے امتیاز ضروری ہے تو امدادی کافی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں یا امداد اللہ یا ہوالرشید۔ فرمایا کہ اس سے شرک پھیلتا ہے۔

حضرت گنگوہیؒ کا بے مثال ادب

فرمایا۔ کہ مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حاجی صاحب کے لئے عمامہ بھیجا۔ تو حضرت حاجی صاحبؒ نے پہلے سر پہ رکھا پھر منہ پر، پھر آنکھوں پر۔ اس قسم کا ادب کرتے تھے۔ اگر کوئی دیکھتا تو یہ خیال کرتا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے پیر نے بھیجا ہے۔

پہلے لوگ صاحب سماء تھے

فرمایا۔ کہ پہلے لوگ صاحبِ سماع تھے اور صاحبِ سماء[2] بھی تھے۔ صاحب ارض، یعنی دابۃ الارض[3] نہ تھے۔

ایک شخص کا اخلاص

فرمایا۔ کہ ایک شخص ہیں وہ جب کوئی شے مدرسہ میں تقسیم کرنے کے واسطے بھیجتے ہیں تو لکھتے ہیں کہ آپ اس چیز کے مالک ہیں تاکہ صرف تقسیم کا ثواب نہ ہو بلکہ اپنی شے مملوک تقسیم کرنے کا ثواب ہو۔

واقعہ تعمیر سہ دری خانقاہ

فرمایا۔ کہ سہ دری میں کچھ درخت تھے۔ حضرت میانجی صاحبؒ دادا پیر کی خدمت میں یہاں کے کچھ لوگ گئے کہ حضرت دعا کرو کہ ہماری معافی واگذار ہو جائے۔ حضرت میاں جی صاحبؒ نے فرمایا کہ تم وعدہ کرو کہ میرے حاجی کے لئے سہ دری بناؤ گے۔ انہوں نے کہا کہ

---

[1] جماعت بندی ۱۲ [2] آسمان والے ۱۲ [3] نرے زمین پر چلنے والے ۱۲.

بہتر۔ کچھ دن گذرے تھے کہ خبر آئی کہ معافی واگذار ہوگئی۔ وہ لوگ حاضر ہوئے اور کہا کہ حضرت معافی واگذار ہوگئی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ وعدہ یاد ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضرت یاد ہے۔ مگر نصف سہ دری بنا دیں گے۔ پوری کی توفیق نہیں۔ میاں جی صاحبؒ نے فرمایا کہ نصف پر راضی ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ کچھ دن گذرے خبر آئی کہ معافی تاحیات ہوگی۔ وہ لوگ پھر حاضر ہوئے اور کہا دعا کیجئے۔ فرمایا کہ تم ہی سے تو کہا تھا کہ نصف پر راضی ہیں۔

دعا کی برکت سے سمندر سے شیریں پانی ملنا

فرمایا۔ کہ مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جہاز پر سوار تھے۔ شیریں پانی جو پینے کے لئے تھا وہ ختم ہوگیا۔ لوگوں نے عرض کی کہ دعا کیجیے۔ فرمایا کہ ہماری دعا تو شیرینی سے چپکتی ہے پھر شیرینی لائے اور دعا فرمائی تو سمندر سے ایک موج اٹھی۔ تو فرمایا کہ اسے بھر لو۔ لوگوں نے پانی بھرا نہایت شیریں تھا۔ سمندر کے اندر ہی شیریں پانی ان کو مل گیا۔

مولانا محمد منیر صاحب نانوتویؒ کا تقویٰ

فرمایا۔ کہ مولوی منیر صاحب جو مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم بھی تھے۔ ایک دفعہ مدرسہ کی رپورٹ چھپوانے کے لئے گئے تو راستہ میں ڈیڑھ سو روپیہ کے نوٹ گم ہو گئے۔ مدرسہ میں اراکین نے کہا کہ امانت تھی۔ اس لئے اس کا تاوان مدرسہ نہیں لے سکتا۔ مولوی منیر صاحب نے کہا کہ نہیں میں تو دوں گا۔ یہاں تک کہ یہ بات مولوی منیر صاحب اور اراکین مدرسہ میں جھگڑے کی شکل اختیار کر گئی۔ اور آخر فیصلہ یہ ہوا کہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا جاوے جو وہ فیصلہ کریں اس پر عمل کیا جاوے۔ چنانچہ لکھا گیا۔ تو حضرت نے فرمایا کہ مولوی منیر صاحب پر ضمان[1] نہیں۔ مولوی منیر صاحب اس پر بہت بگڑے اور کہا کہ مولوی رشید نے یہ ساری فقہ میرے ہی لئے پڑھی تھی۔ میں تو تب جانوں کہ وہ اپنی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر یہ کہہ دے کہ اگر ان سے روپیہ ضائع ہوجاتا تو وہ کیا کرتے۔ مدرسہ میں داخل کرتے یا نہ کرتے۔ ظاہر ہے کہ یقیناً کرتے۔ پھر مجھے کیوں منع کرتے ہیں؟ (سبحان اللہ یہ کیسے لوگ تھے۔

---

[1] تاوان ۱۲

حکایت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ و مولانا محمد منیر صاحب نانوتویؒ

فرمایا۔ کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ ایک دفعہ ریل میں سوار تھے اور مولوی منیر صاحب بھی ساتھ تھے۔ ایک فاحشہ عورت آکر مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے ساتھ مل کر بیٹھ گئی۔ مولانا منیر خوب ہنسے اور کہا کہ آج تمہاری بزرگی کا پتہ چلے گا۔ مولوی محمد قاسم صاحبؒ کو دیکھتے بھی رہے اور چھیڑتے بھی رہے۔ فوراً ایک ریل کا ملازم بابو آیا اس نے آکر عورت سے کہا کہ تو کیوں یہاں بیٹھی ہے؟ یہ عورتوں کا کمرہ نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ ہم بھی مردوں کی طرح ہیں۔ اس نے کہا کہ کھڑی ہو ورنہ بالوں سے پکڑ کر باہر کردوں گا۔ فوراً چلی گئی۔

مولانا منیر صاحب مولانا محمد قاسم صاحب کے معتقد تھے

فرمایا۔ کہ مولوی منیر صاحب مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے معتقد بھی تھے اور بے تکلف بھی تھے۔ نوکری کے بھی متلاشی تھے۔ خواب دیکھا کہ بریلی سے سفید بط اُڑ کر آئے ہیں۔ یہ خواب حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے بیان کیا۔ تو مولانا نے فرمایا کہ اگر مٹھائی کھلاؤ تو بیس روپیہ کا نوکر کرادوں۔ ورنہ گیارہ کا۔ کہا کہ مٹھائی لے لو۔ فرمایا کہ جاؤ بریلی! بیس روپیہ کے نوکر ہو جاؤ گے۔ کچھ دن گذرے کہ اطلاع آگئی کہ تمہاری درخواست منظور ہو گئی ہے اور بیس روپیہ ماہوار تنخواہ ملے گی۔ مولوی منیر صاحب نے مولانا صاحب سے کہا کہ بیس اور گیارہ کا قصہ بط سے تو سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اتنا سمجھ میں آسکتا ہے کہ سفید اور حلال روپیہ ہوگا مگر بیس اور گیارہ کا پتہ نہیں چلتا۔ فرمایا کہ لفظ بط اردو میں مخفف ہے اور عربی میں مشدد۔ تو اردو کے لحاظ سے تو با کے دو عدد ہیں اور طا کے نو۔ تو گیارہ ہوئے۔ اور عربی کے لحاظ سے دو طا اعتبار کرکے اٹھارہ اور با کے دو تو کل بیس ہو گئے۔

شیخ سے محبت مفید ہے

فرمایا۔ کہ شیخ سے جتنی محبت مفید ہے اتنی تعظیم مفید نہیں۔

من آنم کہ من دانم

فرمایا۔ کہ ایک شخص نے کانپور میں کہا کہ "من آنم کہ من دانم"[۵] تو حاجی عبدالرحمٰن صاحب

---

[۵] اپنی حقیقت مجھی کو معلوم ہے ۱۲

مالک مطبع نظامی نے کہا کہ آپ تو پھر بہت بڑے آدمی ہیں۔ کیونکہ یہ آپ نے اقرار کر لیا کہ اپنے آپ کو جانتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ جس نے اپنے آپ کو جان لیا اُس نے اللہ تعالیٰ کو جان لیا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔ تو آپ نے تو حق تعالیٰ کو جان لیا فرمایا۔ کہ اُمّی آدمی تھے مگر بہت عمدہ بات نکالی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کی طرف مبعوث تھے

فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ساری دنیا کی طرف مبعوث تھے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے علوم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے دیے کہ ساری دنیا کے دانت کھٹے کر دیے اور سہل عبارت میں بڑے بڑے علوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیے۔

طاعون میں مکان بدلنا جائز ہے

فرمایا۔ کہ طاعون میں مکان بدل لے تو یہ جائز ہے مگر شہر چھوڑ کر نہ جاوے۔ کیونکہ حدیث میں لفظ بلد[۱] ہے بیت[۲] نہیں ہے۔

بُری صحبت سے بددینی کا اثر

فرمایا۔ کہ ظاہری طاعون میں تو لا عدویٰ[۳] ہے مگر باطنی طاعون یعنی بددینی وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عدویٰ[۴] ہے اور لوگ اُلٹا کرتے ہیں ؎

تا توانی دور شو از یارِ بد | یارِ بد بدتر بود از مارِ بد

فرمایا کہ لا عدویٰ کے ارشاد سے قلب قوی ہو جاتا ہے مگر ضعفِ فطری کا اثر پھر بھی کچھ رہتا ہے۔

بچپن میں حضرت حکیم الامتؒ کو غصہ سے بخار آنا

فرمایا۔ کہ بچپن میں میرا غصہ اتنا تھا کہ غصہ کی وجہ سے بخار آ جاتا تھا۔ اب تو غصہ کچھ بوڑھا بھی ہو گیا ہے اور کچھ غصہ کو نافذ[۵] بھی کر سکتا ہوں۔

---

[۱] شہر ۱۲ [۲] گھر ۱۲ [۳] یعنی طاعون کا مرض اڑ کر نہیں لگ سکتا ۱۲ [۴] یعنی دوسرے سے لگ جاتا ہے ۱۲ [۵] جاری ۱۲

علمی بات اگر سمجھ نہ آئے تو اساتذہ سے سمجھو

فرمایا۔ کہ لوگوں کو چاہیے میری کوئی علمی بات اگر ان کی سمجھ میں نہ آوے تو اس کو اپنے اساتذہ سے دریافت کریں۔ یہ مجلس قیل وقال کی نہیں ہے۔ یہ اس پر فرمایا تھا کہ ایک صاحب نے کسی بات کو دوبارہ دریافت کیا اور بات علمی تھی۔ پھر بھی اس کی سمجھ میں نہ آئی اور حضرتؒ نے دریافت بھی فرمایا کہ سمجھے؟ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔ اس پر یہ گذشتہ جملہ فرمایا۔

حضرت گنگوہیؒ کی عوام الناس پر از حد شفقت

فرمایا۔ کہ میرا ارادہ تھا کہ ایک رسالہ ایسا لکھوں کہ عوام جس میں مبتلا ہیں۔ اگر وہ کسی مذہب میں بھی جائز ہو تو اس کی اجازت دے دوں۔ تاکہ مسلمان کا فعل کسی طرح تو صحیح ہو سکے۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا تو انہوں نے اجازت دے دی۔ مولانا حنفی بہت پختہ تھے مگر عوام پر شفقت بھی بہت تھی۔ مگر ایسا رسالہ تو نہیں لکھا۔ بعض بعض مسائل حوادث الفتاویٰ میں ایسے آ گئے ہیں۔ جمعہ فی القریٰ میں اگر حضرت امام شافعیؒ کے قول میں احتیاط ہوتی تو فتویٰ دیدیتا مگر احتیاط حنفیہ کے مذہب میں ہے۔ کیونکہ اگر وہ شہر ہے اور شہر میں کوئی ظہر پڑھے تو فرض ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ گو کراہت ہو گی۔ اور اگر چھوٹی بستی ہو اور وہاں جمعہ پڑھ لیا تو جمعہ بھی نہ ہوا اور ظہر بھی ساقط نہ ہوئی۔ اس واسطے احتیاط ترک جمعہ میں ہے۔ دوسرے یہ کہ ابتلاء بھی تو نہیں۔ لوگ چھوڑ سکتے ہیں۔ اگر جمعہ نہ پڑھیں تو کیا تکلیف ہو گی؟ کچھ بھی نہیں بلکہ اور زیادہ آرام ہو گا۔ اذان نہیں، خطبہ نہیں۔ دریوں وغیرہ کا انتظام نہ کرنا پڑے گا۔ ہاں مگر پیر جی اور مولوی جی کی آمدنی بند ہو جائے گی۔

حضرت امام ابو یوسفؒ کی فقاہت

فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اونٹ پر سوار تھے اور اتفاقاً سو گئے۔ آنکھ کھلی تو فجر کی نماز کا وقت بہت تھوڑا رہ گیا تھا۔ امام ابو یوسفؒ کو امام صاحبؒ نے نماز میں امام بنایا۔ تو انہوں نے صرف فرض و واجب نماز کے ادا کئے اور سنت اور مستحب ترک کر دیے۔ تو امام صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

صار یعقوبنا فقیہا　　　ہمارا یعقوب فقیہ ہو گیا

حضرت مولانا گنگوہیؒ کی صاف گوئی

فرمایا۔ کہ مولانا گنگوہیؒ بہت صاف گو تھے۔ ایک مسئلہ میں نے لکھا۔ فرمایا کہ غلط ہے میں نے کہا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے بھی یہی لکھا۔ تو فرمایا کہ جب انہوں نے لکھا تھا تو میں نے ان سے بھی کہہ دیا تھا کہ یہ غلط ہے۔ حاجی محمد اعلیٰ صاحب ایک شخص صاحبِ سماع تھے۔ وہ کہنے لگے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو اجازتِ سماع دے دی۔ مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا۔ یہ غلط کہتا ہے اور اگر حاجی صاحبؒ نے اجازت دے دی تو انہوں نے غلطی کی ہے۔

کھانے کا مسنون طریقہ

فرمایا۔ کہ حافظ ضامن صاحبؒ نے فرمایا کہ کچھ بزرگ یہ کہتے ہیں کہ ہر لقمہ کے اوّل بسم اللہ اور آخر الحمد للہ کہتا جاوے۔ پھر حافظ صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم کو تو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ کھانے کے اول ایکدفعہ بسم اللہ اور سب کے اخیر ایکدفعہ شکر کر لے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کا بیعت میں وسعت کا سبب

فرمایا۔ کہ حضرت حاجی صاحبؒ بیعت میں اتنی تنگی نہ فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ بیعت تو مصافحہ ہے۔ پیر اور مرید میں سے جو مرحوم[1] ہو وہ مبغوض[2] کو جنت کی طرف کھینچے گا۔ کیونکہ:

اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ عَلیٰ غَضَبِیْ — میری رحمت میرے غضب سے بڑھ گئی

تو مرید اگر مرحوم ہوا تو وہی پیر کو جنت کی طرف لے جائے گا۔ اس واسطے بیعت میں وسعت فرماتے تھے۔

نجدیوں کی خشک طبیعت

فرمایا۔ کہ نجدیوں کے تسلط اور انتظام سے خوشی ہوتی ہے۔ مگر تصوّف کے امور میں آکر طبیعت اُن سے اُکھڑ جاتی ہے۔ اِن امور سے ان کے سامنے خاموش ہونا پڑے گا۔ گو ایک رسالہ میں انہوں نے لکھا ہے کہ ہم اس تصوّف کے قائل ہیں جو کتاب وسنت کے

---

[1] جس پر حق تعالیٰ کی رحمت ہو ۱۲ [2] جو خدا کی رحمت سے دُور ہو ۱۲

مطابق ہو۔ مگر ہیں خشک۔ اُس تصوف کو بھی حاصل نہیں کرتے۔

جو بیعت ہوگا وہ نجات پائے گا

فرمایا۔ کہ حضرت سلیمان تونسویؒ سے ایک دفعہ اُس وقت جب کہ جماعتِ مغرب کی اقامت ہوگئی۔ ایک شخص نے بیعت کی درخواست کی تو جماعت چھوڑ کر بیعت کرلیا اور ایک رکعت بھی جاتی رہی اُن کے مرید علماء بھی تھے۔ ان کو شیخ کے اس فعل کی وجہ معلوم نہ ہوئی۔ آخر دریافت کیا تو فرمایا کہ میرے ساتھ حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو بیعت ہوگا وہ نجات پائے گا۔ اس واسطے میں نے جلدی کی کہ نماز سے فراغت تک خدا جانے کون مرے اور کون رہے۔

تصوّف میں اتنا تر نہ ہو کہ غرق ہو جائے

فرمایا۔ تصوف میں نہ ایسا تر ہو کہ غرق ہو جائے اور نہ ایسا خشک ہو کہ حرق ہو جائے۔ کہ کسی طرح تری نہ ہو۔

مجھ کو سب سے زیادہ محبت صوفیاء سے ہے

فرمایا۔ مولوی محمد اسحاق صاحب بردوانی نے لکھا کہ مجھ کو سب سے زیادہ محبت محدثین کے ساتھ ہے۔ پھر فقہا۔ پھر صوفیا۔ میں نے ان کو لکھا کہ ہماری محبت اس کے عکس ہے پہلے صوفیاء۔ کیونکہ ان میں محبت زیادہ ہوتی ہے۔ پھر فقہاء۔ کیونکہ یہ منتظم بڑے ہیں۔ پھر محدثین۔ کیونکہ اگر محدثین احادیث جمع نہ کرتے تو فقہاء اپنی عقل کیسے لڑاتے۔

حدیث کے سمجھنے میں فقہاء ہی کا قول معتبر ہے

فرمایا۔ ابوعیسیٰ ترمذیؒ نے کتاب الجنائز میں "عدد غسل میت" میں کہ اغسلن خمسا او سبعًا کے ذیل میں تصریح کی ہے اور امام مالک کا قول کیا ہے لیکن حدیث کے سمجھنے میں فقہاء ہی کا قول معتبر ہے۔

اس کے بعد امام اوزاعی اور امام ابو یوسفؒ کا قصہ نقل فرمایا۔ کہ امام اوزاعیؒ فرماتے تھے کہ معتقہ کا نکاح فسخ ہوجاتا ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ سے کسی نے دریافت کیا فرمایا کہ فسخ نہیں ہوتا۔ کسی نے پوچھا کہ تم نے کس سے سُنا؟ فرمایا کہ امام اوزاعیؒ سے۔ امام اوزاعیؒ

نے فرمایا کہ میں نے نہیں کہا۔ جب دونوں ایک جگہ جمع ہوئے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ تم نے حدیث بیان کی تھی کہ خیار مل جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ تو امام اوزاعی نے کہا کہ ا۔

نحن العطارون وانتم الاطباء ہم عطار ہیں اور تم طبیب ہو

علم روایتِ الفاظ اور ترجمہ کا نام نہیں

فرمایا۔ علم روایتِ الفاظ اور ترجمہ کا نام نہیں بلکہ علم ان دقائق کا نام ہے جو اس کے اندر چھپے ہوئے ہیں۔

مجتہد اعظم ہونا مسلّم ہوگیا

فرمایا بعض غیر مقلدین کہتے ہیں کہ امام صاحبؒ کو کل سترہ ۱۷ حدیث پہنچیں۔ میں نے کہا کہ اگر اس سے بھی کم پہنچیں تو امام صاحبؒ کا اور بھی کمال ظاہر ہوگا۔ کیونکہ جس شخص کا علمِ حدیث اتنا کم ہو اور پھر وہ جو کچھ اپنی زبان سے فرمائے اور جو مسائل بیان کرے وہ سب حدیث کے مطابق ہوں تو اس کا مجتہد اعظم ہونا مسلّم ہوگیا۔ اور فرمایا کہ یہ قول ابن خلکان کی بے احتیاطی ہے ورنہ صرف امام محمدؒ کی کتب احادیث جو وہ امام صاحبؒ سے روایت کرتے ہیں دیکھو تو انہی میں ہزاروں احادیث ملیں گی۔

مثنوی کے سوا سب کتابیں اپنی ملک سے خارج کردیں

فرمایا۔ میری طبیعت کا یہ رنگ ہے کہ میں نے مثنوی کے سوا سب کتابیں اپنی ملک سے خارج کردی ہیں۔

حضرات صوفیاء بڑے حکیم ہوتے ہیں

فرمایا۔ یہ حضرات (یعنی صوفیاء کرام) بڑے حکیم ہوتے ہیں۔ جمع بین الضدین کردیتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص ہدیہ لایا تو فرمایا کہ "ہدیہ محبت کا شاہد ہے" چونکہ اس قول سے ان غرباء کی دل شکنی کا اندیشہ تھا جن کو ہدیہ پیش کرنے کی استطاعت نہیں ہوتی تو اس کی اصلاح فرمائی اور فرمایا "مگر جب محبت کامل ہوجائے تو شاہد کی ضرورت نہیں رہتی"۔

ایک گستاخانہ خط کا عجیب جواب

ایک شخص نے خط کے ذریعہ سے "یا شیخ عبدالقادر جیلانی" کے وظیفہ کا حکم دریافت کیا۔ خط کی عبارت نہایت گستاخانہ تھی اور یہ لکھا تھا کہ" اس کا حکم تم کو کہاں تک معلوم ہے" جواب لکھا کہ حکم سے مراد کیا ہے؟ منصوص یا مستنبط؟

بعد میں فرمایا کہ بڑا ذہین بنتا ہے۔ میں اس کو دس سال ٹال سکتا ہوں۔ اپنا سوال بھی متعین نہیں کر سکے گا۔

ڈاڑھی رکھوانے کی ترغیب پر عجیب حکیمانہ وعظ

فرمایا۔ ڈھاکہ میں شہر سے دور شاہی باغ میں میں نے وعظ کہا۔ وہاں سب نواب صاحب کی قوم کے لوگ تھے جو داڑھی منڈے تھے۔ میں نے کہا کہ صاحبو! یہ تو مجھے امید نہیں کہ تم میرے کہنے سے داڑھی منڈانی چھوڑ دو گے۔ مگر یہ تو کیا کرو کہ ہر روز سوتے وقت ایک دفعہ یہ خیال کر لیا کرو کہ یہ کام بہت برا ہے۔ ہم بڑے نالائق ہیں، بڑے خبیث ہیں۔ اس طرح ہر روز اپنے آپ کو ملامت کر لیا کرو۔ وعظ کے بعد نواب صاحب نے کہا کہ آپ نے ایسی تدبیر بتلادی کہ کبھی داڑھی منڈا ہی نہیں سکتے۔ میں نے کہا کہ ہاں! میں چاہتا بھی یہی ہوں۔

کیرانہ میں ایک تعلیم یافتہ شخص سے گفتگو

فرمایا، کہ ایک صاحب تعلیم یافتہ نے کیرانہ میں کہا کہ آپ کی کتابیں نہایت عمدہ ہوتی ہیں مگر اردو ذرا عام فہم اور سلیس لکھا کریں۔ میں نے کہا کہ مضمون کچھ مشکل ہوتے ہیں۔ اُس نے کہا نہیں صاحب! جو خود مضمون سمجھا ہوا ہو تو اس کا سمجھانا کیا مشکل ہے! میں نے کہا کہ آخر آپ کی نظر میں کچھ مضمون ایسے بھی ہوں گے کہ آپ ان کو سمجھ سکتے ہیں اور دیہاتی لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ آپ ذرا اِن کو سہل کریں تاکہ دیہاتی بھی سمجھ جائیں۔ پھر مجھ کو وہ طریقہ بتلاویں۔ بس اس پر خاموش ہو گئے۔

مدرسہ میں فنڈز ختم ہو جائیں تو کیا کرنا چاہئے

ایک مولوی صاحب کا خط آیا کہ میں بھی مقروض ہو گیا ہوں اور مدرسہ میں بھی کچھ نہیں۔

آپ رنگون وغیرہ خط لکھ دیں کہ لوگ مدرسہ میں روپیہ داخل کریں۔ جواب میں ارشاد فرمایا کہ جس مدرسہ کا کام میرے ذمّہ ہے میں اس کے لئے بھی نہیں کہتا اور نہ ہی ایسا کرنا جائز سمجھتا ہوں۔

پھر فرمایا کہ اراکین مدرسہ کو چاہیئے کہ مدرسین وغیرہ سے یہ کہہ دیں کہ ہم ذمہ دار نہیں جی چاہے تو کام کرو اگر آ گیا تو دے دیں گے ورنہ طلب نہ کرنا۔ اگر کچھ نہ ہو سکے تو مدرسہ بند کر دیں۔

امراء کو سفارش نہ کرنے کا سبب

(ملفوظ بالا کے سلسلہ میں تذکرۃً فرمایا) کہ اگر میں امراء کو اس طرح لکھنے لگوں تو پھر کوئی معتقد نہ رہے۔ یہ سب اسی وقت تک ہے جب تک معلوم ہے کہ اس قسم کی سفارش نہیں کرتا۔ احقر نے عرض کیا کہ حضور کے معتقدین اس قسم کے نہیں۔ قربان ہونے والے ہیں۔ فرمایا کہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ کے لوگ بہت معتقد تھے کہ شاید اتنے کسی کے معتقد نہ ہوں۔ ایک عرب اُن سے کانپور کے ایک وکیل کے نام خط لکھا کر لائے۔ مولانا نے لکھ دیا تھا کہ "اس کو دس روپیہ سے کم نہ دینا" وکیل صاحب بڑے معتقد تھے اور بہت مالدار تھے۔ پہلے تو یہ عذر کیا کہ یہ خط مولانا کا نہیں۔ حالانکہ میں بھی جانتا تھا کہ خط مولانا کا ہے۔ وہ تو بہت معتقد تھا اور خوب جانتا تھا کہ خط انہی کا ہے۔ پھر نوکر کو کہہ دیا کہ جب عرب آوے تو اندر نہ آنے دینا۔ یہ قدر کی۔

معتکف کو مسجد میں ریح صادر کرنے کا حکم

فرمایا۔ معتکف کو مسجد میں ریح صادر کرنے کی اجازت نہیں۔ کیونکہ یہ پاخانہ کا مقدمہ ہے۔ ایک مولوی صاحب نے کہا کہ قاضی خان میں اختلاف لکھا ہے۔ پھر قاضی خان لایا گیا اور ملاحظہ فرمایا تو ایک قول میں اجازت تھی اور دوسرے قول میں جس کو قاضی خاں نے "اصح" لکھا ممانعت تھی۔ ہنس کر فرمایا کہ دو قول ہیں۔ ایک یُخْرِجُ (ای الریح فی المسجد۔ جامع) اور دوسرا قول یَخْرُجُ (ای المعتکف الی خارج المسجد)

برق اور رعد دونوں معاً ہوتی ہیں

فرمایا۔ "برق" اور "رعد دونوں معاً ہوتی ہیں مگر برق جلد محسوس ہوتی ہے اور آواز بعد میں۔ فرمایا کہ آواز کے وقت ڈرنا نہ چاہئے کیونکہ آواز سے پہلے بجلی جس جگہ گرنی ہوتی ہے گر چکتی ہے آواز بعد میں آتی ہے۔

ایک مجذومہ عورت کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طاعت

فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک مجذومہ عورت خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھی حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا کہ اُقْعُدِیْ فِیْ بَیْتِکِ (اپنے گھر میں رہا کر) مطلب یہ تھا کہ تیری وجہ سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ پھر ایک مدت کے بعد وہ مجذومہ طواف کرتی پائی تو کسی نے اس سے کہا ابشری فان الرجل قد مات یعنی حضرت عمرؓ جو تجھ کو منع کرتے تھے وہ مر گئے تو خوش ہو کہ اب کوئی منع نہیں کرے گا اُس نے اُسی وقت طواف چھوڑ دیا اور کہا کہ اُن کے حکم کے خلاف اُن کی موت کے بعد نہیں کرنا چاہئے۔ گھر چلی گئی اور کہا کہ میں تو سمجھی تھی کہ وہ زندہ ہوں گے۔ پھر ڈانٹ

سیر الی اللہ کا مفہوم

ایک اہلِ علم نے دریافت کیا کہ سیر الی اللہ کے کیا معنی ہیں؟ اور سیر فی اللہ کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا کہ یہ اصطلاحی لفظ ہیں۔ سیر الی اللہ سے مطلب مقامات کو حاصل کرنا۔ جس کا دوسرا عنوان اخلاق کی درستگی صبر، توکل، رضا وغیرہ۔ اور سیر فی اللہ کا مطلب یہ ہے کہ بعد درستگی اس میں تبحر پیدا کرنا، جس کو حالات بھی کہتے ہیں۔ اس کی بعینہ یہ مثال ہے کہ جیسے درسیات پڑھنا۔ پھر پڑھنے کے بعد اس میں تجربہ پیدا کرنا کہ اس حالت میں مضامین کثرت کے ساتھ منکشف ہوں گے جو درس اور مقامات کی تحصیل کے زمانہ میں اتنے نہ ہوتے تھے۔

پہلے لوگ صرف صورۃً بدعتی تھے

فرمایا۔ پہلے لوگ اچھے تھے۔ صورۃً بدعتی۔ مگر حقیقۃً بدعتی نہ تھے مخلص تھے۔

ماہوار رسالہ کسی قدردان کو جاری کریں

فرمایا۔ ایک شخص نے ماہوار رسالہ یا اخبار یہاں جاری کرنا چاہا۔ میں نے کہا کہ میں اس مذاق کا نہیں کسی قدردان کے پاس بھیجا کریں۔

حق تعالیٰ کی ہیبت ہمارے دل میں کتنی ہونی چاہئے

(بادل زور کا گرجا تو) فرمایا کہ یہ تو اللہ کی مخلوق ہے جس کی ہیبت ہم سے برداشت

نہیں ہوتی خود حق تعالیٰ کی کتنی ہیبت ہونی چاہیئے۔

حضرت جیلانی رح نے خود کونسا وظیفہ پڑھا تھا

فرمایا۔ وظیفہ "یاشیخ عبدالقادر جیلانی" کی نسبت تو میں یہ کہتا ہوں کہ وہ وظیفہ پڑھو جس کی وجہ سے شیخ عبدالقادر جیلانی رح اس لائق ہو گئے کہ ان کے نام کا وظیفہ پڑھا جاتا ہے اور کہا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی خود یہ وظیفہ پڑھ کر کامل ہوئے یا دوسرا وظیفہ۔ یقیناً اس کو انہوں نے نہیں پڑھا۔

تابعی ہونے کے لئے قرب زمانہ شرط ہے

فرمایا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح کو یا تو اس کا احساس ہوتا ہوگا کہ لوگ مجھ کو پکار رہے ہیں یا نہیں۔ دوسری صورت میں تو پکارنا لغو فعل ہوا۔ اور صورت اوّل میں اُن کو بہت پریشانی ہوگی۔

ان کو چاہیئے کہ ایسی امداد کریں جیسے ایک شخص ہر دل عزیز، لوگوں کو دریا سے پار کرتا تھا۔ ایک شخص اس کنارہ پر تھا اور دوسرا دوسرے کنارے پر۔ اس کو بوجہ اس کے کہ اس کی طرف تھا۔ دریا میں لے چلا تو وسط میں جاکر خیال کیا کہ اب اس کو جتنا لایا ہوں، اُس کو بھی لاؤں۔ اس کو دریا میں کھڑا کیا اور دوسرے کو لینے کے لئے گیا۔ یہ دریا میں ڈوبنے لگا تو اُس دوسرے کو دریا میں چھوڑ کر پہلے کو پکڑنے کا ارادہ کیا اتنے میں وہ ڈوب چکا تھا پھر دوسرے کی طرف متوجہ ہوا تو وہ بھی ڈوب چکا تھا۔ حضرت شیخ بھی ایسا ہی کریں تب باز آدیں گے۔ اگر معلوم ہو کہ خط ان کو پہنچ سکتا ہے ان کی طرف بھی یہ لکھ دیں۔

اسی ضمن میں فرمایا کہ ایک بزرگ کسی حجام سے حجامت کرا رہے تھے۔ کسی بزرگ کے مزار کی طرف قافلہ جا رہا تھا۔ اُس حجام نے حجامت درمیان میں چھوڑ کر کہا کہ میں قافلہ میں جاتا ہوں پیچھے نہ رہ جاؤں۔ ان بزرگ نے کہا کہ حجامت پوری کر کے جاؤ۔ اس نے کہا کہ نہیں۔ ان بزرگ نے کہا کہ میں تمہاری اُن سے ملاقات کرا دوں گا۔ آخر وہ مان گیا۔ ان بزرگ نے خط لکھ دیا کہ وہاں مزار پر جاکر (کچھ حلیہ وغیرہ بتلا دیا ہوگا) اگر ایسے شخص کو ملے تو دے دینا۔ غرض حجام خط لے گیا اور وہ بزرگ انسانی شکل میں متمثل ہو کر حجام سے ملے اور کہا کہ میں وہی ہوں

جس کے پاس تو خط لایا ہے۔ خط میں یہ لکھا تھا کہ یہ لوگ تمہارے مزار پر آتے ہیں، گمراہ ہو رہے ہیں۔ ان کو تم کیوں نہیں روکتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ تم سے ایک حجام نہ رُکا تو میں سب کو کیسے روک سکتا ہوں

اسی ضمن میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی متمثل ہو سکتے ہیں۔ مگر اس وقت ملاقات کرنے والا صحابی نہیں ہوگا۔ کیونکہ صحابی بننے کے لئے دو چیزیں شرط ہیں کہ ایک جسم ناسوتی میں حضورؐ کی زیارت کرے اور یہ جسم مثالی ہے۔ دوسرے اتحاد زمانہ تبلیغ ہو۔

اسی ضمن میں فرمایا کہ حضرت شاہ اہل اللہ دہلویؒ نے بھی جس جن کو دیکھا تھا وہ جن تو صحابی تھا مگر میں نے حضرت مولانا محمد یعقوبؒ سے دریافت کیا کہ کیا شاہ اہل اللہ صاحبؒ تابعی ہوئے یا نہیں؟ فرمایا کہ نہیں۔ کیونکہ تابعی ہونے کے لئے قرب زمانی شرط ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے ثم الذین یلونھم۔ اور فرمایا کہ رؤیت[1] دراصل ان آنکھوں سے نہیں ہوتی باطنی آنکھوں سے ہوتی۔ اس دیکھنے والے کو پتہ نہیں چلتا۔ یہ سمجھتا ہے کہ ان آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ علامت اس کی یہ ہے کہ اگر ان آنکھوں کو بند کر لے تو بھی دیکھ لے گا۔ اس واسطے بھی صحابی نہ ہوئے۔

ایک حدیث کا مفہوم

فرمایا۔ برزخ کی حیات بھی ایسی ہی ہے فرق شاید غذا کی وجہ سے ہو۔ کیونکہ وہاں کی غذا میں فضلہ نہیں جیسا دنیا کی غذا میں فضلہ ہے۔ فرمایا کہ اس سے ایک حدیث بھی حل ہو گئی۔ جس کو میں نے بعض وعظوں میں بھی بیان کیا کہ اہل جنت کو اوّل طعام زمین کی روٹی ملے گی۔ اشکال یہ ہے کہ پتھر۔ مٹی۔ ریت یہ کیسے کھائیں گے۔ مولانا محمد یعقوبؒ صاحب نے ہنس کر فرمایا کہ زمین کا جوہر نکال کر دیں گے۔ اور یہ انگور وغیرہ پھل سب زمین کے جوہر ہیں۔ اور حکمت اس کی یہ ہے کہ بعض لوگوں نے دنیا میں ترکِ لذات کیا تھا ان کو جنت کے کھانے کی قدر نہ ہوتی کیونکہ وہ دنیا کا طعام چکھے ہوئے نہ تھے۔ اب اس سے معلوم ہو جائے گا کہ دنیا کے طعام کی یہ لذت ہے۔ اس کے بعد جب جنت کے کھانے کھائیں گے تو فرق معلوم ہوگا۔ ورنہ یوں

---

[1] رؤیت دیکھنا۔

ہی سمجھئے کہ اس پھل کی یہ خاصیت ہے خواہ دنیا میں ہو یا جنت میں ۔ اور جب تارکین کو کھلائیں گے تو جنت میں تبعاً سب کو مل جائیں گے ۔

تاخیر بیعت میں نفع

بمبئی سے ایک شخص کا خط آیا جو بڑی مسرت ظاہر کرتا تھا کہ الحمد للہ آپ کے سلسلہ میں داخل ہوا بہت شکریہ ادا کر رہا تھا۔ خط کا ہر جملہ گویا ظاہر کرتا تھا کہ مجھ کو ہفت اقلیم کی سلطنت مل گئی ہے۔ فرمایا کہ یہ فائدہ تاخیر بیعت کا ہے کہ کتنی قدر ہے۔ اگر آتے ہی مرید کر لیتا تو ساری عمر یہ خیال رہتا کہ کہیں پھر نہ جائے جو لوگ مجھ کو اس پر مشورہ دیتے ہیں وہ دیکھ لیں کہ فائدہ کس میں ہے۔ اگر شروع میں ہم اس کو لیٹیں تو پھر کبھی اس کی اصلاح نہ کر سکیں جب اصلاح کرنے کا قصد کریں تو یہ احتمال ہو کہ اس کو وحشت نہ ہو جائے۔ داڑھی سے نہ روکیں۔ سود سے نہ روکیں کیونکہ وحشت ہو جائے گی۔ پھر فائدہ بیعت کا کیا ہوا ؟

بیعت کو نفع کی شرط سمجھنا بدعت ہے

فرمایا۔ کہ لوگوں کے عقائد بہت خراب ہو گئے ہیں۔ بیعت کی نسبت تو یہ عقیدہ ہے کہ بدون اس کے فائدہ نہیں ہوتا۔ اور یہ عقیدہ بدعت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ عقیدہ نہ تھا۔ کوئی بیعت کو شرطِ نفع سمجھے یہ بھی بدعت ہے اور جاہل تو مؤثر سمجھتے ہیں۔ یہ بھی بدعت ہے۔ فرمایا کہ الحمد للہ اس بدعت کی اصلاح تو کر دی ہے ۔

پھر فرمایا کہ اب تو بدعات بھی لوگوں کے نزدیک تین چار رہ گئی ہیں ۔ فاتحہ، نیاز، عرس۔ جس طرح گناہ بھی دو چار ہیں ، زنا، چوری ، شراب خوری۔ باقی سب جائز ہیں۔ بدعت کی دو قسم ہیں بریلوی اور ریلوی۔ فرمایا کہ سلف صحابہ اور تابعین میں بیعت کے وقت مصافحہ کا دستور تھا۔ بعد میں خلفاء کے زمانہ میں مشائخ نے بیعت کے وقت مصافحہ ترک کر دیا تھا۔ شبہ ہوتا تھا بغاوت کا۔ اس واسطے اس زمانہ میں بیعت کا ذکر اس طرح آتا ہے۔ صَحِبَ فُلَانٌ فُلَانًا۔ بَایَعَ فُلَانٌ فُلَانًا نہیں آتا۔ فرمایا کہ بیعت کی حقیقت مُرید کی طرف سے التزامِ طاعت اور شیخ کی طرف سے التزامِ تعلیم۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھنے میں کیا رکھا ہے ؟ اگر کسی کو شوق ہو تو یوں کرے کہ اعمال میں طاعت کرنی شروع کر دے اور جو بات دریافت طلب ہو دریافت کرے اور کبھی ملاقات کرے تو مصافحہ کرے۔ بس دونوں جمع ہو گئیں۔ مصافحہ اور تعلیم۔ عرفی بیعت بھی ہو گئی۔

عید کا مصافحہ

فرمایا۔ عید کا مصافحہ میں تو کر بھی لیتا ہوں مگر مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نہیں فرماتے تھے وہ فرماتے تھے کہ بدعت ہے۔

میت کے کفن میں آج کل جائے نماز جزوِ کفن بن گئی ہے

فرمایا۔ میت کے کفن کے ساتھ جائے نماز کی رسم شاید اس واسطے مقرر ہوئی کہ اس بہانہ سے جنازہ پڑھا دیا کریں۔ اب یہ جزوِ کفن بن گیا ہے۔ پھر فرمایا کہ جنازہ پڑھوانے کے لئے یا لٹھ ہو یا لٹھا۔ چونکہ لٹھ نہیں اس واسطے لٹھا مقرر کر دیا۔ شروع شروع میں یہاں خانقاہ میں بھی لوگ لاتے تھے اور ایک امام الدین مؤذن تھا۔ وہ لے لیتا۔ میں نے اُسے منع بھی نہیں کیا کہ غریب ہے اور جی یہی چاہتا تھا کہ نہ لے وہ خود ایک دفعہ بیمار ہو گیا اور سب مُردے اس کو نظر آنے لگے تو اُس نے یہ سمجھا کہ یہ وہ مُردے ہیں جن کی جا نمازیں تھیں۔ پھر وہ نہیں لیتا تھا۔ چنانچہ لوگوں نے لانا بند کر دیا۔

یہاں کے لوگ کچھ مخالف بھی ہیں مگر اللہ کا شکر ہے۔ کرتے وہی ہیں جو میں کہتا ہوں خلاف نہیں کرتے۔ آغاز جوانی میں میں کیرانہ گیا۔ مجھ سے جنازہ پڑھوانے لگے۔ کسی نے کہا کہ جا نماز کہاں ہے؟ ایک آدمی نے کہا کہ بس پھر صف کے لئے ایک تھان کی ضرورت ہو گی۔ مطلب یہ کہ اگر امام کے لئے ضرورت ہے تو مقتدیوں کے واسطے بھی ضرورت ہو گی اور تھان کے بغیر کام نہ چلے گا

رسم کٹوری میں دینے سے روکنا

فرمایا۔ یہاں کے لوگ بہت ذہین ہیں۔ حجاموں نے آکر ایک دفعہ مجھ سے کہا کہ یہاں رہنے دو گے یا نہیں؟ میں نے کہا کیوں؟ کہنے لگے کہ ایک شخص نے کٹوری کی آمدنی دے کر واپس لے لی۔ میں نے کہا کہ یہ تو میں نے نہیں کیا۔ البتہ یہ کہتا ہوں کہ رسمِ کٹوری میں مت دو۔ یہ نہیں کہتا کہ دے کر لے لو۔

شریعت نے اہلبیت پر دائماً زکوٰۃ حرام کر دی ہے

فرمایا اہلبیت کے لئے شریعت نے زکوٰۃ حرام کر دی اس میں بڑی مصلحت ہے مگر اب لوگوں نے اس کو جائز کرنے کی کوشش کی ہے۔ ابوعصمہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے امام صاحبؒ سے جواز نقل کیا ہے مگر ابوعصمہ ضعیف ہیں۔ نیز مجوزین اُس حدیث سے تمسک کرتے ہیں کہ اہلبیت کے لئے خمس مقرر کر دیا بجائے زکوٰۃ کے۔ تو اب چونکہ خمس نہیں اس واسطے زکوٰۃ جائز ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ غلط ہے۔ کیونکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ استحقاقِ خمس کی وجہ سے زکوٰۃ اُن پر حرام ہے یہ مطلب نہیں کہ حرمت اس وقت تک ہے جب تک خمس ملتا رہے بلکہ خمس کے مستحق ہیں ابدًا اور زکوٰۃ حرام ہے ابدًا۔

ذکر اللہ سے تکبر پیدا ہو تو مضر ہے

فرمایا۔ لوگ کہتے ہیں کہ بیعت کر لو۔ اللہ کے ذکر سے برکت ہو جائے گی۔ فرمایا کہ یہ غلط ہے اللہ کا ذکر مضر بھی ہوتا ہے۔ مثلاً جب تک ذکر نہیں کرتا تو تواضع تھی اب ذکر شروع کر دیا۔ تکبر پیدا ہو گیا۔ یہ بہت بڑی بیماری ہے۔

دلائل الخیرات پڑھنے کا حکم

فرمایا، لوگ بزرگوں سے دلائل الخیرات کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ اس میں بھی فساد نیت ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ اجازت کے بغیر برکت نہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ ابتداء شاید اجازت لینے کا طریقہ اس لئے رائج ہوا کہ یہ الفاظ درست کرانے کی تدبیر تھی کہ اجازت کے بہانے سے وہ بزرگ سُن لیتے تھے تاکہ لفظ درست ہو جائیں۔

بھلا جس چیز کو منبر پر چڑھ کر بیان کریں اُس میں کانا پھوسی میں کیا رکھا ہے۔

دلائل الخیرات کے بارہ میں اگر کوئی مجھ سے پوچھتا ہے تو کہہ دیتا ہوں کہ جہاں قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم آیا ہے اس کو چھوڑ دو کیونکہ کچھ حدیثیں اس میں موضوع ہیں۔ باقی مضامین سب درست ہیں۔

صوفیوں کی حدیث کا حکم

فرمایا۔ صوفیوں کی حدیث کمزور ہوتی ہے۔ کیونکہ ان میں حسن ظن کا غلبہ ہوتا ہے۔ جس

راوی سے سُنا کہ یہ حدیث ہے بس مان لیا۔ پھر نقل کر دیا۔ لیکن مضمون صحیح ہوتا ہے۔ اگرچہ الفاظ ضعیف ہوتے ہیں۔

فقہاء نے سماع کو حرام فرمایا ہے

فرمایا۔ سماع کی حرمت[1] لغیرہٖ ہے اور صوفیاء بھی چونکہ مجتہد ہیں اس لئے وہ کہتے ہیں کہ "غیر" جب نہ ہو تو مباح ہے اور فقہاء چونکہ منتظم ہیں اس واسطے انہوں نے سرے سے منع کر دیا ہے۔ اور انسان کو چاہئے کہ عمل میں تو اشد پر عمل کرے یعنی خود نہ سُنے۔ اور دوسرے لوگوں سے معاملہ کرنے میں ارفق پر عمل کرے سخت گیری نہ کرے۔ باقی آج کل جو کرتے اور سنتے ہیں یہ تو کسی طرح بھی درست نہیں جیسا کہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

سماع اے برادر بپرسی کہ چیست   مگر مستمع را بدانم کہ کیست

جیسے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا کہ قبروں سے فیض ہوتا ہے یا نہیں۔ فرمایا کس کو؟ اُس سائل نے عرض کیا کہ مثلاً مجھ کو۔ فرمایا کہ تم کو نہیں ہوگا۔ مطلب یہ کہ اہل اللہ کو ہوتا ہے۔ سبحان اللہ کیسا جواب دیا۔

حضرت جدّہ کی قبر پہاڑ ابو قبیس کے پاس ہے

فرمایا۔ حضرت حوّا کی قبر مکّہ میں "پہاڑ ابو قبیس" کے پاس ہے۔ جدّہ میں نہیں۔ جدّہ اصل عربی میں جُدّہٗ ہے "طَرِیْقٌ وَاسِعٌ فِی الْجَبَلِ" پہاڑ میں کشادہ راستہ کو کہتے ہیں۔ اس سے بعض نے یہ گھڑ لیا کہ حضرت حوّا کی قبر جدہ میں ہے[2]۔

حکایت حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ

فرمایا۔ بعض لوگ سماع سے متاثر ہوتے ہیں۔ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اجمیر شریف میں کہیں جا رہے تھے کہ وہاں دھان کوٹنے کی آواز کان میں پڑی۔ وہ کچھ ایسی متناسب تھی کہ مولانا فوراً گر پڑے۔

---

[1] یعنی سماع اس لئے حرام ہے کہ اس میں لوگوں نے ایسی چیزیں شامل کر لیں جن سے وہ حرام ہوگیا ۱۲

[2] عربی "جدہ" کے معنی ہیں "دادی" اس لئے لوگوں نے اس سے یہ سمجھا ۱۲

سماع کے منع ہونے کا ایک سبب

فرمایا۔ کانپور میں ایک شخص صاحبِ سماع تھے دوکاندار نہ تھے ان سے میں نے کہا کہ تم فنِ تصوف کے واقف تو ہو اس لئے تم سے مناظرہ علمی تو نہیں کرتا مگر ایک وجدانی بات تم سے دریافت کرتا ہوں کہ یہ بتاؤ کہ تصوف اور سلوک کی حقیقت کیا ہے؟ انہوں نے کہا " مجاہدہ" یعنی مخالفتِ نفس۔ میں نے کہا کہ ایک مقدمہ تو یہ ہوا جو آپ نے بتایا اور دوسرا مقدمہ وجدانی ہے وہ یہ کہ آپ کا نفس سماع سے خوش ہوتا ہے یا نہیں۔ کہنے لگے کہ ہاں! پھر میں نے کہا کہ ہمارا نفس بھی اس سے خوش ہوتا اور اس کا تقاضا کرتا ہے مگر ہم اس کی مخالفت کرتے ہیں اور نہیں سنتے۔ اب بتلائیے کہ مجاہدہ آپ کرتے ہیں یا ہم، صوفی ہم ہوئے یا آپ؟ انہوں نے کہا کہ آج مجھ کو سمجھ آ گئی۔ پھر انہوں نے مرنے سے پہلے میرے سامنے توبہ کی۔ فرمایا سماع کے منع ہونے کی ایک اس سے بھی زیادہ عمدہ وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک صاحب ہمارے ملنے والے تھے۔ نماز تہجد، تلاوت قرآن سب کچھ کرتے تھے۔ ایک جگہ سماع میں مبتلا ہو گئے۔ وہ کہنے لگے کہ پہلے جو شوق ذوق ہوتا تھا قرآن کا، نماز کا، وہ سماع کے بعد نہیں رہا۔ اس سے مجھ کو معلوم ہوا کہ یہ بُرا ہے۔

عورتوں کے خاوند کی محبت کے لئے تعویذ طلب کرنے کے احکام

فرمایا۔ عورتیں خاوند کی محبت کے لئے تعویذ طلب کرتی ہیں۔ اس میں تفصیل ہے۔ وہ یہ کہ اگر اتنی محبت کی طالب ہیں کہ ان کے حقوق ادا کرے تو یہ جائز ہے۔ اور اگر اس سے زیادہ کی طالب ہیں تو حرام ہے۔ کیونکہ تعویذ سے ایک گونہ جبر ہوتا ہے اور جبر واجب میں تو جائز ہے اور غیر واجب میں منع ہے اور یہی فقہاء کی مراد ہے۔ فرمایا اسی واسطے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تعلق اُس سے رکھو جو صوفی، محدث اور فقیہ ہو۔ تین کمال رکھتا ہو۔

احقر نے عرض کیا ہمارے حضرات جیسے لوگ تو ہندوستان میں پہلے نہیں گذرے۔ فرمایا بلکہ کل دنیا میں ان کی نظیر کا پتہ نہیں چلتا۔ کیونکہ مولانا خالد صاحب ترکی تھے اور مکہ معظمہ میں تشریف لاتے تھے۔ مجھ کو کسی نے خواب میں کہا کہ اُن سے کیوں نہیں ملتے۔ میں نے خواب

ہی میں جواب دیا کہ مقصود جب ایک طریق سے حاصل ہے تو پھر کیا ضرورت ہے؟
میں نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ خواب بیان کیا تو حضرتؒ نے فرمایا نہیں! کیا حرج ہے۔ جاؤ ملو۔ میں نے عرض کیا کہ خواب والے کے کہنے سے نہیں جاتا۔ اب آپ کے فرمانے سے جاؤں گا۔ چنانچہ گیا اور ملاقات کی۔ بزرگ آدمی تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے ہندوستان کے علماء میں جو کمال دیکھا ہے وہ کسی اور جگہ نہیں دیکھا۔ وہ یہ کہ ان میں حبِ دنیا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ حضرات امراء کے پاس نہیں جاتے۔

موت بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے

فرمایا۔ موت بھی نعمت ہے۔ اگر نہ ہوتی تو لوگ اس کی دعا کیا کرتے۔ انسان کا طبعی تقاضہ ہے کہ ایک حالت پر قناعت نہیں کرتا۔ امراء کو عمدہ عمدہ کھانوں میں چین نہیں ہوتا پھر چنے کے ساگ کی خواہش کرتے ہیں۔ ہاں موت میں عقلاً گرانی ضرور ہے کہ آگے چل کر اگر اعمال درست نہیں تو گرفت ہوگی۔ تو اس کا علاج یہ ہے کہ اعمال کی اصلاح کرو۔ اور اگرچہ اعمال کی اصلاح کے بعد بھی گرفت کا احتمال ہوتا ہے۔ مگر اُس میں اطمینان بھی ہوتا ہے اور نور بھی ہوتا ہے۔ بلا اصلاحِ اعمال اطمینان نہیں ہوتا۔ ظلمت ہوتی ہے جیسے بیج ڈال کر اطمینان ہوتا ہے کہ کھیت ہوگا اور خطرہ بھی ہوتا ہے کہ شاید کچھ نہ ہو۔ اور بلا بیج ڈالے بھی خطرہ ہوتا ہے۔ مگر اس میں کوئی اطمینان نہیں۔ نری تمنا اور غرور[1] ہے۔ اور فرمایا کہ ابن القیمؒ نے اس حدیث کے جس کا مضمون یہ ہے کہ "موت کے وقت مطلقاً ملاقاتِ حق کے لئے حسنِ ظن رکھو" یہ معنی بتائے ہیں کہ "اعمال کی اصلاح کرو۔ حقوق ادا کرو کیونکہ حسنِ ظن بدون اصلاحِ اعمال کے ہو ہی نہیں سکتا۔" فرمایا بہت عمدہ تفسیر ہے اور ابن قیمؒ عارف تھے اور اُن کے شیخ ابن تیمیہؒ بھی عارف تھے۔ ابن قیمؒ نے ایک کتاب لکھی ہے "مدارج السالکین" جو ایک کتاب کی شرح ہے۔ متن نہایت مُوحِش[2] ہے مگر اس کی عمدہ توجیہ کرتے ہیں کوئی دوسرا ہوتا تو مصنّف پر کفر کا فتویٰ لگا دیتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فن کے واقف تھے اور فرمایا کہ ابن قیمؒ نے ایک کتاب اور لکھی ہے "الدعاء الکافی"، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عارف اور صاحبِ باطن تھے اعمال کی برکت

---

[1] دھوکا ۱۲　[2] وحشت انگیز ۱۲

سے دل میں نور پیدا ہو جاتا ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ سے محبت طبعی ہے یا عقلی

فرمایا بعض متکلمین نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ سے جو محبت ہوتی ہے وہ محبت عقلی ہے طبعی نہیں۔ کیونکہ طبعی کا دار و مدار مشاہدہ پر ہے اور دنیا میں چونکہ حق تعالیٰ کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا اس واسطے حق تعالیٰ سے طبعی محبت نہیں ہوتی۔ صرف عقلی ہوتی ہے۔ فرمایا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ مقدمہ غلط ہے کہ عشق و محبت کا دار و مدار مشاہدہ پر ہے بلکہ محبت کا دار و مدار مناسبت پر ہے اور مثال یہ دی کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جو محبت ہے وہ طبعی ہے اس واسطے جوش آتا ہے۔ حالانکہ ان کو دیکھا نہیں بلکہ مناسبت ہے۔ سو اگر متکلمین نے انتظام کے لئے کہا ہے تو خیر ورنہ یہ غلط ہے۔ اور وہ انتظام یہ ہے کہ بعض بے دین لوگ امارد یا اور کسی پر عاشق ہو جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس میں تجلّی حق ہے۔ ہم حقیقت میں حق تعالیٰ کے عاشق ہیں۔ اگر ان کی جڑ کاٹنے کے لئے متکلمین نے کہا تو پھر صحیح ورنہ نہیں۔

متکلمین کے مباحث بدعت ہیں

مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ متکلمین کے مباحث بدعت ہیں۔ فرمایا یہ صحیح ہے کیونکہ سلف میں یہ مباحث نہ تھے مگر یہ مباحث اس عارضہ سے اختیار کئے گئے کہ فرقہ باطلہ کو جواب دینا پڑا۔ اب اگر ان کو کوئی بدرجہ ذات مقصود سمجھے تو بدعت ہے۔ اگر اس عارضہ سے مباحث میں مشغول ہو تو جائز ہے اس سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا مطلب بھی معلوم ہو گیا کہ متکلم کے پیچھے نماز مکروہ ہے یعنی ایسے متکلم کے پیچھے جو ان مباحث کو مقصود سمجھے کیونکہ وہ بدعتی ہے اور دوسری جہت میں بدعتی نہیں۔

صانع کی ہستی کا قائل ہونا فطری امر ہے

فرمایا۔ صانع کی ہستی کا قائل ہونا فطری امر ہے۔ اس واسطے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس پر ہر شخص سے سوال ہو گا۔

اولیاء شاگرد انند انبیاء را وہم استاد نیز کا مطلب

فرمایا۔ مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب سے ایک عبارت پر کسی نے سوال کیا عبارت یہ تھی "اولیاء شاگرد انند انبیاء را وہم استاد نیز"[1] پہلے یہ خیال آیا کہ لکھوں کہ یہ کتاب اُن کی نہیں یہ جواب مہمل تھا۔ فوراً جواب سمجھ میں آگیا کہ "ہم استاد نیز" کے معنی یہ ہیں کہ دونوں کا استاد ایک ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ انبیاء کے اولیاء استاد ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ بعض علوم اور فیوض بلا واسطہ اولیاء کو ہوتے ہیں۔ اور واسطۂ خاص کی نفی ہے۔ یعنی تعلیم وتلقین کا واسطہ نہیں ہوتا ورنہ دوسرے واسطہ کی نفی نہیں۔ یہ مطلب ہے۔ اور فرمایا کہ شیخ اکبرؒ نے بھی لکھا ہے کہ جو علوم بالواسطہ ہیں وہ کمال ہیں کیونکہ وہ وحی کے ذریعہ سے ہیں اور جو بلا واسطہ ہیں وہ کمال نہیں کیونکہ ظنی ہیں۔ فرمایا کس قدر ادب کی رعایت ہے اور حضرات انبیاء کا کتنا ادب ہے مگر لوگ پھر بھی ان کو ملامت کرتے ہیں۔ ہاں بعض عبارتیں اور عنوان اُن کے مُوحش ہوتے ہیں۔

متکلمین کے مباحث صوفیاء میں نہ تھے

فرمایا۔ متکلمین کے مباحث صحابہؓ میں نہ تھے مثلاً رویتِ حق[2] کہ صحابہ اس کو اجمالاً مانتے تھے۔ اس کی جو تفصیل علم کلام میں ذکر کی گئی ہے اس سے اُن کے اذہان خالی تھے اور متکلمین نے جو لکھا ہے کہ رویت میں کوئی جہت نہ ہوگی یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ورنہ گُدی کی طرف سے بھی دیکھا جائے گا۔ حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔ دیکھنا تو آنکھوں سے ہوگا تو ضرور جہت ہو گی۔ متکلمین نے تو رویت میں جہت کا انکار کیا اور صحابہ میں اس کا اجمال تھا اور رویت مسلم تھی۔ صوفیائے نے رویت میں جہت تسلیم کی۔ مگر یہ کہتے ہیں کہ رویت کسی تجلی خاص کی ہوگی، ذات کی نہ ہوگی۔ اور بعض صوفیاء تو یہ کہتے ہیں کہ وہ تجلی اپنے شیخ کی صورت میں ہو گی۔ یہ اُن کا ذوق ہے۔ بعض صوفیاء نے آیت: لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ (اُس کو آنکھیں نہیں

---

[1] اولیاء انبیاء کے شاگرد ہیں اور اُن کے ہم استاد بھی ہیں (یہ تو اس عبارت کے صحیح معنی ہیں اور سائل کو جو شبہ پڑا تو اس نے یہ معنی سمجھے کہ اولیاء انبیاء کے شاگرد بھی ہیں اور استاد بھی ہیں ۱۲

[2] حق تعالیٰ کی زیارت ۱۲

پاتیں) سے استدلال کیا ہے کہ رویت ہوگی۔ حالانکہ اس سے معتزلہ نے رویت کے نہ ہونے پر دلیل قائم کی ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ آیت میں اس بات کی نفی ہے کہ آنکھ اُس کو پائے۔ اور یہ ثابت ہے کہ وہ آنکھوں میں خود بخود آجائے گا۔ یعنی آنکھ تو حرکت نہ کرے اور خود مرئی آنکھ میں آجائے تو بھی رویت ہو جائے گی۔ اور متکلمین جو جہت کا انکار کرتے ہیں یہ بھی زبان سے کرتے ہیں عمل میں جہت مانتے ہیں۔ کیونکہ جب دعا کرتے ہیں تو ہاتھ اوپر ہی کو کرتے ہیں۔ جہتِ عُلُو حق تعالیٰ کے لئے فطری طور پر ہے جس طرح صانع کا اعتقاد فطری ہے۔

آج کل غیر مسلموں سے مناظرہ مضر ہے

فرمایا آج کل غیر مسلموں سے مناظرہ مضر ہے بلکہ محاسنِ اسلام[1] بیان کرنے چاہئیں۔ میں نے ایک وعظ میں محاسن اسلام کا بیان کیا ہے جو قابلِ دید ہے اور عنقریب چھپ[2] جائے گا اور[3] وجہ یہ ہے کہ شبہ کا مدار جہل پر ہے۔ کیونکہ شبہ جب ہوگا تو کسی مقدمہ ضروریہ سے غفلت پر مبنی ہوگا کہ اس مقدمہ کا علم نہیں ہوتا اور اس سے شبہ پیدا ہوتا ہے اور جواب میں اُس مقدمہ سے تعرض ہوگا۔ تو مقدمہ کو سمجھنا اکثر مشکل ہوتا ہے تو اس طرح شبہ تو لوگوں کے ذہن میں آجائے گا اور جواب نہ آئے گا مگر لوگ اب عوام کی رعایت کرتے ہیں جس طرح وہ نچانا چاہیں ناچتے ہیں اس سے بڑا نقصان ہوتا ہے خود قرآن کا طرز دیکھئے کہ بہت دفعہ کفار نے معجزات کا مطالبہ کیا مگر معجزہ عنایت نہیں فرمایا۔

اس جگہ ایک صاحب اہلِ علم نے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ پہلوان سے کشتی کی تو فرمایا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ ورنہ ہر مولوی کو آریہ نادیہ کہیں گے کہ ہم سے کشتی لڑو تو لڑنے لگے گا؟ ہرگز نہیں۔ ہم غلام پہلوان نہیں، خدا نے آقا بنایا ہے۔ قرآن کے طرز کو کیوں چھوڑ دیا! باقی عوام کی رعایت! یا تو لوگ طلبِ جاہ کے لئے کرتے ہیں، یا طلبِ مال کے لئے۔ یہ باعثِ رعایت تو حرام ہے۔ تیسرا باعث ہے شفقت کہ لوگ گمراہ نہ ہوں۔ سو یہ فائدہ تب ہوتا ہے کہ وہ طالب ہدایت ہوں، متردد ہوں۔ معاند اور

---

[1] اسلام کی خوبیاں ۱۲ [2] یہ وعظ بحمد اللہ چھپ چکا ہے ۱۲ [3] یعنی مناظرہ کے غیر مفید ہونے کی وجہ یہ ہے ۱۲

مجادل کو کبھی ہدایت نہیں ہوتی۔ اگر وہ طالب ہیں تو علماء کے کہنے پر چلیں۔ اور علماء اگر مناظرہ کریں تو خلوت میں کریں پھر خواہ اس کو شائع کر دیں۔ عام مجمع میں مناظرہ نہایت مضر ہے۔ علماء کا مذاق یہ ہو گیا ہے کہ عوام کی رعایت کرتے ہیں۔ ایک صاحب کیرانہ کے تھے وہ کہنے لگے کہ میں نے داڑھی قرآن سے ثابت کی تھی تو مخاطب خاموش ہو گیا تھا۔ فرمایا کہ قرآن سے داڑھی کا وجوب ثابت کیا یا وجود۔ اگر وجود ثابت کرنا تھا تو قرآن کو کیوں تکلیف دی خود اپنی داڑھی آگے کر دیتے ورنہ قرآن سے وجوب ثابت نہیں ہوتا۔ ہر مسئلہ قرآن سے کہاں تک ثابت کرو گے؟ زکوٰۃ کا چالیسواں حصہ کس جگہ سے ثابت کرو گے؟ عددِ رکعات کہاں سے ثابت کرو گے؟ خود قرآن کا قرآن ہونا کس سے ثابت کرو گے؟ تو جب خود قرآن کسی اور دلیل سے ثابت ہے تو اور مسائل سارے کیوں قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں؟ محض عوام کی رعایت۔ فرمایا کہ میں تو حقائق کی رعایت کرتا ہوں، خواہ ساری دنیا مخالف ہو۔ اصول کی رعایت کو نہیں چھوڑتا۔

مخاطب کی رعایت

فرمایا مخاطب کی رعایت اس وقت کی جاتی ہے جب اس میں کچھ مصلحت ہو ورنہ نہیں۔ خود قرآن کو دیکھ لیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت دفعہ لوگوں کے معجزات طلب کرنے پر نہ ظاہر فرمائے۔ میں ایکدفعہ دیوبند سے سہارنپور آرہا تھا۔ دیوبند مجھ کو ایک خط پہنچا جس میں بہشتی زیور کے اس مسئلہ پر اعتراض تھا کہ "عورت مشرق میں ہو اور شوہر مغرب میں اور بچہ پیدا ہو جائے" میں جب سہارن پور پہنچا تو معلوم ہوا کہ ایک صاحب بازاروں میں یہ اعتراض کرتے پھرتے ہیں اور میرے پہنچنے سے ایک دن قبل وہ شخص حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور دو گھنٹے مولانا کے خراب کئے اور مولانا نے سمجھایا مگر وہ نہ مانا۔ دوسرے دن میرا آنا سنا تو وہی صاحب تشریف لائے۔ مجھ کو بھی یہ واقعہ معلوم ہو چکا تھا۔ "بہشتی زیور" اُن کی بغل میں تھا۔ کہا کہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا فرمائیے۔ انہوں نے بہشتی زیور نکالا اور کہا کہ پہلے اسے ملاحظہ فرمائیے۔ میں نے کہا کہ میں نے لکھنے سے پہلے ملاحظہ کر لیا تھا۔ لکھنے کے بعد ملاحظہ نہیں ہوا کرتا۔ پھر انہوں نے کہا، اس مسئلہ کی نسبت کچھ دریافت

کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ یہ بتلائیے کہ آپ مسئلہ کو نہیں سمجھے یا اس کی وجہ نہیں سمجھے؟ کہا کہ مسئلہ تو معلوم ہے وجہ معلوم نہیں۔ میں نے کہا کہ اس کے علاوہ اور بھی کچھ مسائل معلوم ہیں؟ کہا ہاں! میں نے کہا کہ ان سب کی یا بعض کی وجہ معلوم ہے؟ کہا نہیں۔ میں نے کہا۔ بس اس کو بھی اُنہی میں سمجھ لیجئے جن کی وجہ معلوم نہیں۔ بس اس کے بعد خاموش ہو گئے۔ اور اگر وہ یہ کہتا کہ وجہ معلوم ہے۔ تو میں کہتا کہ میں اُس وجہ کو سننا چاہتا ہوں۔ غرض بالکل خاموش ہو گئے کہ اب کیا کروں۔ مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ کل تو دو گھنٹے تک جھگڑا رہا۔ آج جلدی ختم ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ اُسی وقت ایک اور صاحب نوتعلیمیافتہ تشریف لائے۔ اچکن زیب تن تھی اور ٹوپی رومی سر پر تھی۔ آکر کہا۔ اجازت ہے اندر آنے کی؟ ہم نے کہا تشریف لائیے۔ بیٹھ گئے اور تقریر شروع کی کہ آج کل بعض لوگوں کی حالت دیکھ کر رحم آتا ہے کہ جہالت سے علماء پر اعتراض کرتے ہیں۔ آپ کی بعض تصانیف پر بھی بعض نادان اعتراض کرتے ہیں تو دل دُکھتا ہے۔ اس واسطے آپ آج وعظ میں اُن شبہات کا جواب بیان فرماویں تو بہتر ہوگا۔ اور ہم اعلان کر دیتے ہیں کہ حضرت مولانا کا آج بیان ہو گا۔ میں نے کہا سنیئے کہ بعض علماء اس وقت کے علماء سے بھی بہت بڑے درجہ کے ہیں جن کو ہم مجتہد کہتے ہیں ان پر بھی بعض لوگوں کو اعتراض ہے اور اُن سے بڑھ کر اللہ میاں پر بھی بعض انسانوں کو اعتراض ہے اَلْاَہَمُّ فَالْاَہَمُّ کے قاعدہ سے پہلے یہ کوشش کی جاوے کہ اللہ میاں سے اعتراض دور کر دیے جاویں۔ اسی ترتیب سے جب یہ ختم ہو جائے تو پھر اس کا بھی مضائقہ نہیں کہنے لگے کہ ضروری تو نہیں اگر آپ فرماویں تو بہتر ہوگا۔ میں نے کہا کہ یہ مشورہ ہے یا حکم کہنے لگے کہ میں کون ہوں جو حکم کروں۔ میں نے کہا جب مشورہ ہے تو مشورہ میں مخاطب کو اختیار ہے قبول کرے یا نہ کرے چنانچہ میں نہیں قبول کرتا۔

بریلی والوں سے مناظرہ کی ایک شرط

فرمایا۔ بریلی والوں سے میں نے کہا کہ بے شک مناظرہ کرو۔ مگر کوئی منصف ہونا چاہیئے وہ عالم ہوگا یا جاہل۔ اگر جاہل ہے تو محاکمہ کیسے کرے گا۔ اگر عالم ہوا تو یا تو تمہارا ہم عقیدہ ہوگا یا میرا۔ پھر فیصلہ کیسے کرے گا۔ جب منصف نہیں تو پھر نتیجہ کیا ہوگا۔ اس کا کوئی

جواب نہیں ملا۔

سائنس کے اکثر مسائل ظنی ہوتے ہیں

فرمایا۔ سائنس کے اکثر مسائل ظنی ہیں۔ پھر اُن سے قرآن کو رد کرنا چاہتے ہیں۔ یہ قاعدہ یاد رکھو کہ کوئی مسئلہ قطعی عقلی قطعی نقلی کا معارض ہوتا ہی نہیں اور ظنی عقلی اور ظنی نقلی میں تعارض ہوتا ہے تو ظنی نقلی کو ترجیح دی جاوے گی اور قطعی عقلی اور ظنی نقلی میں ظنی نقلی کی تاویل کی جاوے گی۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایک مناظرہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے چھ سو پر کی تاویل کی۔ کہ مراد قوت ہے۔ یہ نہ دریافت کیا کہ اس میں حرج کیا ہے کہ چھ سو پر ہوں۔ حدیث کی تحریف کر دی۔

اصول اور وصول

فرمایا۔ اہل کمال بولتے کم ہیں مگر اصول کی رعایت کرتے ہیں اور آج کل تو لوگ "اصول" کو چھوڑ کر "وصول" کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔

حسن پور کے ایک نواب زادہ کو حضرت حکیم الامتؒ کے وعظ سے نفع

فرمایا۔ میں ایکدفعہ حسن پور گیا۔ وہاں ایک نواب زادہ تھے۔ جو اُس زمانہ میں علی گڈھ میں تعلیم پا رہے تھے۔ بعد میں وہ گھر آئے اور ڈپٹی کلکٹر ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ علی گڈھ والوں کو بُرا جانتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ان کی ذات کو یا افعال کو؟ انھوں نے کہا کہ وہ افعال کیا ہیں۔ میں نے کہا چونکہ فاعل مختلف ہیں اس واسطے افعال بھی مختلف ہیں۔ ہر فاعل کے افعال جدا جدا ہیں۔ انہوں نے کہا مثلاً میرے افعال۔ میں نے کہا ہاں! وہ بھی جانتا ہوں اور کچھ نظر بھی آ رہے ہیں (اُن کی داڑھی منڈی ہوئی تھی) مگر عام جلسہ میں بیان مناسب نہیں۔ آپ علیحدہ ملیں یا تھانہ بھون آئیں۔ پھر خاموش ہو گئے اور وعظ میں شریک ہوئے۔ نہایت تیز دھوپ تھی۔ لوگوں نے اُن سے بہت کہا کہ آگے تشریف لے آئیے مگر مست تھے پھر مرید ہوئے۔ اور اپنی بیوی والدہ اور سارے کنبے کو مرید کرایا۔ داڑھی رکھ لی۔ نہایت نیک آدمی ہیں۔

جامع مسجد دہلی میں ایڈریانوپل کی فتح کے زمانے میں وعظ

فرمایا۔ دہلی جامع مسجد میں ایڈریانوپل کی فتح کے زمانہ میں وعظ ہوا۔ لوگوں میں بہت جوش تھا۔ بعض خط آئے اور یہ لکھا کہ اللہ میاں بھی تثلیث والوں کی طرفداری کرتے ہیں۔ میں نے وعظ میں سب شبہات کا جواب دیا۔ پھر اعلان کیا کہ اگر کسی کو شبہ ہو تو دریافت کرے۔ بعد میں پھر شکایت نہ کرے۔ ایک طالب علم کھڑے ہوئے اور کہا کہ "میں پوچھتا ہوں" اور آدمی معلوم ہوا کہ ذہین تھے۔

اِنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ بے شک زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے

پر شبہ کیا۔ میں نے کہا کہ "پہلے یہ بتلاؤ کہ یہ قضیہ کون سا ہے" ضروریہ دائمہ مطلقہ ہے؟" کہا "بس سمجھ گیا" فرمایا کہ فنون کا واقف جلدی سمجھ جاتا ہے۔

عورت کی آواز سننے سے بچنا چاہیئے

فرمایا۔ عورت کی آواز سننے سے بچنا چاہیئے۔ خصوصاً رونا۔ میرے ایک رشتہ دار قتل کیئے گئے اور میں اُن کے دفن کا منتظم تھا۔ بہت سخت حادثہ تھا مگر مجھ کو رونا کم آتا ہے ایک دو آنسو آئے۔ دفن سے فارغ ہو کر جب مکان پر گئے۔ تو عورتوں کے رونے کی آواز سنی۔ بس اُسی وقت اختلاج قلب کا دورہ شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ جان کا بچنا مشکل ہو گیا۔ گھر پہنچا۔ بہت سخت بیمار ہو گیا۔ جلال آباد کے ایک حکیم تھے اُن کے پاس میں نے قارورہ بھیجا۔ اور جس کے ہاتھ بھیجا اُس سے کہہ دیا کہ ظاہر نہ کرنا۔ انہوں نے قارورہ دیکھ کر کہا۔ ارے یہ شخص زندہ کیسے ہے؟ اس کی تو حرارت عزیزیہ ذرہ بھر بھی باقی نہیں ہے۔ نوکر نے آکر اسی طرح مجھ سے کہا۔ اور بہت بیہودگی کی۔ میں نے اُس سے کہا کہ یہ بات تُونے کیوں کہی؟ بہت ڈانٹا۔ میں نے کہا کہ پھر جاؤ اس قارورہ کو واپس لے جاؤ۔ اور راستہ میں سے پھر واپس لے آؤ اور پھر آکر کہو کہ حکیم کہتا ہے کہ مجھ سے پہلے غلطی ہو گئی تھی۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ حرارت عزیزیہ کافی ہے۔ وہ بے چارہ گیا۔ پھر راستہ سے واپس آیا اور جھوٹ بولا۔ میں نے کہا کہ اب اطمینان ہوا۔ بہت علاج کیے اور قیمتی ادویات استعمال کیں۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سفر کرو۔ تین ماہ تک سفر میں رہا۔ تب جاکر آرام ہوا۔

نوکر سے جو یہ کہا کہ راستہ میں سے واپس آکر یہ کہو کہ حلیم کہتا ہے کہ مجھ سے غلطی ہوئی۔ اس پہ فرمایا کہ افعال کے خواص ہیں۔ اس خبر کا بھی ایک خاصہ تھا جس کو میں سمجھا۔ اور خواصِ افعال کا سمجھنا یہی مدار ہے اصلاح کرنے کی۔ جو شخص افعال کے خواص نہ سمجھے۔ وہ لوگوں کی اصلاح نہیں کرسکتا۔ یہ بہت بڑی چیز ہے۔

غصّہ میں سزا نہ دینے کا کام

فرمایا۔ اگر کسی پر غصّہ آوے تو اُس کو غصّہ کی حالت میں نہ مارے۔ جب غصّہ ختم ہو جائے تو تین دفعہ سوچ کر پھر مناسب سزا دے۔ اور غصّہ کے وقت اُس کو اپنے سامنے سے دُور کر دے یا خود چلا جائے۔

ہندؤوں کے ہاں مردے جلانے کی رسم کس طرح شروع ہوئی

فرمایا۔ ماموں صاحب فرماتے تھے کہ ہندوؤں کے یہاں مُردوں کو جلانے کی وجہ اصل میں یہ ہے کہ چونکہ اُن کے نزدیک دنیا قدیم ہے۔ تو پہلے دیوتا اُن کے کچھ جن تھے اور ممکن ہے کہ جنوں کے لیے پہلے کسی شریعت میں جلانا ہو۔ کیونکہ وہ ناری ہیں۔ اور ہر شے اپنی اصل کی طرف جاتی ہے جیسا انسان خاکی ہے۔ اس واسطے اُس کو دفن کیا جاتا ہے۔ اور جِنّوں کی کتابوں سے دیکھ کر ہندوؤں نے بھی جلانا شروع کر دیا۔

خالی الذہن شخص کو نفع ہوتا ہے

فرمایا۔ فائدہ اُس کو ہوتا ہے جو خالی الذہن ہو۔ مالی الذہن نہ ہو۔

بلا کرایہ ریل کا سفر حرام ہے

ایک شخص بلا کرایہ سفر کر کے ریل سے آئے تھے۔ اُن سے فرمایا کہ تم پہلے یہ کرایہ جا کر ریل کے محکمہ کو ادا کرو۔ کیونکہ یہ حرام ہے۔ پھر آکے اگر دریافت کرو گے تو اللہ کا راستہ بتلاؤں گا۔

اصل فائدہ محبت سے ہوتا ہے

فرمایا۔ اصل فائدہ محبت سے ہوتا ہے۔ صرف اعتقاد کچھ نہیں۔ یہ آج کل اکثر بدل جاتا ہے۔

ترکی کی امداد کا سبب

فرمایا۔ ایک مولوی صاحب آئے جو تحریکاتِ خلافت کے بڑے حامی تھے۔ میں نے اُن سے کہا کہ ٹرکی کی سلطنت جمہوری ہے یا شخصی؟ کہا جمہوری۔ میں نے کہا پھر بتلاؤ کہ اس میں عیسائی ہیں یا نہیں؟ کہا ہیں۔ میں نے کہا بتلاؤ کہ مرکب خسیس اور شریف کا کیسا ہوتا ہے؟ کہا خسیس! میں نے کہا کہ کفر و اسلام کا مجموعہ کیا ہوتا ہے؟ کہا کفر! پھر میں نے کہا۔ ترکی کے وقت میں مقاماتِ مقدسہ پر غیر مسلم کا قبضہ تھا اور شریف کے وقت اسلام کا قبضہ ہوا؟ کیونکہ شریف مسلمان ہے۔ گو مغلوب ہے۔ مگر حکم علتِ قریب کی طرف منسوب ہوتا ہے پھر انہوں نے کہا کہ امداد تو آپ بھی ترکی کی واجب سمجھتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ کیونکہ کفار تو ترکی سلطنت کو اسلامی سلطنت سمجھ کر تکلیف دیتے ہیں۔ اس واسطے ترکی کی امداد اسلامی امداد ہے۔

تعلقات غیر ضروریہ کو کم کرنے سے موت میں آسانی ہوگی

فرمایا۔ کل جو کہا تھا کہ حق تعالیٰ کے ساتھ موت کے وقت حسنِ ظن پیدا کرنا چاہیئے اور اس کا طریقہ اعمال کرنا ہے۔ اس میں ایک دوسری بات رہ گئی تھی۔ وہ یہ کہ تعلقات بھی کم کرنے چاہئیں۔ اس سے بھی موت کے وقت حسنِ ظن اور سہولت پیدا ہوتی ہے۔ اور تعلقات سے مراد تعلقات غیر ضروریہ ہیں۔ ضروری تعلقات تو باقی رکھنے سے حُسنِ ظن پیدا ہوتا ہے۔

ہر شبہ کا جواب دینا ضروری نہیں

فرمایا۔ ابلیس کے شبہ کا جواب اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا تو معلوم ہوا کہ ہر شبہ کا جواب دینا ضروری نہیں بلکہ:

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ یہاں سے نکل جا تو مردود ہے۔

فرمادیا تو معلوم ہوا کہ بعض جگہ یہی جواب ہونا چاہیئے۔

دوسرے کی افضلیّت کا احتمال

فرمایا۔ اپنے آپ کو دوسرے سے افضل نہ خیال کرنے کے لئے یہ کافی ہے کہ کم از کم

دوسرے کی افضلیت کا احتمال ہی ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ دوسرے کی فضیلت کا یقین کرے کیونکہ اس یقین پر کوئی دلیل نہیں۔ جس طرح اپنی افضلیت پر کوئی دلیل نہیں۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے گدی نشین کے لڑکے کو رجوع کرنے پر جواب

ایک شخص نے جو کسی گدی نشین کے لڑکے ہیں۔ خط میں لکھا کہ" میں حضور کی طرف رجوع کرتا ہوں"۔ فرمایا کہ چونکہ اُن کے والد پیر ہیں تو یہ خیال نہ کریں کہ بیٹے نے مجھ کو ناقص سمجھا ہے۔ پھر اس وجہ سے باپ بیٹے کے درمیان اختلاف پیدا ہو۔ اس واسطے ان کو لکھ دیا کہ اوّلاً اپنے والد صاحب کی نسبت یہ بتلاؤ کہ وہ اس سے ناخوش تو نہ ہوں گے؟ اور فرمایا کہ یہ شرط بھی لگاؤں گا کہ گدی کے حصول کے لئے اگر رجوع کرتے ہیں تو پھر مجھے معاف فرماویں۔ اگر گدّی کو ترک کر سکتے ہیں تو میری طرف رجوع کریں۔ ورنہ ساری عمر کا روگ ہے۔

تبرکات منقولہ میں میراث جاری ہوتی ہے

فرمایا۔ جو تبرکات منقولہ ہیں اُن میں میراث جاری ہوتی ہے۔ اگر ایک ہی وارث قبضہ کر لے تو وہ مغصوب ہو جاویں گے۔ اور پھر مجھ کو اُن کی زیارت کے جواز میں بھی شبہ ہو گیا ہے کیونکہ انتفاع[1] عن المغصوب جائز نہیں۔

مکان کی کنڈی پر نظر نہ ہونا چاہیئے

فرمایا۔ صوفیوں نے لکھا ہے کہ کنڈی کھول کر مکان میں بیٹھے مگر نظر کنڈی پر نہ ہو کہ اب کوئی آئے گا اور کچھ دے جائے گا۔

باکمال شخص کو بد دماغی مناسب نہیں

فرمایا۔ باکمال کو چاہیئے کہ بد دماغی تو نہ کرے مگر استغناء کو بھی ترک نہ کرے۔

منصور کے انا الحق کہنے کی توجیہ

فرمایا۔ اگر منصور کے قول کی توجیہ کوئی مجھ سے پوچھے تو" انا الحق" کے معنی یہ ہیں کہ" میں سچ مچ موجود ہوں"۔ سوفسطائیہ کی طرح خیالی نہیں جیسا کہ" الوزن حق"، "اَلنا دحق" مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مطلب منصور کا یہ ہے" انا علی الحق" یعنی میں

---

[1] یعنی کسی غصب کی ہوئی چیز سے کوئی نفع حاصل کرنا ۱۲

حق پر ہوں۔ اور فرمایا کہ کسی نے کہا کہ یہ ساری خرابی "انا" کی ہے۔ اگر صرف "حق" کہتے تو کچھ نہ ہوتا۔

زیادہ خشکی اور زیادہ تری مناسب نہیں

فرمایا۔ زیادہ خشکی حَرق (جلنا) ہے اور زیادہ تری غَرق (ڈوب جانا) ہے۔ اس واسطے بَین بَین رہے۔

خلوت پسند طبیعت کا سبب

فرمایا۔ میں چونکہ ایک مجذوب کی دعا سے پیدا ہوا ہوں۔ اس واسطے طبیعت میں اس کا اثر ہے۔ یعنی خلوت پسند ہے

کمالِ اسلام کی شرائط

آیت اَلصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ کی تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا کہ اوپر سے اس آیت میں کمال اسلام کے شرائط کا بیان چلا آتا ہے۔ پھر اوپر سے آیت کو پڑھا اور فرمایا کہ عقائد بھی اس میں ہیں۔ اور اعمال بھی ہر قسم کے ہیں۔ پھر آداب المعاشرت بھی ہیں۔ پھر اخلاق یعنی اعمال باطنیہ صبر وغیرہ بھی ہیں۔ اور مجاہدہ کی حقیقت بھی کہ مخالفتِ نفس ہے۔ اور نفس کو فطرتاً آزادی پسندیدہ ہے اور جس قدر اعمال شرعیہ ہیں اُن میں تقیید ہے اور تقیید نفس کی خواہش کے خلاف ہے۔ پھر فرمایا کہ مصیبت میں دو اثر ہیں "قربت" اور "بُعد عن اللہ"۔ اگر صبر کرے تو قربت۔ اگر شکایت کرے تو بُعد من اللہ۔

نفس کی حقیقت

فرمایا۔ نفس کی حقیقت صوفیاء کے نزدیک یہ ہے کہ قوت داعیہ بشر ہے۔ آگے اس کی صفات ہیں۔ امّارہ، لوّامہ، مطمئنہ۔ یہ صفاتِ لازمہ ہیں۔

قرآن کے بہت بطون ہیں

فرمایا۔ مسلمان کے لئے تو جہنم میں بھی ایک گونہ راحت ہوگی۔ کیونکہ عقیدہ اس وقت یہ ہوگا کہ پاک ہو رہا ہوں پھر جنت میں جاؤں گا۔ جیسا کہ آپریشن والے کی حالت ہوتی ہے۔

باوجود آپریشن کی تکلیف کے عقلاً مسرت ہوتی ہے۔ جہنّم اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ ہے اور مسلمان کے لئے وہ ایک حمام کی طرح ہے مگر حمام بھی ایسا ہے کہ جس کی برداشت نہیں ہوسکتی، پھر فرمایا کہ قرآن کے بہت بطون ہیں. ایک بطن کو علماء سمجھ سکتے ہیں۔ ایک بطن البطون ہے جن کو حق تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں سمجھتا۔ اس واسطے حدیث کی بھی ضرورت ہے اور مجتہدین کی بھی ضرورت۔ اور علماء کی بھی ضرورت۔ باقی یہ کہ پھر اردو میں کتابیں کیوں لکھی ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عربی میں دو اشکال تھے۔ ایک زبان کا، ایک مضامین کا۔ سو ایک تکلیف کی آسانی تو ہوگئی مگر مضمون مشکل ہیں۔ سو ان کو علماء سے پڑھنا چاہیئے۔ اور تعجب ہے کہ طب بھی تو اردو میں ہے مگر طب کی کتابیں دیکھ کر اپنا علاج نہیں کرتے۔ کیونکہ وہاں یہ خیال ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ ہم غلطی کر جائیں تو شریعت جو روحانی طب ہے اس میں یہ احتمال کیوں پیدا نہیں ہوتا؟ فقہ کی کتابوں میں ایک مسئلہ کا تعلق دو باب سے ہوتا ہے۔ تو عالم فن تو سمجھ سکتا ہے۔ صرف مطالعہ کر کے فتویٰ دینے والا عمر بھر بھی نہیں سمجھ سکتا۔ مثلاً اِخْتَارِیْ الفاظ کنایہ سے ہے ویسے تو باب کنایات میں بھی مذکور ہے مگر اس میں ایک قید ہے۔ وہ دوسرے باب میں ہے یعنی تفویض۔ یہ تفویض بھی تو اختیاری ہے طلاق تب واقع ہوگی جب عورت اِخْتَرْتُ بھی زبان سے کہے۔ جو دونوں بابوں کو جانتا ہے۔ وہ تو سمجھ جائے گا۔ مگر صرف مطالعہ سے پتہ نہیں چلتا۔ آج کل کے بڑے تعلیم یافتہ کو بھی اتنا پتہ نہیں کہ دلیل کس کو کہتے ہیں؟ نظیر کا نام دلیل رکھا ہے۔ ایک صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ معراج کی دلیل کیا ہے؟ میں نے کہا کہ فی نفسہٖ ممکن ہے اور مخبر صادق نے اس کے وقوع کی خبر دی ہے۔ کہا یہ کیا دلیل ہے۔ میں نے کہا کہ ہے تو یہ دلیل۔ پھر کہنے لگے کوئی اور بھی آسمان پر گیا ہے؟ یہ ان کے نزدیک دلیل تھی۔ نظیر کو دلیل سمجھے ہوئے تھے میں نے کہا کہ اس پر بھی یہ اشکال تو ہوگا کہ اُس دوسرے کا جانا تب ثابت ہوگا کہ اُس سے پہلے کون گیا۔ پھر اُس تیسرے کی بابت بھی یہی سوال ہوگا تو اس سے تو کچھ بھی ثابت نہ ہوگا۔ کہنے لگے کہ اس سے تو تسلی نہیں ہوئی۔ میں نے کہا اب ایک اور طریق تسلی کا ہے اور وہ یہ ہے کہ میں خود اُڑ جاؤں اور چھت پھٹ جائے۔ سو یہ میری قدرت سے باہر ہے۔ یہ علم

تھا اُن کا۔

امراضِ بدنیہ اور امراضِ باطنیہ کا تجسّس ممنوع نہیں

فرمایا۔ مشائخ جو امراض باطنیہ میں تجسس اور تلاش کرتے ہیں تو یہ لَاتَجَسَّسُوْا[1] میں داخل نہیں۔ وہ تجسس منع ہے جو بغرض فساد ہو۔ یہ تجسس بغرض اصلاح ہے۔ جیسا بدنی حکیم امراض کا تجسّس کرتا ہے۔ بعض رسمی علماء نے صوفیاء پر اعتراض کیا ہے کہ یہ تجسس منع ہے۔ جیسا حدیثِ افک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تجسس فرمایا تھا۔ یہ حدیث مجھ کو ابھی معلوم ہوئی ہے۔

دارالحرب کی دو قسمیں

فرمایا۔ ایک شخص آیا تھا۔ اُس نے پوچھا کہ ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟ میں نے کہا دارالحرب۔ لوگ اس سے بہت گھبراتے ہیں۔ میں نے کہا اصطلاحی لفظ دارالحرب کے معنی دارالکفر کے ہیں کیونکہ دارالاسلام کے مقابلہ پر دارالحرب ہے۔ دارالحرب کی دو قسمیں ہیں "دارالامن" اگر معاہدہ باقی ہو۔ دوسرا "دارالخوف" اگر معاہدہ ٹوٹ گیا ہو۔ اس نے کہا کہ خلیفہ کون ہے؟ اس کا شاید یہ خیال ہو کہ شریف کو کہیں گے۔ میں نے کہا کہ خلیفہ سے اس وقت دنیا خالی ہے۔ خلیفہ کے لئے دو شرطیں بالفعل پیش کرتا ہوں۔ ایک یہ کہ مستقل شوکت رکھتا ہو۔ شریف میں شوکت نہیں۔ دوسری یہ کہ قریش سے ہو۔ تُرک قریش سے نہیں۔ مگر سلطان اسلام کی عزت اور وقار کا باقی رکھنا ایسا ہی ضروری ہے جیسے خلیفہ کا۔

اظہارِ احکام کی بناء پر کہنا جرم نہیں

فرمایا۔ کراچی میں ایک مجرم نے کہا۔ "جو ہم نے کہا وہی اشرف علی نے کہا تھا، اُس کو کیوں سزا نہیں ہوئی؟" جج نے کہا "اس نے اظہارِ احکام کی بناء پر کہا اور تم نے اضرارِ سلطنت کی وجہ سے کہا۔"

---

[1] قرآن مجید کی آیت کا حصّہ ہے یعنی "تجسّس نہ کیا کرو۔"

۹۹ درجہ کفر کا مطلب

فرمایا۔ اگر ۹۹ درجہ کفر کا مطلب یہ ہو جو نیچری سمجھتے ہیں تو دنیا میں کوئی بھی کافر نہ ہو۔ کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ ۹۹ کا عدد تو مراد نہیں صرف کثرت مراد ہے۔ تو ہر کافر میں کوئی نہ کوئی وجہ اسلام کی پائی جاتی ہے۔ مثلاً سخاوت، رحم وغیرہ۔

حضرتؒ کا سب کو معاف فرمانا

فرمایا۔ میں نے سب کو معاف کر دیا ہے۔ کیونکہ مسلمان کو جہنم میں دیکھ کر شفاء غیظ نہیں ہوگا بلکہ اور دل دکھے گا۔ مسلمان کو اللہ تعالیٰ جہنم سے بچائے۔

میدان حشر میں سب لوگ ملک شام میں سما جائیں گے

فرمایا۔ قبروں سے نکل کر کچھ لوگ سوار ہوں گے اور کچھ آگ کے ذریعہ سے میدانِ حشر کی طرف چلیں گے اور زمین شام کو اللہ تعالیٰ وسیع فرما دیں گے۔ متخلخل ہو جاوے گی۔ سب لوگ اس میں آجائیں گے۔

سوءِ خاتمہ کے دو اسباب

فرمایا۔ سوءِ خاتمہ کے دو سبب ہیں۔ ایک "حب دنیا" دوسرا "ظنیات کو قطعی سمجھنا"۔ اور موت کا وقت انکشاف کا ہوگا۔ سو جب اس نے ایک ظنی چیز کو قطعی سمجھ رکھا تھا اور وہاں منکشف ہوگا کہ یہ غلط ہے تو شیطان یہ کہے گا کہ تیرے باقی عقائد کا بھی کیا اعتبار ہے؟ مثلاً توحید اور رسالت۔ اس سے اس کو تردد پیدا ہو جائے گا احقر نے یہ عرض کیا کہ وہ وقت تو تنگ ہوگا تو معاف نہ کیا جائے گا؟ فرمایا، اختیار وہاں باقی ہوگا۔ کیونکہ اپنے ہوش اور عقل کے بقاء ہی کی وجہ سے سمجھے گا کہ ظن غلط ہے۔ اور چونکہ عقل باقی ہوگی تو معذور نہیں ہوگا۔ دوسرا یہ کہ یہ عقیدہ غلط تو دنیا میں تھا وہاں جا کر غلطی کا اظہار ہوا۔ غلطی پیدا نہیں ہوئی تا کہ معذور ہو۔

حب دنیا اس واسطے باعث ہے سوءِ خاتمہ کا۔ کہ موت کے وقت یہ منکشف ہو جائے گا کہ دنیا سے دور کرنے والا حق تعالیٰ ہے اور دنیا تھی اس کو مرغوب۔ اور مرغوب سے دور کرنے والا مبغوض ہوتا ہے۔ تو حق تعالیٰ سے توبہ توبہ اس وقت بغض

ہو جائے گا۔ اور موت کے وقت حق تعالیٰ سے بغض ہونا سوء خاتمہ ہے۔ کسی نے دریافت کیا کہ سوء خاتمہ سے مراد کفر ہے؟ فرمایا عام ہے۔ کبھی کفر کبھی فسق وغیرہ۔

عقائدِ اسلامیہ کی تفصیل جاننے کا مطلب

فرمایا۔ فقہاء نے جو لکھا ہے کہ "اگر کوئی شخص عقائدِ اسلامیہ کی تفصیل نہ جانے تو کافر ہے"، تو یہ متاخرین کی تفریعات ہیں اور یہ درست نہیں۔ بلکہ عقائد عامی پر پیش کئے جائیں اور اُس سے استفسار کیا جائے کہ توحید کی تو تکذیب نہیں کرتا؟ اگر وہ اس سوال کے بعد بھی کہہ دے کہ نہیں کرتا۔ اور اسی طرح ایک عقیدہ پیش کیا جاوے اور وہ اس کی تکذیب نہ کرے تو وہ مسلمان ہے اُس کو نجات ہوگی۔ گو تفصیلاً نہ بتلا سکے۔ اور جو لوگ خالی الذہن ہیں نہ اسلام کے عقائد میں اور نہ کفر کے۔ اُن کی بھی نجات ہوگی۔ یہ لوگ نہ مسلمان ہیں اور نہ کافر مگر نجات ہوگی۔ کیونکہ کافر کو عذاب ہوگا۔ چونکہ یہ کافر نہیں اس واسطے اُن کو عذاب مؤبّد[1] نہ ہوگا۔ نجات مسلمان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عدم کافر کے ساتھ خاص ہے۔ مگر دنیا کے احکام میں اس خالی الذہن کو مسلمان کے احکام کے تحت داخل نہ کیا جائے گا۔ یہ انتظاماً ہے۔

مجتہد کی دو قسمیں

فرمایا۔ ابن تیمیہؒ کے نزدیک عمداً اگر نماز ترک کر دے تو اس کی قضا نہیں۔ کیونکہ اُس کی قضا کے لئے کوئی دلیل نہیں۔ مَنْ نَامَ اَوْ نَسِیَ فَلْیُصَلِّ۔ فرمایا یہ بھی ایک گونہ مجتہد تھے۔ مجتہد کی دو قسم ہیں۔ ایک مطلق جو نصوص سے اصول استنباط کر سکے۔ دوسرا مقید، کہ اصول سے فرع استنباط کر سکے۔ یا اصول اولیہ سے اصول ثانیہ استنباط کر سکے اور اصول اوّلیہ نہیں ٹوٹتے اور اصول ثانویہ کبھی ٹوٹ جاتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ کا مفہوم

احقر نے عرض کیا کہ حضرت آدمؑ سے لے کر لوگ سوال کرتے رہے ہیں کہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ۔ تو کسی کی بھی دعا قبول نہیں ہوئی۔ کیونکہ مسلمان جہنّم میں جائیں گے۔ فرمایا کہ

---

[1] ہمیشہ ۱۲

آخر میں جو نجات ہوگی۔ یہ بھی تو دعا کا اثر ہے۔ ورنہ ممکن ہے کہ کسی جرم کی وجہ سے ہمیشہ رکھنے کا حکم ہو۔ پھر فرمایا کہ ہر دعا میں ایک قید ہوتی ہے وہ یہ کہ:

ان لم یکن الموانع موجودۃ — اگر موانع موجود نہ ہوں اور یہ دعا اس کی

ولا یکون الدعاء مخالفا لمصلحتہ — مصلحت کے خلاف نہ ہو۔

اگرچہ یہ نیت نہ ہو تو بھی عقلاً معتبر ہے۔

ضعیف ایمان والوں کی آخر میں نجات ہوگی

فرمایا۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن فرمایا کہ یہاں جن کو تم قطعی کافر جانتے ہو اُن کو وہاں نجات ہو جائے گی۔ کیونکہ دراصل وہ مسلمان تھے۔ اور بڑے بڑے مشائخ کی گردنیں نیچی ہوں گی اور فرمایا کہ حضرات انبیاءؑ کی شفاعت کے بعد جن کو حق تعالیٰ اپنی رحمت سے نکالیں گے اُن کا ایمان اتنا ضعیف ہوگا کہ حضرات انبیاء کو بھی باوجود بڑا علم ہونے کے اور عالم کشفِ حقائق کے اُن کے ایمان کا پتہ نہ لگے گا۔ اُن کو حق تعالیٰ نجات دیں گے اور ظاہر ہے کہ کافر تو نہ ہوں گے۔ ایسوں کو تم نے قطعی کافر سمجھا وہ نجات پا گئے۔ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پڑوسی ایک بنئے ہندو کو خواب میں جنت میں پھرتا ہوا دیکھا۔ پوچھا کہ لالہ جی تم کہاں؟ اُس نے کہا کہ میں نے مرتے وقت کلمہ پڑھ لیا تھا۔ مگر انتظام کے لئے کافر کہنے کی اجازت ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے چالیس سال رحمتِ خداوندی پر وعظ فرمایا

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال تک وعظ میں اللہ کی رحمت کا بیان فرماتے رہے۔ پھر جی میں آیا کہ اب کچھ اللہ تعالیٰ کے غضب کا بھی بیان کروں۔ لوگ نڈر نہ ہو جائیں۔ چنانچہ ایک روز اللہ کے قہر کا بیان فرمایا۔ تو وعظ کے بعد کئی لاشیں مجلس سے اٹھائی گئیں۔ تو الہام ہوا کہ "کیا چالیس سال میں ہماری رحمت بیان کر دی۔ رحمت کو تو ساری عمر بیان کرتے رہتے تو بھی کافی نہ تھا۔"

دوسرے کی تحقیر نہ کرنے کا طریق

فرمایا۔ انسان کو لازم ہے کہ دوسرے کی تحقیر نہ کرے۔ اور اس کو اپنے سے کم نہ سمجھے۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ فی الحال تو یہ خیال کرے کہ ممکن ہے اس میں کوئی ایک ہی بات ایسی عمدہ ہو کہ اس کے سب معاصی معاف کرادے اور ہمارے اندر کوئی ایسا گناہ ہو کہ طاعات مقبول نہ ہوتی ہوں۔ اور مآلاً یہ کہ انجام شاید اس کا ہم سے اچھا ہو جائے۔ بس یہ احتمال ہی کبر سے بچنے کے لئے کافی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ دوسرے کو یقیناً اپنے سے اچھا سمجھے۔

سلام پہنچانے کے وعدہ سے سلام پہنچانا واجب ہو جاتا ہے

فرمایا۔ اگر کسی سے وعدہ کر کے آوے کہ تمہارا سلام پہنچا دوں گا تو پھر پہنچانا واجب ہوتا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کی ایک شخص کے قول کی عجیب توجیہ

فرمایا۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں کسی نے آکر کہا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ "کوئی کافر جہنم میں نہ جائے گا" شاگردوں سے فرمایا کہ اس شخص کے قول کی کوئی توجیہ ہو سکتی ہے؟ سب نے کہا کچھ نہیں۔ کہنے والا کافر ہے۔ فرمایا کہ یہ تاویل کرنی چاہیے کہ جب کافر مر جائیں گے تو سب کو علم ہو جائے گا اور ایمان حاصل ہو جائے گا۔ گو وہ مفید نہ ہو گا۔ تو وہ مومن ہو کر جہنم میں جائیں گے۔ یعنی کانوا کفارًا فی الدنیا والذین امنوا فی الاخرۃ۔

بعض مسرت میں تکلیف محسوس نہیں ہوتی

فرمایا۔ مزاح میں تھوڑی سی تکلیف بھی ہوتی ہے مگر بعد میں رفع ہو جاتی ہے اور بعض مسرت ایسی ہوتی ہے کہ تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔

قبض جتنا قوی ہوتا ہے بعد میں بسط بھی اتنا ہی قوی ہوتا ہے

فرمایا۔ قبض جتنا قوی ہوتا ہے بعد میں اُتنا ہی بسط بھی قوی ہوتا ہے کہ سلطنت بھی اس کے سامنے گرد ہوتی ہے۔ اسی طرح جو لوگ جہنم سے ہو کر جنت میں جائیں گے اُن کی لذت بھی بہت ہو گی بہ نسبت اُن کے جو ویسے ہی چلے گئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہنم مومن کے لئے موجبِ لذت و مسرت ہے۔

طاعون میں وعظ کے بعد دُعا

اس مرتبہ جب طاعون میں وعظ ہوا تو دعا مانگنے کے وقت کچھ طبیعت رُکی۔ اب

یوں دعا کرتا ہوں کہ اگر یہ ہمارے حق میں رحمت ہے تو بہتر، اور اگر عذاب ہے تو اس سے بچائیے۔ مطلقاً بچنے کی درخواست نہیں کرتا۔ جس صفت میں کمزوری ہو اور وعظ میں اوروں کو اس سے روکا جائے تو خود بھی طبیعت میں اُس سے رُکنے کی ہمت ہو جاتی ہے۔

طاعون سے بچنے کے دو طریق

فرمایا۔ طاعون عذاب ہو، تو دعا کرے کہ ہم کو اس سے بچاؤ۔ اور بچنے کے دو طریق ہیں ایک یہ کہ طاعون آئے ہی نہ۔ دوسرا یہ کہ آئے مگر مبدل بہ رحمت ہو کر آئے۔ عذاب نہ ہو۔

روح کے تصرف کے لئے بدن کا سالم رہنا شرط نہیں

فرمایا۔ میں ایک مجذوب کی دُعا سے پیدا ہوا ہوں۔ نانی صاحبہ نے والدہ صاحبہ کو ایک مجذوب کے جو نہایت بوڑھے تھے اور اُن سے شرعاً پردہ نہ تھا، سامنے کیا اور کہا کہ اس کے لئے دعا کرو۔ اس کی اولاد زندہ نہیں رہتی۔ ان مجذوب نے کہا کہ زندہ کیسے رہے؟ علیؓ اور عمرؓ میں کھینچ تان ہوتی ہے۔ "اُس خط کشیدہ جملہ کا مطلب صرف والدہ صاحبہ نے سمجھ لیا۔ بہت ذہین تھیں۔ ہمارے بچپن ہی میں ان کا انتقال ہو گیا" مطلب یہ ظاہر فرمایا کہ باپ فاروقی ہیں اور میں (یعنی والدہ صاحبہ) علوی حضرت علیؓ کی اولاد سے ہیں۔ مگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نہیں بلکہ حضرت علیؓ کی دوسری بیوی حضرت حنیفہؓ سے۔ تو اس واسطے پہلے جو لڑکے ہوئے ان کے نام والد کے نام کے ہم قافیہ رکھے گئے اور والد کا نام عبدالحق ؒ ہے۔ اور ان کے کنُبے کے بھی اسی قسم کے نام تھے جن کے آخر میں "حق" آتا ہے۔ تو حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ کا جھگڑا رہتا تھا والدہ نے اُن مجذوب سے کہا کہ آپ نام مقرر کر دیں۔ انہوں نے فرمایا ایک کا نام "اشرف علی خاں" ہے۔ وہ حافظ اور مولوی ہوگا۔ دوسرے کا نام "اکبر علی" وہ دنیادار ہوگا وہ تمہارا ہے۔ فرمایا۔ اس واسطے میرے اندر مجذوب کا اثر ہے۔ اور فرمایا کہ ارواح میں کچھ تصرف ہوتے ہیں۔ اور عنوان کو بھی کچھ دخل ہوتا ہے۔ نہ جیچ میں علی کا اسم والدہ نے پسند کیا۔ اور

روح کے تصرّف کے لئے بدن کا سالم رہنا شرط نہیں ہے۔ ورنہ روح بدن کے شغل میں رہتی۔

دوام اور التزام میں فرق

فرمایا۔ دعا بعد فرائض مستحب ہے۔ مستحب کام پر دوام تو کیا جائے التزام نہ چاہیے۔ دوام اور شے ہے اور التزام اور شے۔ دوام جائز ہے اور التزام منع ہے۔

عوام کو پہلے مسئلہ اچھی طرح بتلا دینا چاہیے

فرمایا۔ عوام کو پہلے مسئلہ اچھی طرح بتلا دینا چاہیے۔ پھر اگر ضرورت ہو تو عمل کر کے بھی دکھلا دے پہلے ہی عمل نہ کرے تاکہ اس کو وحشت نہ ہو۔ وحشت سے بچانا چاہیے۔ عوام نے صحابہؓ کے طرز پر جو عمل کرتے دیکھا۔ اس پر عمل شروع کر دیا۔ وجہ دریافت نہ کرتے تھے۔ اگر لوگ صحابہؓ کے طرز پر رہتے اور عمل میں قصور نہ کرتے تو مجتہدین کو ان تحقیقات کی ضرورت نہ ہوتی۔ مگر لوگوں نے جب عمل میں نقصان کرنا شروع کیا۔ مثلاً وضو میں کچھ عضو دھوئے اور کچھ نہ دھوئے تو مجتہدین کو ضرورت پڑی کہ تحقیق کریں کہ کون شے زیادہ ضروری ہے جس کے نہ ہونے سے نماز نہیں ہوتی۔ اور کون اس سے کم۔ علیٰ ہذا القیاس۔

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ دونوں کو جنتی کہنے میں فرق کہہ کر ایک واعظ کا عوام کو تشویش میں ڈالنا۔

کانپور میں ایک واعظ صاحب نے کہا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا جنتی ہونا قطعی نہیں۔ لوگ اس سے بھڑک گئے۔ مقدمہ میرے پاس آیا۔ ہر فریق یہ خیال کرتا تھا کہ میں اُس کی تائید کروں گا۔ میں نے پہلے اُس عامی سے دریافت کیا کہ تم کیا کہتے ہو؟ اُس نے کہا کہ میں ان کو جنتی کہتا ہوں۔ میں نے کہا بالکل ٹھیک ہے اگر وہ جنتی نہ ہوئے تو پھر اور کون جنتی ہوگا۔ پھر میں نے کہا کہ تمہارے پاس اس کی دلیل کیا ہے۔ کہا بڑے بڑے عالم اور بزرگ کہتے ہیں۔ پھر میں نے کہا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تمہارے

نزدیک جنتی ہیں۔ کہا ہاں۔ میں نے کہا ان کے جنتی ہونے کا کیا ثبوت؟ کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے کہا بالکل ٹھیک ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول اور بزرگوں کے قول میں کچھ فرق ہے؟ کہا ہاں۔ میں نے کہا پھر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جنتی ہونے میں بھی وہ فرق ہوگا جو ان دونوں قولوں میں ہے۔ کہا ہاں۔ پھر میں نے مولوی صاحب واعظ سے کہا کہ صاحب! یہ بھی وہی کہتا ہے جو تم کہتے ہو۔ یہ بے چارا ملاحسن (علم منطق) کا ظن نہیں جانتا تھا ورنہ اس کے دل میں بھی وہ فرق ہے گو اُس کا نام اُس نے یقین رکھا ہو۔ اور فرمایا ہمارے اکابر کا طرز یہ تھا کہ عوام کو تشویش میں ڈالتے تھے۔

عوام کو تشویشات سے بچانا

فرمایا عوام کی رعایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ فرمایا:

لولا قومك حديث عهد بالجهالة اگر تمہاری قوم کو جاہلیت کے زمانہ سے قرب نہ ہوتا تو محض لوگوں کو تشویش میں پڑنے سے بچا لیا۔ مگر بعض دفعہ عوام کی رعایت نہیں لی جاتی جیسا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح میں حضورؐ نے تو تشویش سے لوگوں کو بچانے سے پرہیز فرمایا مگر حق تعالیٰ نے اس کی رعایت نہ فرمائی۔ یہ کام بہت مشکل ہے کہ کس جگہ عوام کی رعایت کرنی چاہیئے اور کس جگہ نہ چاہیے۔ میری رائے میں اس کا قاعدہ یہ ہے کہ جہاں دین کا نقصان ہو وہاں عوام کی رعایت نہ ہو مسئلہ صاف صاف ظاہر کر دے۔ اور جہاں دین میں تشویش نہ پڑے وہاں عوام کی رعایت کی جاوے۔ فرمایا حضرت زینبؓ کے قصہ میں ایک شخص نے اعتراض کیا تھا۔ اُس کا جواب اس وقت سمجھ میں آگیا ہے۔ وہ اعتراض یہ ہے کہ اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو لوگوں سے ڈرتے تھے اور باقی انبیاء نہیں ڈرتے تھے۔ جیسا اگلی آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ تو فرمایا کہ جواب یہ ہے کہ اور حضرات انبیاء تبلیغ میں نہ ڈرتے تھے۔ اور حضورؐ جو ڈرتے تھے وہ نکاح کا معاملہ تھا۔ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کا فرد ہی نہیں سمجھا۔ مگر جب حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بھی تبلیغ کا فرد ہے تو آپؐ نے کسی کی پرواہ نہیں فرمائی۔

وسیع النظر آدمی ڈھیلا ہوتا ہے: وسیع النظر آدمی ڈھیلا ہوتا ہے اُسکی سب طرف نظر ہوتی ہے

ندوہ والوں کی حضرت حکیم الامتؒ سے متعلق شکایت

فرمایا۔ ندوہ والوں نے میری شکایت حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کی کہ وہ ندوہ کا مخالف ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ اُس میں تو مخالفت کا مادہ ہی نہیں۔ حضرتؒ نے مجھ کو کیسا جان لیا حالانکہ میں کچھ زیادہ نہ ملا تھا۔ مولوی محمد علی مونگیری نے شکایت کی تھی

حضرت حاجی صاحبؒ کے انتقال کے بعد حضرت حکیم الامتؒ کا خط

فرمایا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد میں نے پیرانی صاحبہ کی خدمت میں لکھا، جو رائے ہو اطلاع فرمائی جاوے۔ اگر ہندوستان آنا ہو تو اطلاع فرماویں اس میں ہم خدام کو سہولت ہے۔ پہلے خط کا جواب یہ تھا کہ عدت میں گفتگو مناسب نہیں۔ دوسرے کا جواب یہ کہ عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں، میری کیا رائے ہے۔

تبلیغ کرنے کا اصل مستحق کون ہے

فرمایا۔ حق یہ ہے کہ تبلیغ وہ کرے جو پہلے اپنی اصلاح کر چکا ہو۔ تبلیغ کی رعایت بدون اس کے ہو نہیں سکتی۔

حق تعالیٰ شانہٗ سے بغض رکھنا کفر ہے

فرمایا۔ اگر حق تعالیٰ سے محبت ہو تو حوادث کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف کرے۔ ورنہ زید، عمر و غیرہ کی طرف کرے۔ کیونکہ ناگوار واقعہ سے بغض پیدا ہو جاتا ہے۔ اور حق تعالیٰ سے بغض رکھنا کفر ہے۔ اگر محبت ہو تو واقعات سے گرانی نہیں ہوتی۔

غم میں قصداً سوچ سوچ کر رونا منع ہے: فرمایا غم میں قصداً (سوچ سوچ کر) رونا منع ہے

کاش! کوئی حاکم شریعت کا پابند ہو

فرمایا۔ اس کے سننے کو کان ترس رہے تھے کہ کوئی حاکم شریعت کا پابند ہو۔ ابن سعود کے متعلق ایسا سُنا ہے۔

کسی کے دل پر بوجھ نہ ہونے کی خواہش

فرمایا۔ میرے سامنے کسی کی شکایت نہ کرو۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ کسی طرح دل پر بوجھ نہ ہو۔

لیلۃ القدر میں حضرت مرزا جانِ جاناں رحمہ اللہ کی دُعا

فرمایا۔ حضرت مرزا جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو لیلۃ القدر ملے تو میں اُس میں صحبتِ نیک کی دعا کروں۔ یہ بہت بڑی دولت ہے۔

ہدیہ واپس کرتے ہوئے دو چیزوں کا خوف

فرمایا۔ جب کبھی کوئی ہدیہ واپس کرتا ہوں، دو چیزوں کا بہت ڈر ہوتا ہے۔ ایک ناشکری۔ دوسرا کبر۔ اور دل شکنی سے بھی بہت بچتا ہوں۔ لیکن دین کی حفاظت کرتا ہوں۔ جس کا ہدیہ قبول کرنے میں دین کے نقصان کا شبہ ہوتا ہے وہ رد کر دیتا ہوں۔

صدقاتِ نافلہ غنی کو دینا جائز ہیں

فرمایا۔ صدقاتِ نافلہ غنی کو بھی دینا جائز ہیں۔

صدقہ اور ہدیہ میں فرق

فرمایا۔ صدقہ اور ہدیہ میں یہ فرق ہے کہ صدقہ میں محض ثواب اور ہدیہ میں ثواب اور تطییب القلب دونوں مقصود ہوتے ہیں۔ اور علامت یہ ہے کہ صدقہ اگر کسی محل میں بھی صرف کرنا ہو اور واپس آجائے تو وہ دوسری جگہ صرف کیا جاتا ہے۔ اور ہدیہ میں یہ نہیں ہوتا۔ اگر واپس ہو جائے تو خود صرف کر لیتے ہیں۔

عوام معذور ہیں

فرمایا۔ حدیث:

من افتی بغیر علم فانما اثمہ علی من افتی۔ — جو شخص بغیر علم کے فتویٰ دے تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے۔

اس حصر سے معلوم ہوتا ہے کہ عوام معذور ہیں۔ اگر کوئی ان کو غلط بات بتا دے اور وہ اس پر عمل کر لیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں۔

بعض کلیات میں بھی تقلید ہوتی ہے

فرمایا۔ جیسا فروع میں تقلید ہوتی ہے اسی طرح بعض کلیات میں بھی تقلید ہوتی ہے گو وہ اصول، اصول اخیر کی بہ نسبت فروع ہی ہوتے ہیں۔ اور فرمایا کہ عوام کی

تقلید میں ایک استدلال عقلی بھی ہے جو اِن مقدمات پر مبنی ہے۔ایک مقدمہ یہ کہ یہ شخص محقق ہے۔اور دوسرا مقدمہ یہ کہ جو محقق ہو اس کی رائے کی اطاعت کرنی ضروری ہے۔ تو اس استدلال پر جو عقلی تقلید کی بنا ہے اور اس کے مقدمات مسلم ہیں تو یہ تقلید تشکیک المشکک سے زائل نہ ہو گی۔

شیعوں کو اپنے مذہب پر اطمینان نہیں

فرمایا۔ کفر میں اطمینان نہیں ہوتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جو کافر مسلمان ہو جائے اُس سے حلفاً پوچھیے تو یہی کہتا ہے کہ ہم کو کبھی اطمینان نہیں ہوا۔ اور فرمایا کہ بدعت میں بعض دفعہ اطمینان ہوتا ہے۔ اور راز یہ ہے کہ اطمینان صدق پہ ہوتا ہے اور کفر میں چونکہ کسی طرح صدق نہیں اس واسطے وہاں کسی طرح اطمینان نہیں اور بدعات میں چونکہ عبادت کا بھی ایک اثر یا جزو ہوتا ہے اور اس جزو کے لحاظ سے بعض دفعہ بدعات میں اطمینان ہو جاتا ہے۔ ایک شیعی مولوی ظفر احمد صاحب سے ملے، وہ کہتے تھے کہ تم کو اپنے مذہب پر اطمینان ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! شیعی نے کہا تم تو جنت میں ہو۔ ہم کو اپنے مذہب میں اطمینان نہیں۔

جماعتِ ثانیہ میں کراہت کا سبب

فرمایا۔ مسجد میں جماعت ثانیہ کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ لوگ جماعتِ اوّل سے تخلف کریں گے اور یہ تخلف وہاں ہو گا جس مسجد میں جماعت کا انتظام نہ ہو وہاں کراہت کی علت نہیں پائی جاتی۔ وہاں جماعت ثانیہ جائز ہے۔

فروعات کے متعلق حضرت حاجی صاحبؒ کا ارشاد

فرمایا، حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ان فروعات (مولود وغیرہ) میں کاوش نہ کرنی چاہیے۔

کانپور والوں کا واپسی کا تقاضا

جب میں کانپور سے آگیا تو انہوں نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ یہاں کانپور رہے اور کچھ کام نہ کرے ہم سو روپیہ ماہوار دیں گے۔

خشیت کا خاصہ

فرمایا۔ خشیت کا خاصہ ہے کہ خود غرضی نہیں کرتا۔ جب خشیت نہیں ہوتی تو خود غرضی کرتے ہیں۔

غیر مقلدین کے مجمع میں ایک وعظ

فرمایا۔ غیر مقلدین کے مجمع میں بمقام قنوج ایک دفعہ وعظ ہوا۔ تو میں نے کہا کہ مسائل غیر منصوص میں تم بھی رائے کی تقلید کرو گے۔ دوسرے یہ کہ رائے اپنے سے بڑے کی لینی چاہیئے۔ تیسرے یہ کہ مسائل غیر منصوصہ منصوصہ سے عدد میں زیادہ ہیں چوتھے یہ کہ ہندوستان میں سوائے حنفیہ کے اور کوئی مذہب رائج نہیں۔ تو لامحالہ آپ امام صاحبؒ کی تابعداری کریں گے۔ باقی یہ شبہ کہ پھر تو ہم حنفی ہو گئے تو فرق نہ رہا۔ فرمایا، فرق میں بتلا دیتا ہوں۔ وہ یہ کہ حنفیہ کی دو قسم کرو۔ ایک نمبر اول، وہ تو ہم ہوئے۔ دوسرے نمبر دوم وہ کہ اکثر مسائل میں تو تابع اور بعض میں اختلاف۔ تو تم دو نمبر کے حنفیہ ہوئے اور اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ نزاع کم ہو جائے گا۔

گئوسالہ سامری کا معاملہ کرنا چاہیے

فرمایا۔ کسی شخص نے کہا تھا کہ تعزیہ توڑنا جائز نہیں کیونکہ اس پر امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔ فرمایا کہ ایک عجیب جواب دیا تھا کہ گئوسالہ سامری پر اللہ میاں کا نام تھا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کیا معاملہ کیا۔ تعزیہ سے بھی وہی کر لیا جائے۔

شریعت کے حکم دریافت کرنا

فرمایا۔ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شریعت کے حکم دریافت کرنا انکار نبوت کے مرادف ہے (مجدد صاحب یا ابن عربیؒ کا نام لیا)

وسوسہ کی طرف التفات نہ کرو

وسوسہ کے متعلق کسی نے عرض کیا کہ اس سے بعض دفعہ بہت کلفت ہوتی ہے فرمایا۔ کچھ حرج نہیں۔ لوگ وسوسہ میں قلب کو متکلم[1] سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قلب مستمع[2] ہوتا

---

[1] کلام کرنے والا ۱۲ [2] سننے والا ۱۲

ہے۔ اور استماع بھی غیر اختیاری۔ متکلم ابلیس ہے اس میں تمہارا کیا حرج ہے بلکہ متکلم کا حرج ہے تم اس کی طرف التفات ہی نہ کرو۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص بادشاہ سے ملاقات کو جا رہا ہے۔ دوسرے نے اُس کے روکنے کی خاطر بادشاہ کے عیوب بیان کرنے شروع کر دیے۔ یہ اگر اس سے اُلجھنے لگا تو راستہ طے نہ ہوگا اور وہ کامیاب ہو جائے گا۔ اور اگر اُس کی طرف التفات ہی نہ کیا تو پہنچ جائے گا اور وہ نامراد رہے گا۔

کسی کام میں خلوص کی علامت

فرمایا۔ ایک بزرگ نے فرمایا کہ کسی کام میں خلوص کی علامت یہ ہے کہ اُس سے اچھا کام کرنے والا اگر آئے تو یہ کام چھوڑ دے (مثلاً مدرسہ وغیرہ)

تسخیر جنّات کا عمل جاننا

ایک شخص نے خط بھیج کر یہ دریافت کیا کہ تسخیر جنّات کا عمل بتا دیجئے۔ فرمایا کہ تسخیرِ جنّات تو جانتا ہوں، تسخیرِ جنّات نہیں جانتا۔ میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے تسخیرِ جنّات کا عمل دریافت کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں ہے مگر تم بتلاؤ کہ بندہ بننا چاہتے ہو یا خدا؟ پھر کبھی ہوس نہ ہوئی

لوگ مرجا ہونا پسند نہیں کرتے

فرمایا۔ لوگ مرجع ہونے کو پسند کرتے ہیں۔ مرجا ہونے کو پسند نہیں کرتے۔

قرآن شریف کو لوگ کب دنیوی نفع کی نیت سے پڑھتے ہیں

فرمایا۔ لوگ قرآن شریف کو بھی دنیاوی منفعت کے لئے پڑھتے ہیں۔ عملیات والے آیت قطب بہت پڑھتے ہیں۔

علوم مکاشفات میں خطرہ ہے

فرمایا۔ علوم معاملات (شرعی احکام) نافع ہیں اور علوم مکاشفات (تکوینی) میں خطرہ ہے۔ خصوصاً مکاشفاتِ الٰہیہ بہ نسبت مکاشفات کونیہ زیادہ خطرناک ہیں کیونکہ یہ ظنی ہیں۔ ان کے مقتضاء پر عمل کرنا آیت،

لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ   جس کا تجھ کو علم نہ ہو اس پر مت ٹھہر

کے خلاف ہے۔ اسی واسطے علم کلام میں جو مباحث ہیں وہ حقیقتاً درجۂ منع میں ہیں اور وہ فلاسفہ کے جوابات ہیں کہ تم جو کہتے ہو وہ غلط ہے۔ کیونکہ اس میں تمہارے قول کے علاوہ اور بھی چنداں احتمال ہیں تو تمہارا کہنا متعین اور قطعی نہ ہوا۔ اور اگر مباحث کلامیہ درجۂ منع میں نہ ہوں تو ان مباحث کے یقینی ہونے کا دعویٰ کرنا نہایت خطرناک ہے۔ کیونکہ نسبت کا علم موضوع کے علم پر موقوف ہے۔ اور موضوع کا علم چونکہ ہے نہیں اس واسطے نسبت کا علم کبھی نہ ہوگا۔ اور جب نسبت کا علم نہیں تو علم کا دعویٰ کرنا لَاتقف ما لیس لك به علم کے خلاف ہوگا۔ مثلاً اس کلام میں کہ "کلام اللہ لاعین ولا غیرا" اس میں علم نسبت موقوف ہے علم موضوع پر اور موضوع اس قول میں "کلام اللہ" ہے۔ ہم موضوع ہی کو نہیں جانتے تو لاعین ولاغیر کا قطعی ثبوت اس کے لیے کیسے ہوگا؟ اسی واسطے سلف نے ایسے مباحث میں گفتگو نہیں کی اور نہ اُن کو حاجت ہوئی۔ متکلمین نے ضرورت کے لئے گفتگو کی ہے وہ بھی حق یہ ہے کہ درجۂ منع میں ہونی چاہیے۔ اور اُن کو مستقل دعاوی نہ قرار دیا جاوے کیونکہ یہ نہایت خطرناک ہے۔ لیکن متکلمین متاخرین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مباحثِ کلام کو مستقل دعاوی قرار دے کر اُن پر دلائل قائم کئے ہیں مگر یہ ہے نہایت خطرناک۔ اور صفات کے بارے میں ابن عربیؒ نے فرمایا ہے کہ صفات کو عین ذات کہنا اقرب ہے۔ اُن کا مطلب یہ ہے کہ اگر صفات میں کوئی کلام کرے تو لاعین ولاغیر سے عین کہنا اقرب ہے۔ ورنہ اسلم ان کے نزدیک بھی یہی ہے کہ اس میں گفتگو نہ کی جائے۔

رذائل کے مقتضا پر عمل نہ کرنے کے دو درجے

فرمایا۔ حقیقتِ سلوک یہ ہے کہ رذائل کے مقتضیٰ پر عمل نہ کرے۔ پھر اس میں دو درجے ہیں اول یہ کہ رذائل کے مقتضا پر عمل نہ کرے۔ مثلاً تکبر کا مقتضا یہ ہے کہ جس سے اپنے آپ کو بڑا سمجھے اُس کے عیوب بیان کرے، اُس سے خدمت کرائے وغیرہ۔ یہ تو ہوا رذیلہ کے مقتضا پر عمل کرنا۔ اور عمل نہ کرنا یہ ہے کہ اُس کے عیوب بیان نہ کرے، نہ اس سے خدمت کرائے۔ یہ ادنیٰ درجہ ہے اتنے پر عمل کرنے کی بنا پر مامور بہ ادا ہو گیا۔

وہ شخص ماخوذ نہ ہوگا۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ رذائل کے خلاف مقتضیٰ پر عمل کرے مثلاً بجائے عیوب کے اُس کے کمالات بیان کرے، اس کی خدمت کرے، جوتے سیدھے کرے یہ درجہ اعلیٰ ہے۔ اس سے نفس میں ایک وقت درستی ہو جائے گی۔ نفس شائستہ ہو جائے گا۔ صرف وظیفوں سے کچھ نہیں ہوتا اور نہ تقلیل کلام وغیرہ سے کچھ ہوتا ہے۔ بس یہ سارے سلوک کا خلاصہ ہے جس کے لئے مشائخ بڑے بنتے ہیں۔ مگر بعض دفعہ جزئیات میں اور بعض دفعہ اعمال میں شوائب ہو جاتے ہیں۔ اس واسطے شیخ کو اطلاع دینی ضروری ہوتی ہے۔ جیسا علاج میں طبیب سے مشورہ کیا جاتا ہے اسی طرح کرنے سے نفس ایک مدت کے بعد شائستہ بن جاتا ہے۔ مگر پھر بھی شائستہ گھوڑے کی طرح کبھی کبھی الف ہو جاتا ہے مگر تھوڑی تنبیہ سے سیدھا ہو جاتا ہے اور سہولت سے احکام پر عمل کرنے لگتا ہے ورنہ ساری عمر تعب میں گذرتی ہے اور ناشائستہ گھوڑے کی طرح قابو میں نہیں آتا۔ اور اصلاح سے یہ نہیں ہوتا کہ نفس میں ایسی کیفیت پیدا ہو جائے کہ معصیت کا تقاضہ ہی نہ ہو۔ اس کیفیت کا تلاش کرنا تو یہ تجویز کرنا ہے کہ اعمال پر عمل نہ کرنے میں ثواب ہو۔ کیونکہ جب معصیت کا تقاضہ ہی نہ رہا تو ترک پر ثواب بھی نہ ہوگا۔

مکاشفاتِ کونیہ بعض دفعہ ولی کو حاصل ہوتے ہیں

ابن عربیؒ کے اس قول پر بھی اعتراض کیا گیا ہے کہ "بعض کمالات نبی کے ولی سے مستفید ہوتے ہیں"۔ فرمایا کہ اس قول میں کمالات سے مراد کمالات کونیہ ہیں۔ شرعیہ نہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ مکاشفات کونیہ بعض دفعہ ولی کو حاصل ہوتے ہیں اور نبی کو نہیں ہوتے تو اس میں کیا حرج ہے۔ مثلاً حضرت عمرؓ کی اساریٰ بدر کے معاملہ میں رائے صائب تھی اور کوئی بھی افضلیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قائل نہیں ہوا۔ اس کی تو ایسی مثال ہوئی جیسے کسی نبی کو کسی شخص کا نام معلوم نہ ہو یا شہر کا راستہ معلوم نہ ہو اور امتی کو معلوم ہو۔

شیخ کی ضرورت

فرمایا شیخ کی ضرورت اس لئے بھی ہے کہ وہ بعض دفعہ سہل ترکیب بتلا کر سالک کو راحت پہنچا دیتا ہے

سلوک میں لوہے کے چنے چبانے کے لئے تیار رہنا چاہیئے

فرمایا۔ بعض لوگ سلوک میں مزے کے طالب ہوتے ہیں۔ یہ بالکل نہ چاہیئے۔ یہ تو لوہے کے چنے چبانا ہیں۔ اپنی طرف سے اس کے لئے ہمیشہ تیار رہے۔

مفید مضمون رات کو نوٹ کر لینا

فرمایا۔ جب تصنیف کرتا ہوں اور کوئی مضمون مفید رات کو یاد آجاتا ہے تو اگر روشنی ہو تو ضبط کر لیتا ہوں ورنہ اُسی وقت روشنی کر کے ضبط کر لیتا ہوں، پھر سوتا ہوں۔

مجھ میں حدت ہے شدّت نہیں

فرمایا، لوگ مجھے "شدید" کہتے ہیں اور میں "حدید" ہوں۔ میرے اندر حدّت ہے شدّت نہیں ہے۔

احکام سلطنت کی تابعداری قانونی ہے

فرمایا۔ اگر حکومت[1] کی طرف سے کوئی سوال ہو اور جواب اُس وقت سمجھ میں نہ آوے تو یوں کہہ دے کہ اس کے جواب کے لئے میں تیار نہیں۔ مجھے (مثلاً) چار دن کی مہلت دی جاوے۔ یا دوسری بات بتلاتا ہوں وہ زیادہ لطیف ہے اور مسکت ہے۔ وہ یہ کہ صاف صاف اپنی رائے کا اظہار کر دے اور کہے کہ ہم بہت امور میں عقائد میں تمہارے مخالف ہیں مثلاً تم خدا کا شریک حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانتے ہو ہم اس کو کفر جانتے ہیں۔ تم قرآن شریف کو اللہ کی کتاب نہیں مانتے ہم مانتے ہیں تم نے خود دریافت کیا اس واسطے ہم نے صاف صاف کہہ دیا۔ جھوٹ بولنا ہمارے مذہب میں گناہ ہے۔ ہمارے ضمیر پر اور عقائد پر تمہاری سلطنت نہیں۔ اسی طرح ہم

---

[1] یعنی انگریز کی حکومت ۱۲

سلطان کی اطاعت ضروری جانتے ہیں۔ اقوال وافعال پر تمہاری سلطنت ہے۔ کوئی قول و فعل تمہارے قانون کے خلاف نہ ہوگا۔ ضمیر پر سلطنت نہیں۔ تمہاری تابعداری قانونی ہے اور اللہ اور رسول کی تابعداری قلبی ہے۔ اطاعت کے معنی دل کھول کر کسی کی تابعداری کرنا اور خوشی سے کہنا مان لینا۔ یہ صرف اللہ اور رسول کی ہوگی حکومت کی تابعداری قانونی ہوگی

کیا دین کے کام میں کچھ نہ کچھ دشواری نہیں

فرمایا۔ مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحبؒ سے زوجِ مفقود الخبر کا حکم فقہی کسی نے دریافت کیا تو فرمایا کہ مذہب حنفی کے مطابق انتظار کرے۔ سائل نے کہا کہ اس میں تو بڑی دشواری ہے فرمایا کہ دین کے اور کس کام میں دشواری نہیں؟ نماز میں دشواری ہے۔ حج میں دشواری ہے۔ روزہ میں دشواری ہے۔ جہاد میں سر کٹوانا ہے۔ یہ سب سے زیادہ دشوار ہے۔ تو پھر سارے دین کو چھوڑ دو۔

ازالۂ کبر کا علاج

ایک شخص نے خط کے ذریعہ سے کبر کا علاج دریافت کیا۔ فرمایا ازالہ ممکن ہے اور اس کی ضد تواضع وہ بھی ممکن ہے۔ ازالۂ کبر کا علاج یہ ہے کہ بار بار کبر کے عیوب یاد کرے اور اُس پر عقوبت یاد کرے اور اپنے عیوب یاد کرے اور جس کو ذلیل سمجھا اُس کے کمالات یاد کرے اور صالحین کی حکایات یاد کرے۔ بار بار یاد کرنے سے عادت ہو جائے گی (جامع عرض کرتا ہے سبحان اللہ! ایسے لہجہ سے فرمایا کہ قربان ہی ہو جانا چاہیے۔

طالبِ اصلاح کو اپنی غلطی کی تاویل نہ کرنا چاہیے

فرمایا۔ جس کا تعلق میرے ساتھ اصلاح ہو وہ اگر اپنی غلطی کی تاویل کرے اور اُس کو نبھائے تو آگے پھر عمر بھر اُس کی اصلاح نہیں ہوسکتی۔ جب طبیب کو مرض کا پتہ ہی نہ دے۔ اور جب طبیب خود کسی مرض کو دیکھ لے اور مریض کہے کہ یہ مرض نہیں۔ تو پھر اصلاح کیا خاک ہوگی؟

حضرت حاجی صاحب کا امر بالمعروف بالقلب کا ایک واقعہ

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحبؒ سے ایک شخص مرید ہوئے۔ وہ بہت آزاد تھے۔ حضرت نے

خود ہی اُن سے فرمایا کہ مرید ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا حضرت جی! دل تو میرا بھی چاہتا ہے۔ مگر میری بُری عادت کا مجھ سے ترک ہونا مشکل ہے۔ میں نماز نہیں پڑھتا۔ ناچ وغیرہ میں شریک ہوتا ہوں۔ میں اس شرط سے بیعت ہوتا ہوں کہ نماز بھی نہ پڑھوں گا اور ناچ بھی دیکھوں گا حضرت نے فرمایا کہ منظور ہے مگر ایک شرط میں بھی لگاتا ہوں۔ اللہ اللہ آسانی سے جتنا ہو سکے پابندی سے روزمرہ کر لیا کرو۔ اگر کوئی خشک مولوی ہو تو یہ کہے گا کہ اچھا امر بالمعروف کیا بلکہ اُس کا عکس کیا۔ یَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْکَرِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ۔ مگر جب نماز کا وقت آیا تو اُن کے بدن میں کھجلی شروع ہوئی۔ بدن پر تیل لگایا اور علاج بھی کیا مگر کھجلی بڑھتی گئی۔ آخر یہ خیال کیا کہ سردپانی سے دھو لوں۔ ہاتھ منہ دھویا تو کچھ سکون ہو گیا۔ اُس نے کہا لاؤ سارا وضو ہی کیوں نہ کر لوں۔ وضو کیا تو نصف کھجلی جاتی رہی۔ پھر دھیان آیا کہ وضو تو کر ہی چکا ہوں نماز بھی پڑھ لوں۔ نماز پڑھی تو بالکل کھجلی جاتی رہی۔ پھر جب نماز کا وقت آئے تو یہی سلسلہ ہونے لگے رفتہ رفتہ پکا نمازی بن گیا اور ناچ چھوڑ دیا کہ نماز پڑھ کے پھر ناچ دیکھنا بیہودہ حرکت ہے۔ تو حضرتؒ کا امر بالمعروف بالقلب تھا۔

حضرت حاجی صاحبؒ میں حسنِ ظن کا غلبہ تھا

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحبؒ میں حُسنِ ظن کا غلبہ تھا۔ اس واسطے مولود شریف میں شریک ہو جاتے تھے، اور اصلی وجہ یہ ہے کہ مولود میں شریک ہونے کی وجہ ایک اصولی مسئلہ پر مبنی ہے۔ اُس مسئلہ میں احناف اور شوافع کا اختلاف ہے۔ وہ مسئلہ یہ ہے۔ کسی کام میں اگر مفاسد ہوں تو حنفیہ کے نزدیک مباح اور مندوب کو ترک کر دینا چاہیے۔ اور شوافع کہتے ہیں کہ مفاسد کی اصلاح کرنی چاہیے۔ عمل کو ترک نہ کرنا چاہئے۔ حنفیہ اس قاعدہ پر مولود میں مفاسد ہونے کی وجہ سے مباح کو ترک کا حکم دیتے ہیں۔ اور حضرت حاجی صاحبؒ مفاسد کے ترک کا حکم دے کر اصل عمل کو جائز رکھنے کے حق میں تھے اور یہ منشا حضرت مولانا گنگوہیؒ اور حضرت حاجی صاحبؒ کے اختلاف کا وسیع النظر ہی کو معلوم ہوتا ہے۔ اس واسطے محقق کی رائے میں سب کچھ درست ہے اور ناواقف اعتراض کرتا ہے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

اختلافِ خلق از نام اوفتاد چوں بمعنی رفت آرام اوفتاد

عملیات کے اثر کی وجہ صرف تخیل پر ہے

فرمایا۔ عملیات کے اثر کی وجہ صرف تخیل پر ہے۔ قول الجمیل میں جو بدھنے کا عمل چور کی شناخت کے لئے شاہ صاحبؒ نے لکھا ہے وہ بھی تخیل پر مبنی ہے۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ دو عاملوں کو دو مختلف مجالس میں دو شخصوں کا نام بتلادو۔ ایک کو زید کا کہ اس پر شبہ چوری کا ہے اور دوسرے کو عمرو کا۔ ایک زید کے نام سے لوٹا گھمادے گا اور دوسرا عمرو کے نام سے جب چاہو آزمالو۔ شاہ صاحبؒ نے خدا جانے یہ راز سمجھایا نہیں۔

مدّعی محبت کے افعال پر صبر نہیں ہوتا

فرمایا۔ صبر تو مخالف کے فعل پر ہوتا ہے۔ مدّعیِ محبت کے افعال پر صبر نہیں ہوتا۔ اس کی اصلاح عدمِ صبر ہے۔

گمشدہ لڑکے کے ملنے کا عمل

ایک شخص کا لڑکا گم ہوگیا۔ اُسے ایک تعویذ دیا کہ دو پتھروں کے درمیان رکھنا اور یَا مُعِیْدُ یَا مُعِیْدُ پڑھنا اور یہ خیال کرنا کہ سلامت گھر آجائے۔

خوف سے بُعد عن المعاصی ہوتا ہے

فرمایا۔ خوف سے جو بعد عن المعاصی ہوتا ہے۔ رَجا سے نہیں ہوتا۔ اس واسطے ہمارے اکابر کی یہ تحقیق ہے کہ صحت میں تو خوف کا غلبہ اور عجز اور مرض میں رَجا کا غلبہ مفید ہوتا ہے اور یہ بھی حال کے درجہ میں ہونا چاہیے۔ یہ بات تو کمر توڑ دیتی ہے کہ خدا جانے میں کس فریق ہوں؟ کچھ ناز نہیں رہتا۔

کِبر کی بہت سی اقسام

فرمایا۔ کِبر کی بہت اقسام ہیں۔ ایک بہت عمیق ہے۔ وہ یہ کہ کِبر زائل کرکے تواضع اختیار کرنے کے بعد یہ خیال کرے کہ اب میرے اندر کبر نہیں تواضع آگئی ہے یہ بھی کبر ہے کہ اپنے آپ کو تواضع سے متصف جانتا ہے۔ یہ کمال ہے اور کمال کا دعویٰ کبر ہے۔ تواضع ہو اور تواضع کے ہونے کا خیال بھی نہ ہو۔ تب کبر جاتا ہے اور یہ سب حال کے درجہ میں ہو۔ باقی یہ شبہ کہ پھر حب فی اللہ اور بغض فی اللہ پر عمل کیسے ہوگا؟ کیونکہ جب تواضع ہو

گی اور ہر شخص کو اپنے سے اچھا سمجھے گا تو بغض کیسے ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ فعل کو تو حقیر جانے اور فاعل کو حقیر نہ جانے۔ یہ خیال رکھے کہ ممکن ہے اس میں کوئی ایسی خوبی ہو جس کی وجہ سے اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں اور ہمارے اندر کوئی ایسا رنگ ہو کہ کل اعمال اس کی وجہ سے مردود ہو جائیں۔ اس کی ایک مثال میری سمجھ میں آئی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک آدمی خوبصورت ہو مگر منہ پہ توے کی سیاہی مل لے اور اندر سے نہایت خوبصورت ہو اور ایک نہایت بدصورت ہو اور اوپر پوڈر ملا ہوا ہو۔ اسی طرح جس میں ظاہری اعمال خراب ہوں ممکن ہے کہ وہ اس شخص کی طرح ہو جس کی اوپر کی جلد سیاہ ہو۔ ایک دن یہ سیاہی اُتر جائے اور اندر سے خوبصورت نکل آئے۔ اور جس کے ظاہری اعمال اچھے ہوں وہ ممکن ہے کہ اس شخص کی طرح ہو کہ جو درحقیقت تو بہت بدشکل ہے مگر صرف ظاہر میں پوڈر ملا ہوا ہو وہ اتر جائے اور اندر سے بدصورت نکل آئے۔ اس واسطے کسی کو بھی حقیر نہ سمجھے۔ اس کو مولانا فرماتے ہیں ؎

ہیچ کافر را بخواری منگرید که مسلمان بودنش باشد امید

ہر غلطی کی تاویل کا منشا:۔ فرمایا اگر ہر غلطی کی تاویل کی جاوے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ کوئی غلطی ہوتی ہی نہیں۔

تصرف تو مسمریزم کا جزو ہے:۔

فرمایا۔ لوگ تصرّف کو تصوّف سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ تو مسمریزم کا جزو ہے اور محض تخیل پر مبنی ہے۔

لوگ پیر صاحب کی نیاز اپنے مطلب کے لئے دلاتے ہیں:۔ فرمایا پیر صاحب کی نیاز لوگ اپنے مطلب کے لئے دیتے ہیں اور یہ بے ادبی ہے محبت تو یہ ہے کہ محض محبت سے ثواب کے لئے دیں۔

تعویذ تو صرف نقوش ہیں

فرمایا۔ تعویذ تو صرف نقوش ہیں۔ اصل چیز الفاظ ہیں۔ اگر کوئی پڑھ سکے تو وہ تعویذ نہ لے بلکہ خود پڑھ لے۔

یقین اور علم اعتقادِ جازم مع غلبۃ الحال کا نام ہے

فرمایا۔ صوفیاء کے نزدیک یقین اور علم نام ہے "اعتقادِ جازم مع غلبۃ الحال" کا صرف "اعتقادِ جازم مطابق للواقع" کو علم نہیں کہتے۔ اور یہ معنی قرآن شریف میں منصوص ہیں۔

وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۥ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖ

اَنْفُسَھُمْ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ۔ میں معقولیوں کا تو علم ذکر کیا اور صوفیا کا عدم علم۔ اور صوفیاء کے علم کو مقصود قرار دیا۔ آیۃ اِنَّمَا التَّوْبَۃُ عَلَی اللّٰہِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ بِجَھَالَۃٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ میں بھی صوفیوں کے معنی بنتے ہیں۔ علماء قشر اس کی وجہ بیان نہیں کر سکتے۔ کیونکہ بِجَھَالَۃٍ کی قید یا واقعی ہے یا احترازی۔ اگر احترازی ہے تو یہ لازم آئے گا کہ جو گناہ عمد سے ہو اس کی توبہ منظور نہ ہو۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ نصوص اور اجماع کے خلاف ہے۔ کفر، شرک، زنا سب عمد سے ہوں اور توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں۔ اور اگر جہالت کی قید واقعی ہو تو معقولیوں کے نزدیک پھر یہ لازم آئے گا کہ کوئی گناہ عمداً اور علم سے نہ ہوا کرے۔ حالانکہ یہ واقع کے خلاف ہے۔ اُن کے نزدیک جو حقیقت علم کی ہے وہ موجود ہوتی ہے تو گناہ ہو جاتے ہیں۔ معقولیوں کی اصطلاح کے مطابق یہ قید نہ احترازی بن سکتی ہے اور نہ واقعی۔ ہاں صوفیوں کے نزدیک بالکل درست ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک علم جب "اعتقادِ جازم مع غلبۂ حال" کا نام ہے تو جب گناہ کرے گا یا اعتقاد نہ ہوگا۔ یا جازم نہ ہوگا یا غلبۂ حال نہ ہوگا۔ کوئی گناہ علم سے ہو ہی نہیں سکتا۔ تو صوفیاء کے معنی قرآن میں منصوص ہیں لوگ خواہ مخواہ صوفیاء کو بدنام کرتے ہیں۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں قرآن اور حدیث سے کہتے ہیں لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے۔ اگر غور کریں تو کچھ معلوم ہو جائے۔ تدبّر۔ تفکّر اور تذکّر کی بار بار حق تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے۔ اور اگر تدبر نہ ہو تو پھر قلب پر قفل لگ جاتا ہے۔ آیت اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا تدبر اور قفل میں حصر کر دیا۔

مشورہ کی حقیقت

فرمایا۔ میری رعایت مشورہ دینے کی نہیں ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مشورہ کی حقیقت لوگ سمجھتے نہیں۔ مشورہ کی حقیقت تو یہ ہے کہ امر مباح میں دو شقوں کے مفاسد اور مصالح پر نظر کر کے کسی ایک جانب کو ترجیح دینا۔ مشیر اس کے بعد اپنے جی میں اگر کسی جانب کو راجح پائے تو عمل کرے۔ عمل تو اپنی رائے پر کرے گا۔ البتہ مشورہ سے اُس کی رائے کو اعانت ہو جائے گی۔ اب عوام مشورہ کو حکم سمجھتے ہیں۔ حالانکہ مشورہ اور حکم میں بڑا فرق ہے۔

سفارش کی حقیقت

فرمایا۔ اسی طرح میری عادت سفارش کرنے کی بھی نہیں ہے۔ کیونکہ آج کل کے عُرف میں اس کی بھی حقیقت بدل گئی ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص کی حاجت دوسرے شخص کے سامنے بدون دباؤ ڈالنے کے پیش کر دینی۔ تاکہ دوسرا شخص آزادی سے عمل کر سکے۔ اور سفارش کی وجہ سے مجبور نہ ہو جائے جیسا حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفارش کی تو حضرت بریرہؓ نے عرض کیا کہ یہ "حکم ہے یا مشورہ" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حکم نہیں مشورہ ہے۔ آج کل لوگ سفارش کو حکم ہی سمجھتے ہیں۔ اسی سفارش کرانے والا کہتا ہے کہ صاحب! ذرا زوردار الفاظ میں لکھیں اور مشفوع الیہ خیال کرتا ہے کہ اگر میں نے سفارش کے مطابق کام نہ کیا تو شافع ناراض ہو جائے گا۔ میں ایک شخص کے نفع کے لئے دوسرے کو ضرر دینا حرام سمجھتا ہوں۔

مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ کا مفہوم

فرمایا۔ ایک بزرگ نے کہا ہے۔ اگر صحابہؓ کو ہم دیکھتے تو اُن کو ہم مجنون سمجھتے اور وہ ہم کو کافر سمجھتے۔ کیونکہ آج کل کی عادات اور اخلاق کے لحاظ سے وہ بالکل سادہ تھے اور نری اصل فطرت پر تھی۔ اس واسطے حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ نے "ما انا علیہ واصحابی" میں کلمہ "ما" کو اخلاق، عادات، عقائد، افعال، آداب سب میں عام مانا اور فرمایا کہ لفظ "ما" سب کو شامل ہے۔ جس قدر کوئی ان کے قریب ہوگا اُسی درجہ کی اُسے نجات ہوگی اور جس قدر کوئی دُور ہوگا اسی درجہ کا حرمان ہوگا۔ گو وہ تنزل مراتب کے ضمن میں ہو۔

اپنے آپ کو تکلیف پہنچانا بھی منع ہے

ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ دوسرے شخص کے کام کے لیے کچھ رنج بھی برداشت کرنا چاہیے۔ فرمایا۔ ہاں! لیکن ایسا رنج نہ ہو کہ جس سے خود پریشان ہو جائے اور تکلیف میں پڑے کیونکہ "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ" میں یہ خود بھی داخل ہے۔ اپنا مسلم ہونا تو علم حضوری سے ہے۔ اپنے آپ کو تکلیف دینا بھی اس حدیث کی بناء پر منع ہے۔ اور اسی واسطے ارشاد ہے و لنفسک علیک حق۔ اور اس حدیث میں سب آداب اجمالاً آ گئے۔

کیفیات مطلوب بالذّات نہیں

کیفیات کے تذکرہ میں فرمایا کہ نصوص سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کیفیات مطلوب بالذات نہیں بلکہ مطلوب بالغیر ہیں۔ کیفیات باطنیہ (خشیۃ، محبت وغیرہ) مطلوب ہیں۔ مگر ان کا بھی ہر درجہ مطلوب نہیں۔ اور یہ آثار کیفیات سے معلوم ہوتا ہے۔ آثار سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کیفیات مطلوب بالذات نہیں۔ ورنہ مطلوب بالذات کا تو ہر درجہ مطلوب ہوتا ہے۔ مثلاً "خشیۃ اللہ" یہ ایک کیفیت ہے اور اس کا ہر درجہ مطلوب نہیں بلکہ ایک درجہ اُس کا مطلوب ہے وہ یہ کہ خشیۃ اس درجہ کی ہو کہ گناہ اور عبد کے مابین حائل ہو جائے اور یہ حدیث میں موجود ہے "اللّٰھم انی اسئالك خشیۃً تحول بینی وبین معاصیك" "تحول" کی قید خشیۃ کے اسی درجہ کے مطلوب ہونے کے لئے لگائی گئی ہے اور قرآن و حدیث چونکہ محاورات میں ہیں اس واسطے ان کی قیود میں مخالف معتبر ہوگا اور تحول کی قید سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خشیۃ خود مطلوب بالذات نہیں کیونکہ خشیۃ درجۂ ذات میں تو پریشانی قلب کا ذریعہ ہے اور قلبِ مؤمن کو پریشانی میں ڈالنا مطلوب نہیں بلکہ خشیۃ اپنے اثر کے لحاظ سے مفید ہے وہ اثر کیا ہے۔ یہ ہے "حیلولۃٌ بین العبد والمعصیت" اور اگر خشیۃ میں افراط ہو تو اُس سے یاس غالب ہو جائے گا اور یاس کی حالت میں گناہ کی جرأت ہو جائے گی تو خشیۃ جو ذریعہ تھی گناہ سے روکنے کی، وہی ذریعہ ہو گئی گناہ کرنے کی۔ اور جس اثر یعنی حیلولۃ کی وجہ سے خشیت مقصود ہے جب وہ نہ رہے گا تو خشیت بھی مقصود نہ رہے گی۔ الشئ اذا خلا عن الفائدۃ انتفی۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خشیۃ مطلوب بالذات نہیں۔ کیونکہ مطلوب بالذات کا تو ہر درجہ مطلوب ہے مثلاً ایمان کہ اس کا ہر درجہ مطلوب ہے۔ اسی طرح شوق بھی ایک کیفیت ہے اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قیدیں لگا دی ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَالُكَ شَوْقًا اِلٰی لِقَائِكَ مِنْ غَیْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّۃٍ وَ فِتْنَۃٍ مُضِلَّۃٍ۔ پہلے تو یہ خیال تھا کہ قید اول شکل میں قید کے ہے اور معنی میں خود مستقل ہے مگر یہ درست نہیں بلکہ شوق میں بھی ایک خاص درجہ مطلوب ہے جس میں یہ کیفیت ہو کہ اُس میں افراط نہ ہو کیونکہ افراط کے وقت میں شوق بجائے مفید ہونے کے مضر

ہوگا۔ بدنی ضرر یہ ہوگا کہ مثلاً بھوک نہ لگے گی۔ مثلاً کسی کو محبوب کا انتظار ہو تو تجربہ کر کے دیکھ لے کھانے کا مطلقاً خیال نہ ہوگا اور جب کھانا نہ کھایا تو بدن جو کہ عناصر سے مرکب ہے ضعیف ہوگا۔ یہ تو قید اول سے اوّلاً بدنی تکلیف ہوئی پھر اس ضعف سے طاعت میں کمی واقع ہوئی یہ ضرر دینی ہوا تبعاً و ثانیاً۔ اور دوسری قید میں اوّلاً دینی ضرر یہ ہے کہ افراطِ شوق سے ناز پیدا ہوتا ہے اور ناز سے بے ادبی۔ اور بے ادبی سے بُعد عن الحق اور دوسرا جزو دنیاوی ہے کہ افراطِ شوق سے حرارت بڑھتی ہے اور اس سے یُبس اور یُبس سے حواس مختل ہو کر دین کا کوئی کام نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ شوق جو کہ داعی الی العمل ہے اس کا افراط ترک عمل کا ذریعہ بن جاتا ہے اور جس اثر یعنی عمل کے لئے یہ مطلوب ہے جب وہ اس پر مرتب نہ ہوگا بلکہ ترکِ عمل مرتب ہوگا تو یہ شوق مطلوب نہ رہے گا۔ احادیث کی ان قیود پر نظر کرنے سے معلوم ہوا کہ کیفیات باطنیہ نہ مطلوب بالذات ہیں اور نہ ہر درجہ اُن کا مطلوب ہے اور یہ پتہ چلتا ہے اُن کے آثار سے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آثار مقصود ہیں۔ کیفیات جو منشاء ہیں وہ مقصود نہیں (احقر نے ملفوظات کو اپنی استعداد کے مطابق جمع کیا۔ الفاظ غالباً احقر کے ہیں۔ معنی جس قدر سمجھ سکا اُن کو اپنے فائدہ کے لئے نقل کیا۔ ملفوظ مذکور سُن کر یہ شعر منہ سے نکلا۔

نہ اشرف سا ملے گا اب کسی کو سخن فہم و زباں دانِ محمدؐ

ہمارے اموال اور انفس اللہ تعالیٰ کے ہیں

فرمایا۔ ابن عطا اسکندریؒ نے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ کے ذیل میں لکھا ہے کہ اس مضمون سے ایک جماعت کو تو خوشی ہوئی کہ اچھا سودا ہے اور وہ اہلِ ظاہر ہیں اور دوسری جماعت صوفیا کی ہے وہ نہایت نادم ہوئے کہ حق تعالیٰ نے انفس اور اموال کو ہماری طرف منسوب کر کے یہ ظاہر فرمایا کہ تم مدعی ہو کہ نفس اور مال تمہارا ہے اور ہمارا یہ دعویٰ کرنا نہایت نالائق ہے۔ کیونکہ حقیقت میں ہمارے اموال اور انفس اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ اس واسطے صوفیاء کو اس سے پریشانی ہوئی۔ آگے لطیفہ کے طور پر لکھا ہے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ دو جنت ہیں ایک چاندی کی۔ جو اس آیت کو سن کر خوش ہونے والوں کو ملے گی۔ کیونکہ ان کا چہرہ اس آیت کو سُن کر چمکا، سفید ہوا۔ اُن

کے مناسب چاندی ہے۔ دوسری جنت، وہ سونے کی ہے وہ اُن کو ملے گی جو نادم ہوئے اور اُن کے چہرے اس آیت کو سُن کر زرد ہو گئے۔ اس واسطے کہ یہ اُن کے مناسب ہے۔

طلباءِ دیو بند کا حضرت مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم دیو بند کے ساتھ حضرت مجددؒ کے مزار پر مراقبہ

فرمایا۔ کہ مولانا رفیع الدین صاحبؒ مہتمم مدرسۂ دیو بند کے ہمراہ مجدد صاحبؒ کے مزار پر اکٹھے گئے تو طلباء نے بھی مراقبہ شروع کیا۔ میں نے کہا کہ ظاہری آنکھ کو بھی کیوں پھوڑا باطنی تو پہلے ہی سے نہیں

احوال اعمال میں سہولت پیدا کرتے ہیں

فرمایا۔ میں تصوف کا حامی ہوں کیونکہ اس سے احوال پیدا ہوتے ہیں اور تکمیلِ اعمال میں وہ معین ہوتے ہیں اور اعمال میں سہولت پیدا کرتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص تصوف سے خالی ہو شریعت کے مطابق عمل کرتا ہو تو اُس سے نصرت نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ مشقت سے عمل کرتا ہے۔ بے نمک کھانا کھانے کی طرح ہے۔ تو یہ خود بھی ایک کمال ہے۔

حضرت گنگوہیؒ کا کمالات نہ ہونے کی قسم کھانے کا مفہوم

فرمایا۔ مولانا گنگوہیؒ نے ایک دفعہ کسی کو لکھا کہ "میں بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں" اس جملہ میں ایک مولانا گنگوہیؒ کا مخالف اور دوسرا موافق جھگڑنے لگے: مخالف نے کہا کہ "ہم تو مولانا کو سچا سمجھتے ہیں کہ کچھ نہیں" موافق کچھ متردد ہو گیا۔ آخر اُس نے مجھ سے پوچھا۔ میں نے کہا کہ مولانا سچ فرماتے ہیں کیونکہ کمالات دو قسم کے ہیں ایک حاضرہ اور ایک مستقبلہ۔ مولانا چونکہ عارف ہیں اور عارف کی نظر ہمیشہ کمالاتِ مستقبلہ کی طرف رہتی ہے۔ تو کمالاتِ مستقبلہ کی نسبت وہ فرما رہے ہیں کہ کچھ نہیں۔ اور ہم مولانا کے معتقد ہیں باعتبار کمالات موجودہ کے۔ یہ سُن کر وہ بہت خوش ہوا۔

اَلْحَزْمُ سُوْءُ الظَّنِّ کا مفہوم

فرمایا۔ حاجی صاحبؒ نے فرمایا اَلْحَزْمُ سُوْءُ الظَّنِّ اَیْ بِنَفْسِہٖ۔ اسی طرح ؎

نگہ دارد آں شوخ در کیسہ دُر　　کہ داند ہمہ خلق را کیسہ بُر

کا معنی یہ ہے کہ دوسرے سے معاملہ ایسا کرے جیسا چور سے کیا جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ اُن کو چور اعتقاد کرے۔

محقق جامع بین الضدّین ہوتا ہے

فرمایا۔ محقّق جامع بین الضدین ہوتا ہے۔ مثلاً تواضع اور کِبر کو جمع کرنا یہ محقق کا کام ہے۔ ورنہ اہل ظاہر تو حیران ہو کر یہ کہدے گا کہ ؎

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہٗ

مثلاً کسی کو اگر علم ملا ہے قاری بھی ہے اور بھی کمالات ہیں۔ تو اب اگر کہتا ہے کہ میں قاری ہوں، مولوی ہوں، حاجی ہوں یہ دعویٰ کِبر ہے اور اگر انکار کرے تو کذب ہے اور نیز اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کو دیکھ کر یہ کہے گا کہ ذکر جائز ہے اور کِبر کی مذمت میں جو نصوص وارد ہیں اُن کو دیکھ کر اس کا وہی حال ہو گا کہ ؎

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہٗ

اور محقّق کو کچھ بھی اشکال نہیں۔ وہ فوراً کہے گا کہ ہم درجۂ ذات میں بالکل خالی ہیں۔ جو کچھ ہمارے پاس ہے مالک کی امانت ہے اور مالک نے یہ فرمادیا ہے کہ یہ میری چیزیں ہیں تم رکھو اور نفع بھی اٹھاؤ۔ پھر اگر ہم چاہیں تو تمہارے پاس رکھیں اور چاہیں تو واپس لے لیں۔ ہر وقت ترساں اور لرزاں رہتا ہے کہ مالک کی چیز میں حکم کے خلاف تصرف نہ ہو اور مالک واپس نہ لے لے۔ کبھی اُس کو اپنے کمال کا وسوسہ بھی نہ گذرے گا۔ نہ دعویٰ کرے گا کہ میرے پاس یہ چیزیں ہیں اُن کو مالک کی سمجھ کر اپنے آپ کو درجۂ ذات میں خالی سمجھے گا۔ یہ تواضع سے متصف ہے نہ انکار کرے کہ کذب ہو اور نہ اپنے آپ کو صاحبِ کمال سمجھے کہ کِبر ہو۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی بھنگن کو ہم نے پانصد روپیہ کا زیور دے دیا کہ تم رکھو۔ جب ہم چاہیں گے واپس لے لیں گے یا تم کو دے دیں گے تو وہ کبھی بھی اپنے آپ کو غنی نہ سمجھے گی۔ یہی حال ہوتا ہے محقق کا۔ اہل ظاہر کو جمع کرنا مشکل ہے۔

لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لوگوں کے فائدہ کیلئے فرمایا

فرمایا۔ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لوگوں کے فائدہ کے لئے فرمایا کہ وہ فائدہ اُٹھا

سکیں نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فائدہ کے لئے جیسا کہ ظاہراً سمجھا جاتا ہے۔

کبرنی موت الکبراء کا مفہوم

فرمایا۔ متنبی کے اس شعر" لولا لمقاۃ شعوب "کے معنی یہ ہیں کہ کبرنی موت الکبراء۔ یعنی مجھ کو بڑوں کی موت نے بڑا بنادیا۔ اس وقت کے لوگوں کی سخا اور شجاعت پہلے لوگوں کے کمالات کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ مطلب تو اس شعر کا یہی ہے گو اس کو متنبی نے بھی نہ سمجھا ہو۔

حضرت مجدد صاحبؒ کی ایک عجیب بات

فرمایا۔ حضرت مجدد صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ" احکام شرعیہ کے حکم اور علل تلاش کرنا نبوت کے مرادف ہے" بہت عمدہ اور عجیب بات ہے۔

مسجد کے مینڈھے کہنے کے لئے دلیل اور ثبوت کی ضرورت ہے

کسی دنیادار نے ایک طالب علم سے کہا کہ" او مسجد کے مینڈھے"! اس نے نہایت عمدہ جواب دیا کہ" مسجد کے مینڈھے دنیا کے کتوں سے تو اچھے ہیں"۔ مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں فرق ہے۔ مینڈھا حلال اور پاک ہے اور کتا حرام اور ملعون ہے۔ دوسرا فرق نہایت لطیف، وہ یہ ہے کہ دنیا کا کتا ہونا تو خود دنیا والوں کا اقرار ہے اور اقرار حجت ہے اور مسجد کا مینڈھا ہونا طالب علم کا اپنا اقرار نہیں بلکہ یہ دعویٰ ہے دنیادار کا۔ اس کے ثبوت کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔

یکسوئی استخارہ کے مقبول ہونے کی دلیل ہے

فرمایا۔ استخارہ میں صرف یکسوئی کا حاصل ہونا استخارہ کے مقبول ہونے کی دلیل ہے اس کے بعد اس کے مقتضا پر عمل کرے۔ اگر متعدد استخارہ میں یکسوئی نہ ہو تو استخارہ کے ساتھ استشارہ بھی کرے۔ یعنی اس کام میں کسی سے مشورہ بھی لے۔ استخارہ میں ضروری نہیں کہ یکسوئی ہوا ہی کرے۔

ہر وارد غیبی پر عمل کرنا موجب برکت ہے

فرمایا۔ ہر وارد غیبی پر عمل کرنا موجب برکت ہے۔

الہام اور وحی میں فرق

فرمایا۔ الہام اور وحی میں دو فرق ہیں۔ اوّل یہ کہ الہام کے خلاف کرنے سے صرف دنیا کا ضرر ہوتا ہے۔ اور وحی کے خلاف کرنے سے دینی۔ دوئم یہ کہ الہام اوروں پر حجت نہیں اور وحی حجت ہے۔

موقع کی معرفت کے مطابق گفت گو حکیم کا کام ہے

فرمایا۔ نو تعلیم یافتہ لوگوں سے تو ضابطہ کی گفتگو کرنی چاہیے۔ مگر ہر موقع کی معرفت اور اس کے مطابق گفت گو، یہ حکیم کا کام ہے۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرماتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ کے واقعہ میں کچھ اخفاء کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ظاہر فرما دیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارادہ کی کہ اگر حطیم کو جزوِ بیت اللہ بناؤں گا تو فتنہ ہوگا، حق تعالیٰ نے تصدیق فرما دی۔ حضورؐ کے خیال میں دونوں جگہ اظہار خلافِ مصلحت تھا۔ مگر ایک جگہ حق تعالیٰ نے ظاہر فرما دیا اور آپؐ کے خیال کو بدل دیا۔ اور دوسری جگہ حضورؐ کے خیال کو ثابت رکھا۔

لَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا کی عجیب و غریب تفسیر

فرمایا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے واقعہ میں دو اشکال ہیں۔ ایک قرآن شریف میں اور وہ ابو سعید خاں نے کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تو حق تعالیٰ نے تخشی الناس فرمایا۔ اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی نسبت لَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ فرمایا۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب حضرات انبیاء سے افضل ہیں"۔ مجھے اس وقت تو یاد نہیں کہ اُن کو کیا جواب دیا تھا مگر اب جو جواب خیال میں ہے وہ عرض کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ اور انبیاء کے بارے میں جو لَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ فرمایا وہ تبلیغ کے باب میں ہے یعنی حق پہنچانے میں کسی سے نہ ڈرتے تھے اور حضورؐ کو جو تَخْشَی النَّاسَ فرمایا وہ تبلیغ کے متعلق نہیں فرمایا۔ ایک خاص واقعۂ نکاح کے اظہار میں حضورؐ کو یہ ارشاد فرمایا اگر باب تبلیغ میں تَخْشَی النَّاسَ فرماتے تو شبہ ہو سکتا تھا۔

پھر اس صورت میں کہ "خشیت" سے دونوں جگہ جدا جدا معنی مراد ہوئے یہ شبہ نہ کیا جائے

کہ نظمِ قرآن (معاذ اللہ) بے جوڑ ہے۔ جواب یہ ہے کہ حضورؐ کا یہ نکاح بھی تبلیغ تھا اور تبلیغ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قولی دوسری عملی۔ یہ عملی تبلیغ تھی مگر حضورؐ کا ذہن مبارک اوّلاً اس طرف نہ گیا کہ نکاح کرنا تبلیغ ہے۔ جب معلوم ہوا کہ یہ تبلیغ ہے پھر اس میں کسی سے نہیں ڈرے۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت زینبؓ نے فرمایا کہ اَسْتَخِیْرُ رَبِّیْ یعنی میں استخارہ کروں گی اور استخارہ تو مشورہ ہوتا ہے اور مشورہ کی حقیقت یہ ہے کہ دو مباح شقوں کے مفاسد اور مصالح کو سوچ کر ایک جانب کو ترجیح دینا۔ حضورؐ کے ساتھ نکاح کرنا تو سراسر خیر تھا تو استخارہ کی کیا حاجت تھی؟ جواب یہ ہے کہ استخارہ اس بنا پر کیا کہ احتمال مفاسد کا بھی تھا۔ وہ یہ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوقِ زوجیت ادا کر سکوں گی یا نہیں۔ دوسری صورت میں مردود و مطرود ہونے کا قوی اندیشہ تھا۔ اس واسطے استخارہ کیا اور اس جگہ ایک تیسرا شبہ بھی ہے وہ یہ کہ بعض مفسرین نے

تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ — آپ اپنے دل میں اس بات کو پوشیدہ رکھتے تھے جس کو اللہ ظاہر کرنے والا ہے۔

کے ذیل میں لکھا ہے کہ حضورؐ نے حضرت زینبؓ کو ایک دفعہ اچانک نظر سے دیکھا تو محبت ہو گئی۔ تو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس محبت کو اللہ ظاہر کرنے والے ہیں۔" جواب اس کا یہ ہے کہ اس تفسیر کو نظمِ قرآن رد کرتا ہے۔ کیونکہ نظمِ قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ اس چیز کو دل میں رکھتے تھے جس کو قرآن نے ظاہر فرما دیا۔ اور صاف بات جس کو قرآن نے ظاہر کیا ہے وہ نکاح ہی ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ حضورؐ کے دل میں حضرت زینبؓ کے ساتھ نکاح کرنے کا خیال تھا۔ کیونکہ آپ کو یہ خیال تھا کہ جب پہلا نکاح حضرت زینبؓ کا میرے مشورہ سے ہوا تو طلاق کی صورت میں اس سے حضرت زینبؓ کو پریشانی ہوگی اس لئے اس کا بدل یہ ہے کہ میں خود اُن سے نکاح کر لوں۔

سماع کے چار شرائط

فرمایا۔ حضرت نظام الدین اولیاؒ نے "فوائد الفواد" میں سماع کی چار شرطیں لکھی ہیں سامع[1]، مسموع، مُسْمِع اور آلاتِ سماع۔ سامع میں یہ شرط ہے کہ اہلِ شہوت سے نہ ہو۔

---

[1] سُننے والا

مسموع[1] میں یہ شرط ہے کہ فحش اور ہزلیات نہ ہوں مسمع[2] میں یہ شرط ہے کہ عورت اور امرد نہ ہو۔ اور آلاتِ سماع میں یہ ہے کہ چنگ اور رباب نہ ہو۔

تبلیغ کی اصل ضرورت کہاں ہے

فرمایا۔ تبلیغ کی اصل ضرورت وہاں ہے جہاں احکام نہ پہنچ چکے ہوں۔ جہاں احکام اور ان کی اضداد اور اضداد کی اضداد پہنچ گئی ہوں وہاں تبلیغ کی ضرورت نہیں تغلیب کی ضرورت ہے۔

اہلِ حال کی معرفت محقق ہی کر سکتا ہے

فرمایا۔ اہل حال کی معرفت بعض دفعہ محقق ہی کر سکتا ہے۔ بعض دفعہ اہل ظاہر کو پتہ نہیں چلتا کیونکہ اس کے ظاہر افعال ٹھیک ہوتے ہیں۔ مثلاً کھانا، پینا، ہنسنا مگر عقل نہیں ہوتی جیسے حیوان اور بچوں کے حواس درست ہوتے ہیں اور عقل نہیں ہوتی۔ اس وقت اہلِ ظاہر ان کی حالت نہیں جانتا اس لئے خلافِ شرع کا فتویٰ لگا دیتا ہے۔

خشک علماء کو اہل تحقیق کی تقلید کرنا چاہیے

فرمایا۔ حضرت جنیدؒ بیٹھے تھے کہ حضرت شبلیؒ تشریف لائے۔ حضرت جنیدؒ نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ بیٹھی رہیں ان میں ابھی ہوش نہیں۔ باوجودیکہ باتیں کرتے تھے۔ ہنستے تھے۔ پھر جب رونے لگے تو فرمایا کہ اب اٹھ جاؤ۔ حالانکہ پہلی حالت ہوش اور عقل کی معلوم ہوتی تھی اور دوسری اختلال کی۔ محقق ہی سمجھ سکتا ہے کہ کیا حال ہے۔ خشک علماء کو ایسے وقت میں اہلِ تحقیق کی تقلید کرنی چاہیے۔ فتویٰ میں جلدی نہ کریں۔ اہلِ تحقیق اُن سے جو معاملہ کریں اہل ظاہر بھی وہی کریں۔

معالج کی دو قسمیں

فرمایا۔ علی گڈھ کالج میں وعظ ہوا۔ میں نے کہا کہ صاحبو! آپ کو علماء سے شکایت ہے کہ ہماری خبر نہیں لیتے اور علماء کو تم سے شکایت ہے کہ اپنی خبر نہیں دیتے۔ اور میں نے یہ بھی کہا کہ شبہات کے ازالہ کا جو طریقہ آپ نے تجویز کر رکھا ہے یہ صحیح نہیں آپ غور فرما دیں

---

[1] جو چیز سُنی جائے ۱۲ [2] سُنانے والا ۱۲

کہ معالج دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو اثر حادث کا علاج کرتے ہیں۔ مثلاً بخار اثر ہے اُس کا علاج کیا کونین دے دی۔ پھر ہنس کر فرمایا کہ بس امراض کونین[1] کے لئے کونین ہے۔ اور اس علاج میں مرض کا اصل مادہ زائل نہیں ہوتا۔ اس قسم کا علاج ڈاکٹر کرتے ہیں۔ اور ایک علاج بازالۃ السبب ہے۔ مثلاً بخار جس خلط کے فساد کی وجہ سے ہوا اُس خلط کی اصلاح کرنا یہ واقعی علاج ہے اور یہ یونانی کرتے ہیں۔ تو اب میں دریافت کرتا ہوں کہ آپ لوگوں میں شبہات پیدا ہونے کا سبب کیا ہے اور سرچشمۂ شبہات کیا چیز ہے تاکہ اس کی اصلاح جائے۔ تو یاد رکھو کہ سرچشمۂ شبہات دو چیزیں ہیں۔ قلتِ محبت اور قلتِ ہیبت وخوف۔ بس اسی وجہ سے شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ تو اس منشا کو بند کرنا چاہیے۔ دیکھئے اگر کسی مُردار سے عشق ہو جائے۔ مگر عشق دراصل عشق ہو۔ اور وہ کہے کہ میں تم کو ایک گھنٹہ ملاقات کا وقت دوں گی، مگر اس شرط سے کہ تم لنگوٹ باندھ کر بازار کے اس سرے سے اُس سرے تک دس چکر لگاؤ۔ وہ اگر عاشق ہے تو کبھی بھی یہ سوال نہ کرے گا کہ بی اس فعل میں تمہارا تو کچھ فائدہ نہیں اور میری اس میں رسوائی ہے۔ تم دس ہزار روپیہ لے لو اور یہ شرط معاف کردو۔ کبھی نہ کہے گا۔ اگر کہے تو عاشق نہیں ؎

عاشق بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا ۔۔۔ جو کہ خود ناکام ہو اس کو کسی سے کام کیا

اُس مُردار کی محبت نے اعتراض کو روک دیا اور اسی طرح حکومت کی ہیبت نے اعتراض کو روک دیا۔ تعزیرات ہند کی واقعات کی حکمتیں معلوم نہیں اور پھر بھی اعتراض پیدا نہیں ہوتا۔ اگر کوئی اعتراض کرے تو تم لوگ یہ جواب دیتے ہو کہ بس یہ ضابطہ ہے۔ اسی طرح علماء کو بھی حق حاصل ہے کہ شریعت کے ہر حکم کو کہہ دیں کہ بس یہ ضابطہ ہے۔ قلتِ محبت کا ازالہ کسی محقق کی صحبت سے ہوتا ہے اور یہ جب ہوگا جب تم اپنے کو مریض سمجھو اور معالج کو تلاش کرو جیسے سول سرجن کی تلاش کرتے ہو۔ فیس دیتے ہو۔ اس کے مکان پر جاتے ہو۔ پرہیز کرتے ہو۔ تو اسی طرح روحانی بیماری میں بھی سول سرجن کو تلاش کرو اور پرہیز کرو۔

---

[1] دو جہان کے امراض ۱۲

انسان کی عقل اسلام کے سب احکام کی حِکَم سمجھ نہیں سکتی

فرمایا۔ بھائی اکبر علی صاحب مرحوم سے کسی آریہ نے کہا کہ ہمارے مذہب کے احکام سب عقل کے مطابق ہیں۔ اسی واسطے سمجھ میں آتے ہیں۔ اور اسلام کے احکام سمجھ میں نہیں آتے۔ بھائی ذہین تھے، جواب دیا کہ بس یہی دلیل ہمارے مذہب کے حق ہونے کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قانون اسلام بنانے والا بہت بڑی عقل کا مالک ہے کہ انسان کی عقل اُس کے احکام کے حِکَم کو سمجھ نہیں سکتی۔ اور تمہارا مذہب کسی ہمارے جیسے انسان نے بنایا ہے کہ اس کے احکام کی حکمتیں ہم سمجھتے ہیں۔

اسلامی زندگی گذارنے کے دو طریقے

فرمایا۔ اسلام کے مطابق اسلامی زندگی گذارنے کے بس دو طریقے ہیں۔ ایک مکی۔ وہ یہ کہ عدمِ استطاعت کے وقت صبر کرے اور اس کا نام صبر ہے۔ دوسرا مدنی۔ وہ یہ کہ طاقت کے وقت حفاظتِ اسلام کے لئے سیف کا استعمال کرے اور اس کا نام سیف ہے۔ تیسرا طریقہ جو آج کل مناظرہ کا ہے وہ کچھ نہیں۔

گمنامی میں بڑی راحت ہے

فرمایا۔ انسان خود شہرت کو طلب نہ کرے۔ اس میں بہت نقصان ہے۔ گمنامی میں بڑی راحت رہتی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

چشمہا و خشمہا و رشکہا　　　بر سرت ریزد چو آب از مشکہا

ہاں اگر خود بخود شہرت ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پھر وہ خود حفاظت فرماتے ہیں۔ اور جو خود شہرت کو تلاش کرتا ہے اُس کی حفاظت خود اُس کو کرنی پڑتی ہے

جاہ کی حقیقت

فرمایا۔ جاہ کی حقیقت امام غزالیؒ نے یہ فرمائی ہے کہ وہ ایک کمالِ وہمی ہے جو دوسرے کے ساتھ قائم ہے۔ کیونکہ جاہ کا مطلب ہے کسی دوسرے شخص کی نظر میں بڑا ہونا۔ مثلاً یہ کہ خواہش ہو کہ لوگ مجھ کو عالم سمجھیں تو یہ تو دوسروں کی صفت ہوئی۔ خود تمہارے اندر تو کچھ نہیں۔ ممکن ہے کہ وہ صفت اس سے زائل ہو جائے۔ تو جاہ کی وجہ سے اگر کچھ کمال ہے تو

دوسرے میں ہے۔

ہر تحقیق کی ابتدا تقلید سے ہوتی ہے

فرمایا۔ ہر تحقیق کی ابتدا تقلید سے ہوتی ہے۔ ہر فن میں ابتدائی تقلید ضروری ہے ہے۔

نمازِ جنازہ کے بعد دعا کیلئے دفن میں دیر کرنا نص کے خلاف ہے

فرمایا۔ جب جنازہ کی نماز ہو چکے تو پھر دعا کے لئے انتظار کرنا اور میت کے دفن میں دیر کرنا نص کے خلاف ہے۔ ہاں ایک قوم جنازہ اٹھائے اور باقی دعا کریں تو جائز ہوگا دعا کے لئے جنازہ کا توقف جائز نہیں۔

باقی فرائض اور تراویح میں دُعا کا دوام ثابت نہیں اور ان دونوں میں اگر دُعا کا التزام نہ ہو تو دُعا کرنا اور اس پر دوام کرنا مستحب ہے۔

ہر گناہ صغیرہ و کبیرہ عقلاً بھی منع ہے

فرمایا۔ ہر گناہ صغیرہ اور کبیرہ عقلاً بھی منع ہے۔ کیونکہ اس میں دینی نقصان کے علاوہ دنیا کا بھی نقصان ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احکامِ شرعیہ میں ہمارے دنیاوی فائدے بھی ہیں۔ اسی واسطے ایک بزرگ نے کہا ہے کہ سکونِ قلب جو ہر شخص کو نصیب ہے وہ گناہ سے فوت ہو جاتا ہے۔

احکامِ شرعیہ میں حکمت ہے

بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ یہ نہ کہا جاوے کہ احکامِ شرعیہ میں حکمتیں ہیں بلکہ یہ کہا جاوے کہ احکامِ شرعیہ میں حکمت ہے کیونکہ حکمت خود کوئی اصل نہیں کہ احکام اس پر متفرع ہوں۔

شیخ پر اعتراض کرنے سے انقباض ہوتا ہے

فرمایا۔ شیخ پر اعتراض نہ کرے اس سے انقباض ہوتا ہے اور عادتِ الٰہیہ یہ ہے کہ انقباض سے فائدہ نہیں ہوتا۔ اور علومِ ظاہری کے اساتذہ کا بھی یہی حال ہے۔

بیعت ہونے سے قبل کچھ مدت شیخ کی صحبت میں رہنا چاہیے

فرمایا۔ صرف کسی شیخ کی کتابیں دیکھ کر بیعت نہ ہو جاوے۔ جو عقیدہ مطالعۂ کتب سے پیدا ہوا تھا بعد میں ممکن ہے کہ بدل جائے۔ بلکہ اوّلاً کچھ مدّت اس کی صحبت میں رہے پھر اگر عقیدت ہو تو بیعت ہو جاوے۔ بعض احباب مجھ کو مشورہ دیتے ہیں کہ جلدی بیعت کر لینا چاہیے کہ کسی بدعتی کے قبضہ میں نہ آجائے۔ فرمایا اس کا سبب وہ خود بنتا ہے۔ کیونکہ فقہی قاعدہ ہے کہ سبب اور فعل کے درمیان جب فاعل با اختیار کا توسط ہو تو فعل سبب کی طرف منسوب نہیں ہوتا بلکہ فاعل کی طرف منسوب ہوتا ہے چونکہ وہ خود فاعل ہے تو بدعتی کے پاس بیعت ہونے والا خود ہی ذمہ دار ہے۔ نیز ہم سبب بھی نہ بنے۔ ہم نے تو اس کو جلدی کرنے سے روکا۔ تیسری بات وہ زیادہ لطیف ہے۔ وہ یہ کہ حقیقت میں ہم تو اس کا سبب بنے کہ وہاں بیعت نہ کرے گو اُس نے بیعت کر لی۔ یہ رائے سُن کر اور بہت سے لوگ جلدی کرنے سے بچ گئے تو ہم ان لوگوں کے بچنے کا سبب بنے۔ ایک صاحب نے کہا تھا کہ جلدی کرنے میں جماعت بڑھے گی اور اس سے قوت پیدا ہوگی۔ میں نے کہا کہ مولانا! آپ نے قوت کی حقیقت کو سمجھا ہی نہیں۔ قوت تو حق میں ہے کثرت میں نہیں۔ اگر سارا عالم ایک طرف ہو اور ایک شخص حق پر ایک طرف ہو۔ پھر بھی قوت حق والے کو ہوگی اور اس کا قلب مضبوط ہوگا۔

حضرات مشائخ کے وجدان کو لغو نہیں سمجھنا چاہیے

فرمایا حضرات مشائخ کے وجدان کو لغو نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ وہ واقع کے مطابق ہوتا ہے۔

تفویض عبدیت کی خاطر کرنا چاہیے

فرمایا۔ تفویض اس واسطے نہ کرے کہ اس میں راحت ہے بلکہ اس واسطے کہ یہ عبدیت کا حق ہے۔ اس واسطے فَوَّضْتُ فَاسْتَرَحْتُ کہنا بعض بزرگوں نے منع لکھا ہے۔ بعض نے دعا کی ہے کہ یا اللہ تفویض تو دے اور لذتِ تفویض سے بچا۔

احکامِ شرعیہ کی وقعت علّت معلوم نہ ہونے میں ہے۔

فرمایا۔ احکامِ شرعیہ کی وقعت اسی میں ہے کہ ان کی علل معلوم نہ ہوں۔ جب علت معلوم ہو جائے وقعت نہیں رہتی۔ احکام میں تو یہی کہدے۔ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

صلی اللہ علیہ وسلم۔

کبر وغیرہ ملکات کا علاج کس لئے کیا جاتا ہے

فرمایا۔ کبر وغیرہ ملکات کا علاج اس لئے کیا جاتا ہے کہ یہ ملکات مفضی[1] الی غیر المشروع نہ ہوں اور سہولت سے آدمی اُن کے مقتضا کے خلاف عمل کر سکے تاکہ گناہ سے بچ سکے۔ اگر ان کے مقتضیات پر عمل نہ کرے اور علاج بھی نہ کرے تو ماخوذ نہ ہوگا۔ لیکن عمل کرنے میں ضرور دشواری ہوگی۔ اور ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کی اور تحقیق ہے۔ وہ یہ کہ ملکۂ فطری خود مذموم نہیں بلکہ مصارف کی وجہ سے مذموم ہو جاتا ہے۔ اگر اس کو اس کے صحیح مصرف میں صرف کیا جائے تو عین حکمت اور ثواب ہوگا۔ مثلاً حرص اگر دین کے کام میں کرے تو عین مقصود ہے۔ اگر کسی شخص میں حرص نہ ہو تو وہ خیر کے کام میں ترقی نہ کر سکے گا۔ اسی طرح اگر بخل نہ ہو تو جس جگہ شریعت نے خرچ سے روکا ہے وہ نہ رُک سکے گا اور بخیل کو رُکنا سہل ہے تو بخل بھی اپنے محل میں مفید ہے۔ اگر بھاگنے کا موقع ہو جُبن وہاں مفید ہوگا۔ شجاعت والا نہیں بھاگے گا۔ تو کوئی قلبی کیفیت بذاتہٖ مذموم نہیں۔ اس واسطے عشق مجازی میں بھی ازالہ نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ امالہ کرنا چاہیے

بغیر شیخ کے سلوک طے کرنا مشکل ہے

فرمایا۔ بدون شیخ کے سلوک طے کرنا مشکل ہے۔ ایک ذاکر نے یہاں ایک شخص کو نصیحت کی۔ میں نے اُس سے کہا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اُس نے کہا کہ امر بالمعروف کیا۔ میں نے کہا کہ امر بالمعروف کے لئے کوئی شرط ہے یا نہیں؟ اور ظاہر ہے کہ اس کے لئے کوئی شرط ہوگی۔ کیونکہ ہر عبادت کے لئے شرط ہے۔ یہاں تک کہ نماز کے لئے بھی شرائط ہیں۔ ایک شرط امر بالمعروف کی یہ ہے کہ آمر میں کبر نہ ہو۔ محض خیر خواہی ہو۔ تم بتلاؤ کہ امر کے وقت دوسرے کو حقیر سمجھا تھا یا کہ نہیں۔ کہا کہ سمجھا تھا۔ میں نے کہا۔ پھر امر بالمعروف نہ ہوا۔ اور تم کو یہ معلوم بھی ہے کہ یہ کبر کیسے پیدا ہوا؟ یہ اللہ اللہ کرنے سے پیدا ہوا۔ تو علاج یہ ہے کہ رذیلہ جس سے پیدا ہوا اُسے چھوڑ دو۔ لہٰذا آج سے اللہ اللہ کرنا اس خاص وضع سے

---

[1] یعنی اُن کی وجہ سے خلاف شریعت کام نہ کرنے لگے ۱۲

چھوڑدو۔ اور نمازیوں کے جوتے سیدھے کیا کرو۔ لوٹے بھر کر رکھا کرو۔ اُس نے یہ کام شروع کیا۔ دس دن کے بعد کہا کہ " واللہ جو دولت اس دس دن میں حاصل ہوئی۔ وہ مدت تک اس ہیئت سے اللہ اللہ کرنے سے نہیں ہوئی "۔ مگر علاج کے لئے فرائض کا ترک کرانا جائز نہیں۔ مستحبات کا ترک کرانا جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت کے بیان میں اشعارِ مثنوی

فرمایا۔ میں حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس سے نیا نیا ہندوستان آیا ہوا تھا کچھ تازہ غذا (ذکر شغل) ملی ہوئی تھی کچھ جوانی کا جوش بھی تھا۔ یہ چاہتا تھا کہ کیوں وصال مع اللہ نہیں ہوتا اور یہ مقدمات خیال میں آتے تھے کہ حق تعالیٰ کی طلب بھی ہے۔ اُن کو ہماری طلب کا علم بھی ہے وہ رحیم بھی ہیں اور قادر بھی ہیں تو پھر وصال مع اللہ کیوں نہیں ہوتا؟ ایک روز مثنوی کو دعا کر کے کھولا کہ شاید جواب ملے۔ تو یہ اشعار شروع صفحہ میں تھے جس میں ایک مقدمہ اور بھی ذکر تھا جو میری نظر سے غائب تھا کہ ہم حکیم بھی ہیں اور اُس حکمت کا بیان بھی تھا ؎

چارہ می جوید پئے من دردِ تو ۔۔۔ می شنودم دوش آہِ سردِ تو
ہے توانم ہم کہ بے ایں انتظار ۔۔۔ راہ بنمایم دادہم راہِ گذار
تا ازیں طوفانِ دوراں وارہی ۔۔۔ بر سرِ گنج وصالم پا نہی
لیک شیرینی و لذاتِ مقر ۔۔۔ ہست بر اندازۂ رنجِ سفر
آنگہ از فرزند و خویشاں برخوری ۔۔۔ کز غریبی رنج محنت ہا بری

بدعت پر عمل کرنے سے سُنّت کا ترک لازم آتا ہے

فرمایا۔ بدعت پر عمل کرنے سے سنت کا ترک لازم آتا ہے جیسا کہ حدیث میں بھی مذکور ہے اور امر عقلی بھی ہے۔ کیونکہ اتنی فراغت کہاں کہ سنت اور بدعت دونوں کو کرے بدعات میں کچھ رونق بھی ہوتی ہے۔

اصلاحِ عقائد سب سے زیادہ ضروری ہے

فرمایا۔ تصوف میں جب اصلاحِ اعمال ضروری ہے تو اصلاحِ عقائد تو اور بھی اہم

ہو گی مگر آجکل اصلاحِ احوال تو کرتے ہیں مگر اصلاحِ عقائد و اعمال کی کچھ پرواہ نہیں۔

ایک قابلِ دید رسالہ

فرمایا۔ میں نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں عابدینِ قبور اور عابدینِ اصنام میں فرق کیا گیا ہے۔ قابل دید ہے۔

چندہ رؤسا کو کرنا جائز ہے

فرمایا۔ چندہ رؤسا کریں اور خطاب بھی عام ہو۔ علماء نہ کریں۔ کیونکہ اگر وجاہت عالم ہو گی تو دینے والے کو گرانی ہو گی۔ اگر عالم میں وجاہت نہیں تو ذلت ہو گی۔ دونوں صورتوں میں دین کا نقصان ہے۔

ارادہ فعل اختیاری ہے

فرمایا۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے رُڑکی میں دیانند سے کہا کہ مناظرہ کر لو۔ اُس نے کہا کہ عام جلسہ میں مناظرہ کرنے میں فساد کا خطرہ ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ اب تو خلوت ہے۔ ابھی کر لو۔ اُس نے کہا کہ میں اس جگہ اس ارادہ سے نہیں آیا۔ فرمایا کہ ارادہ تو فعل اختیاری ہے اب کر لو۔ اس سے بالکل لاجواب ہو گیا۔

فطری چیز ساری عمر کے مجاہدہ سے بھی نہیں جاتی

فرمایا۔ فتوحات میں شیخ دعلان نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فارس کو فتح کیا تو بہت خزانہ مدینہ طیبہ میں آیا۔ حضرت عمرؓ نے اُس وقت دعا فرمائی۔ اور فرمایا کہ یا اللہ! تیرا ارشاد ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ — خوشنما معلوم ہوتی ہے اکثر لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی۔

اس لئے میں یہ دعا نہیں کرتا کہ ہمارے قلب سے مال کی محبت ہی نکال دے بلکہ یہ دعا کرتا ہوں کہ اس محبت کو اپنے قرب اور اپنی محبت کا ذریعہ بنا۔ دیکھیے کیسی حکیمانہ بات ہے۔ آج کل کے صوفی فطری اخلاق کے دُور کرنے کی مشق کراتے ہیں۔ حالانکہ فطری چیز ساری عمر بھی کوئی مجاہدہ کرے تو بھی نہیں جاتی۔

احقر نے عرض کیا کہ یہ تو بالکل حضرت حاجی صاحبؒ کی تحقیق ہے۔ فرمایا ہاں۔ اخلاق و رذائل مصارف کے لحاظ سے رذائل بنتے ہیں۔ مثلاً بخل کی وجہ سے اگر زکوٰۃ روک لے تو بخل رذیلہ ہے اور اگر بخل کی وجہ سے اسراف نہ کرے تو بخل محمود ہے۔

جزئیات کی تفصیل ضروری نہیں

ایک شخص نے خط میں امکان کذب کی تحقیق دریافت کی تھی۔ فرمایا مومن اس کا مکلف نہیں اجمالاً یہ ایمان کافی ہے کہ حق تعالیٰ ہر عیب سے پاک اور ہر ممکن پہ قادر ہیں۔ جزئیات کی تفصیل ضروری نہیں۔

آدمی کسی اتنے بلند درجہ میں نہیں پہنچ سکتا کہ گناہ اُس کے لئے گناہ نہ رہے

فرمایا۔ اگر کسی شخص کو کشف سے یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں گناہ مجھ سے سرزد ہو گا تو اس مسئلہ میں اہل کشف کا اختلاف ہو گیا کہ کیا اس شخص کو اُس کے کرنے میں گناہ ہوتا ہے یا نہیں بعض کہتے ہیں کہ نہیں کیونکہ وہ مجبور اور تقدیر کی موافقت کر رہا ہے۔ فرمایا صحیح یہ ہے کہ وہ گنہگار ہو گا۔ کیونکہ کرنے والا اپنے اختیار سے مباشر ہوا ہے اور خود کو گنہگار سمجھے اس لئے توبہ بھی کرے۔ نیز اس میں اختلاف ہوا کہ آدمی کس درجہ میں پہنچ کر ایسا ہو جاتا ہے کہ اس کے بارے میں کوئی گناہ نہ رہے۔ صحیح یہ ہے کہ کسی وقت بھی آدمی اس درجہ میں نہیں پہنچتا کہ گناہ اس کے لئے گناہ نہ رہے۔ اس کی دلیل ابن عربیؒ نے نہایت عمدہ بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اہل بدر کے حق میں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ: اعملوا ما شئتم قد غفرت لکم (تم جو چاہے کرو میں نے سب معاف کر دیا) اور یہ نہیں فرمایا قد ابحت لکم (تمہارے لئے جائز کر دیا)

تو معلوم ہوتا ہے کہ گناہ ہوتا ہے کیونکہ مغفرت گناہ کے معاف کرنے کو کہتے ہیں۔ جب مغفرت کا لفظ بولا گیا تو معلوم ہوا کہ گناہ بھی ہوا۔ اس کے بعد اس کی معافی ہوئی ہے۔ اور فرمایا کہ بعض نے اسی کے مناسب لکھا ہے کہ تقدیر کی موافقت کرنا گناہ نہیں۔ شیطان نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ مجھ کو کیوں ملامت کی جاتی ہے۔ حالانکہ میں نے تو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ

کرنے میں تقدیر کی موافقت کی۔ تو گویا آپ کے ارشاد کے مطابق کام کیا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھ کو کرنے کے وقت مطابقت مقصود نہ تھی۔ اس واسطے تو مجرم ہے۔

مامون الرشید سے ایک حج کو جانے والے کا سوال

فرمایا۔ مامون الرشید کے پاس ایک شخص آیا اور سوال کیا کہ میں حج کو جاتا ہوں مجھ کو زادِ راہ دیا جاوے اُس نے کہا کہ اگر حج نفل ہے تو پھر نفل کے لئے سوال کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ سوال حرام ہے اور نفل کے لئے فعل حرام جائز نہیں۔ اگر فرض ہے تو تمہارے پاس نفقہ ہوگا تو بھی سوال حرام ہے۔ اُس نے کہا کہ میں آپ سے مسئلہ نہیں دریافت کرتا۔ علماء اور بھی بہت ہیں۔ میں آپ کو بادشاہ سمجھ کر آیا ہوں مولوی سمجھ کر نہیں آیا۔

اللہ تعالیٰ انجام مع الخیر فرمائیں کی دُعا

فرمایا۔ مجھ سے دعا کی اگر کوئی درخواست کرے تو میں یہ لفظ کہہ دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انجام مع الخیر فرماویں۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر یہ بہتر ہو تو یہ ہو جاوے اور اگر اس کی نقیض بہتر ہے تو وہ ہو جائے

ایک لفافہ میں دو تین آدمیوں کو خط لکھنے کا حکم

فرمایا۔ ایک ہی لفافہ میں دو تین آدمیوں کو علیحدہ علیحدہ خط لکھ کر رکھ دینے جائز نہیں کیونکہ یہ اجارہ[1] میں غدر ہے۔ ہاں ایک کو لکھ دے تو وہ ایک کاغذ میں جو مضمون درج ہو وہ دوسرے کو جا کر سنا دے تو یہ جائز ہے۔ غرض پرچے علیحدہ علیحدہ نہ ہوں۔ پرچہ ایک ہی ہو۔

حضرت حکیم الامت رحؒ کی غایت شفقت

جلسہ خاص میں جب ایک حکیم تھانہ بھون کے تھے اور ایک احقر تھا اپنے ضعف اور کثرتِ کام کے ذیل میں فرمایا کہ میں نے اس رمضان میں خلافِ معمول تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ کیونکہ اس وقت اس علاقہ میں کوئی شخص یہ کام (اصلاحِ نفس) کرنے والا

---

[1] یعنی محکمہ ڈاک والوں نے ایک خط میں ایک ہی شخص کے لکھنے کی اجازت دی ہے۔ اس لئے اس کے خلاف کرنا جائز نہ ہوگا۔ ہاں! اگر ڈاکخانہ والے کسی وقت اس حکم کو بدل دیں تو اور بات ہے ۱۲

نہیں ہے۔ قریباً ڈیڑھ گھنٹہ سالکین کے خطوط کا جواب دیتا ہوں اور جواب بھی صرف علمی توجیہ سے نہیں دیتا بلکہ شرح صدر سے جواب دیتا ہوں۔ اسی واسطے بعض لوگ یہ اقرار کرتے ہیں کہ جواب کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا آگ پر برف رکھ دی۔ یہ تسلی اس واسطے ہوتی ہے کہ اِدھر سے بھی پوری تسلی سے جواب دیا جاتا ہے۔ جب تک تسلی نہیں ہوتی جواب نہیں دیتا۔ بلکہ بعض دفعہ جب شرح صدر نہیں ہوتا پرچہ پاس رکھ لیتا ہوں۔ اور بعض دفعہ یہ کہہ دیتا ہوں کہ پرچہ کل پیش کیا جاوے۔ چونکہ مجھے شفقت بہت ہے۔ پوری دماغ سوزی کرتا ہوں۔ اس واسطے تکلیف بھی بہت ہوتی ہے۔ اور فرمایا یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اُوْذِیْتُ فِی اللّٰہِ مَا لَمْ یُؤْذَ اَحَدٌ — مجھے اللہ (کے دین کی تبلیغ کے بارے) میں جتنی تکلیف اٹھانی پڑی اتنی کسی اور پر نہیں پڑی۔

حالانکہ پہلے حضرات انبیاء علیہم السلام کو بظاہر تکالیف بہت ہوئی ہیں۔ امتداد زمانہ کے لحاظ سے بھی اور ظاہری تکالیف کے لحاظ سے بھی۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ نوسو سال تکلیف میں گذرا۔ بعض دفعہ اُن کو کافر ہاتھ پاؤں باندھ کر چھوڑ آتے تھے۔ اور ہمارے حضورؐ کے چالیس سال کے بعد نبوت اور تین سال فترت کے تو باقی تھوڑی مدت تکلیف کی رہتی ہے۔ یعنی صرف بیس سال۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شفقت بیحد تھی اور جس قدر شفقت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر تکلیف بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اسی کے ذیل میں فرمایا کہ ایک دفعہ گھر کے لوگ کچھ روز کے لئے کہیں چلے گئے تھے اور گھر میں جو مرغیاں پلی ہوئی تھیں اُن کا صبح کو نکال دینا میں نے خود اپنے ذمہ لے لیا تھا۔ ایک دن بھول گیا۔ پرچہ سالکین لیکر جواب دینے لگا تو کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ فوراً یاد آیا کہ گھر مرغے بند ہیں پرچہ چھوڑ کر گیا۔ جب کھول دیا تو فوراً جواب سمجھ میں آگیا۔ حکیم صاحب نے سوال کیا کہ اضمحلال تو نہیں؟ تو اس کے جواب میں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے اضمحلال تو مجھے کبھی نہیں ہوا۔ حق تعالیٰ کے انعامات کا ہر وقت مشاہدہ ہوتا ہے اور فرمایا: اگر کسی کو حق تعالیٰ سے تعلق ہو گو محبت سے نہ ہو۔ ہیبت سے ہو تو اس میں بے حد مزہ آتا ہے اس کو کبھی اضمحلال نہیں ہوتا۔ جامع

عرض کرتا ہے لہجہ سے کچھ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حق تعالیٰ سے محبت کا ایسا تعلق ہے کہ تجلیات حق تعالیٰ کا ہر وقت مشاہدہ رہتا ہے۔ اس واسطے کبھی بھی پریشانی نہیں ہوتی۔

شیخ اور طالب میں مناسبت کا ہونا ضروری ہے

فرمایا۔ جب شیخ اور طالب میں مناسبت نہ ہو تو پھر بیعت میں طالب کا نقصان ہوتا ہے۔ طبیعت میں جب انقباض ہو تو علوم ظاہری میں بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ افادہ میں جس انشراح کی ضرورت ہے بغیر مناسبت وہ حاصل نہیں ہوتی تو فائدہ نہیں ہوتا۔ اسی واسطے سلف میں یہ عام طور پر دستور تھا کہ جس کو وہ ان الفاظ میں ادا کرتے تھے کہ "تمہارا حصہ فلاں بزرگ کے پاس ہے"، اور وہ لوگ مان لیتے تھے۔ اب تو انقیاد[1] ہی نہیں۔ اس واسطے اصرار کرتے ہیں۔ اگر انقیاد ہو تو مان لیں۔ اصرار کرنا دلیل عدم مناسبت کی ہے۔ اور میرا دعویٰ اس سے اور پختہ ہو جاتا ہے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ

فرمایا۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو تعبیر خواب سے بہت مناسبت تھی۔ ایک شخص نے ایک خواب کی تعبیر دریافت کی کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے ایک لڑکی ہے وہ بہت وزنی ہے اور میں اُس کو اٹھا نہیں سکا۔ ایک کتیا کا پیٹ چاک کر کے اس میں رکھ دیا۔ پھر تھوڑی دُور چلا اور کتیا بھی ساتھ ہی۔ پھر وہ غائب ہو گئی۔ مولانا تکلف نہیں فرماتے تھے۔ خواب سن کر کہا مجھے تعبیر نہیں آتی۔ جب نماز کو گئے تو تعبیر سمجھ میں آگئی۔ فارغ ہو کر فرمایا، تعبیر دریافت کرنے والا کہاں ہے؟ وہ شخص حاضر ہوا۔ فرمایا کہ تمہارے خواب کی تعبیر اب سمجھ میں آگئی ہے۔ تمہارے خواب میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو زمانۂ ماضی میں گذر چکا ہے۔ فرمایا کہ تو نے کسی فاحشہ سے زنا کیا اور اس سے حمل رہ گیا۔ وہ لڑکی تمہاری منی تھی جو آئندہ چل کر لڑکی ہوئی۔ وزنی اس واسطے تھی کہ منی تم پر غالب آگئی۔ کتیا فاحشہ عورت تھی اور پیٹ میں منی رکھنا یہ زنا تھا اور جدا ہو جانا اس کی بے وفائی تھی۔ فرمایا اسی طرح ابن سیرینؒ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں نے انڈا

---

[1] اطاعت ۱۲

توڑا۔ سفیدی لے لی اور زردی چھوڑ دی۔ حضرت ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ یہ خواب تو نے دیکھا ہے؟ کہا ہاں! کہا کسی اور نے تو نہیں دیکھا؟ کہا نہیں! خدام سے کہا اسے پکڑ لو۔ یہ کفن چور ہے۔ چھلکے سے مراد قبر ہے سفیدی سے مراد کفن ہے اور زردی سے مراد مُردہ ہے۔ فرمایا۔ حضرت حاجی صاحبؒ سے کسی نے کہا کہ خواب میں مسجد میں پاخانہ پھر رہا ہوں۔ فرمایا کسی دنیاوی کام کے لئے وظیفہ پڑھتے ہو گے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو کسی شخص نے خواب میں برہنہ دیکھا۔ اور اس خواب کا ذکر حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس کیا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ایسا خواب مجمع میں بیان نہیں کرنا چاہئے۔ فرمایا اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ دنیاوی تعلق سے بالکل علیحدہ ہیں۔ اور صرف آخرت کے ہو رہے ہیں۔

کل امور غیر اختیاری اچھے نہیں

فرمایا۔ خواب کے بارے میں کبھی پریشان نہ ہو کیونکہ غیر اختیاری ہے۔ کسی نے کہا کہ تعبیر میں یہ کہہ دینا صحیح ہے کہ خواب اچھا ہے۔ فرمایا ہاں! کیونکہ کل امور غیر اختیاری اچھے ہیں۔ تقسیم اچھے اور غیر اچھے کی عبد کے فعل اختیاری میں ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ حدیث میں ہے:

الرؤیا علی رجل طائر مالم تُعَبَّرْ — خواب انسان پر معلق رہتا ہے جب تک اُس کی تعبیر نہ دی جائے۔

فرمایا۔ ابن قیمؒ نے اس کے معنی بہت عمدہ بیان کئے ہیں کہ تعبیر بھی منجملہ اسباب میں سے ہے جیسے دوا اور غذا اسباب ہیں۔ اسی طرح دعا اور تعبیر بھی اسباب میں سے ہے۔ اس کا دخل خواب میں ایسا ہے جیسا اور اسباب کا ہوتا ہے۔ جو اشکال وہاں ہوگا اور جو اس کا جواب ہوگا وہی خواب میں بھی سمجھ لیا جاوے۔

حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ کی ارشاد فرمودہ ایک خواب کی تعبیر

فرمایا۔ شاہ عبد العزیز صاحبؒ سے کسی نے خواب بیان کیا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے زبان نکالی اور وہ لمبی ہو گئی اور میں اُس پہ نماز پڑھ رہا ہوں۔ شاہ صاحبؒ

نے فرمایا کہ جس جگہ تم نماز پڑھتے ہو وہاں قرآن شریف کا کوئی ورق نیچے ہوگا۔ مصلّی اٹھایا تو واقعی ایک کاغذ پر قرآن کی کوئی سورت تھی۔ فرمایا کہ قرآن شریف زبانِ جبرئیل ہے۔

ایک شخص نے چوہوں کے لئے تعویذ مانگا

فرمایا۔ ایک شخص نے چوہوں کے لیے تعویذ مانگا کہ کھیت کو خراب کرتے ہیں۔ فرمایا میں نے اُس سے کہا کہ پانچ کوزے لاؤ۔ ہر ایک میں ایک تعویذ لکھ کر رکھ دیا۔ وہ قرآن شریف کی آیت تھی۔ وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِرُسُلِھِمْ تا لَنُھْلِکَنَّ الظّٰلِمِیْنَ (پارہ ۱۳) پر چوہے کے اخراج کا تصور کریں اور پانچویں کوزہ میں بھی ایک تعویذ رکھ دیا۔ ہر کنارہ پر ایک ایک اور درمیان میں ایک دفن کرا دیے۔ واقعی چوہے چلے گئے۔ اور فرمایا کہ اتمام حمل کے لئے سورۂ والشمس کو مقرر کیا۔ اس مناسبت سے کہ اس میں وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا ہے۔ اور سیاہ مرچ واجوائن کو بھی اس میں دخل ہے۔ اس واسطے یہ سورت اُن کے اوپر پڑھ کر دیدیتے ہیں۔

ابن قیمؒ اور ابن تیمیہؒ

فرمایا۔ میں ابن تیمیہؒ کا اتنا معتقد نہیں جتنا ابن قیمؒ کا ہوں۔ کیونکہ وہ صوفی بھی ہیں چونکہ ابن قیمؒ اُن کا بڑا ادب کرتے ہیں اس واسطے میں بھی ابن قیمؒ کی وجہ سے اُن کا ادب کرتا ہوں۔ یہ سب نیک تھے اور نیت سب کی حفاظتِ دین کی تھی۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ

فرمایا۔ مجھ کو امام محمدؒ سے بہ نسبت امام ابو یوسفؒ کے بہت میلان ہے۔

موت منجّس ہے

فرمایا۔ حضرت مولوی محمد اسحاق صاحبؒ کا سرسام میں جب دماغ پریشان ہوا تو یہ فرمایا کہ اولیاء مرتے نہیں کیونکہ وہ مومن کامل ہیں۔ حدیث میں ہے:

اَلْمُؤْمِنُ لَا یَنْجُسُ مومن ناپاک نہیں ہوتا

موت مُنَجِّس[1] ہے۔ تو معلوم ہوا کہ مومن مرتا نہیں۔ فرمایا جو کچھ خیال میں ہوتا ہے سُکر کے وقت وہی نکلتا ہے۔ جب وہ ہوش میں آئے تو اُن سے کسی نے اس کے متعلق دریافت

---

[1] ناپاک کرنے والی ۱۲

کیا۔ انہوں نے کہا مجھے کچھ پتہ نہیں۔

حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری ؒ کا حق تعالیٰ شانہ، سے غایت حُسنِ ظن

فرمایا۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب محدّث سہارنپوری ؒ نے فرمایا کہ قیامت کو جو حساب کریں گے، وہی اللہ میاں ہوں گے جو دنیا میں رحمت فرماتے ہیں۔ وہ وہاں بھی رحم فرمائیں گے۔ پھر اطمینان ہونا چاہیے۔ جب چالیس سال تک یہاں گناہ دیکھتے رہے تو نہیں پکڑا۔ امید کہ وہاں بھی نہ پکڑیں گے۔ فرمایا کہ یہ علماء کے لطائف ہیں دلائل نہیں۔

ہمارے اکابر کی برکات بعد وفات بھی جاری ہیں

فرمایا۔ کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک عورت مجذومہ طواف کر رہی تھی حضرت عمرؓ نے اُس سے فرمایا:

اُقْعُدِیْ فِیْ بَیْتِكِ — اپنے گھر میں بیٹھی رہ

کچھ مدت کے بعد دیکھا گیا کہ وہ مطاف میں پھر طواف کر رہی ہے۔ اس سے کسی نے کہا:

ابشری فان الرجل (عمر) قدمات — مژدہ ہو کہ وہ شخص (یعنی حضرت عمرؓ) وفات پا گئے

اس نے کیا عمدہ جواب دیا کہ وہ ایسے نہ تھے کہ:

یُطَاعَ حَیًّا وَیُعْصٰی مَیِّتًا — زندگی میں تو اُن کی اطاعت کی جائے اور موت کے بعد نافرمانی

میں تو یہ سمجھ کر آئی تھی کہ وہ موجود ہوں گے پھر ڈانٹ دیں گے۔ طواف کو ترک کر کے یہ کہہ کر چلی گئی کہ میں اُن کے حکم کے خلاف نہیں کرتی۔ اسی ذیل میں فرمایا کہ ہمارے اکابر بھی ایسے ہی تھے کہ بعد وفات بھی ان کی برکات جاری ہیں۔ اس لئے ان کی اطاعت کرنی چاہیے۔ یہ کل گفتگو مدرسہ دیوبند کی شکایت پر چل پڑی تھی۔

طلباء کا مہتمم وغیرہ کی شکایت کرنا ان کی تحصیلِ علم میں مضر ہے

فرمایا۔ مدرسۂ دیوبند سے طلباء کا خط آیا۔ مہتمین کی شکایت لکھی ہے اور لیاقت یہ کہ اپنا پتہ بھی نہیں لکھا۔ تاکہ اس پتہ پر جواب دوں۔ اور طرزِ تحریر بھی بالکل نیچریہ ہے۔ یہ سب

طلبا کے جلسوں میں شامل ہونے کی خرابی ہے۔ اس کو نہیں سمجھتے کہ یہ شکایت کرنا ہماری اصلی غرض جو تحصیل علوم ہے اس کے لئے مضر ہے۔ کیونکہ جب مدرسہ نہ رہے گا تو غرض کیسے پوری ہوگی۔ راحت اور انتظام تو طلبہ کی اصلی غرض نہیں۔ فرمایا کہ مہتمم کو چاہیے کہ قوت کو استعمال کرے اور سب کو نکال دے۔ اور میں ضعیف ہو گیا ہوں ورنہ ایک دن جا کر سب کو ٹھیک کر دوں اور یہ قاعدہ مقرر کر دوں کہ جب کوئی طالب علم داخل کیا جائے یہ شرط ہو کہ کوئی کسی سے دوستی نہ رکھے۔ جب دو آدمی دوستی کریں فوراً نکال دیے جائیں۔

حضرت حکیم الامتؒ نے گھروں میں وعظ فرما کر رسوم کا قلع قمع کیا

فرمایا۔ تھانہ بھون میں جب پہلے پہلے آیا اور رسوم کا رد شروع کیا تو ایک ہلچل مچ گئی کہ فلاں حرام فلاں حرام۔ میں نے جامع مسجد میں وعظ کے بعد کہہ دیا کہ صاحبو! میں نے سنا ہے کہ آپ کو کچھ میرے وعظ سے شکایت ہے۔ وعظ میرا پیشہ نہیں۔ سوائے ثواب کے اور کوئی فائدہ نہیں۔ اور ثواب کے اور بھی طریق ہیں اب تسلی رکھو۔ میں اس کے بعد وعظ نہ کہوں گا۔ جب مریض علاج نہ کرائے تو طبیب کو کیا غرض؟ پھر سب خاموش ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ بعض کی وجہ سے ہم کو کیوں محروم رکھا جاتا ہے۔ میں نے کہا کہ میں تم کو محروم نہیں کرتا۔ تم گھروں میں بلواؤ اور وعظ کہلواؤ۔ چنانچہ گھروں میں خوب وعظ ہوا اور رسوم کا خوب قلع قمع کیا۔

کُتّا حدودِ حرم میں داخل نہیں ہوتا

فرمایا۔ منیٰ میں حرم شریف سے کُتّے نہیں جاتے عجیب بات ہے۔ مولوی محمد سعید صاحب مہتمم مدرسہ صولتیہ فرماتے تھے کہ حرم میں کبھی کُتّا داخل نہیں ہوتا اور اگر کبھی داخل ہو تو لوگ اہل تجربہ کہتے ہیں کہ کوئی کافر حدودِ حرم میں داخل ہو گیا ہے۔ پھر تلاش کرتے ہیں تو مل بھی جاتا ہے۔ ہنس کر فرمایا۔ گویا پتہ دیتا ہے کہ میرا بھائی بھی آیا ہے۔

مدرسۂ دیوبند میں اختلاف کا حل

مدرسۂ دیوبند کی شکایت کسی نے کی کہ آجکل اختلاف ہے۔ فرمایا جب اور

کوئی مدعی (کام کرنے والا) پیدا ہو تو اس سے کہہ دے کہ اچھا تُو کر۔ اس کی مثال تو فحش ہے۔ مگر مولانا مثنوی میں لائے ہیں کہ ایک شخص بانسری بجا رہا تھا۔ دُبر کے راستہ سے ہوا نکل گئی۔ تو بانسری منہ سے نکال کر دُبر میں دے کر کہا کر لے تو بجا۔ غرض یہ کہ نا اہل جب کام کرنے کا مدعی ہو تو اسے کرنے دے تاکہ اُس کی قلعی کھل جائے۔

اتفاق کا منشا تواضع ہے

فرمایا۔ لوگ اتفاق اتفاق کرتے ہیں۔ حالانکہ اتفاق کا جو منشا ہے اس سے بالکل ناواقف ہیں۔ اتفاق کا منشا تواضع ہے۔ کیونکہ تواضع سے دوسرے کی رائے کا مان لینا پیدا ہوتا ہے اور تکبر منشا ہے اختلاف کا۔ متکبر دوسرے کی رائے کو مان لینے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج کل اتفاق نہیں ہوتا۔ اور میں تو کہتا ہوں کہ اتفاق کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کوشش کرنی کہ لوگ میرے متفق ہو جائیں یعنی میری رائے کی اطاعت کریں۔ اور دوسرے یہ کہ میں کسی دوسرے کا متفق ہو جاؤں۔ آج کل اتفاق پہلے معنی سے ہوتا ہے۔

صوفیاء کی اصطلاحات بہت سی اصطلاحات سے مرکب ہیں

فرمایا۔ صوفیاء کی اصطلاح بہت سی اصطلاحات سے مرکب ہیں۔ یہاں تک کہ عوام کی اصطلاحات بھی اس میں داخل ہیں۔ مثلاً کسی کا تعلق خاص ہو اُس کو محاورات میں کہا جاتا ہے کہ بھلا آپ کوئی غیر ہیں تو مطلب یہ کہ میرا آپ سے خاص تعلق ہے۔ اسی محاورہ کی بنا پر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عین حق ہیں۔ یا شیخ عین رسول ہیں۔ اور فرمایا صوفیاء کی اصطلاح میں روح علیحدہ جوہر ہے اور قلب اور خفی اور اخفیٰ یہ بھی جواہر ہیں اور نفس مادی چیز ہے یعنی جوہر ہے مگر صورت شخصیہ کی طرح حال ہے۔ متکلمین تو مجرد کو خواص باری تعالیٰ سے مانتے ہیں اور صوفیاء کے نزدیک یہ چیزیں بھی مجرد ہیں۔ اور متکلمین تو فلاسفہ کا جواب دیتے ہیں اور عقول کو چونکہ فلاسفہ نے مجرد مانا ہے۔ اس واسطے متکلمین نے اُن کا رد کیا۔ مگر صوفیا کے نزدیک عقول بوجہ قدیم مان لینے کے کفر ہے۔ ورنہ صرف مجردات سے ہونا کفر نہیں۔ (از جامع۔ گو عقول واقع میں مجرد بھی نہیں)

نواب ڈھاکہ کی درخواست بیعت منظور نہ کرنے کا سبب

فرمایا۔ نواب صاحب ڈھاکہ نے بیعت کی درخواست کی تھی۔ میں نے منظور نہیں کیا وجہ یہ تھی کہ اُس شخص کو مُرید کرنا چاہیے جو اگر فعل خبیث کرے۔ تو اگر فاعل کو خبیث نہ کہہ سکے۔ کم از کم یہ تو کہہ سکے کہ یہ فعل خبیث ہے۔ قدرت تو ہو گو کبھی بھی نہ کہے۔ اور مجھ کو نواب صاحب سے ایسا تعلق اور بے تکلفی نہ تھی۔ اس موقع پر جامع نے عرض کیا کہ اگر کسی کا دل صرف آپ ہی سے مرید ہونے کو چاہے اور کسی دوسرے پر اعتقاد نہ ہو تو فرمایا کہ اس کو ایسا بننا چاہیے جس کو ہم ایسا کہہ سکیں۔ اس طریق میں صرف دنیا داری مقصود بالذات نہ ہو۔ ہنس کر فرمایا یہ تو مقصود بد ذات ہے۔ لوگ آج کل کوشش کرتے ہیں کہ بڑے درجہ کے لوگ مرید ہوں۔ نظام حیدر آباد سے کسی نے کہا کہ مرید ہو جاؤ کہا کس کا؟ لوگوں نے کچھ مشائخ کا نام ذکر کیا۔ تو کہا کہ یہ تو ہمارے مرید ہیں۔ پیر ایسا بتلاؤ کہ وہ ہمارا پیر ہو۔

حضرت حاجی صاحبؒ بڑے محقق تھے

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے بہت مہربانی فرمائی کہ اہلِ نظر سے بھی میرے عیوب پوشیدہ کر دیے۔ حضرت حاجی صاحب بڑے محقق تھے۔ اُن سے کسی شخص نے کچھ اپنے حالات ذکر کیے اور پھر کہا کہ یہ سب حضرت کی مہربانی ہے فرمایا، نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے نائی خوان لے کر کسی کا حصہ اس کو دیدے اور وہ صاحب حصہ اپنے حصہ میں سے پھر نائی کو بھی کچھ دیدے۔ تو تمہاری وجہ سے مجھ کو بھی مل جاتا ہے اور تم کو جو کچھ ملتا ہے وہ تمہارے اندر استعداد موجود ہوتی ہے گو میری وجہ سے اس کا ظہور ہو جاتا ہے۔ اس قدر تو تواضع فرمائی۔ پھر فرمایا۔ مگر تم یوں ہی سمجھو کہ اس کی وجہ سے ملتا ہے۔ اس میں حدود کی رعایت فرمائی۔

نواب سلیم اللہ خاں بہت ذہین تھے

فرمایا۔ نواب ڈھاکہ بہت ذہین تھے۔ جب میں کلکتہ پہنچا تو انہوں نے استقبال کے لئے اپنے چچا کو کلکتہ بھیج دیا تھا۔ کسی نے مجھ سے کہا کہ کہاں جاؤ گے۔ میں نے کہا ڈھاکہ۔ تو

اُس نے کہا کہ آپ کو وہاں بُلانے میں کوئی پالیسی نہ ہو۔ وہ (نواب صاحب) مشہور تھے ذہانت میں۔ اس واسطے اُن کی ہر بات پالیسی سمجھی جاتی تھی۔ مگر ہر روز ایک گھنٹہ میرے ساتھ علیحدہ اُن کی گفتگو ہوتی تھی تو وہ بند ہو جاتے تھے۔ فرمایا۔ مرید تو نہیں تھے مگر جب خط آتا تھا تو لکھتے۔ از مرید سلیم اللہ خاں۔ (یہ نواب ڈھاکہ کا نام ہے)

حضرت گنگوہیؒ کا صدرا شمس بازغہ اور امور عامہ کی تعلیم کو بند کرنے کا امر

فرمایا۔ مولانا رشید احمد صاحبؒ نے مدرسہ دیوبند میں معقولات میں سے صدرا شمس بازغہ اور امور عامہ کی تعلیم کو بند کر دیا۔ تو ایک مولوی صاحب جو معقولی تھے اور معقول پڑھاتے تھے اور فلاسفہ کے عقائد کا رد بھی کرتے تھے اور مولانا گنگوہیؒ کے معتقد بھی تھے انہوں نے کہا کہ مولانا نے میرا معقول پڑھانا سنا نہیں اگر سنتے تو منع نہ فرماتے مولانا گنگوہیؒ کو یہ بات پہنچی تو مولانا نے فرمایا۔ اس کی مثال تو ایسی ہوئی کہ ایک ڈوم ہندوستان کا عرب میں گیا وہاں بدوؤں کا گانا سُنا تو کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسوں کا گانا سُنا تو حرام فرمایا اگر میرا گانا سُنتے تو منع نہ کرتے۔ سبحان اللہ! عجیب مثال بیان فرمائی۔

اہل دنیا میں اخلاق کی بناء مصالح دنیوی پر ہوتی ہے

فرمایا۔ اہل دنیا میں اخلاق کی بناء مصالح دنیوی پر ہوتی ہے اور مصالح دنیا چونکہ بدلتے رہتے ہیں۔ اس واسطے ان کے اخلاق بھی بدلتے رہتے ہیں۔ مثلاً اگر ایفاء عہد اور صدق میں دنیا کا فائدہ دیکھا تو ایفا اور صدق اختیار کیا۔ اگر ایفا اور صدق میں دنیا کا نقصان دیکھا تو کذب اختیار کیا بخلاف اہل دین کے کہ ان کے اخلاق کی بنا مصالح دینیہ پر ہوتی ہے اور اُن میں چونکہ کوئی تغیر نہیں ہوتا اس واسطے جو شخص اخلاق کو دین کی وجہ سے اختیار کئے ہوئے ہے اس کے اخلاق میں کبھی تغیر نہ ہوگا۔ کیونکہ مبنیٰ میں تغیر نہیں۔ آج کل کی سلطنتیں روزمرّہ وعدہ کر کے توڑ دیتی ہیں کیونکہ ان کے خیال میں کبھی ایفاء عہد میں دنیا کا فائدہ ہوتا ہے اور کبھی نقض[1] میں۔

---

[1] توڑنے میں ۱۲

مریض کو حکیم سے نسخہ کی دلیل پوچھنے کا حق نہیں

فرمایا۔ مریض کو حق نہیں کہ نسخہ کی دلیل حکیم سے دریافت کرے۔ البتہ طالب علم طب کو حق ہے۔ اسی طرح سالک کو حق نہیں کہ شیخ سے کسی معمول کی وجہ دریافت کرے۔ ایسے شخص کو کبھی فائدہ نہیں ہوگا۔

فن تصوّف کے مجتہد کو علاج کرنا جائز ہے

ایک مولوی صاحب نے کہا کہ حضور تو اس فن تصوف میں مجتہد ہیں۔ فرمایا میرے نزدیک جب تک اس فن میں مجتہد نہ ہو۔ اس کو علاج کرنا جائز نہیں۔

فوق العرش ایک اصطلاحِ تصوّف

فرمایا روح اور قلب۔ خفی اور اخفیٰ وغیرہ لطائف کو صوفیا فوق العرش کہتے ہیں اور یہ بھی صوفیا کی ایک اصطلاح ہے۔ غرض یہ ہے کہ یہ متمکن نہیں اور کوئی ان کا مکان نہیں۔ چونکہ عرش کے اوپر کوئی مکان نہیں۔ اس واسطے یہ تعبیر فرمائی اور صوفیاء کے نزدیک عرش کے اوپر خلا ہے اور خلا کے محال ہونے کے جو دلائل اہل فلسفہ نے بیان کیے ہیں وہ بالکل مہمل ہیں۔

چھینک آنے پر الحمدللہ سنانے کا حکم حدیث میں نہیں آیا

فرمایا۔ مجھے جب چھینک آتی ہے تو میں الحمدللہ آہستہ کہتا ہوں۔ کیونکہ حدیث شریف میں کہنے کا حکم آیا ہے سنانے کا حکم نہیں آیا۔ کسی نے کہا کہ اگر بلا سنے جواب دیدے تو فرمایا کہ خلافِ سنت ہے اور میں اس واسطے بلند نہیں کہتا کہ کسی کو جواب کی تکلیف نہ ہو۔ (سبحان اللہ جو اتنی تکلیف دینا بھی گوارا نہیں فرماتے وہ اور کیا تکلیف دیں گے) کسی نے عرض کیا کہ اگر ثواب میں شامل کرنا مقصود ہو تو فرمایا دو نفل پڑھ کر اُس کا ثواب اُسے بخش دے اگر ایسا ہی ثواب میں شریک کرنا ہے۔

لفظ اجود کا مفہوم

فرمایا۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو حدیث میں وارد ہے کہ :۔

کان فی رمضان اجود الناس ۔ آپ رمضان شریف میں سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔

تو لفظ اجود سے مراد لوگوں کو نفع پہنچانا ہے۔

جمہوریت کی حقیقت

فرمایا. کانپور میں وعظ ہوا. جس میں میں نے کہا کہ خلیفہ شخص واحد ہونا چاہیے جو احکام کے اجراء میں کسی کا ماتحت اور منتظر نہ ہو بلکہ جو چاہے اور جب چاہے نافذ کر دے۔ نوتعلیم یافتہ حضرات کی رائے ہے کہ جمہوریت ہونی چاہیے اور خلیفہ ہر حکم کے نافذ کرنے میں اُن کا دست نگر ہو. تو جو لوگ خلیفہ کو شخص واحد پسند کرتے ہیں وہ تو گویا خلیفہ کی اہلیت کی شرط لگاتے ہیں اور جو جمہوریت کے قائل ہیں اُن کے نزدیک خلیفہ ہونے کے لئے اہلیت شرط نہیں۔ پھر فرمایا اگر کسی میں بھی خلافت کی اہلیت نہیں تو پھر بمجبوری جمہوریت اختیار کر لینی چاہیے۔ جمہوریت کی حقیقت مشورہ ہے اور مشورہ کی حقیقت اعانت فی الرائے ہے. میں نے اس وعظ میں یہ بھی کہا تھا کہ قرآن کی آیت سے بھی شخصیت کی ترجیح معلوم ہوتی ہے. کیونکہ ارشاد ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ۔	اور اُن سے مشورہ فرمایئے مہمات میں

آگے فرمایا:

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط	پھر جب آپ پختہ ارادہ فرمالیں تو اللہ پر توکل کیجئے۔

یوں نہیں فرمایا:

وَاِذَا عَزَمُوْا فِي الْاَمْرِ فَتَوَكَّلُوْا۔	کہ جب اکثریت کسی بات کا پختہ ارادہ کرلے تو وہ سب اللہ پر توکل کریں۔

اور خود صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی کثرت رائے پر فیصلہ نہیں کیا. ہاں مشورہ کر لیا. پھر اپنی رائے پر عمل کیا۔

مہتمم دارالعلوم دیوبند کی طلباء کے لباس کی اصلاح کی درخواست

فرمایا۔ جب میں دیوبند جاتا ہوں تو مہتمم صاحب فرماتے ہیں کہ ذرا طلبا کے لباس سگرگابی، شیروانی کی اصلاح کرنا۔ میں کہتا ہوں بھلا جس کا اوّل درندگی ہو اس میں کیا برکت

ہو گی۔ کیونکہ گرگابی کا اول گرگ ہے۔ شیروانی کا اول شیر ہے۔ تو جو شیر اور گرگ میں گھرا ہوا ہے اُس کو وعظ سے کیا فائدہ۔

انگریزی خط پیش کر کے ایذا پہنچانے والے کا قصّہ

ایک صاحب تشریف لائے۔ حضرت نے اُن سے دریافت فرمایا کہ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ انہوں نے ایک انگریزی خط نکال کر پیش کر دیا۔ جس سے وہ اپنا تعارف کرانا چاہتے ہوں گے۔ فرمایا میں تو اس دولت سے محروم ہوں۔ آپ زبانی فرما دیں۔ انہوں نے خط لے کر جیب میں ڈال لیا اور کچھ دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔ حضرت نے کہ (جواب دینے میں) دیر کرنے سے مجھ کو تکلیف ہوئی۔ بھلا یہ کوئی طریق ملاقات ہے جس سے دوسرے کو مکدّر کر دیا جائے۔ پھر ملاقات میں کیا لطف ہوگا۔ انہوں نے کچھ عذر کیا کہ ارادہ تھا جواب دینے کا۔ فرمایا مجھ کو یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ جیب میں خط ڈالنے کے بعد کتنی دیر کے بعد اپنا لیکچر شروع کریں گے اور میں کیسے اندازہ لگاتا کہ اتنے منٹ خاموش رہ کر بولیں گے۔ پھر فرمایا میں یہ نہیں کہتا کہ آپ نے ایذا کا قصد کیا بلکہ یہ کہتا ہوں کہ عدم ایذا کا قصد نہیں کیا۔ اگر مجھ کو ایذا دینے سے بچانا چاہتے تو بچا سکتے تھے۔

ذکر کی توفیق بڑی نعمت ہے

فرمایا۔ عوارف میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ نے ایک دفعہ ذکر کرنا چاہا تو زبان بند ہو گئی اور باتیں کر سکتے تھے۔ عرض کیا یا اللہ! کیا وجہ؟ جواب ملا کہ تم نے اسی زبان سے ایک دفعہ گستاخی کی تھی۔ پھر اسی زبان سے ہمارا نام لینا چاہتے ہو۔ پھر انہوں نے توبہ کی۔ فرمایا۔ ایسے لوگوں کو اس نعمت کی قدر ہوتی ہے کہ ذکر کی توفیق کتنی بڑی نعمت ہے۔

فرمایا۔ یہ کسی کا غلط قول ہے کہ ؎

با خدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار

وجہ اس قول کے غلط ہونے کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی عظمت لوگوں کے قلوب میں نہیں کیونکہ

اس کی عظمت کے ادراک کی کوئی نظیر نہیں کہ اس سے عظمت کا ادراک ہوا اور بدون مشاہدہ مثال ادراک نہیں ہو سکتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ دیکھا ہے یا آپؐ کے جانشینوں کو دیکھ کر آپؐ کی عظمتِ شان کا اندازہ ہو گیا

ابتدائے سلوک میں صحبتِ بد کی مثال

فرمایا۔ جو شخص ابتدا میں صحبتِ بد کی وجہ سے خراب ہو چکا ہو اُس کا اثر اُس میں اخیر تک کچھ نہ کچھ رہتا ہے (جامع عرض کرتا ہے کہ مطلب یہ تھا کہ سلوک طے کرنے کے زمانہ میں وہ اثر ابتدا کا باقی رہتا ہے) ابتدا میں جو ہنڈیا خراب ہو جاوے وہ مشکل سے اچھی ہوتی ہے۔

سلوک کی ابتدا میں اکثر جوش و خروش ہوتا ہے

فرمایا۔ سلوک کی ابتدا میں اکثر جوش و خروش ہوتا ہے جیسے کچی ہنڈیا میں جوش ہوتا ہے جب پک جاتی ہے تو سکون ہو جاتا ہے۔ اور سلوک کا بھی یہی حال ہے، اگر کم حوصلہ آدمی کو کچھ معلوم ہو جائے تو اس وقت وہ حد سے نکل جاتا ہے۔

اہلِ ادب کا ایک طریقِ ادب

فرمایا۔ اہلِ ادب کا طریق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اگر لکھا جائے اور اس میں تکرار یا کسی اور مصلحت سے حذف کرنا ضروری ہو۔ کاٹتے نہیں بلکہ اس کے گرداگرد اس طرح (اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول) خط کھینچ کر اشارہ کرتے ہیں کہ عبارت خط کے اندر کے حصہ میں حذف سمجھی جائے تاکہ لوگ صحیح پڑھیں۔

دعا کرتے وقت صاحبِ کشف کی زبان لڑکھڑاتی ہے

فرمایا۔ جس جہاز میں بغرضِ حج حضرت مولانا گنگوہیؒ سوار تھے اسی میں ایک اور شخص بھی سوار ہو گیا جو کئی مرتبہ پہلے بھی حج کو گیا تھا مگر حج اس کو نصیب نہ ہوا تھا۔ جہاز میں سوار تو ہو گیا مگر یہ مشہور ہو گیا کہ حج کا وقت آخر ہو گیا ہے اگر جہاز نے کامران میں قرنطینہ کیا تو وقت پر نہ پہنچ سکے گا یہ سُن کر وہ شخص وہیں اُتر پڑا۔ مولانا نے فرمایا کہ حج ضرور مل جاوے گا مگر وہ شخص پھر بھی سوار نہ ہوا۔ کسی نے کہا کہ اس کے لیے دعا فرماؤ

کہ اس کو بھی حج کی توفیق مل جائے۔ فرمایا جی نہیں چاہتا۔ پھر اس کے لئے دعا نہ فرمائی۔ جب جہاز کامران کے قریب پہنچا تو ولایتی جو اس جہاز میں سوار تھے انہوں نے کپتان سے کہا کہ اگر جہاز کامران کھڑا کیا تو ہم تم کو قتل کردیں گے اور چھری نکال کر خوب ڈرایا۔ کپتان نے ڈر کر جہاز کو سیدھا جدہ جا کر لگا دیا۔ کپتان پہ اس وجہ سے کئی ہزار روپیہ جرمانہ ہوا۔ حجاج کو اتار دیا گیا کہ ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر مولانا جہاز میں نہ آتے تو اہل جہاز میں سے کسی کو بھی حج نصیب نہ ہوتا۔ اس موقع پر فرمایا کہ عارفین کو بعض جگہ بہت اشکال پیش آتے ہیں۔ مثلاً جب ان کو کوئی معاملہ مکشوف ہوجاتا ہے تو اس کے خلاف دعا کرتے زبان لڑکھڑاتی ہے۔ دعا سے انکار بھی مشکل ہوجاتا ہے۔ کیونکہ اس میں دوسرے مسلمان کی دل شکنی ہے اور دعا مستحب ہے اور جس کے لئے دعا کرنی ہے اس کے خلاف مقدر ہونا مکشوف ہو گیا ہے۔ تو حیران ہوتا ہے کہ کیا کروں؟ دعا کروں یا نہ کروں۔ دعا کرنا شرعاً ممنوع نہیں مگر دعا کرنے کے وقت صاحب کشف کی زبان لڑکھڑاتی ہے۔

عربوں کا ادب

فرمایا۔ عربوں میں ادب بہت ہے۔ میں نے بہت دفعہ دیکھا کہ جب کوئی مشورہ پنچایت کرتے ہیں تو الفاتحہ علی النبی کہہ کر گفتگو شروع کرتے ہیں جس کو کچھ کہنا ہوتا ہے وہ یہ لفظ کہہ کر بیان کرنے لگ جاتا ہے۔ دوسرے بالکل خاموش ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ بدون الفاتحہ علی النبی کے اُن کی گفتگو شروع ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر آپس میں جنگ ہو رہی ہو تو بارہا دیکھا کہ جب کوئی کہہ دے۔ صلّ علی النبی تو دونوں درود پڑھ کر بالکل خاموش ہوجاتے ہیں اور یہاں تو سارا قرآن پڑھ کر دم کرو تو بھی کچھ اثر نہیں ہوتا۔ عربوں میں ادب بہت ہے۔ اسی کی وجہ سے کچھ بدعات میں بھی مبتلا ہو گئے ہیں۔

حیدرآباد کا ادب

فرمایا۔ حیدرآباد میں بھی ادب بہت ہے۔ اذان جب سنتے ہیں تو کھڑے ہوجاتے ہیں۔ ایک اس طرف کے پٹواری نیک آدمی تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک تیلن حیدرآباد میں بیمار ہوگئی۔ اُس کے لڑکے میرے پاس آئے اور کہا کہ ہماری والدہ جنون میں انگریزی

بول رہی ہے۔ تم چلو۔ میں گیا تو نہایت فصیح عربی میں کہہ رہی تھی جاء الرجلان۔ آگے بھی عربی کی کچھ عبارت پڑھی۔ مطلب یہ تھا کہ دو آدمی نیک خوبصورت آگئے ہیں۔ ان کو جگہ دو۔ وہ مجھے کہتے ہیں کہ ہمارے نیک بندوں میں داخل ہو جاؤ۔ پٹواری نے پوچھا کہ یہ کیا نیک کام کرتی تھی؟ انہوں نے کہا کہ کچھ بھی نہیں نہ نماز نہ روزہ اور خوب لڑاکی تھی۔ کہا کہ آخر؟ کہا کہ ایک بات اس میں تھی۔ جب اذان ہوتی تھی نہ خود کام کرتی تھی نہ کسی کو کرنے دیتی تھی کہ میرے مالک کا نام ذکر ہو رہا ہے۔ فرمایا اللہ میاں کو شاید یہی پسند آ گیا۔ سب معاف کر دیا۔

حضرت شیخ جلال الدین سیوطیؒ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت

فرمایا۔ حضرت شیخ جلال الدین سیوطیؒ بھی ان لوگوں میں سے تھے جن کو روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی تھی۔ بعض ایسی احادیث کی یہ توثیق کرتے ہیں جن کی اور محدثین توثیق نہیں کرتے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضورؐ سے دریافت کر لیتے ہیں۔ اور بعض نے نقل کیا ہے کہ حضورؐ کے سامنے جب حدیث کا ذکر ہوا اور حضورؐ کا چہرۂ انور بشاش ہوا تو یہ سمجھ جاتے تھے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ صحت کا فتویٰ لگا دیتے تھے اور اگر ایسا نہ ہوا تو ضعیف ہونے کا حکم کرتے۔ ان کو حضورؐ کی رویت بیداری میں بھی ہوتی تھی۔

متوسّط الحال سالک کو وعظ کہنا مضر ہے

فرمایا۔ وعظ وہ شخص کہے جو یا تو کامل ہو یا خشک۔ متوسط الحال سالک کو وعظ کہنا مضر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس پہ احوال وارد ہوتے ہیں تو یہ ان کی رعایت کا مکلّف ہے۔ کیونکہ وہ ان کو جانتا ہے خشک پر کوئی حال وارد نہیں ہوتا اس واسطے وہ مکلّف نہیں۔ اور دوسرے یہ کہ یہ شخص یا حالات کو ذکر کرے گا یا نہیں۔ اگر ذکر کرے تو لوگ اسے صاحبِ حالات سمجھیں گے اس میں دعویٰ ہوگا کمال کا۔ اور اگر رُکے تو یہ اس کی قدرت سے خارج ہے اور نہ معلوم کہاں تک کھُلتا چلا جاوے کیونکہ اس کی مثال اُس گھوڑے کی ہوگی جو قبضہ میں نہیں خدا جانے کب رُکے بخلاف کامل کے کہ وہ صاحبِ مقامات ہے۔ وہ اگر احوال کا ذکر کرے گا تو موقع میں گھوڑے کو میدان دیکھ

کر چھوڑے گا۔ اس واسطے وعظ کامل کہے یا بالکل خشک۔ بیچ والا نہ کہے۔ بیچ والے کو اگر ضرورۃً کہنا پڑے تو اس کا طریق ایک ہے وہ یہ کہ کوئی کتاب لے کر اس کا مضمون بیان کر دے۔ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے۔

قرب میں تین چیزوں کا دخل ہے

فرمایا۔ میں علوم مکاشفات کی طرف زیادہ خیال نہیں کرتا کیونکہ اُن کو قرب میں کوئی دخل نہیں۔ قرب میں دخل تین چیزوں کو ہے۔ اعمال اور وہ علوم جو ذریعہ ہیں اعمال کے اور بعضے وہ علوم جو من قبیل عقائد سے ہیں۔ اس واسطے فصول الحکم کے مضامین سے دل نہیں لگتا۔

فصول الحکم کتاب سبقاً پڑھانا نامناسب ہے

فرمایا۔ حیدرآباد میں فصول الحکم کو سبقاً پڑھاتے ہیں۔ بھلا یہ کوئی پڑھانے کی کتاب ہے۔ شیخ نے فرمایا:۔

يَحْرُمُ النَّظْرُ اِلٰى كُتُبِنَا — ہماری کتابیں دیکھنا حرام ہے

نظر کرنا حرام ہونے سے یہ لازم نہیں کہ یہ کتاب بے کار ہے۔ نظر تو غیر محرم عورت کی طرف بھی حرام ہے تو اس سے عورت کا لغو ہونا لازم نہیں آتا۔ بلکہ وہ کتابیں تو منظور الیہا ہونے کے لائق ہیں مگر ہم میں نظر کی استعداد نہیں جیسے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

لَنْ تَرَانِيْ — مجھ کو تم دیکھ نہ سکو گے

اور یہ نہیں فرمایا:۔

لَنْ اُرٰى — میں دیکھا نہیں جا سکتا

شیخ کی کتابوں کے متعلق دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو شیخ کے معتقد ہیں۔ وہ شیخ کے کلام کو ظاہر پر محمول کر کے گمراہ ہو رہے ہیں اور دوسرے شیخ کے مخالف ہیں جو اُن پر طعن کر کے ایمان برباد کر رہے ہیں۔

نیت کی اصلاح میں زیادہ کاوش نامناسب ہے

فرمایا۔ حضرت ابن سیرینؒ اور حضرت حسن بصریؒ ایک زمانہ میں تھے۔ ان دونوں

حضرات میں سے ایک کا انتقال ہوا تو دوسرے جنازہ پر حاضر ہوئے مگر جنازہ نہ پڑھا لوگوں نے اعتراض کیا کہ جنازہ کیوں نہیں پڑھا؟ آجکل کی طرح لوگ نہ تھے کہ تارکِ فرائض کو ولی جانتے ہیں اور جتنا کوئی پابند ہوا سے معمولی آدمی جانتے ہیں۔ وہاں یہ نہ تھا۔ لوگوں نے جب سوال کیا تو جواب دیا کہ میں نیت کی تصحیح میں لگا رہا۔ فرمایا نیت کے معنی تھے بنا کہ کس بنا پر جنازہ پڑھوں۔ کیونکہ متعدد بنائیں ہوسکتی ہیں۔ اول یہ کہ لوگ اعتراض نہ کریں۔ دوم یہ کہ میت کا حق ہے۔ سوم یہ کہ اس میں دنیا کا فائدہ ہے۔ وہ حضرات اعمال کو خالص کرنا چاہتے تھے۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ ایسے حال میں کیا کرنا چاہیے۔ فرمایا نیت چونکہ اختیاری ہے اس کی اصلاح کر کے عمل میں لگے اور زیادہ کاوش نہ کرے۔ اگر متوسط الحال کو ایسی بنائے تصحیح میں لگانا مامور بہ ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کوئی عمل ہو ہی نہ سکے گا۔ وہ ہر عمل کی ابتدا میں حیران ہوجائے گا۔ اور کوئی کام نہ کر سکے گا۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

گہ چنیں بنماید و گہ ضدِّ ایں جز کہ حیرانی نباشد کارِ دیں

کامل کو تردد گاہے گاہے پیش آتا ہے اسے اصلاح کامل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر ہم اس درجہ کی بنائی اصلاح کے درپے ہو گئے تو عمل بالکل چھوڑ دیں گے۔

شیخ خاموش بھی رہے تب بھی مرید کو نفع ہوتا ہے

ایک مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ شیخ کی صحبت میں اگر شیخ خاموش رہے تو فائدہ پہنچتا ہے؟ فرمایا ہاں، ایک تو اس لحاظ سے کہ شیخ کی حرکات کو دیکھ کر سبق حاصل ہوتا ہے۔ دوسرے اس حدیث کے لحاظ سے :۔

أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِی بِیْ۔ میں (یعنی حق تعالیٰ) اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں جو وہ گمان میرے متعلق کرے۔

اگر سالک کو یہ خیال ہو کہ مجھ کو اس وقت بھی فائدہ پہنچتا ہے تو اس کو فائدہ پہنچے گا۔ اور تیسرے توجہ اور تصرف سے بھی اگر وہ تصرف رکھتا ہو۔ یہ مسمریزم کی طرح ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ حدیث :

لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں ہوتا

سے معلوم ہوتا ہے کہ فائدہ پہنچتا ہے۔ فرمایا، حدیث کے الفاظ گو عام ہیں اور اصول کا قاعدہ ہے کہ اعتبار عموم الفاظ کو ہے۔ خصوص مورد کو نہیں۔ جیسا آیت لعان میں خصوص مورد کو اعتبار نہیں کیا بلکہ عموم الفاظ کو اعتبار کیا ہے۔ مگر میرے نزدیک اس مسئلہ اصولیہ میں ایک قید ہے۔ وہ یہ کہ ایسے عموم کا اعتبار ہوتا ہے جو مراد متکلم سے خارج نہ ہو۔ گو یہ قید صراحۃً مذکور نہیں۔ لیکن مراد فقہا کی یہ ہے۔ اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

لیس من بر الصیام فی السفر سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی کا کام نہیں

میں جمہور اور اہل التحقیق کا مذہب یہ ہے کہ سفر میں روزہ رکھنے سے اگر مشقت نہ ہو تو رکھنا بہتر ہے تو اس صورت میں عموم الفاظ کا گو اعتبار کیا ہے۔ مگر ایسا عموم نہیں کہ متکلم کی مراد میں نہ ہو۔ اس جگہ میں اگر یہ قید نہ اعتبار کی جاوے اور عموم سے مطلق عموم مراد لیا جاوے تو کسی حال میں کسی مسافر کو روزہ مستحب نہ ہو۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ تو پتہ چلا کہ فقہاء کے نزدیک بھی یہ قید معتبر ہے اور حدیث لا یشقی میں سیاق پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ارشاد مجلس ذکر کی نسبت ہے اور ذکر بھی علمی۔ عام مجلس کو شامل نہیں۔ گو احتمال عموم کا بھی ہے۔ اور اسی سلسلہ میں فرمایا کہ پاس بیٹھنے سے برکت ہوتی ہے جیسا اس کا مشاہدہ ہے۔ اور اس کی ایک وجہ فلسفی بھی عرض کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ طبیعت میں قدرۃً مسارقت[1] کا خاصہ ہے۔ وہ خود بخود بدون شعور طرفین کے ایک کی طبیعت دوسرے کی صفات کا اخذ کرتی ہے۔ اور طرفین کو اس کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ اور طبیعت دزدیدہ کرتی رہتی ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک شخص نے یہ اعتراض کیا کہ شریعت نے بُروں کی مجلس سے ممانعت فرمائی ہے اور نیک کی مجلس کی ترغیب دی ہے تو اب اجتماع ہوگا کیسے؟ نیک تو بُرے سے بھاگے گا اور بُرا نیک کی رغبت کرے گا۔ فرمایا جواب یہ ہے کہ متبوع کا اثر ہوتا ہے۔ بُرے کے پاس جانا اور صحبت اس طریق سے کہ بُرے کو متبوع بناوے اس صورت میں بُرے کا اثر ہوگا۔ اور اگر نیک متبوع ہو تو پھر نیک کا اثر ہوگا۔ غرض متبوع کا اثر ہوگا۔

---

[1] چُرانے کا ۱۲

شیخ اور مصلح کس کو تجویز کرنا چاہیئے

فرمایا شیخ اور مصلح اس کو تجویز کرنا چاہیئے جس کی نسبت یہ خیال ہو کہ زندہ بزرگوں میں سے میرے لیے یہ زیادہ انفع ہیں۔ میری تحقیق میں یہ عنوان حضرت حاجی صاحبؒ کا ایجاد کیا ہوا ہے۔ اور یہ عنوان بہتر ہے مشہور عنوان سے کہ اپنے شیخ کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ اس سے افضل کوئی نہیں۔ اس کے متعلق فرمایا کہ اس میں یہ اعتراض ہے کہ ایسا عقیدہ پیدا کرنا یہ تکلیف مالایطاق ہے۔ کیونکہ جب اس عقیدہ کے پیدا ہونے کی دلیل نہیں تو یہ عقیدہ کیسے پیدا ہوگا اور نیز آیت :

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۔ جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اس پر عملدرآمد مت کیا کر

کے خلاف ہے۔ اور شیخ کے متعلق یہ خیال اس واسطے ضروری ہے کہ بدون اس کے طبیعت میں یکسوئی نہیں ہوتی اور بدون یکسوئی کے فائدہ نہیں ہوتا اور نہ کام ہوتا ہے اور طبیعت میں یہ تشتت[1] رہتا ہے کہ شاید فلاں بزرگ اچھا ہے اور شاید مجھ کو اس سے جلدی فائدہ ہوتا۔ یا فلاں اچھا ہے۔ اور اس حقیقت کو اپنی اصطلاح میں صوفیا وحدۃ مطلب کہتے ہیں یہ اصطلاح معقولیوں سے لی ہے۔ جیسا وہ مِنْ اور مَا کو مطلب کہتے ہیں یعنی آلہ و ذریعہ طلب شیخ بھی ذریعہ قرب حق ہے اور قرب کو وحدۃ مطلب کہتے ہیں۔

اعتقاد دائم اور مناط نجات ہے

فرمایا۔ حال سے اعتقاد اپنی ذات کے لحاظ سے افضل ہے۔ لوگ حال کے پیچھے مرتے ہیں۔ حالانکہ اعتقاد دائم اور مناط نجات ہے۔ اور حال نہ دائم اور نہ مناط نجات۔ اعتقاد سے اللہ تعالیٰ سے اُنس پیدا ہو جاتا ہے اور حال سے شوق۔ اُنس مفید ہے نہ کہ شوق۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ سے مولوی محمد علی صاحب نے دریافت کیا حضرت! شروع شروع میں ذکر میں شوق تھا اب شوق نہیں۔ انہوں نے نہایت حکیمانہ عمدہ جواب دیا کہ پرانی جورو اماں ہو جاتی ہے۔ کیونکہ پرانی بیوی سے اُنس زیادہ ہوتا ہے اور نئی سے شوق زیادہ ہوتا ہے۔

---

[1] انتشار ۱۲

حُبِّ عقلی اور حُبِّ عشقی کس وقت افضل ہے

فرمایا۔ مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حُبِّ عقلی اکمل ہے حُبِّ عشقی سے۔ اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق اس کے عکس تھی اور مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب فیصلہ فرمایا کہ حُبِّ عقلی حیات میں انفع ہے اور حُبِّ عشقی قریب موت۔ اور فرمایا رجاء اور خوف میں رجاء مقصود بالذات ہے اور خوف عمل کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے مقصود ہے۔ حیات میں خوف کا غلبہ بہتر ہے۔ اور موت کے قریب رجاء افضل ہے۔

رمضان کی تنخواہ لے کر استعفاء دینا وجاہتِ علمی کے خلاف ہے

فرمایا۔ بعض مدرسین رمضان کی تنخواہ لے کر استعفا دے کر دوسرے مدرسہ میں چلے جاتے ہیں۔ یہ شرعاً بھی اچھا نہیں اور وجاہت علمی کے بھی خلاف ہے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ دیوبند کے دوات قلم کے استعمال کا عوض جمع کرانا

فرمایا۔ مولانا محمد قاسم صاحب جب مدرسہ دیوبند کے دوات قلم سے کوئی خط لکھتے تھے تو روشنائی اور قلم کے استعمال کے عوض میں ایک پیسہ دے دیتے تھے۔

مولانا منیر نانوتوی کا تقویٰ

فرمایا۔ مولوی منیر الدین صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کچھ دن مدرسہ دیوبند کے مہتمم تھے رپورٹ چھپوانے کو دہلی گئے تو راستہ میں روپیہ ضائع ہوگیا۔ واپس آنے کے بعد یہ تحقیق ہوا کہ امانت میں تعدی نہیں ہوئی اس واسطے ضمان نہیں ہونا چاہیے۔ مگر مولوی صاحب نے اسی پر اصرار کیا کہ وہ ضمان ادا کریں۔ آخر فیصلہ یہ ہوا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے فیصلہ کرایا جائے۔ حضرت نے بھی یہی فیصلہ فرمایا کہ ضمان نہیں ہے۔ تو وہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمانے لگے کہ میاں رشید نے یہ ساری فقہ میرے ہی لیے پڑھی ہے۔ اپنے کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر کہے کہ اگر اُس سے روپیہ ضائع ہوتا اور ضمان نہ دیتا تب جانتا۔ پھر زمین فروخت کر کے روپیہ مدرسہ میں دیدیا۔

مولویوں کو اپنی بیویوں سے زیادہ محبت ہوتی ہے

فرمایا، جو عورتوں کا خدمت گار نہیں وہ مولوی نہیں۔ مولویوں کو عورتوں سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ کیونکہ اور لوگ تو اور جگہ بھی نظر لڑاتے ہیں اس واسطے ان کو اپنی بیوی سے کچھ زیادہ محبت نہیں ہوتی۔ اور بخاری کے حاشیہ میں ہے ان شہوۃ المتقی اشد اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ متقی میں تقویٰ کے سبب غبار بند ہوتا ہے۔

سلف کے افعال کی اطاعت میں سلامتی ہے

فرمایا۔ حیدر آباد سے فخر الدین احمد صاحب افسر مالیات جو بہت بڑے لوگوں میں سے ہیں اور حیدر آباد میں ساڑھے تین ہزار روپیہ ماہوار پر ملازم ہیں۔ نوٹ پر جب تک ان کے دستخط نہ ہوں نوٹ نہیں چلتے۔ وہ مع ایک عرب صاحب کے جو مدینہ طیبہ کے تھے اور فرانس وجرمن وغیرہ میں سیاحت کر چکے تھے آئے۔ (فخر الدین احمد حضرت مولانا صاحب سے واقفیت رکھتے تھے) عرب نے بیان کیا کہ میں نے آپ کے بارے میں اپنے والد صاحب سے بغداد میں سنا۔ اس وقت سے ملاقات کا شوق ہے۔ پھر کہا کہ میرے والد زندہ ہیں اور دمشق میں ہیں۔ بغداد میں میں نے خواب دیکھا۔ والد صاحب خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ جب ہندوستان جاؤ تو مولوی اشرف علی صاحب کو ملنا۔ شاید یہ بھی کہا کہ میرا سلام دینا۔ میں نے خواب ہی میں کہا کہ وہ کون ہیں۔ کہا مشہور ہیں۔ میں نے کہا ان کا پتہ کیا ہے۔ کہا معلوم ہو جائے گا۔ میں نے کہا کیسے۔ کہا اگر نہ معلوم ہوا تو دہلی سے جا کر معلوم کر لینا۔ غرض خواب ایسا تھا جیسے بالکل یقظہ[1] کی حالت تھی۔ فخر الدین احمد صاحب نے کہا کہ یہ تو عجیب خواب ہے۔ یہ تو یقظہ ہے۔ دہلی سے ادھر ہی جناب کا پتہ مجھے چل گیا تھا۔ حضرت نے فرمایا۔ یہ کچھ حسن ظن ہے اور عالم ارواح میں کچھ تعارف ہوتا ہے اور ارواح متمثل ہو جاتی ہیں۔ پھر متخیلہ میں ارتسام ہو جاتا ہے۔ پھر خواب میں علم العلم ہو گیا۔ پہلے علم تھا علم العلم نہ تھا۔ شاید کچھ زمانہ بعد چل کر حق تعالیٰ (آگے ایسا ملفوظ فرمایا جو گول تھا جس کا

---

[1] بیداری ۱۲

مطلب یہ تھا کہ میں کچھ اچھا ہو جاؤں تو اللہ کی رحمت سے بعید نہیں) عرب نے کہا کہ سلف واقعی باکمال گذرے ہیں۔ مگر ہم تو مکلف صرف قرآن اور حدیث کے اور حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اطاعت کے ہیں۔ شافعی وغیرہ فقہا کی رائے کچھ ضروری نہیں اہل تحقیق کو اپنی تحقیق پر چلنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے فیضان میں بخل نہیں۔ اب بھی اہل فکر بات کو صحیح سمجھ سکتے ہیں۔ فرمایا اہل تحقیق کا بھی مسلک یہی ہے مگر وہ کم ہیں۔ عوام کو اگر اس کی اجازت ہو تو وہ زندقہ اور الحاد میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اس واسطے سلامتی اسی میں ہے کہ سلف کے اقوال کی اطاعت کی جائے

مسلمان کو دنیا کی فلاح کب میسر ہو گی

فرمایا۔ مسلمان جب تک دین کی حفاظت نہ کرے۔ اس کو دنیا کی فلاح کبھی ہو ہی نہیں سکتی۔

نواب ڈھاکہ کے تھانہ بھون آنے کی تمنّا

فرمایا۔ نواب صاحب ڈھاکہ نے کہا تھا کہ میں تھانہ بھون آؤں گا۔ میں نے کہہ دیا تھا کہ وہاں نہ کھانا ملے گا اور نہ عمدہ مکان ملے گا۔ انھوں نے منظور کر لیا۔ پھر دہلی تاجپوشی کے موقع پر آئے۔ مگر بیمار تھے۔ یہاں نہیں آ سکے۔ جب کوئی خط جاتا تھا تو ایک شخص اُن کے مقرب بیان کرتے تھے کہ آنکھوں پر رکھتے اور سر پر رکھتے۔

اہلِ حق کو دنیا داروں سے کس طرح کا معاملہ کرنا چاہیے

فرمایا۔ اہلِ حق کو چاہیے کہ دنیا داروں سے ایسا معاملہ کریں کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ میں اس کا مقصود ہوں، مگر دنیا دار اگر آویں تو اُن کی اہانت بھی نہ کرے۔ یہ عارفین کی شان ہے۔ ورنہ زاہدین تو اس کو نہیں جانتے۔ حضرت حاجی صاحب رح فرماتے تھے۔

نعم الامیر علی باب الفقیر — نہایت عمدہ ہے وہ امیر جو فقیر کے در پر ہو

تو اعزاز اس نعمت کا کرنا چاہیے جو اُن میں ہے اور عارف ہر شان کو جان کر اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔

بانسری سنانے کی فرمائش کرنے والے کو حضرت حاجی صاحبؒ کا عجیب جواب

فرمایا، مولویہ فرقہ کا ایک شخص حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا کہ حضرت مجھے اجازت دی جاوے کہ میں بانسری سناؤں۔ حضرت نے فوراً کیسا عمدہ جواب دیا۔ اگر ہم ہوتے تو سوچتے رہ جاتے۔ بجاتا تو کیوں سنتے۔ خلافِ سنت تھا۔ فرمایا۔ میں چونکہ اس فن کو نہیں جانتا۔ اس واسطے اس فن کی بے قدری کیوں کرتے ہو۔ کسی ماہرِ فن کو سناؤ جو قدر بھی کرے۔

مولانا انور شاہ کشمیری عالم باعمل تھے

فرمایا۔ مولانا انور شاہ صاحب باعمل ہیں۔ ایک صاحب نے کہا کہ بہت عالم ہیں فرمایا عالم ہونا تو اُن کا مسلّم ہی ہے۔

حیدر آباد کے لوگ بہت مؤدّب ہوتے ہیں

فرمایا۔ حیدر آباد کے رئیس جو کل آئے تھے ان کا نام فخر الدین احمد ہے اور اُن کا لقب نواب فخر یار جنگ ہے۔ کئی ہزار روپیہ ان کی تنخواہ ہے۔ سٹیشن سے بوجہ ادب کے پیادہ آنا چاہتے تھے۔ مگر عرب صاحب کی خاطر (جو اُن کے ہمراہ تھے) بہلی پر سوار ہو گئے۔ کہتے تھے کہ بہلی اچھی نہ تھی۔ اس لئے عرب صاحب نے کہا کہ اتر کر چلیے۔ میں نے اس کو خوشی سے منظور کر لیا۔ کیونکہ میری تو پہلے سے یہی تمنا تھی کہ پیدل آؤں۔ کیونکہ سوار ہو کر آنا خلافِ ادب جانتا تھا۔ جاتے وقت میں نے کہا کہ اب تو آپ رخصت ہو کر جا رہے ہیں سوار ہو کر جائیے۔ رات کا وقت بھی ہے مگر نہیں مانے۔ فرمایا، حیدر آباد کے لوگ بہت مؤدب ہوتے ہیں۔

مینڈھو کے ایک رئیس کی حضرت دیوبندیؒ سے عقیدت

فرمایا۔ مینڈھو میں ایک رئیس مولانا دیوبندیؒ کے معتقد تھے اس بنا پر کہ مولانا اُن سے نفور تھے۔ وہ کہتے تھے کہ مولانا کا اس واسطے معتقد ہوں کہ وہ مجھ سے نفور ہیں۔

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے خاندان کا معمول

فرمایا۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے خاندان کا معمول تھا کہ تورات اور انجیل کو بھی پڑھتے تھے۔

حضرت مولانا شہیدؒ کے ایک ہی وعظ میں لوگ بدعات سے تائب ہوجاتے تھے

فرمایا۔ میرے دادا صاحب سیّد صاحبؒ کے مرید تھے۔ مولانا شہید نے ایک دفعہ تھانہ بھون میں وعظ فرمایا۔ لوگ ان کے ایک ہی وعظ میں بدعات کو چھوڑ دیتے تھے۔ یہاں شاہ ولایت کے مزار پر بہت درخت تھے۔ پورا بن تھا اور اس میں بہت مور تھے۔ لوگ شکار نہیں کرتے تھے کہ شاہ صاحب ناخوش ہوں گے اور تکلیف پہنچے گی۔ مولانا شہیدؒ نے ایک مور کو بندوق سے شکار کیا۔ بس پھر کیا تھا۔ لوگوں نے یہ پکڑ وہ پکڑ۔ چند روز میں سب ختم کر دیئے۔ ان اضلاع میں انہی حضرات کا اثر ہے۔ اس واسطے بدعات بہت کم ہیں۔

آنت اترنے سے سفر سے اظہارِ معذوری

فرمایا۔ اب سفر سے نفرت تھی اور کوئی عذر نہ تھا اور یہ معلوم نہ تھا کہ بدن میں ایک نعمت موجود ہے (آنت کے اترنے کی طرف اشارہ فرمایا۔ اب عذر کر دیتا ہوں جو بالکل مسکت ہے اور میرے مقصود کے لئے معین ہے۔

حیدر آباد میں حضرت حکیم الامتؒ کے تین وعظ

فرمایا۔ حیدر آباد میں تین وعظ ہوئے جن سے وہاں کے مشائخ میں ہلچل مچ گئی۔ کہ اگر یہ چند روز اور رہا تو لوگ خراب ہوجائیں گے۔ چنانچہ وہاں کے مشائخ اور ان کے متبعین نے یہ تدبیر کی کہ کسی طرح نظام کو اس کی طرف سے بدظن کیا جائے۔ اور تو ان کو کچھ نہ ملا مگر یہ کیا کہ ایک فتویٰ تیار کیا جس میں حفظ الایمان کی عبارت نکال کر کفر کا فتویٰ لگایا گیا تھا (اس پر فرمایا۔ الحمد للہ کہ ان لوگوں کو حفظ الایمان میں صرف ایک جگہ ایسی ملی جس پر اعتراض کر سکیں اور وہ بھی عبارت کا ایک ٹکڑا جس کو وہ زبردستی خلط ملط اپنے مطلب کے لئے استعمال کرتے ہیں) پھر وہ نظام کے پاس پیش کیا گیا اور درخواست کی کہ

ریاست میں اس کا داخلہ حکومت کی طرف سے بند ہو جانا چاہیے۔ نظام نے جواب دیا کہ جب تک طرفین کی بات نہ سنوں کچھ حکم نہیں لگاتا۔ یہ فتویٰ اس کے پاس بھیجو کہ وہ اس کا کیا جواب دیتا ہے۔ پھر وہ مجھ کو دکھلاؤ۔ یہ خبر مولانا احمد علی صاحب کے صاحبزادہ کو ملی۔ اور نظام اُن کے بے حد معتقد تھے وہ حفظ الایمان اور بسط البنان دونوں نظام کے پاس لے گئے اور دکھلا کر اصل حقیقت سے آگاہ کیا اور کہا کہ دراصل یہ مفسد لوگ ہیں۔ اس کی وجہ سے فتویٰ تیار کرنے والوں کو خطرہ پیدا ہوا۔ ایکدوسرے سے عذر کرنے لگے کہ میں نے اصل عبارت نہیں دیکھی سنی سنائی پر دستخط کر دیے۔ غرض اس طرح یہ قصہ ختم ہوا۔

تین مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھنے کا ثواب ثلث قران کی تلاوت کے برابر ملے گا

فرمایا۔ مولانا دیو بندیؒ نے حضرت شاہ اسحاق صاحبؒ کی ایک علمی تحقیق نقل کی ہے اور فرمایا ہے کہ وہ مجھ کو بہت پسند آئی۔ وہ یہ کہ سورۂ اخلاص کی نسبت حدیث میں ہے :۔

تَعْدِلُ ثُلُثُ الْقُرْاٰنَ — وہ تہائی قرآن کے برابر ہے

ایک طالب علم نے شاہ اسحاق صاحبؒ سے دریافت کیا، کہ کیا اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ تین دفعہ پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب ہوگا۔ شاہ صاحبؒ نے فرمایا، نہیں بلکہ تین ثلث قرآن کا ثواب ملے گا۔ میں نے اس کی وجہ مولانا دیوبندی سے تو نہیں سُنی لیکن میں یہ سمجھا ہوں کہ شاہ صاحبؒ کے جواب کی بنیاد اس بات پر ہے کہ تین ثلث کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ ایک چیز کے علیحدہ علیحدہ تین ٹکڑے کر لئے جائیں۔ ایسے تین ثلث کو اگر ملا دیا جاوے تو اس سے وہ شے پوری ہو جاتی ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایک ہی ثلث تین دفعہ مکرر ہو۔ مثلاً کوئی شخص ابتدائی دس پاروں کو تین دفعہ پڑھے تو یہ کہا جائے گا کہ اس نے قرآن کے ایک ثلث کو تین بار پڑھ لیا۔ مگر یہ نہ کہا جاوے گا کہ پورا قرآن شریف پڑھا۔

اسی طرح اس جگہ دوسرا یہ بھی احتمال ہے کہ قرآن شریف کے مقاصد تین ہیں۔ توحید رسالت اور معاد۔ یعنی آخرت۔ تو اس طرح توحید چونکہ تین مقاصد میں سے ایک ہے۔ اس لئے وہ ثلثِ قرآن ہے اور سورۂ اخلاص کا پڑھنا گویا توحید کی کل آیتوں کو پڑھنا ہے

کیونکہ اس میں صرف توحید کا بیان ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ بہت محقق ہیں۔ مگر نواب صدیق حسن صاحبؒ نے کہا ہے کہ محمد اسحاق قلیل العلم کثیر الورع ہیں۔ علم کثرتِ روایت کا نام نہیں بلکہ صحتِ ذوق کا نام ہے۔

مولود میں قیام سے متعلق حضرت شاہ اسحاق صاحبؒ دہلوی کی تحقیق

فرمایا۔ شاہ صاحبؒ کی ایک اور تحقیق بھی عجیب ہے۔ وہ یہ کہ کسی نے اُن سے دریافت کیا کہ "مولود میں قیام کرنا کیسا ہے" فرمایا "شیخ مجلس کو دیکھنا چاہیے" حضرت شاہ صاحبؒ کا یہ جواب درحقیقت ایک متن ہے اور اس کی شرح موقوف ہے ایک حکایت پر جو مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے سُنی ہے۔ وہ یہ کہ "قیام[1]" ایک وجدیہ[2] حالت ہے اور شروع میں کسی کو یہ حالت پیش آئی اور وہ اس وجد کی حالت میں کھڑا ہو گیا تھا۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ حالاتِ باطنیہ میں اگر نشاط کا سامان ہو تو اس سے ترقی ہوتی ہے۔ اسی واسطے اہلِ طریق کے ہاں آدابِ مجلس میں سے یہ ہے کہ ایسی حالت میں دوسروں کو صاحبِ حال کی موافقت کرنی چاہیے۔ لہٰذا اس ادب کی بناء پر اہلِ مجلس نے بھی اس صاحبِ وجد کی خاطر قیام کیا تاکہ اس کے نشاط میں فرق نہ آوے۔ کیونکہ بیٹھے رہنے سے اس کو یہ احتمال ہوگا کہ خدا جانے کون کون میری اس حالت پر نکیر کر رہا ہو گا۔ اس لیے باقی لوگ بھی صاحبِ حال کی موافقت کے لیے کھڑے ہو گئے۔ یہ تو اس کی اصل ہے اور یہی مطلب ہے شاہ صاحبؒ کے فرمان کا کہ "شیخ مجلس کو دیکھنا چاہیے" یعنی اگر شیخ مجلس واقع میں صاحبِ حال ہے اور وہ وجد کی حالت میں کھڑا ہوا ہے تو سب کو بھی کھڑا ہونا چاہیے ورنہ نہیں۔

پھر اس کے بعد فرمایا کہ ایک تو "وجد" ہے اور ایک "تواجد" ہے۔ تواجد کے معنی ہیں تکلف سے وجد کی حالت بنانا۔ اور حالات محمودہ میں اگر ان کی شکل بنائی جائے تو اس کی برکت سے حالات محمودہ کے حصول کی توقع ہو جاتی ہے اس واسطے

---

[1] یعنی مولود میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک آنے پر کھڑا ہو جانا ۱۲ [2] یعنی ایک کیفیت ہے جو بطور وجد کے غیر اختیاری طور پر طاری ہوتی ہے ۱۲

وجد کی تحصیل کے لئے تواجد کو اختیار کیا جاتا ہے تو لوگوں نے تواجد کیا۔ جیسے بکا[1] اور تباکی[2]۔ کہ بکا کے حصول کے لئے بکا کی شکل اختیار کی جاتی ہے اور یہ تواجد دو قسم پر ہے ایک یہ کہ جلبِ منفعت کے لئے ہو۔ یہ تو حرام ہے۔ دوسری یہ کہ نیت نیک ہو یعنی اس مصلحت کے لئے کہ تواجد سے جو حالتِ محمود ہو اس سے وجد کی حالت پیدا ہو جاوے اور یہ مرغوب ہے۔

یہ تو صوفیا کی تحقیق تھی۔ آگے فقہا کا درجہ آیا اس میں فقہا کے ساتھ ہونا چاہیے وہ یہ کہ اگر کسی فعل مباح اور مندوب میں نیت اچھی بھی ہو مگر عوام کو اس سے ضرر پہنچنے کا احتمال ہو تو نیک نیت والا بھی اس مباح اور مندوب کو چھوڑ دے۔ اب چونکہ بوجہ فسادِ طبائع کے تواجد کے فعل سے عوام کو ضرر پہنچے گا اس واسطے انتظام کے لئے سب کو منع کریں گے۔ تو اب شاہ اسحاقؒ کے قول کا مطلب واضح ہو گیا کہ شیخ مجلس اگر صاحبِ حال ہو اور قیام اُس کا حال سے پیدا ہوا ہو تو اس کی موافقت کرے ورنہ اس کے خلاف کرے یعنی قیام نہ کرے۔

اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا کا مفہوم

فرمایا، حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ :-

اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا غیبت زنا سے بھی زیادہ بُری ہے

میں غیبت کے اشد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ زنا گناہ باہی ہے اور غیبت گناہِ جاہی ہے اور زنا میں مبتلا ہونے کے بعد عجز پیدا ہوتا ہے کہ میں نے یہ خبیث کام کیا اور غیبت میں بعد ابتلا کے ندامت پیدا نہیں ہوتی۔ فرمایا۔ آدم علیہ السلام کی زَلّت باہی تھی کیونکہ شہوتِ طعام سے تھی۔ بعد ابتلاء توبہ نصیب ہوئی۔ اور ابلیس کا گناہ چونکہ جاہی تھا اس واسطے اسے ندامت نہ ہوئی۔

اشرف علی کے معنی

فرمایا۔ ہندوستان میں اکثر دو اسم کو جوڑ کر نام رکھ دیتے ہیں اور معنی کا کچھ خیال

---

[1] رونا ۱۲ [2] رونے کی شکل بنانا ۱۲ ؂

نہیں کرتے۔ اسی طرح میرے نام اشرف علی کے کچھ معنی نہیں۔ میں نے سوچا تو یہ نکلا کہ اس میں اضافت بتقدیر ابن ہے۔ یعنی اشرف بن علی۔ چونکہ والدہ علوی تھیں۔

علوم کا احاطہ غیر ممکن ہے

فرمایا۔ سنا ہے کہ ایک شخص صرف شکل دیکھ کر نام بتلا دیتا تھا اور اگر دو آدمیوں کا نام مشترک ہو جاتا تو وہ بھی بتلا دیتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ علوم کا احاطہ غیر ممکن ہے۔

اطاعت کو ذریعہ مقاصد دنیا بنانا جائز نہیں

فرمایا۔ آج کل ایک سوال آیا ہوا ہے وہ یہ کہ بواسیر کے علاج کے لئے کسی نے بطور عمل کے یہ بتایا ہے کہ فلاں فلاں سورتیں وتر میں پڑھی جائیں۔ تو یہ جائز ہے یا نہیں۔ وجہ شبہ کی یہ ہے کہ بیماری کا دفع کرنا دنیاوی مقصد ہے اور نماز میں سورتوں کا پڑھنا طاعت ہے اور طاعت کو ذریعہ مقاصدِ دنیا کا بنانا جائز نہیں۔ اور رقیہ کے جواز پر اس کو قیاس نہ کیا جاوے کیونکہ رقیہ اور چیز ہے وہاں طاعت کو ذریعہ نہیں بنایا جاتا۔ وہ ایک درجہ میں علاج ہے۔ مجھ کو بواسیر کے اس علاج کے جواز میں کچھ تردد تھا۔ شاہ اسحاق صاحبؒ کی ایک حکایت مشہور ہے کہ اُن کے پاؤں میں درد تھا۔ کسی نے کہا کہ میں اس پر قرآن پڑھ کر دم کر دوں۔ شاہ صاحبؒ نے فرمایا، شرم آتی ہے کہ قرآن کو پاؤں پر پھونکا جائے۔ شاہ صاحبؒ کی طرح مجھ کو بھی کچھ انقباض تھا اور ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جائز ہے۔ حدیث یہ ہے :-

من قرأ الواقعة لم تصبه فاقة۔

"جو شخص سورۂ واقعہ پڑھے اس کو فاقہ نہ ہوگا"

اور دفعِ فاقہ حاجتِ دنیاوی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اطاعت کو دنیا کا ذریعہ بنانا جائز ہے۔ اس سے میں یہ سمجھا ہوں کہ اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ طاعت کو بالواسطہ ذریعہ بنائے۔ دوسری یہ کہ بلا واسطہ ذریعہ بنائے۔ اس کو مثال سے سمجھیے۔

مثلاً کسی کمال کو ذریعۂ دنیا بنانا تو رشوت ہے مثلاً تھانہ دار اپنے منصب تھانیداری کی وجہ سے روپیہ لے تو رشوت ہے۔ اگر کسی کو تھانہ دار سے بوجہ اس کے منصب تھانہ داری کے محبت پیدا ہو گئی ہو پھر محبت سے روپیہ ملے۔ تو اس کو لینا جائز ہے۔ گو محبت تھانہ داری سے پیدا ہوئی۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ہدایا ملتے تھے، تو نبوت کی وجہ سے نہ تھے۔ ورنہ نبوت کو مکسبہ بنانا لازم آئے گا بلکہ نبوت سے محبت پیدا ہو گئی تھی اور محبت سے ہدایا آتے تھے۔ قیامت میں نبوت نہ ہو گی۔ کیونکہ یہ تو دنیا کے لئے ایک عہدہ ہے (یعنی تبلیغ کرنا) اور لوگوں کو حضورؐ سے محبت ہو گی۔ اب سمجھیے کہ طاعت کو بلا واسطہ ذریعہ بنانا تو جائز نہیں اور بالواسطہ جائز ہے۔ مثلاً طاعت سے برکت اور برکت سے دنیاوی منفعت پیدا ہو جاوے تو یہ جائز ہے۔

درندوں کے چمڑوں کے استعمال کی ممانعت

حدیث میں درندوں کے چمڑوں کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔ تو شُراحِ حدیث نے اس کی وجہ بیان کی ہے کہ درندوں کی خصلت پیدا ہو جاوے گی۔

دفع طاعون کے لیے ایک عمل

فرمایا۔ میں طاعون کے دفع کے لئے تین دفعہ سورۂ انزلنٰہ پڑھ دیتا ہوں۔ وجہ تناسب یہ ہے کہ اس میں نزول ملائکہ کا ذکر ہے اور طاعون شیطان کے اثر سے ہوتا ہے اور فرشتہ اور شیطان میں تضاد ہے (جامع عرض کرتا ہے کہ پانی پر بھی دم فرما دیتے تھے اور ڈھیلے پر بھی دم کر کے دے دیتے تھے کہ اِس کو گِھس گِھس کر پھوڑے پر لگایا جائے۔

ایک شخص کو پھانسی دیئے جانے کا سبب

فرمایا۔ میرٹھ میں ایک شخص کو پھانسی دی گئی۔ اس کی لاش آئی۔ میں نے دریافت کیا کہ کس بنا پر پھانسی آئی۔ کہا کسی کو رات میں گولی لگی تھی۔ اور قاتل کا کچھ پتہ نہ تھا وہاں قریب ہی کوئی مجسٹریٹ تھا وہ پہنچا۔ اُس نے مجروح سے دریافت کیا کہ تم کو کس نے مارا ہے۔ اُس نے اپنے بھائی کا نام لیا اور سوائے مقتول کے اور کوئی گواہ نہ تھا۔ وکیل نے بتایا کہ حاکم نے کہا کہ موت کے وقت جھوٹ نہیں بولا جاتا۔ فرمایا، میں نے

کہا کہ اگر یہ مدار ہے صدق کا، تو پھانسی والے سے بھی پھانسی کے وقت دریافت کیا جاتا، یہ بھی جھوٹ نہ بولتا۔ ان وکیل صاحب کو اس کا کوئی جواب نہ آیا۔

قصداً فوراً بھول جانا بہت تعجب کی بات ہے

فرمایا۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے ایک شخص سے حُب کا عمل سیکھا۔ وہ شخص اس عمل کا ایک دفعہ تجربہ کر چکا تھا۔ اُس نے ایک رئیس کی لڑکی کے لئے پڑھا، تو فوراً لڑکی حاضر ہوگئی۔ اور کہا کہ میں حاضر ہوں۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا کہ نفس پر کچھ اعتبار نہیں۔ اس واسطے اس عمل کو بھلاتا ہوں۔ یہ کہہ کر فوراً بھول گئے۔ فرمایا کہ یہ فوراً بھول جانا نہایت تعجب کی بات ہے۔ اسی طرح ایک تعجب ناک واقعہ اُن کا اور بھی ہے وہ یہ کہ ایک دفعہ دستخط فرمانے لگے تو اپنا نام بھول گئے۔ وہذا اعجب۔ اور فرمایا اگر یہ واقعہ میں حضرت مولانا صاحبؒ سے خود اپنے کانوں سے نہ سُنتا، تو شاید مجھے اس کا یقین نہ آتا۔

حضرت گنگوہیؒ کی غصہ میں حالت

فرمایا۔ مولانا گنگوہی غصہ میں بھی آواز بلند نہ فرماتے تھے۔ میں نے والد صاحب کے انتقال کے بعد مسائل متعلقہ ترکہ میں اپنی تحقیق پر اعتماد نہ کر کے چونکہ فوری ضرورت تھی، اس واسطے ایک نائی کو روانہ کیا۔ ساٹھ کے قریب مسئلے تھے۔ مولانا نے کل مسائل کا جواب لکھ دیا اور فرمایا کہ آنکھوں میں آشوب تھا۔ آنکھ بند کر کے کل مسائل کے احکام لکھ دیے ہیں۔ عبارات خود دیکھ لیں

مشائخ پنجاب کی ایک عادت

فرمایا۔ پنجاب کے مشائخ کی یہ عادت مجھ کو بہت پسند آئی ہے کہ جب کسی نے دعا کی درخواست کی فوراً ہاتھ اٹھا کر دعا کر دی۔ میں اسی وقت چپکے چپکے کر دیتا ہوں۔ بعد میں کون کرتا ہے (کیونکہ یاد نہیں رہتا)

اتباع احکام شرعیہ ظاہراً و باطناً بڑا کمال ہے

فرمایا۔ بڑا کمال تو اتباع احکام شرعیہ ہے۔ ظاہراً و باطناً خوارق اور کرامات صادر

ہوں یا نہ ہوں۔ بلکہ بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ جن کے خوارق یہاں ظاہر ہوئے۔ اُن کو ثواب میں وہاں کچھ کمی ہوجائے گی۔ اس واسطے وہ لوگ قیامت میں یہ پسند کریں گے کہ خوارق دنیا میں نہ ظاہر ہوتے تو ثواب زیادہ ملتا۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے خواب میں جنت میں ایک محل دیکھا اُس کا ایک کنگرہ گرا ہوا تھا۔ دریافت کیا کہ یہ مکان کس کا ہے؟ جواب ملا کہ مولوی محمد یعقوب کا ہے۔ فرمایا کہ کنگرہ کہاں ہے؟ جواب ملا کہ دنیا میں کھالیا ہے۔ جب بیدار ہوئے تو کہا۔ اللہ میاں! ہم تو سب دنیا میں کھاجائیں گے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ جو سریہ یہاں غالب ہو۔ اس کو ثواب کے دو ثلث یہاں مل گئے۔ غلبہ اور غنیمت۔ تو اس سے پتہ چلا کہ خوارق کے اظہار سے ثواب میں کچھ کمی ہوجاتی ہے۔

حدیث "اہل جنّت کو پہلے زمین کی روٹی پکاکر کھلائی جائے گی" کا مفہوم

فرمایا۔ حدیث میں آیا ہے کہ اوّلاً اہل جنت کو زمین کی روٹی پکاکر کھلائی جائے گی تو اس پہ اشکال یہ ہے کہ زمین تو پتھر ڈھیلے ہوں گے۔ اس کی روٹی پکاکر کھلانا تو ڈھیلے کھلانا ہے۔ یہ تو کوئی عمدہ چیز نہیں۔ ایک سوال تو یہ ہوا۔ دوسرا یہ کہ اس میں حکمت کیا ہے؟ ان دونوں سوالوں کا جواب مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے سنا ہے اور انہوں نے مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے سُنا۔ وعظ میں فرمایا تھا کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اہل جنت حق تعالیٰ کے مہمان ہوں گے اور قاعدہ ہے کہ مہمان کو جو کھانا کھلایا جاتا ہے تو چھان کر کھلایا جاتا ہے۔ اسی طرح زمین کو بھی چھان کر اس کے اندر سے اجزائے ردیہ نکال کر جو محض ڈھیلے اور پتھر ہیں باقی اجزا جو کہ ثمراتِ دنیا کے معدن ہیں اور مادہ جو لطیف ہیں اور جن سے پھل بنتے ہیں اُن کی روٹی پکاکر کھلائی جائے گی۔ جن لوگوں نے لذاتِ دنیا کو ترک کیا تھا۔ اصل میں اُن کو کھلانا منظور ہوگا۔ پھر اہل کرم جب دعوت کرتے ہیں تو اوروں کو بھی کھلا دیتے ہیں۔ اس لئے ان کے ساتھ سب کو مل جائے گا۔ اور حکمت یہ ہوگی کہ اُن کو دنیا کی لذات معلوم ہوجائیں۔ تاکہ جنّت اور دنیا کی لذات میں فرق کر کے جنت کی نعمت کی قدر کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دین کامل ہونے کے ساتھ عقل بھی کامل تھی

فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وفد سے ہرقل نے پوچھا کہ تمہارا خلیفہ کیسا ہے؟ فرمایا

لَا یَخْدَعُ وَلَا یُخْدَعُ   نہ دھوکہ دیتا ہے نہ دھوکہ کھاتا ہے

ہرقل نے کہا کہ جملۂ اوّل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دین کامل ہے اور ثانی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی عقل کامل ہے۔ پھر کہا کہ ایسے شخص کا مقابلہ مشکل ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور صحبت کی برکت

فرمایا۔ ایک انگریز نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیرہ سال میں جو قوانین مقرر کیے۔ یورپ کی مجالس پورے دو سو سال تک بھی اگر وہاں پہنچیں تو غنیمت ہے۔ ایک مسلمان نے کہا کہ ان کو تائید غیبی حاصل تھی۔ انگریز نے کہا نہیں بعقل تھے۔ مسلمان نے کہا۔ عقل سے اتنا بڑا کام کرنا یہ بھی ہمارے نزدیک تائید من اللہ ہے۔ پھر فرمایا۔ ایک مرتبہ اونٹ تقسیم فرمارہے تھے۔ دو دو شخصوں کو ایک ایک اونٹ حصّہ میں دے رہے تھے۔ انبوہ تھا۔ ایک شخص نے جلدی سے چالاکی کی اور کہا اِحْمِلْنِیْ وَسُہَیْمًا عَلٰی جَمَلٍ وَاحِدٍ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً فرمایا تجھے اللہ کی قسم ہے کہ کیا سہیم مشک ہے۔ اُس نے اقرار کیا۔ فرمایا۔ تعجّب ہے کہ جن لوگوں نے کبھی دس شخصوں پر بھی حکومت نہ کی تھی روئے زمین پر حکومت کر کے دکھلادی اور حکومت بھی ایسی کی کہ کسی فرقہ ماتحت کو کبھی بھی شکایت کا موقع نہ ملا۔ یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور صحبت کی برکت تھی۔

شانِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

لو کان بعدی نبیٌّ لکان عمرؓ   اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ اس سے تو اُن کی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر افضلیت معلوم ہوتی ہے۔ فرمایا اس کا اصلی جواب تو یہ ہے کہ مراد یہ تھی کہ ان میں صفتِ نبوت کی استعداد

قریب ہے۔ اس سے فضیلت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر لازم نہیں آتی۔ جائز ہے کہ اُن میں اور کمال اس سے بھی زیادہ ہوں۔ اور مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا کہ لفظ بَعْدِی فرمایا ہے۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مَعِیْ تھے۔ بَعْدِیْ نہ تھے۔

ہر نبی کو ایسا معجزہ عطا ہوا جو اس زمانہ میں اس نوع کا کمال تھا

فرمایا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو دعا فرمائی تھی:

هَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ — مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا (میرے زمانہ میں) کسی کو میسر نہ ہو۔

اس دعا میں درحقیقت معجزہ کی درخواست تھی دنیا کا طلب کرنا مقصود نہ تھا کیونکہ اس وقت بڑی بڑی سلطنتیں تھیں اور سلطنت کا بڑا ہونا کمال سمجھا جاتا تھا۔ اور ہر نبی کو معجزہ اس زمانہ کے کمالِ متعارف کے مطابق ملتا ہے۔ تاکہ اہلِ کمال اُس کے سامنے عاجز ہو کر عجز کا اقرار کریں اور عوام اہلِ کمال کی اطاعت کو دیکھ کر آسانی کے ساتھ حضرات انبیاء علیہم السلام کی اطاعت کریں۔ اس واسطے ہر نبی کو معجزہ ایسا ملا جو اس زمانہ میں اس نوع کا کمال تھا۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا ملا۔ کیونکہ اُس وقت جادو ترقی پر تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اعجازِ کلام عطا ہوا کیونکہ حضورؐ کے وقت میں بلاغت کا زور تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایسی سلطنت عطا ہوئی کہ جس سے جن اور ہوا بھی تابع ہو گئے۔ کیونکہ اس زمانہ میں سلطنتیں بڑی بڑی تھیں۔

عالم کی دو اقسام

فرمایا۔ عالم دو قسم کے ہیں۔ ایک عالم عالم۔ ایک عالم جاہل۔

رئیس رامپور کو جدید علم کلام کی ضرورت کا سوال کرنے پر جواب

فرمایا۔ رامپور میں ایک رئیس نے کہا کہ اس وقت جدید علم کلام کی ضرورت ہے تاکہ شبہات جدیدہ کے جواب دیے جائیں، فرمایا۔ حقیقت میں کچھ ضرورت نہیں۔ کلامِ قدیم کے قانون ہی جواب کے لئے کافی ہیں۔ مگر میں نے ان سے کہا کہ ہاں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اوّلاً دنیاداروں سے چندہ جمع کرو یہ تمہارا کام ہے پھر اُس چندے سے انگریزی

خوانوں کو نوکر رکھو۔ یورپ میں جو شبہات انگریزی زبان میں ہوتے ہیں اُن کا وہ اردو میں ترجمہ کریں۔ پھر مولویوں کو نوکر رکھو اور اُن سے کہو کہ ان شبہات کا جواب دیں۔ پھر اُن جوابات کو انگریزی میں ترجمہ کر کے شائع کرو۔ یہ کام کا طریقہ ہے۔ نہ یہ کہ جتنے کام ہیں وہ سب، تو مولوی کریں اور تم کام بتلا کر علیحدہ ہو جاؤ۔

سورہ یٰسؔ کی تلاوت دس قرآن پاک پڑھنے کا ثواب کس صورت میں ملے گا۔

فرمایا۔ حدیث شریف میں جو وارد ہے کہ سورۂ یٰسین کے پڑھنے سے دس قرآن کا ثواب ملتا ہے۔ اس میں شبہ یہ ہے کہ ہر قرآن میں پھر یٰسین ہے اور ثواب میں تسلسل لازم آئے گا اور تسلسل باطل ہے۔ فرمایا کہ جواب اس کا منقول تو نظر نہیں آیا مگر اس شبہ کا جواب میں یوں سمجھا ہوں کہ قراءت دو قسم کی ہے ایک حقیقی اور دوسری حکمی۔ یہ ثواب سورۂ یٰسین کا تب ہے جب کہ اس کی تلاوت حقیقی ہو۔ حکمی کا یہ ثواب نہیں۔ اس تحقیق کو معقولی آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ معقول بھی ضروری ہے۔ اور سلف میں معقول کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ ان کے اذہان کامل تھے۔ ان کو معقول کا ثمرہ حاصل تھا گو شجرہ حاصل نہ تھا۔

نیچریوں نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف کس انداز میں کی

فرمایا۔ نیچری صحابہ کی تعریف جب بھی کرتے ہیں تو صرف یہ کہ سیاست داں تھے۔ اُن میں ملک گیری کا مادہ تھا۔ چنانچہ ان کی تصانیف سے یہ بات ظاہر ہے۔

حضرت گنگوہیؒ پر حضرت حاجی صاحبؒ عاشق تھے

فرمایا۔ مولانا فتح محمد تھانوی صاحبؒ نے بیان فرمایا کہ مولانا گنگوہی پر حضرت حاجی صاحبؒ عاشق تھے اور مولانا گنگوہیؒ کو حضرت حاجی صاحبؒ سے اتنی محبت نہ تھی جتنی حضرتؒ کو مولاناؒ سے تھی۔ اور حقیقت میں مولانا میں اتباع السنۃ تھی۔ اسی پر حقیقتاً حضرت حاجی صاحب عاشق تھے۔

لاہوت، جبروت، ملکوت وغیرہ لکھنے سے مراد

فرمایا۔ لاہوت، جبروت، ملکوت، ناسوت، ہاہوت یہ کوئی مقامات نہیں کہ جو مقصود ہوں اور ان کی طرف سالک کا کوئی انتقال ہوتا ہو۔ بلکہ ناسوت سے مراد عالم انسان ہے اور ملکوت سے عالم ملائکہ ہے۔ ذات وصفات واجب کے اجمالی درجہ کو جبروت کہتے ہیں۔ جبروت سے مراد صفات کا درجۂ اجمالی اور لاہوت سے تفصیلی اور ہاہوت سے مراد صرف درجۂ ذات ہے۔ اور بعض لوگوں نے حق تعالےٰ کی صفات کے دو درجے بیان کئے ہیں۔ اجمالی، یہ تو جبروت۔ اور تفصیلی، یہ لاہوت اور صرف ذات کا درجہ ہاہوت۔ یہ اصطلاحیں ہیں ان پر کوئی کام موقوف نہیں۔ مقامات اور چیز ہیں اور وہ مقصود بھی ہیں مثلاً تواضع، صبر، قناعت وغیرہ۔ ان میں رسوخ حاصل کرنے کو مقامات کہتے ہیں۔ اور ان پر کیفیات طاری ہوں تو وہ حالات ہیں اور وہ غیر اختیاری ہیں اور مقامات اختیاری ہیں۔ اسی واسطے مشہور ہے:

اَلْمَقَامَاتُ مَکَاسِبُ وَ — مقامات کسبی ہیں اور حالات
اَلْحَالَاتُ مَوَاهِبُ — غیر کسبی (وہبی)

اس لئے مقامات کو حاصل کرے اور کیفیات کے درپے نہ ہو۔ اگر بلا قصد آجائیں تو محمود ہیں اور درپے اس لئے نہ ہو کہ غیر اختیاری ہیں اور غیر مقصود بھی ہیں۔

خشوع کی حقیقت

فرمایا۔ خشوع کی حقیقت کی تحقیق لوگ نہیں کرتے۔ استغراق کا نام خشوع رکھ رکھا ہے۔ حالانکہ استغراق تو غیر اختیاری ہے اور خشوع بوجہ مکلف بہ ہونے کے اختیاری ہے۔ اس کی حقیقت نہ سمجھنے سے دو نقصان ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اس میں کمال حاصل نہیں اور یہ سمجھے گا کہ حاصل ہے اور کبھی یہ کہ کمال حاصل ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ حاصل نہیں۔ ہر صورت میں پریشانی ہوگی حالانکہ خشوع نام ہے سکون قلب کا، اور اسی کو خضوع کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ خضوع نام ہے سکون جوارح کا۔ تو نماز میں خشوع مطلوب ہے۔ ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سب سے

اکمل تھی۔ حالانکہ بچے کی رونے کی آواز سن کر قراءۃ ہلکی فرما دیتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ آپؐ کو استغراق نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے استغراق کمال نہ ہوا۔ اور نہ استغراق اختیاری ہے۔ خشوع کمال بھی ہے اور اختیاری بھی ہے۔

صوفی اور عالم خشک دونوں آرام میں ہیں

فرمایا۔ صوفی اور عالم خشک دونوں آرام میں ہیں۔ صوفی تو صاحب حال ہے جو آیا کہہ دیا اور عالم خشک کیفیات سے خالی ہوتا ہے اُن کا مکلف نہیں ہوتا۔ یہ ظاہر حال پر فتویٰ لگاتا ہے۔ اور جو عالم صوفی بھی ہو یا جو صوفی عالم بھی ہو اُس کو طرفین کی حدود کے لحاظ کرنے پڑتے ہیں۔ وہ طرفین کی حدود کا لحاظ کر کے حکم لگاتا ہے اور وہ مشکل میں ہوتا ہے۔

استحضار استعداد مضر ہے

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحبؒ میں تواضع بھی کمال درجہ میں تھی۔ سالک کو فرما دیتے تھے کہ یہ جو کچھ تمہارے پاس ہے تمہاری استعداد کا ظہور ہے۔ میرا اس میں کیا ہے۔ یہ تو تواضع تھی۔ پھر تربیت کے لحاظ سے فرماتے تھے لیکن تم یہ نہ سمجھنا کہ یہ میری استعداد کا ظہور ہے۔ یہ سمجھنا تم کو مضر ہوگا۔ فرمایا اس کی مثال ایسی ہے کہ بط کا انڈہ اگر مرغی کے نیچے رکھ دیا جائے تو اس کے سینہ کی گرمی سے بچہ پیدا ہو جائے گا پھر سمندر میں وہ بچہ تیرتا پھرے گا اور مرغی کنارہ پر کھڑی دیکھتی رہے گی۔ مگر پھر بھی اس بچہ میں مرغی کی گرمی سے یہ وجود اور تیرنا آیا۔ اگر مرغی کی صحبت نہ ہوتی تو بچہ انڈے کے اندر گل سڑ کر تباہ ہو جاتا۔ گو استعداد اس میں تھی مگر مرغی کی بدولت وہ ظہور میں آئی۔ اسی طرح اگر کوئی مرید کمالات میں شیخ سے بڑھ جائے تو بھی اُس کا ممنون رہے۔ اور اگر گستاخی کرے تو سب کمالات فوراً سلب ہو جائیں گے اور کورا رہ جائے گا۔ اگر اپنے کمال شیخ سے زائد بھی ہوں تو اُن کا عقیدہ رکھنا تو منع نہیں مگر استحضار منع ہے اس سے عجب پیدا ہو جاتا ہے تو مرید کو چاہیے کہ کمالات میں اپنی استعداد پر نظر نہ کرے بلکہ شیخ کی صحبت پر نظر کرے کہ اسی کی بدولت یہ ملا ہے۔ استحضارِ استعداد مضر

ہے عقیدۂ کمالات مضر نہیں۔ اس تحقیق سے دیوان حافظ کے ایک شعر کا مطلب بھی کھل گیا ؂

گناہ گرچہ نبود اختیارِ ما حافظ   لیک تو در طریق کوش کہ ایں گنہ ماست

مطلب یہ کہ صدورِ گناہ میں دو اعتبار ہیں۔ ایک خلق، دوسرا کسب۔ خلق کے لحاظ سے حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں۔ مگر ادب یہ ہے کہ اس طرف توجہ نہ کرے اور کسب کے لحاظ سے بندہ کی طرف منسوب ہیں۔ اس حیثیت سے لحاظ کرے۔

سلوک میں حدود پر مداومت کرنا مشکل ہے

فرمایا۔ سلوک میں شریعت پر عمل کرنا تو مشکل نہیں۔ بلکہ حدود پر مداومت کرنا اور اُن کا ابقا یہ مشکل ہے۔ اس کی مثال میری سمجھ میں یہ آئی ہے کہ قلم کا انگشت میں اٹھالینا تو مشکل نہیں کیونکہ اس میں کچھ وزن نہیں ہوتا۔ مگر ایسی طرح رکھنا کہ قلم کا وسط انگشت پر ہو۔ اور کسی جانب مائل نہ ہو یہ مشکل ہے۔ حدیث سَدِّدُوْ وقاربوا ولن تحصُوا کا یہی مطلب ہے اور پل صراط شریعت کے اس توسط کی صورتِ مثالی ہے جن کو یہاں توسط پر چلنا نصیب ہوا وہاں جلدی چلیں گے۔

ماضی اور مستقبل کے احتمالات میں لگ رہنا بڑا مجاہدہ ہے

فرمایا۔ ماضی میں جو کچھ ہو چکا ہے ہو چکا۔ آدمی اس کے خیال میں نہ پڑے۔ اور مستقبل کے احتمالات بھی نہ سوچے۔ بلکہ اہتمام مستقبل کا نہ کرے اور عمل کی حدود کا ہمیشہ خیال رکھے۔ اگر غلطی ہو جائے تو فوراً توبہ کرے۔ ماضی اور مستقبل کے احتمالات میں لگ رہنے کو کہا گیا ہے :۔

الماضی والمستقبل حجاب اکبر   ماضی اور مستقبل بڑے حجاب ہیں

مراقبہ توحید بعض لوگوں کو مضر ہوتا ہے

فرمایا۔ مراقبۂ توحید بھی بعض لوگوں کو مضر ہوتا ہے۔ اس لئے ہر شخص کو یہ مراقبہ نہیں کرنا چاہیے۔ اسی بنا پر شعر ؂

از خدا داں خلافِ دشمن دوست   کہ دل ہر دو در تصرفِ اوست

کا مراقبہ بعض کو مضر ہوتا ہے کیونکہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کامل نہیں اور اس نے یہ خیال کیا کہ دشمن نے جو تکلیف دی ہے یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے دی ہے تو اس شخص کو اللہ تعالیٰ سے بغض پیدا ہو جاوے گا۔ اس لئے اس شخص کو مناسب یہ ہے کہ جملہ تصرفات کو اسباب کی طرف منسوب کرے اور یوں سمجھے کہ فلاں کو زید نے مارا ہے اور فلاں بیماری سے فلاں مرا ہے۔ غرض اسبابِ ظاہر یہ کی طرف افعال کو منسوب کرے۔ خالق کی طرف منسوب نہ کرے۔ اور یہ شیخ جانتا ہے کہ یہ مراقبہ کسے مضر اور کسے مفید ہے۔ تو اب معلوم ہوا کہ کمالِ توحید بھی بعض کو مضر ہے۔ اور یہ بات ظاہر میں بہت بعید ہے اور ثقیل بھی ہے مگر حقیقت یہی ہے۔

شریعت اور طریقت کا مفہوم

فرمایا۔ شریعت کل ہے اور طریقت اُس کا ایک جز ہے۔ یعنی اعمال ظاہری و باطنی کے مجموعہ کا نام شریعت ہے۔ مثلاً خشوع اور تواضع وغیرہ۔ اعمال باطنی کی اصلاح کے طرق کو طریقت کہتے ہیں۔ اس پر جو بعض علوم پیدا ہو جاتے ہیں وہ معرفت ہے اور بندہ کے ساتھ بعض دفعہ حق تعالیٰ کا کوئی معاملہ ہوتا ہے جس کا کامل کو تنبہ ہوتا ہے کہ یہ معاملہ کیوں ہوا۔ اُس معاملہ کو حقیقت اور اس کے علم کو معرفت کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل "قصد السبیل" میں درج ہے۔

اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی اور اَنَا الْحَق کہنے میں فرق :۔ فرمایا ایک بزرگ نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ فرعون نے انا ربکم الاعلیٰ کہا تو مردود ہوا۔ اور منصور علیہ الرحمۃ نے ایسا ہی کہا تو مقبول ہوا جواب دیا کہ فرعون نے ہمارے مٹانے کیلئے کہا اور منصور علیہ الرحمۃ نے اپنے مٹانے کے لئے کہا۔ منصورؒ کا مطلب تھا کہ میں کچھ نہیں جو کچھ

معتقدین کے لئے سخت ہونا :۔ فرمایا میں معتقدین کے لئے سخت ہوں، منتقدین[1] کے لئے نہیں۔

حقوقِ نفس :۔ حقوقِ نفس وہ ہیں کہ اُن کے اخلال سے نفس کو ضرر پہنچے۔ اور حظوظ وہ ہیں کہ اُن کے اخلال سے نفس کو ضرر نہ پہنچے اور اگر بھی بعض حظوظ کے اخلال سے بھی ضرر ہو۔ مثلاً یہ کہ فواکہ کے استعمال سے نشاط فوت ہو اور نشاط کے فوت سے عبادت کی طرف رغبت میں کمی ہوتی ہو تو اس وقت یہ فواکہ بھی حقوق سے ہوں گے نہ کہ حظوظ سے۔

---

[1] نکتہ چینی کرنے والا ۱۲

جبر دو قسم ہے

فرمایا۔ صوفیا بھی بوجہ مشاہدۂ عظمتِ حق کے ایسے ہیں جیسے قریب قریب جبر کے قائل ہیں مگر جبر دو قسم ہے ایک جبرِ محمود جو غلبۂ مشاہدہ سے ہو اور ایک جبرِ مذموم ہے جو فرقۂ جبریہ میں ہے۔

مل کر کام کرنے کا مقصد

فرمایا۔ مل کر کام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کام کے ہر جزو کو وہ شخص کرے جو اُس جُزو کا اہل اور ماہر ہو۔ مثلاً علماء تو کسی امر کا شریعت کے مطابق ہونا بتلادیں اور اہلِ سیاست کام کریں۔

کُل مغیبات کا علم حق تعالیٰ شانہٗ کو ہے

فرمایا۔ ان مغیبات خمسہ جن کا اس آیت میں ذکر ہے

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ	بیشک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے اور وہی
وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ ۔ وَیَعْلَمُ مَا	(اپنے علم کے موافق) مینہ برساتا ہے اور وہی
فِی الْاَرْحَامِ ط وَمَا تَدْرِیْ	جانتا ہے جو کچھ (لڑکا یا لڑکی عورت کے) رحم
نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا ط وَمَا	میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا
تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ	عمل کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس
تَمُوْتُ ط	زمین میں مرے گا (ان کی خبر خدا ہی کو ہے)

ان میں وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا کی کچھ تخصیص نہیں بلکہ کل مغیبات اسی طرح ہیں۔ ذکر کی وجہ یہ ہے کہ ان کی زیادہ حاجت ہے اور شدتِ حاجت والی اشیاء کا جب پتہ نہیں تو اور کا تو بطریق اولیٰ پتہ نہ ہونا چاہیے اور علم کی جو نفی ہے تو علم یقینی کی نفی ہے۔ علم قرائن وغیرہ سے ہو جاتا ہے یا اسبابِ مادیہ سے ہو جاتا ہے تو آیت کے خلاف نہیں مسببات کا ترتب اسباب پر اکثر ہوتا ہے۔ کبھی تخلف بھی ہو جاتا ہے۔

سفر میں جمع بین الصلوٰۃ کرنے کی صورت

فرمایا۔ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحبؒ سے سُنا کہ اگر کوئی شخص سفر میں جمع بین

الصلوٰتین کرے تو تلفیق نہ کرے۔ بلکہ کل نماز امام شافعیؒ کے مذہب پر پڑھے۔ مثلاً امام کے پیچھے فاتحہ بھی پڑھے، رفع یدین بھی کرے۔ پھر قواعد سے بھی یہی حق معلوم ہوا۔

تقلید میں نفس کا معالجہ ہے

فرمایا۔ تقلید میں سیدھی بات یہ ہے کہ نفس کا معالجہ ہے، ورنہ تجربہ سے ثابت ہے کہ نفس آزاد ہوکر رخص کو تلاش کرتا ہے۔ اس کا مشاہدہ کرلیا جاوے

وساوس خود بخود آئیں تو معاف ہیں

فرمایا۔ حدیث شریف میں لَا یُحَدِّثُ نَفْسَہٗ ہے۔ لا تحدث نفسہ نہیں ہے۔ اگر نماز میں خود بخود وساوس آویں تو حدیث کے خلاف کے نہیں۔ وساوس کو لانا حدیث کے خلاف ہے۔

تصوّف اعمالِ باطنیہ کا نام ہے

فرمایا۔ تصوّف اعمالِ باطنیہ کی اصلاح کا نام ہے۔

تشفی کرنا مجیب کے ذمہ نہیں

فرمایا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جواب سے تشفی نہیں ہوئی۔ حالانکہ تشفی میرا کام نہیں۔ میرا کام تو جواب دینا ہے۔ پھر اگر اس پر کچھ اشکال ہو تو جرح کرو تو پھر جواب میرا کام ہوگا۔

تفسیر آیت از حضرت مولانا محمد یعقوبؒ

فرمایا۔ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰى بُرْهَانَ رَبِّهٖ میں لَوْلَا کی جزا مقدم ہے یہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے ہیں۔ اس پر بعض نے اعتراض کیا کہ لَوْلَا کی جزا مقدم نہیں ہوسکتی۔ فرمایا۔ لَوْلَا سے جو مقدم ہے وہ دال بر جزا ہے۔ حالانکہ دوسری جگہ والدہ موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا میں لَوْلَا کی جزا مقدم ہے اور یا یوں کہا جائے کہ ھَمّ کے مراتب مختلف ہیں۔ ھَمِّ زلیخا تو گناہ تھا اور ھَمّ یوسف علیہ السلام کم درجہ تھا وہ گناہ نہ تھا۔ کسی نے لطیفہ کے طور

پر کہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کی طہارت کئی طریقے سے ثابت ہے۔ خود یوسف علیہ السلام نے ھِیَ رَاوَدَتْنِیْ عَنْ نَّفْسِیْ فرمایا۔ اور زلیخا نے اَنَا رَاوَدْتُّہٗ عَنْ نَّفْسِہٖ کہا۔ بچے نے گواہی دی شیطان نے بھی گواہی دی۔ کیونکہ یوسف علیہ السلام مخلصین سے تھے اور شیطان نے کہا کہ مخلصین پر میرا داؤں نہیں چلتا۔

مرزا قادیانی پر شیطان مسلط تھا

فرمایا، مرزا قادیانی پر شیطان مسلط تھا یا اُس کا دماغ خراب تھا

ٹیلیفون کی خبر پر شہادت کا حکم

فرمایا۔ ٹیلیفون کی خبر میں اگر آواز پہچانی جائے تو شہادت مستور کے حکم میں ہے معتبر نہیں۔ اَلنَّغْمَۃُ تُشْبِہُ النَّغْمَۃَ " آواز، آواز کے مشابہ ہوتی ہے۔"

محبت کے تعویذ کا حکم

فرمایا۔ کسی کو اگر محبت کا تعویذ دیا جائے تو اس کے لئے یہ شرط ہے کہ اتنا مسخر اور مغلوب نہ کر دے کہ وہ مغلوب اور مسلوب الاختیار ہو کر کام کرے یہ حرام ہے۔ اور تعویذ میں موثر حقیقۃً قوتِ خیالیہ ہوتی ہے۔ اکثر قوتِ خیالیہ عامل کی ہوتی ہے اور کبھی کبھی معمول لہٗ کی ہوتی ہے اور باقی لکھنا اور پڑھنا تو معین قوتِ خیالیہ ہے۔ اس واسطے میں تشویش اور غصہ کی حالت میں تعویذ نہیں لکھا کرتا کہ یکسوئی نہیں ہوتی۔ اور کہہ دیتا ہوں کہ اثر نہ ہوگا۔ اگر اثر منظور ہو تو پھر آنا۔

موحّد کو توجہ متعارف گراں گزرتی ہے

فرمایا۔ توجہ متعارف میں طرفین کے قلب کو عمداً کل اشیاء سے فارغ کراتے ہیں تب فائدہ ہوتا ہے اور موحّد آدمی سے تو طبعاً یہ مشکل ہوگا کہ کل اشیاء سے یہاں تک کہ حق تعالیٰ سے بھی قلب کو فارغ کر دے۔ عبدالرحمٰن صاحب مالک مطبع کے شیخ لکھنؤ میں تھے اور وہ لکھنؤ سے توجہ دیتے تھے اور خان صاحب کانپور ہوتے تھے۔ ایک دن شیخ نے کہا کہ ہم نے تم کو وہاں نہیں پایا۔ کشف سے معلوم کر لیا۔

توجہ مفید کونسی ہے

فرمایا۔ توجہ مفید وہ ہے جو حضرات انبیاء علیہم السلام کی تھی۔ اور وہ ہے احکام کی تبلیغ کے بعد دعا کرنا، احتساب کرنا، شفقت سے تعلیم کرنا۔ توجہ متعارف کو بقا نہیں ہوتا۔ یہ تو مسمریزم کی طرح ہے۔

تصفیہ باطن و ازالۂ رذائل تدبیر سے ہوتا ہے

فرمایا۔ تصفیۂ باطن و ازالۂ رذائل تدابیر سے ہوتا ہے۔ وظیفہ سے نہیں ہوتا۔ وظیفہ تو ثواب کے لئے ہے۔

غیر مقلدیت کی جڑ کاٹ دینا

فرمایا، اگر کوئی غیر مقلدین میں سے بیعت کی درخواست کرتا ہے تو اس سے یہ شرط لگاتا ہوں کہ کسی کو بدعتی نہ کہنا اور بد زبانی و بد گمانی نہ کرنا۔ اس سے غیر مقلدیت کی جڑ کاٹ دیتا ہوں۔ باقی رفع الیدین اور آمین یہ تو غیر مقلدیت نہیں۔

ایک کہاوت، اُلّو کی ایک آنکھ پاس رکھنے سے نیند نہیں آتی

فرمایا۔ ایک شخص کو مجاہدہ کا بہت شوق تھا اور نیند اسے بہت آتی تھی۔ اور سُنا تھا کہ اُلّو کی ایک آنکھ پاس رکھنے سے نیند نہیں آتی۔ اور دوسری کا اثر یہ ہے کہ نیند بہت آتی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کی ایک آنکھ کھلی رہتی ہے اور دوسری بند۔ کھلی میں قلت اور بند میں نوم کا اثر ہے۔ میں نے اُس سے کہا کہ بھائی ایک آنکھ جس میں نیند آنے کا اثر ہو وہ مجھے دیدے۔ اُس نے انگوٹھی میں جڑوا کر دی۔ میں چونکہ اُلّووں کا معتقد نہیں۔ اس واسطے مجھ کو تو کوئی فائدہ نہیں ہوا شکر ہے کہ اُلّو کا ممنون نہیں ہوا۔

کشف ظنی ہے اور اس میں غلطی کا احتمال ہے

فرمایا۔ یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک شخص بیس سال تک باطنی کیفیت کی وجہ سے شرک میں مبتلا رہا۔ وجہ یہ تھی کہ روح چونکہ مجرد ہے تو اس کے متخیلہ میں متمثل ہوئی۔ مجرد تھی اور نورانیت تھی اور یہ صرف عنوان ہے کیونکہ وہ نور بھی عرض ہے اور کل عالم اس کو سجدہ کر رہا تھا۔ تو اس نے یہ سمجھا کہ مجرد حق تعالیٰ ہیں اور باقی عالم سجدہ

میں ہے۔ یہ غلط تھا بلکہ وہ روح تھی۔ اور باقی عالم چونکہ صرف انسان کے لئے پیدا ہوا ہے وہ منقاد ہے۔ تو اس انقیاد کی صورتِ مثالی سجود میں تھی اور روح مجرد تھی۔ اس سے اس کو دھوکہ لگا۔ اس واسطے کشف خطرناک ہے۔ پوری حقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ کشف بعض دفعہ مامون بھی ہوتا ہے۔ یعنی پوری حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔ یہ شیخ نے لکھا ہے مگر اس صورت میں نصوص میں اور اس کشف میں تعارض ہوگا۔ کیونکہ نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ کشف ظنی ہے اور اس میں غلطی کا احتمال ہے۔ حجت نہیں اور بعض کشف کا مامون من التلبیس ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قطعی ہے۔ فرمایا اس کا جواب شیخ کے کلام سے تو نظر نہیں آیا۔ باقی میں نے لکھا ہے۔ اور جب سمجھ میں آیا تو بے حد مسرت ہوئی۔ اگر شیخ کے کلام میں نظر آتا تو بھی اتنی مسرت نہ ہوتی۔ جواب یہ ہے کہ کشف کا قطعی ہونا اور چیز ہے اور غیر پر حجت ہونا اور چیز ہے۔ مثلاً کسی شخص کو شمس کی پوری حقیقت معلوم ہوئی اور قمر سے زائد ہونے کا یقین ہوا مگر دوسرے پر حجت نہیں۔ اُس کو گنجائش ہے کہ کہہ دے کہ ممکن ہے کہ شمس بوجہ قرب کے بڑا محسوس ہوا ہو اور قمر بوجہ بعد کے چھوٹا محسوس ہوا ہو۔ غرض قطعی بھی ہوا اور غیر پر حجت بھی نہ ہو تو یہ جمع ہو سکتے ہیں۔

توجّہ اور تصرّف سے مغلوب کر کے لینا گناہ ہے

فرمایا۔ اگر کوئی شخص جوش میں ہدیہ دے تو مناسب ہے کہ اُس وقت ہدیہ قبول نہ کرے۔ ممکن ہے کہ بعد میں اس کو پریشانی ہو کہ اتنا مال کیوں دیا۔ وہ جوش سے مغلوب ہو کر دے رہا ہے اور یہ مغلوب ہو کر دینا گویا جنون ہے۔ اور معتوہ اور مجنون کے مال میں تصرف جائز نہیں۔ اسی طرح تصرف سے اور توجہ سے کسی کو مغلوب کر کے لے لینا جیسے بعض لوگ کرتے ہیں اور پھر اسے کرامت سمجھتے ہیں۔ حرام ہے۔ یہ تو اکراہ سے لینا ہوا۔ اسی طرح تعویذ میں حب اس درجہ کی پیدا کرنا کہ وہ مجبور ہو جائے۔ یہ بھی حرام ہے۔

ریا سے دینے سے مال حرام نہیں ہوتا

فرمایا۔ اگر کوئی ریا سے دے تو مال حرام نہیں ہوتا۔ ہاں ریا کا گناہ ہوتا ہے۔

احکام کے حِکَم بیان کرنے میں خرابی

فرمایا۔ احکام میں حِکَم بیان کرنے میں یہ خرابی ہے کہ اگر وہ حکمت کسی اور طریق سے حاصل ہو سکے تو فعل شرعی کو چھوڑ دے گا۔ مثلاً نماز جمعہ اور عیدین اور حج کی حکمت "اتفاق" بیان کی جاتی ہے اور کسی کو معلوم ہوا کہ یہ کلب گھر میں بھی حاصل ہوتا ہے تو وہ سب کو چھوڑ دے گا۔

سوال عن الحکمۃ پر ایک شخص کی خاموشی

فرمایا۔ ایک شخص نے ایک فعل کی حکمت دریافت کی۔ میں نے سوال عن الحکمۃ کی حکمت دریافت کی بس خاموش ہو گیا۔

حضرت گنگوہیؒ کے ایک مرید کا فوٹو گرافی سے توبہ کرنا

فرمایا، دہلی میں ایک صاحب کے مکان پر جو حضرت مولانا گنگوہیؒ کے مُرید تھے اور فن فوٹو گرافی میں مہارت رکھتے تھے۔ مگر حضرت مولاناؒ کے ہاتھ پر فوٹو بنانے سے توبہ کر چکے تھے۔ میں بیٹھا ہوا تھا وہاں حسن نظامی صاحب آئے اور کہا کہ صاحب اس دکاندار کو سمجھاؤ۔ اس نے فوٹو کا کام چھوڑ دیا اس سے اسلام کو بہت صدمہ پہنچا۔ میں نے کہا کیا صدمہ پہنچا؟ کہنے لگے کہ اسلام کو فخر تھا کہ اسلام میں بھی ایسے ایسے ماہر ہیں۔ میں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا گناہ ہونا کبھی کان میں پڑا ہی نہیں۔ کہا کیا گناہ ہے۔ میں نے لعن اللہ المصوّر پڑھا۔ انہوں نے کہا کہ وہ اس حکمت سے منع تھا کہ بت پرستی کا اندیشہ تھا۔ یہ علت گھڑی۔ اور کہا کہ ہر فعل کی علت ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ اس علت کی کیا دلیل ہے اور پھر میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ زنا کی حرمت کی کیا دلیل ہے۔ اُن کو تو کچھ پتہ نہ چلا۔ میں نے کہا کہ میں ہی بتلاتا ہوں وہ یہ ہے کہ تقاتل اور تجادل اور اختلاطِ نسب کہ لڑکا کون لے اور وہ دونوں انکار کریں وغیرہ۔ کہا ہاں یہی وجہ ہے۔ میں نے کہا کہ جب وجہ نہ رہے۔ مثلاً دو شخصوں کے درمیان تعشق ہو اور پھر عورت کو ایسی دوا کھلادیں کہ بچہ پیدا ہی نہ ہو تو کیا پھر زنا حلال ہو جائے گا؟ اس کا جواب ظاہر تھا کہ یقیناً نہیں۔ بس اسی

طرح فوٹو بھی ہے۔ پھر خاموش ہو گئے۔

انگریزی اشیاء نے سب سہولتیں پیدا کر دی ہیں

فرمایا۔ گھر میں بتی بنانا کسی کو نہیں آتا۔ میں ہی بناتا ہوں۔ اسی طرح قلم بنانا بھی نہیں آتا کیونکہ انگریزی اشیاء نے سہولتیں پیدا کر دی ہیں۔

نفلوں کی قضا نہیں

فرمایا۔ اگر رات کو بیدار ہونے کی عادت ہو اور کبھی نہ جاگے تو دن میں کچھ نفل پڑھ لے۔ مگر قضا کی نیت نہ کرے۔ نفلوں کی قضا نہیں ہوتی۔

غیر مقلدین کے لئے ہر جزو کے لئے نص کی ضرورت ہے

فرمایا۔ چونکہ غیر مقلدین کے لئے ہر جزو کے لئے نص کی ضرورت ہے۔ اس لیے قواعد کلیہ اُن کے نزدیک کوئی شے نہیں۔ ایک عالم نے ایک غیر مقلد مولوی صاحب نے دریافت کیا اور ایسا سوال کیا کہ کسی اور کو شاید نہ سوجھا ہو۔ وہ یہ کہ پہلے یہ پوچھا کہ جو عمداً نماز ترک کرے وہ مسلمان ہے یا کافر؟ انہوں نے کہا من ترك الصلوٰة فقد کفر۔ پھر کہا کہ جو امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ کہا کہ نہیں ہوئی۔ کہا کہ پھر وہ مسلمان ہے؟ یا کافر۔ وہ غیر مقلد مولوی صاحب رُک گئے اور کہا کہ میں تو کافر نہیں کہہ سکتا۔

تناسخ کے ابطال کی ایک نص

فرمایا۔ آریہ کس پھیر میں پڑے ہو۔ اُن کے نزدیک نجات ابدی ہے ہی نہیں۔ اسلام تو ایک دفعہ لا کر بے فکر ہو گئے کہ نجات ہو جائے گی۔ اُن کے ہاں آریہ بنو تو بھی بے فکری نہیں۔ تناسخ کے ابطال کی ایک نص خواب میں معلوم ہوئی پھر جاگ کر ضبط کر لیا۔ رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَاَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ۔ (پارہ ۲۴)

رمضان شریف میں کام کی زیادتی

فرمایا۔ رمضان شریف میں استفتا مجھے لکھنے پڑتے ہیں۔ مولوی ظفر اور مولوی عبدالکریم کہتے ہیں کہ ہم کو رمضان کی رخصت دی جاوے۔ اس طرح رمضان میں کام بڑھ

جاتا ہے۔

فخر المحدثین کا امتحان

کسی نے کہا کہ بنگال کی طرف فخر المحدثین کا ایک امتحان مولوی فاضل کی طرح نکلا ہے۔ فرمایا انہیں پڑھاتا کون ہوگا؟ کچھ دن رہ کر ف گر جائے گی۔

نا مسلم

فرمایا، راجپوتانہ میں جو لوگ مرتد ہوئے وہ اپنے آپ کو نہ مسلم کہتے ہیں اور نہ ہندو بلکہ نومسلم فرمایا۔ بلکہ وہ نامسلم ہیں۔

سائل حامل متاع ہے

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ سائل حاملِ متاع ہے۔ اُس کی قدر کرو۔ اگر اسٹیشن پر قُلی نہ ملے تو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔ اسی طرح سائل اور مسکین نہ ہوں تو صدقات کون قبول کرے اور جب کوئی قبول نہ کرے تو پھر ثواب سے محروم رہیں۔ اگر کسی شغل میں سائل آکر رکاوٹ پیدا کرے تو تنگ نہ ہو۔ کیونکہ وُہ بھی ایک طریق ہوگا قربِ حق کا۔ اب اس طریق سے قرب ہوگا۔

وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ کا لام استغراقی ہے

فرمایا، وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ کا لام استغراقی ہے اور حالتِ دنیاوی کو بھی شامل ہے۔ معنی یہ کہ آپ کی ہر پچھلی حالت پہلی سے افضل ہے۔ اس سے قبل مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ میں قبض ہے اور اس کے بعد کی اس آیت میں بسط ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے قبض اور زلّات میں بھی مراتب بڑھتے ہیں۔ وہ زلّات حقیقت میں باعثِ کمال ہیں۔ وہ زلّت اگر نہ ہوتی تو نقصان رہتا۔ زلّت ترقی کا مقدمہ ہوتا ہے۔

مکھن اور مصری خشک کھانسی کے لئے مفید ہے

فرمایا۔ مکھن اور مصری خشک کھانسی کے لئے مفید ہے۔

عالم السمین میں سمین سے کیا مراد ہے؟

فرمایا۔ انّ[1] اللہ لا یحب العالم السمین سے مراد وہ سمن ہے جس میں بے فکری ہو باقی اسباب اور طبیعت کے لحاظ سے سمن ہو اور بے فکری نہ ہو تو وہ مذموم نہیں۔ وہ تو اختیار سے باہر ہے۔

ایک آیت کی تفسیر لطیف

فرمایا۔ غزوۂ احد میں جو یہ آیت نازل ہوئی مِنکُم مَّن یُّرِیدُ الدُّنیَا وَ مِنکُم مَّن یُّرِیدُ الاٰخِرَۃَ۔ اس کی لطیف تفسیر یہ ہے منکم من یرید الدنیا للاخرۃ و منکم من یرید الاخرۃ الخالصۃ۔ کیونکہ اُحد میں جو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین مرکز کو چھوڑ گئے تھے وہ مراد ہیں یرید الدنیا سے۔ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان سے یہ بعید ہے کہ صرف دنیا ان کو مقصود ہو۔ نیز قواعد سے رِدْءٌ اور مدد کو بھی غنیمت میں شریک کیا جاتا ہے تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اگر نہ جاتے تو بھی غنیمت میں شریک تھے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مرکز کو چھوڑنا اجتہادی غلطی تھی کہ اب یہاں ٹھہرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ غنیمت جمع کرنے والوں کی امداد کریں۔ یہ بھی دین تھا مگر بذریعہ دنیا۔ اور جو جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے وہاں رُکی رہی۔ وہ دین تھا خالص۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰی کی عجیب و غریب تفسیر

فرمایا۔ عَبَسَ وَتَوَلّٰی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجتہادی لغزش تھی کیونکہ یہاں دو قاعدے ہیں۔ ایک یہ کہ تعلیم اصول مقدم ہوتی ہے تعلیم فروع سے۔ اس قاعدہ کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کو تبلیغ فرمائی۔ کیونکہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی تبلیغ فرما رہے تھے اور ابن ام مکتوم مسلمان تھے اُن کو فروع کی تعلیم ہوتی۔ گو وہ فروع بھی کسی دوسری شے کی نسبت اصل ہو۔ مگر اسلام کی نسبت تو فرع ہے جیسے اصول فقہ فقہ کے لیے اصل ہے مگر علم کلام کی بہ نسبت فرع ہے۔ اور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ نفع متیقن مقدم ہوتا ہے نفع متوہم سے۔ اس وقت اس قاعدہ کی طرف توجہ نہ ہوئی۔ تو اب حاصل

---

[1] اللہ تعالیٰ موٹے عالم کو پسند نہیں فرماتا ۱۲

یہ ہے کہ تعلیم اصول فروع سے مقدم ہے بشرطیکہ تاثیر نفع میں دونوں برابر ہوں۔ اور جب تعلیم فروع میں نفع یقینی ہو تو یہ مقدم ہو گی۔ اگر یہ شبہ ہو کہ اجتہادی لغزش پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملامت کیوں فرمایا گیا تو جواب یہ ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم توجہ فرماتے تو سمجھ سکتے تھے اور اعمیٰ میں جواب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک شبہ کا، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعمیٰ کی دل شکنی کی۔ لفظ اعمیٰ میں جواب کی طرف اشارہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے تو کچھ نہیں فرمایا۔ صرف تیوری پر بل ڈالے اور چونکہ وہ نابینا تھے۔ اس لیے اُن کو تیوری چڑھانے کی خبر نہیں ہوئی تو ان کی دل شکنی بھی نہ ہوئی کیونکہ وہ تو اعمیٰ تھے ہاں اگر بینا ہوتے تو بے شک دل شکنی ہوتی۔

ذکر اللہ بمنزلہ دلیل کے ہے

فرمایا۔ اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ میں تین چیزوں کو جمع فرمایا ہے۔ نماز۔ ذکر۔ نہی عن الفحشاء اور ذکر اللہ بمنزلہ دلیل کے ہے نماز کے ناہی ہونے کی منکر اور فحشا سے۔

پیلانِ مست کا جواب

فرمایا۔ سلطان محمود غزنوی نے فردوسی کے بارے میں خلیفہ بغداد کو لکھا کہ فردوسی نے شاہ نامہ میں ہماری ہجو کی ہے اُس کو ہمارے حوالہ کر دو ورنہ بغداد کو پیلانِ مست سے پامال کیا جاوے گا۔ خلیفہ کمزور تھا۔ جواب دینے کے لئے مشورہ کیا تو ایک نے کہا کہ یہ جواب لکھ دو اَلَمْ ۔ یہ جواب جب غزنی آیا تو اس کا مطلب سمجھنے میں بہت کوشش کی گئی۔ ایک عالم نے کہا کہ اس کا مطلب ہے اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ پیلانِ مست کا جواب ہے۔

ستائیسویں شب کو لیلۃ القدر

فرمایا، لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ سے اَلف کی تخصیص نہیں۔ بلکہ عربی میں الف سے بڑھ کر کوئی عدد مفرد نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جس قدر عدد بڑھا ہوا تم سمجھتے ہو اُس سے بھی خیر ہو گی۔ اگر کوئی کروڑ درجہ خیر سمجھے تو "انا عند ظن عبدی بی" کے قاعدہ سے اُس سے زیادہ ملے گا اور بعض نے بطور لطیفہ یہ لکھا ہے کہ لیلۃ القدر میں

۹ حروف ہیں اور تین دفعہ یہ لفظ اس سورۃ میں آتا ہے تو اس طرح ۲۷ ہوتے ہیں اس واسطے ستائیسویں رات میں لیلۃ القدر ہوگی۔

لطائف صوفیاء پانچ ہیں

فرمایا۔ لطائف صوفیاء پانچ ہیں۔ قلب۔ روح۔ سر۔ خفی۔ اخفیٰ اور نفس اُن کے علاوہ ہے اور یہ نفس ناطقہ سے علیحدہ ہے یہ وہ ہے کہ جس کی نصوص میں مذمت آئی ہے (من شرور انفسنا) قلب بھی اس قلب صنوبری کے علاوہ کوئی اور شے ہے یہ لطائف مجرد ہیں۔ لیکن نفس مجرد نہیں۔ ان لطائف کا بدن کے خاص خاص حصص کے ساتھ تعلق ہے۔ مثلاً قلب کا تعلق قلب صنوبری سے۔ نفس کا زیر ناف سے۔ کیونکہ یہ محل شہوت ہے۔ روح پستان راست کے دو انگشت نیچے سر بین العینین اخفیٰ کا محل ام الدماغ۔ یہ سب کشفی مسائل ہیں۔ اور نقشبندیہ ان کی طرف ذکر کے وقت توجہ کرتے ہیں۔ مثلاً لطیفۂ قلب کی طرف توجہ کر کے ذکر کرتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس طریق سے یکسوئی ہو جاتی ہے۔ اصل عبادت میں یکسوئی مقصود ہے۔ جب اس لطیفہ میں یکسوئی ہو کر کامیابی ہو جاتی ہے تو یہ کہتے ہیں کہ لطیفۂ قلب طے کر لیا۔ پھر سر کی طرف توجہ کرتے ہیں اس سے بھی مقصود یکسوئی ہوتی ہے۔ پھر جب یہ طے ہو جاتا ہے تو دونوں لطیفوں کو ملا کر ذکر کرتے ہیں جیسے حافظ دو سورتوں کو ملا کر پڑھے۔ پھر اسی طرح باقی لطائف محققین کو جب یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے تو پھر ذکر اور عبادت جو مقصود اصلی ہے اُس میں لگ جاتے ہیں۔ مگر اکثر تو غلطی سے ان کو ہی مقصود سمجھتے ہیں اور ساری عمر اسی میں لگے رہتے ہیں۔ چشتیہ کے ہاں یہ کچھ بھی نہیں۔ صرف لطیفۂ قلب کی طرف ذکر کے وقت خیال اور توجہ ہوتی ہے کہ قلب بھی ذکر کر رہا ہے۔ جب یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے تو پھر عبادت میں اس سے کام لیتے ہیں۔ لطیفۂ نفس مادی ہے۔ تغلیباً اس کو بھی مجرد کہہ دیتے ہیں۔

دست غیب کی آمدنی حرام ہے

فرمایا۔ دست غیب سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ حرام ہے۔ کیونکہ وہ بذریعۂ جنات

حاصل ہوتی ہے اور وہ جن چوری سے لا دیتے ہیں یا اپنا مال مجبوری سے دیتے ہیں اور یہ دونوں صورتیں حرام ہیں۔

اختلافِ مطالع کا مبنیٰ

فرمایا۔ اختلافِ مطالع کا مبنیٰ چونکہ تدقیق اور تحقیق مشکل پر ہے۔ اس واسطے شریعت نے اُس کا اعتبار نہیں کیا ورنہ اس کے مبادی اور علمِ ہیئت کا جاننا فرض ہوتا۔ نَحْنُ اُمَّۃٌ اُمِّیَّۃٌ سے اس کو بیان فرمادیا۔

دارالحرب کی تخصیص کا باعث

فرمایا۔ لا ربوٰی بین الحربی والمسلم ثَمَّ۔ اس ترکیب کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک خبر اور ایک نہی۔ سو یہاں پر یہ ترکیب نہی کے لئے وارد ہے۔ جیسے فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ تو ہم مانع ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ ممکن ہے لا ربوٰی لا رفث کی طرح ہو باقی دارالحرب کی تخصیص اس واسطے ہے کہ وہاں اس کے جواز اور حصول کا موقع ہے۔ ورنہ دارالاسلام میں بطریقِ اولیٰ منع ہے۔ مستدل کے ذمہ اس کا جواب ہے۔ اور فرمایا کہ جو لوگ ابو حنیفہؒ کا قول یہاں مانتے ہیں تو اس واسطے کہ یہ اُن کے نفس کے مطابق ہے ورنہ ابو حنیفہؒ کے نزدیک تو داڑھی میراث وغیرہ میں بھی اقوال ہیں وہاں نہیں مانتے۔

انوار اور کیفیات کا مشاہدہ کچھ کمال نہیں

فرمایا انوار اور کیفیات کا مشاہدہ کچھ کمال نہیں۔ اصل مقصود تو طاعت ہے حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بدر میں ملائکہ کو نہیں دیکھا اور شیطان نے دیکھا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ حُجب ظلمانی سے حُجب نورانی زیادہ مضر ہیں۔ کیونکہ دونوں مقصود سے روکتے ہیں مگر ظلمانی کو تو کوئی معتبر نہیں سمجھتا اور نورانی کو سالک مقصود سمجھ کر راستہ میں رُک جاتا ہے۔ ایسی کیفیات کی نسبت حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں ؎

تلك خيالات تربى بها اطفال الطريق

"یہ خیالات ہیں کہ ان سے طریق کے بچوں کو بہلایا جاتا ہے"

نفس چونکہ طالبِ امتیاز ہے۔ اس سے امتیاز کی ایک شان پیدا ہوتی ہے۔ اس واسطے نفس خوش ہوتا ہے۔

عوام کا نماز میں سہو

فرمایا۔ سہو فی الصلوٰۃ کبھی بوجہ توجہ الیٰ اعلیٰ الصلوٰۃ کے ہوتا ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سہو تھا اور کبھی بوجہ الیٰ سافل الصلوٰۃ کے ہوتا ہے یہ عوام کا سہو ہے۔

سفارش اور حکم میں فرق

فرمایا۔ جب تک سفارش اپنی حقیقت پر تھی مسنون تھی۔ اب جب اُس کی حقیقت بدل گئی تو منع ہو گئی۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ جو شخص سفارش کرتا ہے وہ گویا حکم دیتا ہے اور جبر کرتا ہے اور مشفوع اس کو حکم ہی سمجھتا ہے اور کرنے کے لئے مجبور کرتا ہے اور حقیقت وہ ہے جو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے۔ اس واسطے جب میں سفارش کرتا ہوں تو پہلے مشفوع سے دریافت کرتا ہوں کہ اگر تم اجازت دو تو میں پھر لکھوں بشرطیکہ تمہاری آزادی میں فرق نہ آوے اور تم نے کسی سے وعدہ بھی نہ کیا ہو اور تمہارے پاس مال بھی اس قسم کا ہو کہ وہ تم دینا بھی چاہتے ہو اور کوئی اہم مصرف بھی نظر میں نہ ہو۔ اور تم موقعہ کے متلاشی بھی ہو۔ تو میں ایک موقعہ کا پتہ بتلاتا ہوں۔

بعض رسوم میں کچھ فائدے

فرمایا۔ بعض رسوم میں کچھ فائدے بھی ہیں۔ حکیم ہی سمجھتا ہے کہ یہ رسم باقی رہنے کے قابل ہے۔

سلف میں علماء کی قدر تھی

فرمایا۔ سلف میں چونکہ علماء کی قدر تھی اور صوفیوں کو کوئی پوچھتا نہ تھا۔ اُس وقت انا الحق کہنا دلیل تھی۔ غلبۂ حال اور صدق کی۔ اب تو علماء کو کوئی نہیں پوچھتا۔ اور صوفیوں کی قدر ہے جو چاہے بک دے لوگ اور بھی معتقد ہو جائیں گے۔

☆ ☆ ☆

سختی سے سمجھانے میں اثر

فرمایا۔ نرمی سے سمجھاتا ہوں اثر نہیں ہوتا۔ سختی سے فوراً اثر ہوتا ہے۔ اور ہاتھ اٹھاؤں تو اور بھی برکات ہوتی ہیں مگر اب بڑھاپے میں اتنا جوش نہیں ہے الّا گاہے گاہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء کے لئے واسطہ فی النبوّت ہیں

فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء کے لئے واسطہ فی النبوّت ہیں۔ احقر نے عرض کیا کہ اس کی کیا دلیل ہے۔ فرمایا نصوص سے یہ ثابت ہوتا ہے اور کشفی طریق سے بھی ثابت ہوتا ہے اور نیز حدیث:

اوّل ما خلق اللہ نوری — اللہ نے سب سے پہلے جو چیز پیدا فرمائی وہ میرا نور تھا۔

سے بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ اوّل جب تک نہ ہو ثانی نہیں ہوتا اوّل کا تقدم ضروری ہے۔

لولا الاوّل لما وجد ثانی — اگر اوّل نہ ہو تو دوسرے کا وجود نہ ہوتا

یہ مولانا دیوبندیؒ فرماتے تھے۔

شیطان کو گمراہ کرنے کی کتنی عقل ہے

فرمایا۔ شیطان کو اضلال کی اس قدر عقل ہے جتنی نبی کو ہدایت کی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کے تابعدار اتنے نہیں جتنے ابلیس کے ہیں۔ اور وجہ یہ ہے کہ لوگوں میں اضلال کی قابلیت زیادہ ہے۔ ہدایت کی قابلیت کم ہے ورنہ نبی کے موثر ہونے میں کوئی شک نہیں۔ دوسرے یہ وجہ ہے کہ ابلیس جس شئے کی دعوت دیتا ہے وہ تو نقد ہے اور حضرات انبیاء کا وعدہ بظاہر اُدھار ہے اور طبیعت نقد کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے۔

مجمع میں کئی آدمی مل کر قرآن پڑھیں تو کوئی حرج نہیں

فرمایا۔ میرے نزدیک:

اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا — جب قرآن مجید پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو۔

تبلیغ پر محمول ہے اس جگہ قرا‌ءت فی الصلوٰۃ مراد نہیں۔ سیاق سے یہی معلوم ہوتا ہے تو اب ایک مجمع میں بہت آدمی مل کر قرآن پڑھیں تو کوئی حرج نہیں۔

جنت میں رویت حق حسب استعداد ہوگی

فرمایا۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جنت میں جاکر رویت حق کا شوق زیادہ ہوگا مگر یہ غلط ہے۔ کیونکہ شوق میں بے چینی ہوتی ہے۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ حسن غیر متناہی ہے اور اس کا ادراک نہ کرسکیں گے تو بے چین ہوں گے۔ فرمایا یہ اس واسطے غلط ہے کہ وہاں استعداد کے مطابق کامیابی ہوگی۔ اس واسطے بے چین نہیں ہوں گے۔

ابلیس کا سجدہ نہ کرنا حضرت آدم علیہ السلام کا کمال ہے

فرمایا۔ کسی بزرگ نے فرمایا ہے (حضرتؒ نے اُن بزرگ کا نام بھی لیا تھا مگر یاد نہیں رہا) کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آگے ملائکہ کا سجدہ کرنا جیسا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کمال ہے ویسا ہی ابلیس کا سجدہ نہ کرنا بھی حضرت آدم علیہ السلام کا کمال ہے کیونکہ اگر سجدہ کرتا تو الجنس یمیل الی الجنس کے قاعدہ سے معلوم ہوتا کہ ابلیس کو بھی حضرت آدم علیہ السلام سے مناسبت ہے جب سجدہ نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ کوئی مناسبت نہیں۔

مضامین علمیہ سے طبعی حظ

احقر نے عرض کیا کہ مضامین علمیہ سے حَظ حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا، یہ طبعی حظ ہے عقلی نہیں اور مجھ کو اس کا احساس نہیں ہوتا۔ مزا وہ ہے جو عارفین کو حاصل ہوتا ہے ؎

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند صاف اگر باشد ندانم چوں کند

ملک الموت کی ایک وقت میں مختلف لوگوں کی جان نکالنے کی شان

فرمایا۔ ایک عورت نے ایک بچہ کے ہاتھ یہ سوال کرایا کہ ملک الموت تو ایک ہے تو اتنے لوگوں کی جان ایک وقت میں کیسے قبض کرلیتا ہے؟ میں سوچ میں پڑا کہ کس طرح سمجھاؤں کہ یہ بچہ سمجھے پھر جاکر سمجھا سکے تو میں نے یہ کہا کہ اس سے کہو کہ تم ایک لقمہ میں کتنے چاول منہ میں ڈال کر نگل جاتی ہو تو ملک الموت بھی ایک ہی وقت میں بہت سے لوگوں پر قابو پالیتے ہیں جیسا تم چاولوں پر قابو پالیتی ہو۔

فرمایا۔ علی گڑھ میں ایک شخص ملے جو عربی اور انگریزی میں وہاں بے نظیر سمجھے جاتے تھے۔ ابوداؤد کی اس حدیث کے متعلق (الطاعون من الرجس الشیطان) کہا کہ کچھ دریافت کرنا ہے۔ میں نے کہا کہ اس کی وجہ یا مضمون؟ کہا وجہ۔ میں نے کہا وجہ نہ معلوم ہونے میں کیا ضرر ہوا؟ کہا ضرر تو نہیں مگر معلوم ہو تو نفع ہے۔ میں نے کہا کیا نفع۔ کہا اطمینان۔ میں نے کہا اطمینان کوئی مطلوب ہے۔ کہا اگر مطلوب نہ ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کا مطالبہ نہ فرماتے۔ میں نے کہا کہ یہ کیا ضروری ہے کہ جو دوا ایک مریض کو مفید ہو دوسرے کو بھی مفید ہو۔ پھر خاموش ہو گئے۔ بعد میں احباب سے تقریر کی تو انہوں نے کہا کہ یہی تقریر وہاں فرما دیتے۔ میں نے کہا کہ وہ اس کے اہل نہ تھے اُن کو اس سے نقصان ہوتا۔ آپ لوگ اہل ہیں۔

بے ضرورت سوال کا جواب نہ دینا

فرمایا۔ ایک صاحب پنجاب میں آئے تھے وہ کچھ مسائل دریافت کرنا چاہتے تھے۔ یہاں میں موجود نہ تھا گنگوہ تھا وہاں پہنچے اور مسائل سب سیاسی تھے۔ کہنے لگے کہ میں علیحدگی میں پوچھنا چاہتا ہوں میں علیحدہ ہو گیا تو مسائل پوچھے۔ میں نے کہا کہ آپ سے چونکہ میں واقف نہیں اس واسطے ان مسائل کا جواب دینا نہیں چاہتا۔ کیا پتہ ہے کہ آپ جاسوس ہوں اس لئے آپ کو راز کی باتیں نہیں بتلاتا۔

بعض لوگ ایسے موقع پر یہ سُنا دیتے ہیں (الجم من النار) ایک مولوی صاحب کو کسی نے یہ سُنا دیا تھا تو مولوی صاحب نے کہا تو جا۔ جب مجھ کو لگام دیں گے تو میں تم کو نہ بلاؤں گا۔ کسی نے اس موقعہ پر عرض کیا کہ پھر حدیث کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا کہ ”جو سوال ضروری ہو اور مخاطب کو اس کی ضرورت ہو اور تم کو معلوم بھی ہو پھر نہ بتلانا“ اور بے ضرورت سوال کا جواب ضرور نہیں

سارا ماہِ رمضان ایک سالک پر جمعہ فی القریٰ کے فتویٰ پر شغل رکھنے پر عتاب

ایک سالک نے جو حضرت کے زیرِ تربیت تھے حضرت سے ایک فتویٰ حاصل کیا تھا جس میں جمعہ فی القریٰ کی نسبت ارشاد تھا کہ نہیں چاہیے اور استفسار کے کاغذ کو مضبوط بنانے کی خاطر کپڑا لگا دیا تھا اور دیگر علماء سے بھی اس پر دستخط کراتے پھرتے تھے اور حضرت کو دکھانے لائے تھے، ان سے فرمایا کہ سارا رمضان تمہارا اسی خیال اور اہتمام میں گذرا ہوگا۔ اس قسم کے اشغال سے قلب تباہ ہوجاتا ہے تم میرے سامنے سے کھڑے ہوجاؤ منہ نہ دکھلاؤ جب تک اس کو میرے سامنے نہ جلا دو۔ چنانچہ انہوں نے فوراً اس کو جلا دیا۔ اسی پر یہ شعر بھی فرمایا ؎

جملہ اوراق و کتب در نار کن سینہ را از نورِ حق گلزار کن

عالمِ ارواح میں تقدیر سے استدلال جائز ہے

فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جھگڑا عالمِ ارواح میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد ہوا۔ جیسا کہ حدیث میں توریت کے تذکرہ سے معلوم ہوتا ہے اس پر استدلال بالقدر کا شبہ ہوسکتا ہے۔ وہ یہ کہ ہر فاسق بھی عذر کرسکتا ہے، فرمایا، جواب یہ ہے کہ عالمِ ارواح میں ملامت کی وجہ کوئی نہیں۔ کیونکہ اگر یہ ملامت ہے کہ من کل الوجوہ حضرت آدم علیہ السلام رُکنے پر قادر تھے تو یہ غلط ہے کیونکہ تقدیر میں لکھا جاچکا تھا۔ یہ من بعض الوجوہ عجز ہے اور اگر مطلوب زجر ہے۔ تو عالمِ ارواح میں زجر مناسب نہیں۔ اور عالمِ ارواح میں تقدیر سے استدلال جائز ہے خصوصاً جب مستدل اپنے قصور سے تائب بھی ہوچکے اور اس کی توبہ بھی قبول ہوچکی ہو۔

حضرت حاجی صاحب رح کی مولانا محمد یعقوب صاحب رح کو نصیحت

فرمایا۔ کہ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے مولانا محمد یعقوب صاحب رح سے فرمایا تھا کہ تکمیل کے لئے میرے قلب کی طرف متوجہ رہنا۔ خواہ میں کسی سے گفتگو بھی کروں۔ مگر اُن سے یہ بھی نہیں ہوا۔

فرمایا۔ کہ خشوع کے لئے اتنا دھیان کافی ہے جیسے کچے قرآن کا حافظ سوچ کر پڑھتا ہے۔ بس اتنا حصول خشوع کے لئے کافی ہے اس سے زیادہ تعب ہے اور وہ حاصل کرنا مشکل ہے تو مشکل سمجھ کر بالکل ترک کر دیتا ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ سے تعلق قوی کرنے کی تدابیر

فرمایا، جی یہی چاہتا ہے کہ دوستوں کا تعلق حق تعالیٰ سے قوی ہو جاوے اور حق تعالےٰ کے پاس جانے سے وحشت نہ ہو گو ہیبت ہو۔ وحشت اور شے ہے اور ہیبت اور شے۔ وحشت میں نفرت اور کراہت ہوتی ہے جس کا اثر ظلمت ہے اور ہیبت میں نور ہوتا ہے۔ اور فرمایا اس تعلق کے قوی ہونے کے دو سبب ہیں۔ ایک تعلقات غیر ضروریہ کا کم کرنا۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کی محبت۔ تعلق کے کم کرنے کی دھن میں لگا رہے۔ آہستہ آہستہ کم کرے مگر اتنا لمبا نہ ہو کہ موت تک بھی ختم نہ ہو۔ اور محبت پیدا ہوتی ہے اہل محبت کے پاس بیٹھنے سے یا خط وکتابت کے ذریعہ سے کیونکہ اہل محبت کے خط سے بھی ایک نور پیدا ہوتا ہے۔

علماء کو طول امل جائز ہے

فرمایا۔ کہ صوفیاء نے لکھا ہے کہ علماء کو طولِ امل جائز ہے تاکہ کتب تصانیف کر سکیں۔

ہندو سے سود لینا کیوں حرام ہے

فرمایا۔ ایک تھانہ دار صاحب نے لکھا کہ ہندو سے سود لینا کیوں حرام ہے؟ میں نے لکھا کہ ہندو عورت سے زنا کیوں حرام ہے؟ پھر انہوں نے لکھا کہ علماء کو ایسا خشک جواب نہ دینا چاہیے۔ پھر میں رام پور گیا تو وہ تھانہ دار ملے اور ذکر کیا کہ میں وہ شخص ہوں جس نے فلاں خط لکھا تھا۔ میں نے کہا پھر تو آپ واقف ہیں۔ پھر اس مسئلہ کی گفتگو میں میں نے اُن سے کہا اب تعارف ہو گیا اور خاص لوگوں سے خطاب اور طرح کا ہوتا ہے۔ مگر آپ سے بھی امید ہے کہ اس تعارف کی قدر کریں گے اور سوال میں اسکی رعایت

کریں گے۔ فرمایا کہ میں تو مقید ہوا مگر اُن کو بھی مقید کر دیا کہ یہ بھی آزاد نہ رہیں۔

بینک میں رقم جمع کرانے کے گناہ کا کفارہ

فرمایا۔ بنک میں روپیہ جمع کرنے سے گناہ تو ہوگیا کیونکہ گناہ تو معاملہ ربا (یعنی عقد ربا) سے ہوتا ہے اس واسطے ربا دینے والے اور کاتب اور شاہد کو بھی گناہ ہوتا ہے اور ربا کھلانے کا گناہ یہ دوسرا ہوا۔ اگر معاملہ کر چکا ہو تو پھر سود وہاں جمع کر دینے سے یہ بہتر ہے کہ لے لے اور مضطرین کو دیدے شاید لینے کے گناہ کا کفارہ ہو جاوے۔

بعض بزرگوں کے افعال شریعت پر منطبق ہو جاتے ہیں

فرمایا۔ بعض بزرگوں کے افعال تو شریعت پر منطبق ہو جاتے ہیں اور بعض کے نہیں ہونے گو انطباق دقیق ہو جیسا بعض متاخرین فقہاء نے امراض بدنیہ کے علاج کے لئے تداوی بالمحرم کو جائز رکھا ہے۔ اسی طرح صوفیاء نے بعض امراض باطنیہ کے لئے تداوی بالمحرم جائز رکھا ہے۔ مگر یہ بھی غلطی ہے اس واسطے کہ طب بدنی تو ظنی ہے اور اطباء کو اس کے قواعد کا استیعاب نہیں ہوا تو ممکن ہے کہ بعض امراض کے لئے دوا موجود ہو اور معلوم نہ ہو مگر شریعت چونکہ مکمل ہے اور کوئی دوا باقی نہیں اس واسطے شریعت میں اور دوائیں ہیں اور تداوی بالمحرم تب جائز ہے جب اور کوئی دوا نہ ملے تو صوفیا نے اس میں غلطی کی ہے۔

متولی کے دو اقسام

فرمایا۔ ڈھاکہ سے خط آیا جس میں وقف کا مسئلہ دریافت کیا گیا تھا میں نے کہا متولی دو قسم کا ہے شرعی اور قانونی۔ انگریزی متولی قانون میں شرعی نہیں۔ اُس وقف نامہ میں واقف نے انگریزوں کو بھی متولی بنایا تھا۔

کوئی متقی سمجھ کر ہدیہ دے تو کیا قبول کرنا جائز ہے

فرمایا۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو متقی سمجھ کر (کچھ ہدیہ) دیوے اور وہ (لینے والا) متقی نہ ہو۔ یا حافظ سمجھ کر دیوے اور وہ اصل میں حافظ نہ ہو تو پھر

وہ ہدیہ (ایسے شخص کو) لینا حرام ہے۔ فرمایا کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ اس تحقیق سے پھر ہم کو ہدیہ لینا حرام ہے کیونکہ لوگ ہمیں نیک اور متقی سمجھ کر دیتے ہیں اور ہم اصل میں متقی نہیں ہوتے۔ تو میں نے یہ جواب دیا کہ اگر وہ شخص خود اس کا اعلان نہ کرے کہ میں متقی ہوں تو پھر لینا جائز ہے خواہ وہ دوسرا شخص اس کو متقی سمجھ کر دے اور حالانکہ یہ متقی نہ ہو تو پھر وہ سائل بہت خوش ہوا۔

وسوسہ اور اشرف نفس

فرمایا۔ مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے بہاول پور میں ایک سوال فرمایا وہ بزرگ ہیں (اُس وقت حیات تھے) مگر اپنے چھوٹے سے بھی دریافت فرما لیتے تھے۔ سوال یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو استشراف نفس سے آوے اس میں برکت نہیں ہوتی۔ اور دنیادار ہم کو بلاتے ہیں اور نفس میں یہ خیال ہوتا ہے کہ کچھ دیں گے تو یہ اشراف ہوا اور اشراف میں برکت نہیں۔ فرمایا کہ میں نے جواب دیا کہ اگر وہ لوگ کچھ نہ دیں تو پھر دل کو اذیت محسوس ہوتی ہے تو اشراف ہوگا۔ اگر نہ دینے کی تقدیر پر بُرا نہ معلوم ہو تو وسوسہ ہوگا اشراف نہ ہوگا تو لینا بھی جائز ہوگا انہوں نے ان کو پسند فرمایا اور فرمایا کہ آپ نے تو میرے سر پر سے پہاڑ ہٹا دیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ جناب ہی کی تو صحبت کی برکت سے حاصل ہوا۔

کام کو معالجہ سے مقدم سمجھنا

فرمایا۔ زانو میں کئی ماہ سے درد تھا۔ معالجہ کا وقت نہیں ملتا۔ کیونکہ کام طبعًا معالجہ سے مقدم رکھتا ہوں۔

عوام میں دین کی وقعت کی دلیل

فرمایا۔ عمومًا لوگ جو رمضان میں مُردہ کے ایصالِ ثواب کے لئے کپڑے بنا کر دیتے ہیں یہ بھی دین کی وقعت کی دلیل ہے

الفاظ میں کچھ خاصہ

فرمایا۔ ممکن ہے کہ صرف الفاظ میں کچھ خاصہ ہو جیسے مقناطیس میں زلزلہ سے

پہلے جذب کی قوت نہیں رہتی اس کی وجہ کچھ بھی نہیں۔ یہ اس کا طبعی اثر ہے۔ اور نیز وسطِ مقناطیس میں کچھ اثر نہیں اور اگر اُس کے ٹکڑے کر لیے جاویں اور وسط کنارہ ہو جاوے پھر اس میں وہی اثر پیدا ہو جاتا ہے۔

اختلافِ مطالع کا اعتبار نہیں

فرمایا۔ اختلافِ مطالع کا اعتبار نہیں کیونکہ اس میں بہت مشقت ہے۔ یہ اختلاف شرقاً غرباً ہوتا ہے جنوباً شمالاً نہیں ہوتا۔ اس تحقیق کے لئے کہ جس بلد میں رویت ہوئی وہ کس طرف ہے جغرافیہ کی ضرورت ہے اور شرقاً غرباً بھی خصوص بُعد کو اعتبار ہے۔ اس کے دریافت کے لئے علم ریاضی و ہیئت کی ضرورت ہے۔ اس حرج شدید سے بچانے کے لئے اختلاف کا اعتبار نہیں۔ نیز عبادت میں خلجان رہے گا کہ ادا ہوئی یا نہیں ہوئی۔

مراقبۂ توحید کی ممانعت کا سبب

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے مراقبۂ توحید سے منع فرمایا۔ اس لئے کہ اگر معرفت تو ہو کہ سب افعال کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں اور محبت نہ ہو تو ایسی حالت میں مثلاً اگر بیٹا مر گیا تو مراقبہ میں یہ تقاضہ ہوگا، کہ امانت کو فعلِ حق تعالیٰ خیال کرے اور یہ فعل اس کی طبیعت پر بظاہر مکروہ ہے اور محبت ہے نہیں۔ تو حق تعالیٰ سے بغض پیدا ہوگا۔ سیر کی روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ ایک مشتِ خاک لے آؤ۔ آدم علیہ السلام کو بنائیں گے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مٹی لینی چاہی تو مٹی روئی اور کہا کہ ہم عتاب میں آجائیں گے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے چھوڑ دیا رحم کی وجہ سے۔ اسی طرح حضرات میکائیل و اسرافیل علیہما السلام نے کیا۔ آخر حضرت عزرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا۔ وہ آئے مٹی روئی مگر انہوں نے اس کی پروا نہ کی اور مٹھی بھر لی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بنی آدم کی روح قبض کرنے کے لیے تم کو مقرر کیا جاوے گا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ! لوگ مجھ کو کوسا کریں گے، فرمایا جس کی نظر واسطہ پر ہوگی وہ تو واسطہ کی طرف موت کو منسوب کرے گا۔ جس کی نظر واسطہ پر نہ ہوگی وہ میری طرف منسوب کرے گا مگر تمہارا کوئی نام نہ لے گا۔ چنانچہ مشاہدہ ہے کہ حضرت عزرائیل

علیہ السلام کا کوئی بھی ذکر نہیں کرتا۔

عبادت میں جی لگنے کی کاوش سے ممانعت

فرمایا۔ عبادت میں جی لگنے کے لئے کاوش کرنا کتاب وسنت پر زیادہ کرنا ہے۔

علماء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقایہ ہیں

فرمایا۔ علماء بھی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقایہ ہیں۔ لوگ احکام میں علماء کو بدنام کرتے ہیں

اگر مسلمان میں تکبر نہ ہو

فرمایا۔ اگر مسلمان میں تکبر نہ ہو تو جی کو تو یہی لگتا ہے کہ جنت میں جائے گا کیونکہ اس میں ندامت ہوتی ہے۔

عدل حقیقی میں اسلام شرط ہے

فرمایا۔ عدلِ حقیقی میں تو اسلام شرط ہے۔ کبھی کافر عادل ہو ہی نہیں سکتا مگر اب ظلم دو قسم پر ہے ایک آئینی دوسرا غیر آئینی۔ ظلم آئینی کو بھی عرف میں عدل ہی کہتے ہیں۔

مجتہدین نے مسائل اختلافیہ میں ترجیح ذوق سے دی ہے

فرمایا۔ مجتہدین نے مسائل اختلافیہ میں ترجیح ذوق سے دی ہے۔ کتب اصول میں جو قواعد مذکور ہیں اُن کا تو اُس وقت نام ونشان بھی نہ تھا۔ مگر علماء نے انسدادِ مفاسد کے لئے ان اصول کو نکالا۔ تو یہ مسائل پر متفرع ہیں۔ مسائل کے اصل نہیں۔ ضبط بھی اس میں سہل ہے۔ مولانا سید احمد صاحبؒ نے مخارجِ میراث کے لئے یہ تجویز کیا۔ مخارج دو اور دو کے دو ضعف۔ تین اور تین کے تین ضعف۔

معراج شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آسمانوں پر کن کن انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی

فرمایا۔ میں نے حضرات انبیاء علیہم السلام کے نام کہ پہلے آسمان پر کون ہے اور دوسرے پر کون۔ سہولت کے لئے یہ تجویز کیا اَعْیَاہُمَا۔ الف سے حضرت آدم علیہ السلام پہلے آسمان

پر۔ عین سے حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمانِ ثانی پر اور چونکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اُن کے بھائی ہیں وہ بھی ان کے ہمراہ ہیں۔ اس واسطے اُن کو بھی اُن کے ساتھ ملادیا۔ ی سے حضرت یوسف علیہ السلام۔ الف سے حضرت ادریس علیہ السلام۔ ہ سے حضرت ہارون علیہ السلام۔ م سے حضرت موسٰی علیہ السلام۔ اور ا سے حضرت ابراہیم علیہ السلام جو سب سے اوپر ہیں۔

فاعل کو حقیر نہ سمجھنا

فرمایا مجھ کو کبھی کسی فاسق کو دیکھ کر یہ خطرہ بھی نہیں ہوا کہ میں اس سے اچھا ہوں۔ فعل کو تو بُرا جانتا ہوں مگر فاعل کو حقیر نہیں جانتا۔ اس لئے معاصی کو تو بُرا سمجھے عاصی کو بُرا نہ سمجھے۔

حضرت سیّد آدم بنوریؒ کا میزابِ رحمت کے نیچے انتقال ہوا

فرمایا۔ سیّد آدم بنوریؒ حضرت مجدّد صاحبؒ کے خلیفہ ہیں۔ میزابِ رحمت کے نیچے اُن کا انتقال ہوا۔ لاش وہاں سے نہ اٹھتی تھی۔ آخر کسی نے کہا کہ اسی جگہ دفن کرو۔ پھر اُٹھیں گے۔ آخر وہاں ہی دفن ہوئے۔

بکرا صدقہ کرنے میں فسادِ عقیدہ

فرمایا۔ بکرا صدقہ کرنا اس میں فسادِ عقیدہ ہے کہ راقۃ الدم میں فدیہ اور معاوضہ ہے اور یہ بدعت ہے۔

بعض دفعہ قیود معتبر نہیں ہوتیں

فرمایا۔ مولانا شبیر احمد صاحبؒ نے مولانا دیوبندیؒ کی ایک مثال سے اس مسئلہ کے متعلق کہ بعض دفعہ قیود معتبر نہیں ہوتیں۔ یہ بیان کی کہ گلاس میں پانی لاؤ۔ اب ظاہر ہے کہ گلاس کی قید مقصود نہیں۔ یہ ذوق کا فتویٰ ہے۔

فرقہ ناجیہ کون ہے

فرمایا۔ مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ نے ایک دفعہ بہت عمدہ بات فرمائی کہ اس حدیث میں "ما انا علیہ واصحابی" میں "ما" عام ہے عقائد، لباس، وضع

وغیرہ سب امور میں۔ فرقۂ ناجیہ وہ ہے جو سب امور میں حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرز پر ہو۔ اور من تشبہ بقوم فھو منھم کی بابت ایک دفعہ دیوبند میں سُنا کہ بعض طلباء کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ میں نے وعظ کہا کہ حدیث کی تو تحقیق نہیں کہ سند کے لحاظ سے کیسی ہے مگر میں آیت سے اس مضمون کو ثابت کرتا ہوں وہ یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا۔	اور اے مسلمانو! ان ظالموں کی طرف مت جھکو۔

ایک قاعدہ عقلیہ اس سے ملا لیا جاوے کہ تشبہ فرع "رکون" کا ہے۔ اولاً رکون ہوتا ہے۔ پھر تشبہ ہوتا ہے (تو گویا رکون مقدمہ ہے تشبہ کا۔ تو قرآن نے مقدمہ سے منع فرمایا اور حدیث نے ثمرہ کو منع فرمایا از جامع) اور گورکھپور میں میں نے اس مضمون کو دوسری طرح بیان کیا تھا اگر تشبہ سے کچھ نہیں ہوتا۔ تو آپ ایک دفعہ اپنی بیگم صاحبہ کا لباس پہن کر مجلس میں تشریف لائیے پھر ہم مسئلہ میں عقیدہ تو یوں ہی رکھیں گے مگر بیان کرنا چھوڑ دیں گے۔ بہرحال آپ صورت مذکورہ میں رہیں گے تو مرد ہی۔

اہل اللہ سے تشبہ ہر حال میں قابل قدر ہے

فرمایا۔ اہل اللہ نے تو تشبہ کی دوسری طرز کا بھی اعتبار کیا ہے۔ عوارف میں ہے کہ جو اہل اللہ کی شکل بنائے۔ گو مکر سے بنائے وہ بھی قابل قدر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس کے نزدیک یہ شکل عمدہ ہے اور یہ خیال کہ اہل اللہ کی شکل عمدہ ہے۔ یہ خیال مبارک ہے۔

علوم بلاواسطہ سے علوم بالواسطہ اعلیٰ ہیں

فرمایا حضرت ابن عربیؒ نے لکھا ہے کہ علوم بلاواسطہ سے علوم بالواسطہ اعلیٰ ہیں۔ مراد یہ ہے کہ کشف وغیرہ جو بلاواسطہ ہیں اُن میں غلطی ممکن ہے اور جو بواسطہ وحی ہیں اُن میں غلطی کا احتمال نہیں بہت خوب فرمایا ہے۔

تصوّرِ شیخ کو شغلِ برزخ بھی کہتے ہیں

تصوّرِ شیخ کو شغل رابطہ اور شغلِ برزخ بھی کہتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اِس کو ضروری کہا۔ حضرت مولانا شہیدؒ نے اس کو حرام لکھا ہے۔ میں منع تو نہیں کرتا مگر مجھ کو اس سے بہت نفرت ہے۔ اسی طرح عرفی توجہ توحید کے خلاف ہے۔ اس سے غیرت آتی ہے کہ غیر کی شکل کو ایسے طریق پر ذہن میں لاوے کہ حق تعالیٰ کی بھی قصداً نفی کرے۔

مالک مطبع مجتبائی کا اعتقاد

فرمایا۔ مولوی عبدالاحد صاحب مالک مطبع مجتبائی میری ایک بات سے معتقد ہو گئے حالانکہ وہ اس کے قابل نہ تھی۔ وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے جب کہ میں سوار ہو رہا تھا دو روپیہ بطور ہدیہ پیش کئے۔ میں نے انکار کر دیا کہ بلا تعارف ہدیہ نہیں لیتا۔ اس سے معتقد ہو گئے۔ اور ایک بات سے اعتقاد جاتا رہا۔ حالانکہ وہ اس قابل نہ تھی۔ وہ یہ ہے کہ اپنے لڑکے کے لئے کسی جگہ رشتہ کی سفارش کرانا چاہتے تھے کہ میرے کہنے سے ہو جائے گا۔ میں نے کہا کہ میں ایسے قصوں میں نہیں پڑتا۔ اس سے بگڑ گئے عجیب حالت تھی کہ اُن کے گھر کے لوگ کُل میری طرف تھے۔ اُنہوں نے جب تفسیر بیان القرآن طبع کی تو بیس جلدیں اپنے کارندہ کے ہاتھ میرے پاس روانہ کیں۔ میں نے انکار کر دیا۔ وہ کارندہ کہنے لگا، کہ جناب لے لیجئے۔ اُن کا اس سے کیا بگڑتا ہے۔ میں نے کہا کہ ہدیہ یہ ہے اور "تہادوا تحابوا" میں چونکہ محبت ہدیہ کی غایت ہے اور صورت موجودہ میں ہدیہ اپنی غایت سے خالی رہے گا۔ اس واسطے یہ قبول کرنا اچھا نہیں۔

واعظ کی مثال طبیب کی ہے

فرمایا، حضرت مولانا شہیدؒ نے لکھنؤ میں ایک شیعوں کی مجلس میں اُنکی درخواست پر وعظ فرمایا۔ تمہید میں فرمایا کہ واعظ کی مثال طبیب کی ہے۔ تم لوگوں میں مرض رفض کا ہے۔ اس واسطے اس کے متعلق کچھ بیان کروں گا۔ پھر خوب رد کیا۔ ایک شیعی مجتہد

نے اعتراض کیا کہ حضرت معاویہؓ کے لشکر ہی حضرت علیؓ کے حق میں گستاخ تھے بخلاف حضرت علیؓ کی جماعت کے۔ فوراً فرمایا کہ پھر حضرت علیؓ کے مذہب پر ہم ہیں اور تم حضرت معاویہؓ کی جماعت کے مذہب پر ہو۔ کیونکہ ہم کسی کے بارے میں گستاخ نہیں اور تم گستاخ ہو۔ پھر ایک مجتہد نے اعتراض کیا کہ تم حضرت عمرؓ کی فضیلت میں یہ ذکر کرتے ہو کہ بہت فتوحات کیں۔ اس سے تو اسلام بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حدیث میں آتا ہے:

ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر	اللہ تعالیٰ اس دین کی ایک فاجر شخص سے مدد فرمائے گا۔

مولاناؒ نے فرمایا کہ جس دین کی امداد کی وہ دین تو وہی تھا جس پر ہم ہیں۔ معلوم ہوا کہ دین یہی ہے۔ حضرت مولانا شہیدؒ ایک دفعہ خرگوش کا شکار کر کے لائے تھے ایک کتا آیا اور خرگوش کا شکار کر چلا گیا۔ مجتہد نے کہا کہ ایسی چیز کو شکار کر کے لائے کہ کتا بھی نہیں کھاتا۔ فوراً فرمایا کہ یہ کتوں کے کھانے کی چیز نہیں بلکہ انسانوں کے کھانے کی چیز ہے۔

کشف سے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا ارشاد

فرمایا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا ایک بہت عمدہ بات بیان فرمائی ہے کہ جو کشف کسی کامل کو ہوتا ہے۔ ضرور اُس کی کچھ اصل ہوتی ہے۔ جو چیز کچھ بھی نہیں وہ کیسے منکشف ہوگی، فرمایا اس میں اہلِ کشف پر طعن اور بدگمانی کم ہو جائے گی۔

ریل کا ثبوت قرآن پاک سے

فرمایا۔ ریل بھی قرآن شریف کی اس آیت کے تحت داخل ہو سکتی ہے بوجہ علت کے نہ بوجہ مدلول ہونے کے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انعام کے باعث احسان ہونے میں یہ وجہ فرمائی:-

لَمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ۔	تم وہاں بغیر محنت مشقت کے نہ پہنچ سکتے تھے۔

وجہِ احسان یہ ہے کہ تم بوجھ کو دوسرے شہروں کی طرف نہیں لے جا سکتے۔ سو بوجھ سب سے زیادہ ریل پر جاتے ہیں۔ اس واسطے یہ بھی نعمت ہوئی۔

عالمگیرؒ صاحب باطن اور صاحب نسبت تھے

فرمایا۔ میں یہاں مولوی ظفر احمد صاحب وغیرہ کی کسی علمی توجیہ کو میں رد نہیں کرتا۔ اس کی کئی وجوہ ہوتی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ حوصلہ پست نہ ہو جائے۔ عالمگیرؒ خود اپنے ہاتھ سے قرآن لکھتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے آکر کہا کہ یہ حرف غلط ہے، اُس سارے ورق کو نکال دیا (اور یہی عادت تھی کہ اگر کسی ورق میں غلطی رہ جاتی تھی تو اس کو نکال کر دوسرا لکھتے تھے کیونکہ کاٹ کر بنانے سے بدنما ہو جاتا ہے) اور جو لکھا تھا وہ صحیح تھا۔ پھر جب وہ شخص چلا گیا تو عالمگیرؒ نے پھر اسی طرح لکھا جس طرح پہلے خود لکھا تھا۔ کسی نے کہا کہ اس وقت غلط کیوں لکھا تھا۔ اس شخص سے کیوں نہ کہہ دیا کہ جو لکھ چکا ہوں وہ صحیح تھا۔ فرمایا کہ اس کا حوصلہ پست ہو جاتا پھر آئندہ کبھی مشورہ نہ دیتا۔ میں اپنے مصلحین کی تعداد کم کرنا نہیں چاہتا فرمایا، رُقعات عالمگیرؒ سے معلوم ہوتا ہے کہ عالمگیرؒ صاحبِ باطن اور صاحبِ نسبت تھے۔ کی سمجھ میں ایسے مضامین نہیں آتے۔ وصیت کی تھی کہ میرا کفن دستکاری کے روپوں سے کرنا۔ کچھ قرآن مجید کی کتابت کی اُجرت بھی ہے اور ہر چند علماء نے اس کے جواز کا فتویٰ بھی دیا ہے مگر میں بظاہر اشتریٰ بآیات اللہ نہیں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ سے ایسے کفن میں جاکر ملوں جس میں شبہ ہو۔

عالمگیرؒ کا بے مثال ادب اور اُن کے ملازم کا عدیم النظیر فہم

فرمایا۔ عالمگیرؒ کا ایک نوکر تھا جس کا نام "محمد قلی" تھا۔ عالمگیرؒ نے اُسے یہ کہہ کر آواز دی "قلی" وہ آفتابہ اور لوٹا لے کر حاضر ہوا۔ بادشاہ نے وضو کیا۔ پس ایک شخص سے تھے وہ حیران تھے کہ نہ بادشاہ نے وضو کا پانی طلب کیا اور نہ یہ وقت تھا تو نوکر کیسے سمجھ گیا کہ بادشاہ کو وضو کے لئے پانی چاہئے۔ محمد قلی سے دریافت کیا کہ تم کیسے سمجھ گئے کہ بادشاہ کو وضو کے لئے پانی کی ضرورت ہے؟ اس نے کہا کہ میرا نام "محمد قلی" ہے اور بادشاہ غایتِ تہذیب کی بنا پر مجھے کبھی صرف قلی کہہ کر نہیں پکارتے بلکہ ہمیشہ پورا نام لیتے ہیں۔ اس

وقت جب "محمد" کے لفظ کو ذکر نہیں کیا تو میں سمجھ گیا کہ بے وضو ہیں۔ اس واسطے "محمد" کے لفظ کو ادب کے لیے ذکر نہیں کیا۔ عالمگیرؒ کا ادب اور ملازم کا فہم دونوں عدیم النظیر ہیں۔

لوگوں کو باطنی حالات کم پیش آتے ہیں

فرمایا۔ لوگوں کو باطنی حالات بہت کم پیش آتے ہیں زیادہ تر جسمانی امراض ہوتے ہیں طبیب کو دکھلانا چاہیئے۔

مجلسِ شیخ کا ادب

فرمایا۔ بزرگوں نے یہاں تک کہا ہے کہ مجلسِ شیخ میں ذکر بھی نہ کرے نہ لسانی اور نہ قلبی۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ جب میں خطوط کے جواب میں مشغول ہوں اس وقت ذکر کرے اور جب میں بات کروں تو پھر ذکر چھوڑ کر بات کی طرف غور کرنا چاہیے۔

سالک کی ایک پریشانی کی کیفیت

فرمایا۔ کبھی سالک پر ایسی حالت ہوتی ہے کہ یاد سے پریشان اور ترکِ یاد سے بھی پریشان ہوتا ہے۔ اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

دو گونہ رنج و عذاب است جانِ مجنوں را
بلائے فرقتِ لیلےٰ و صحبتِ لیلیٰ

تکلفاً اشعار لکھنے کی ممانعت

فرمایا۔ میں بھی اپنی حالت کے ذکر کے وقت مولانا گنگوہیؒ کو اشعار لکھتا تھا مگر مجبوراً۔ اب لوگ لکھتے ہیں تو میں منع کرتا ہوں۔ ایک فرق ہے کہ میں مجبور تھا اور یہ لوگ تکلف سے لکھتے ہیں۔

مفید اور مضر شئے کا ادراک

فرمایا۔ مجھ کو مفید شئے فوراً مفید معلوم ہوتی ہے اور مضر فوراً مضر معلوم ہوتی ہے۔

مجلس وغیرہ سے نکالنے کی اصل

فرمایا۔ تعزیب عام کی بنا پر میں بھی نکالتا ہوں۔ اس لیے میرے نکالنے کی بھی ایک

اصل موجود ہے۔

گھر میں کام کا شغل

فرمایا۔ گھر میں عورتیں آتی ہیں۔ کیا اصلاح ہوگی وہاں تو کوئی پوچھے تو جواب ملتا ہے کام کا شغل رہتا ہے۔

بوڑھے شخص سے زیادہ پردہ کرنا چاہیے

فرمایا۔ بوڑھے سے زیادہ پردہ کرنا چاہیے کیونکہ اس میں جیسے اور قوی کمزور ہیں ایسے ہی مقاومت بھی کمزور ہے اور تقاضہ اس کو بھی ہوتا ہے اور مقاومت کر نہیں سکتا دوسرے یہ کہ اُس کو احساسِ شہوت کم ہوتا ہے۔ اس واسطے وہ اس کو شہوت کم سمجھتا ہے تیسرے یہ کہ اُس کو تجربہ کی وجہ سے ادراک حسن کا زیادہ ہوتا ہے اور مبادی حسن پر بہت نظر ہوتی ہے۔ تھوڑے سے خیال سے یہ مادہ موجود ہو جاتا ہے۔ چوتھے یہ کہ جوان بعد فراغت سرد ہو جاتا ہے اور اس میں فراغت ہوتی نہیں۔ اس واسطے اس میں میلان قوی رہتا ہے۔ حسن کو سوچ سوچ کر مزے لیتا رہتا ہے جو قلب کا زنا ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ پر ایک کیفیت کا غلبہ

فرمایا۔ مولوی عاشق الٰہی صاحب نے یہ سوال کیا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ پر تفویض کا غلبہ ہے۔ دعا کا اہتمام نہیں۔ اور احادیث سے دعا کی ترغیب معلوم ہوتی ہے اور ہمارے اکابر کا بھی یہی معمول تھا اور حضرت شیخ کا طرز اس کے خلاف ہے۔ میں نے جواب دیا کہ اُن پر اس کیفیت کا غلبہ تھا۔ مگر بڑا اشکال یہ ہے کہ تفویض بھی مرغوب ہے اور دُعا بھی۔ ان میں جمع کیسے ہوگا؟ اس کا جواب میں نے یہ دیا کہ عین دعا کرنے کے وقت جزم تو مضمونِ دعا کا رکھے گا مگر پورا یقین یہ بھی رکھے کہ جو درخواست میں جزم کے ساتھ کر رہا ہوں اُس کے خلاف کا بھی اگر وقوع ہوا تو میں اس پر راضی ہوں۔

قلب پر خلافِ واقعہ وارد نہ ہونا

فرمایا۔ میرے قلب پر جو وارد ہوتا ہے وہ خلافِ واقعہ نہیں ہوتا۔

دیوانِ حافظ کے ایک شعر کا مفہوم

فرمایا۔ دیوانِ حافظ کے اس شعر سے

گناہ گرچہ اختیارِ ما نبود حافظؔ
طریقِ ادب کوش وگو کہ گناہِ من است

کی شرح یہ ہے کہ گناہ اور طاعت دونوں کے اندر دو حیثیتیں ہیں۔ ایک خلق کی۔ یہ تو خالق کی طرف ہے اور ایک کسب کی۔ یہ عبد کی طرف ہے۔ تو حضرت حافظ صاحبؒ یہ فرماتے ہیں معصیت میں تو نسبتِ کسب کی طرف خیال کرے اور طاعت میں نسبت خلق کی طرف ہو کیونکہ سالک کو یہی مفید ہے۔ گو ہر فعل میں نسبت دو ہیں۔

جن سورتوں کا طاعون والے کو دم کر کے پلانا مفید ہے

فرمایا۔ خواب میں دیکھا تھا کہ سورۂ "انا انزلنٰہ" اور "فاتحہ" طاعون والے کو دم کرنا اور پانی پر دم کر کے پلانا مفید ہے۔ خواب میں تو صرف انا انزلنٰہ تھا۔ مگر میں فاتحہ اور آیاتِ شفاء کو ملا لیتا ہوں۔

اہل اللہ کے نغماتِ شیریں

فرمایا ؎

گر نہ بودے نالۂ نے را ثمر نے جہاں را پُر نہ کردے از شکر

حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ "شکر" سے مراد اہل اللہ کے نغماتِ شیریں ہیں بقرینہ "نے" اور اس سے مراد مشائخ کے ملفوظات ہیں۔

اپنی فضیلت کے معتقد ہونے میں حرج ہے

فرمایا۔ اپنے کمالات کا معتقد ہونا تواضع کے خلاف نہیں۔ کیونکہ کمالات کے معتقد ہونے کے وقت یہ احتمال ہے کہ ممکن ہے کہ میرے اندر کوئی نقصان ہو۔ جس کی وجہ سے سب کمالات مردود ہوں۔ اور جس میں نقائص ہیں اس میں کوئی ایک خوبی ایسی ہو جو سب نقائص کو مٹا دے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک مرد کے ایک تو بوڑھی بیوی ہو جو اپنے آپ کو خوب زیور، کپڑے، تیل اور مِسّی وغیرہ سے آراستہ رکھے اور اسی مرد کی دوسری بیوی

جوان ہو جو سادے اور میلے کپڑوں میں ہو۔ ظاہر ہے کہ مرد کو وہ جوان پسند ہوگی۔ اور بوڑھی سے وہ تعلق نہ ہوگا کیونکہ اس میں ایک عیب ہے اور وہ شیب[۱] ہے۔ اُس نے سب ظاہری کمالات کو مٹا دیا۔ اور جوان میں ایک کمال ہے اور وہ شباب ہے جس نے سب نقائص کو مٹا دیا۔ اب شیب اور شباب پر جس کی نظر ہوگی وہ دوسرے کمالات اور نقائص کو نظر انداز کر دے گا۔ باقی یہ ضروری نہیں کہ انسان اپنے کمالات کا معتقد نہ ہو۔ مثلاً ایک شخص عالم ہے تو وہ اپنے آپ کو جاہل کیسے خیال کرے بلکہ اگر وہ اپنے کو جاہل سمجھے تو یہ اعتقاد تو خلافِ واقعہ ہے اس کا مکلّف نہیں۔ اپنے کمالات کا معتقد ہونا تو جائز ہے مگر اپنی فضیلت کا معتقد ہونا جائز نہیں۔ اگر کوئی عیب معلوم ہے تو یہ خیال کرے کہ فلاں عیب کی وجہ سے ممکن ہے کہ سب کمالات خاک میں مل جائیں۔ اگر کوئی عیب اپنا معلوم نہ ہو تو یہ احتمال کافی ہے کہ ممکن ہے میرے اندر کوئی عیب ہو اور دوسرے میں ممکن ہے کہ کوئی نیکی موجود ہو۔ بس اتنا تواضع کے لئے کافی ہے۔ غرض اپنے کمالات کا معتقد ہو تو حرج نہیں۔ اپنی فضیلت کا معتقد نہ ہو۔

تواضع کا ایک ذوقی درجہ

فرمایا۔ تواضع کا ایک اور درجہ ہے۔ وہ محض ذوقی ہے۔ وہ یہ کہ آدمی کبھی کمالات کا معتقد ہوتا ہے اور اپنے کسی عیب کا معتقد نہیں ہے مگر اس کا امکان مستحضر ہے۔ اور دوسرے کے صرف نقائص کا معتقد ہے۔ اس کے کمالات کا معتقد نہیں۔ باوجود اس کے پھر اپنے آپ کو دوسرے سے کم سمجھتا ہے۔ یہ ذوقی شئے ہے اور بہت بڑا درجہ ہے۔

مقاصد کی دو قسمیں

ایک شخص نے دعا کی درخواست کی۔ فرمایا مقاصد دو قسم ہیں۔ ایک غیر اختیاری جیسے بارش وہاں صرف دعا کافی ہے۔ اور ایک اختیاری جیسے زراعت، تجارت۔ یہاں دعا کا اثر یہ ہے کہ اے اللہ میری تدبیر میں برکت فرما۔ یہ حقیقت ہے دعا کی۔ اس لیے یہاں دعا کے ساتھ ساتھ تدبیر بھی کرے

ایک لطیفہ

ایک لڑکے نے تعویذ کی درخواست کی۔ تعویذ لکھ کر فرمایا کہ اے لڑکے تعویذ لے

---

[۱] بوڑھاپا ۱۲

خواہ صلح سے خواہ لڑکے۔ کاتب الحروف عرض کرتا ہے کہ صنعتِ تجنیس کی طرف اشارہ فرمایا۔

علماء کی فضیلت کسبی نہیں

فرمایا۔ علماء کی فضیلت کسبی نہیں۔ منجانب اللہ ہے۔ کسی کے مٹانے سے نہیں مٹتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ کی شان

فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ میں مختلف شانیں تھیں۔ مشورہ کی بھی ایک شان تھی۔ الواحد شیطان والاثنان شیطانان والثلثۃ رکب اوجماعۃ۔ یہ بھی مشورہ کی شان کا ارشاد ہے۔ اگر یہ معنی لئے جائیں تو پھر منسوخ نہ ہوگا۔

نصرت کا مفہوم

فرمایا۔ جب حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہوجاتا ہے تو نصرت ضرور ہوتی ہے۔ اور نصرت کے معنی یہ نہیں کہ جو وہ سمجھے بلکہ نصرت کبھی بشکل راحت اور کبھی بشکل مرض ہوتی ہے جیسے طبیب نصرت کرتا ہے کبھی مسہل سے اور کبھی مفرحات سے اور کبھی اپریشن سے۔ یہ سب نصرت ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس سے دل مشوش نہیں ہوتا اور اس کا احساس اس کو ہوتا ہے۔

علماء کی تحقیر کرنے والے ایک تحصیلدار سے خطاب

فرمایا۔ ایک موقعہ پر ایک تقریب میں ایک تحصیلدار صاحب علماء کی تحقیر کر رہے تھے میں بھی ایک کنارہ پر بیٹھا سن رہا تھا۔ کہنے لگے کہ مولویوں نے قوم کو تباہ کر دیا۔ تعلیم انگریزی سے روکتے رہے۔ میں نے کہا کہ جناب یہ مسئلہ تو دوسرا ہے کہ تعلیم جائز ہے یا کہ نہیں یہ نقصان جس کو آپ مولویوں پر لگا رہے ہیں غلط ہے۔ اس نقصان کی ذمہ دار قوم ہے کیونکہ قوم کے تکاسل سے یہ تعلیم میں اور قوموں سے پیچھے رہے ہیں۔ یہ مولویوں کا اثر نہیں ورنہ مولوی تو یہ بھی کہتے ہیں کہ انگریزی نہ پڑھو، عربی پڑھو اگر مولویوں کے کہنے سے ترک کرتے تو عربی پڑھتے۔ اب بتلاؤ کہ عربی کتنے پڑھتے ہیں جو نقصان دنیا میں ہو

اس کے ذمہ دار مولوی بنائے جاتے ہیں۔ ایک بھٹیارن دہلی میں روٹی چرا لیتی تھی۔ ایک پولیس کا آدمی آیا اور دھیان میں رہا وہ روٹی نہ چرا سکی۔ اور پولیس والا جب کھانے لگا تو بھٹیاری نے لڑکے کو اشارہ کیا کہ تو بھی اس کے ساتھ بیٹھ جا۔ بھٹیاری کی ریح نکل گئی تو دفع شبہ کے لئے لڑکے کو مارا تاکہ یہ خیال ہو کہ ریح لڑکے کی ہے۔ مگر وہ پولیس کا آدمی سمجھ گیا کہ اس نے قصداً ریح نکال کر لڑکے کو مارا اور کہا "کرے گا کوئی مگر پیٹے گا تو ہی" اب یہ حال ہے کہ جب کوئی کام بگڑے تو طعن اور ملامت مولویوں ہی پر ہوتی ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ دونوں کا غلبہ حال ہوتا ہے

ایک شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس ارشاد کی نسبت دریافت کیا

اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَاءُ ط

(پس) یہ واقعہ (زلزلہ اور کرلک کا) محض آپکی طرف سے ایک امتحان ہے ایسے امتحانات سے جس کو آپ چاہیں گمراہی میں ڈال دیں اور جس کو آپ چاہیں ہدایت پر قائم رکھیں

فرمایا۔ کہ مفسرین نے تو لکھا ہے کہ یہ ادلال اور ناز تھا مگر میں نے اس کو قبول نہیں کیا۔ کیونکہ اس میں مغلوبیت کی شان ہے اور گو یہ ممکن ہے کہ انبیاء مغلوب الحال بھی ہوتے ہیں گو اُن کی مغلوبیت میں کثرت نہیں ہوتی اور حدود سے باہر بھی نہیں ہوتے۔ اسی طرح ملائکہ بھی مغلوب الحال ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بدر میں فرمایا:

ان تهلك هذه العصابة لم تعبد قط

اگر آپ نے اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر کبھی آپ کی عبادت نہ کی جائے گی۔

اور جبرئیل علیہ السلام نے فرعون کے منہ میں کیچڑ ڈال دیا۔ اور ایسے ہی ملائکہ مجتہدین بھی ہوتے ہیں جیسا اُس قصے سے ثابت ہے جس کی موت میں فرشتوں نے اختلاف کیا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ اجتہاد بھی کرتے ہیں۔ ایسے ہی مجاذیب اہل خدمت میں بھی اجتہاد ہوتا ہے اور یہ اُن کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے لیکن اس صورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو

مغلوب المحال کہنا پڑے گا۔ اور اگرچہ یہ ممکن تو ہے مگر چونکہ دوسری توجیہ اس سے اچھی موجود ہے اس لئے اسی کو اختیار کرنا چاہیے پھر تفسیر بیان القرآن طلب فرمائی اور وہاں سے اس مقام کی تفسیر سنائی۔

نابالغ اور نو بالغ دونوں کے پیچھے تراویح نہیں پڑھنی چاہیئے

فرمایا۔ کہ جو بالغ نہیں اس کے پیچھے تراویح نہیں ہوگی۔ گو مسئلہ میں اختلاف ہے اور احوط[1] ہے کہ لڑکا نابالغ نہ ہو۔ مجھ کو تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ نابالغ بلکہ نو بالغ دونوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے کیونکہ بعض دفعہ وہ بے وضو نماز پڑھا دیتے ہیں اور یہ تاویل بھی بعض نے کی ہے کہ مکلف نہیں اور مقتدیوں کو علم نہیں اس واسطے وہ معذور ہیں۔

مہتمم طلبہ کا وکیل نہیں ہو سکتا

فرمایا۔ چندہ کا روپیہ جو مہتمم کے پاس جمع ہوتا ہے وہ چونکہ اس کا وکیل ہے اس واسطے جب تک وہ روپیہ صرف نہ ہو جاوے تب تک اُس کا مالک وہ اصل مالک ہے اگر وہ اصلی مالک مر جاوے تو پھر وہ روپیہ وارثوں کا ہے۔ اور کسی نے دریافت کیا کہ مہتمم طلبہ کا وکیل نہیں ہو سکتا؟ فرمایا نہیں۔ کیونکہ طلبہ مجہول ہیں۔ دوسرے اگر وہ مال خود بخود لے لیں تو مہتمم کو ملال نہ ہونا چاہیے۔ اس واسطے میں ہر مُد کا روپیہ علیحدہ علیحدہ رکھتا ہوں۔ جب کسی کی موت کا پتہ چلتا ہے اس کے وارثوں کو لکھ دیتا ہوں کہ تمہارا اتنا روپیہ میرے پاس جمع ہے اس کو لے لو۔

شیخ کی مصروفیت کے وقت بھی نفع

کسی شخص نے دریافت کیا کہ شیخ اگر کام میں ہو تو توجہ سے استفادہ ہو سکتا ہے؟ فرمایا ہاں!! اور یہ شرط نہیں کہ شیخ کو خبر ہو کیونکہ یہ تو کشف ہے اور کشف اولیاء کو تو کیا ضروری ہوتا۔ انبیاء کو بھی ضروری نہیں۔

ایک دوسرے سے محبت یا نفرت کا جواب

فرمایا۔ بعض اہل کشف نے لکھا ہے:۔

---

[1] احتیاط کی بات ۱۲

اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَۃٌ ارواح ایک مجتمع لشکر ہیں

چار طریق پر تھا۔ ایک یہ کہ اُن میں سے کچھ کے مُنہ تو ایکدوسرے کے سامنے تھے۔ دوسرے یہ کہ دونوں کی پشت تھی۔ تیسرے یہ کہ ایک کا منہ دوسرے کی پشت۔ چہارم یہ کہ اس کا عکس۔ جس صورت میں ہر ایک کا منہ ایکدوسرے کی جانب تھا اس صورت میں دنیا میں آکر دونوں کی محبت اور جس صورت میں ہر دو کی پشت تھی، اُن میں اختلاف۔ اور جس صورت میں ایک کا منہ دوسرے کی پشت تھی، اس صورت میں جس کا منہ تھا اُس کی طرف سے محبت اور دوسرے کی طرف سے عداوت۔ حدیث کے الفاظ سے اس کی تائید ہوتی ہے " مجنّدہ "، فرمایا مصنفین نہیں فرمایا اور کشف کے رد کا کوئی قرینہ موجود نہیں اس واسطے یہ مقبول رہے گا۔

اہل اللہ کے پاس نفع دینی کے لئے جانے کا ثبوت

فرمایا۔ کہ لا تُشَدُّ الرِحالُ کے یہ معنی ہیں کہ " فضیلت غیر ثابتہ کے حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا منع ہے"، کیونکہ یہ اختراع فی الدین ہے اور باقی اہل اللہ کے پاس جانا۔ یہ نفع دینی کے لئے جانا ہے اور یہ ثابت ہے۔

فی مسند احمد عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا ینبغی لمطیع ان یشد رحالہ الی مسجد یبتغی فیہ الصلوۃ غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصی ومسجدی ھذا الخ ینتھی المقال للمفتی صدر الدین الدھلوی از کتب خانہ مولانا لطف اللہ رامفوری دامت برکاتھم قلت ھو یصلح تفسیرًا لاجمال لفظ اشتھر بہ ھذا الحدیث فلا دلالۃ فیہ علی النھی عن الرحلۃ الی المشاھد والمقابر لکن بشرط عدم مفسدۃ اخری۔

بدعت کی حقیقت

فرمایا۔ کہ ایسی خدمت سے بدعت کی حقیقت میری سمجھ میں آگئی جو صورۃً خدمت

اور حقیقت میں اذیت۔ یہی حال بدعت کا ہے کہ صورت میں تو اطاعت ہے اور حقیقت میں معصیت۔ اس میں ایک بہت بڑا مفسدہ یہ بھی ہے کہ یہ شخص اپنے آپ کو مخصوصین سے سمجھنے لگتا ہے۔ اور دوسرے لوگ بھی اس پر حسد کرنے لگتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ بھی اس میں بیحد مفاسد پیدا ہونے کا احتمال ہے اسی واسطے میں چاہتا ہوں کہ سب یہ خیال کریں کہ ہم مخصوصین میں سے ہیں اس لئے میں دوستوں میں سے کسی کو خاص دوست نہیں بناتا۔

سلبِ نسبت کی حقیقت

فرمایا۔ کہ "سلبِ نسبت" کی حقیقت یہ ہے کہ جس شخص سے فیوض حاصل کئے ہوں اگر اس کے دل میں غبار پیدا ہو جائے تو اطاعت اور اعمال میں تساہل ہو جاتا ہے اور تساہل کی وجہ سے نسبت جو کہ عبارت ہے تعلق مع اللہ سے اس میں کمی واقع ہو جاتی ہے ورنہ خود شیخ نسبت سلب نہیں کر سکتا۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کے جسد مبارکہ سے متعلق ایک تحقیق

فرمایا کہ صاحبِ روح المعانی نے اُن احادیث پر کلام کیا ہے جن میں حضرات انبیاءؑ اور شہداء کے جسد محفوظ رہنے کی نسبت ارشاد ہے۔ میں نے تفسیر میں جواب دیا کہ کوئی اگر اس کے خلاف پایا جاوے تو اس میں یہ وجہ ہوگی کہ اس کی نیت نہ تھی۔ مگر بعد میں یہ خیال رہا کہ خدانخواستہ کسی نبی کا جسد شریف اگر خلاف پایا جاوے تو وہاں تو یہ جواب درست نہیں۔ پھر یہ سمجھ میں آیا کہ حدیث میں علی الارض کا لفظ وارد ہے تو اگر کسی نبی کی لاش شریف میں تغیر واقع ہو جاوے تو وہ زمین کے اندر اور مواد کی وجہ سے ہو گا زمین کی وجہ سے نہ ہوگا۔ جیسے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بدن کے اندر اسلحہ وغیرہ اثر کر سکتے ہیں اسی طرح اور مواد غیر ارضیہ جو ارض میں موجود ہیں، وہ بھی ممکن ہے کہ تاثیر کر سکیں۔ کیونکہ اُن کی عدم تاثیر کا ثبوت نہیں۔ اس کے بعد حضرت نے ایک کتاب جس کا نام غالباً "عوائد العوائد" ہے طلب فرمائی اور اس سے اس مضمون کو سنایا۔ اور فرمایا کہ کچھ دنوں سے یہ شبہ تھا مگر جب حق تعالیٰ نے جواب سمجھایا تو جی بہت خوش ہوا۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ کی تفسیر بیان القرآن میں

فرمایا، آیت "لَا تُحَرِّكْ" کا ماقبل سے ربط ایک تو صاحبِ کشاف نے بیان کیا ہے کہ اس کا کوئی ربط نہیں بلکہ ماقبل اور مابعد مرتبط ہے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ جلد جلد پڑھنا شروع فرمایا تھا اس واسطے بیچ میں روک دیا جیسے استاد کی تقریر میں طالب علم گڑبڑ کرے تو استاد کہہ دے کہ "میاں ادھر غور کرو" اور فرمایا کہ میں نے اپنی تفسیر میں اور وجہ بیان کی ہے۔ پھر تفسیر بیان القرآن طلب فرما کر اس مقام کی تفسیر کی تقریر فرمائی۔

وقف لازم کی حقیقت

فرمایا۔ "وقف لازم" کی حقیقت یہ ہے کہ تتبع سے جہاں ایہام خلافِ مقصود ہوا وہاں وقف کر دیا۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اور مواقع ہیں کہ وصل سے ایہام خلاف مقصود کا ہے اور وقف وہاں نہیں اور بعض جگہ بالعکس ہے اور نیز جہاں خلافِ مقصود کا ایہام ہے وہ وصل سے نہیں بلکہ بے محل فصل سے ایہام خلاف مقصود ہے۔ تو فصل بے محل منع ہوا نہ یہ کہ وقف ضروری۔ مگر فرمایا کہ اب عوام کو اسی طرح رہنے دیا جائے۔ ورنہ اس کے خلاف میں فتنہ ہے۔

قرآن شریف کا رسم الخط توقیفی ہے

فرمایا، رسم الخط قرآن شریف کا توقیفی ہے

متکلمین اور متقدمین نے اہل بدعت کے مقابلہ کیلئے صفاتِ باری تعالیٰ میں کلام کیا۔

فرمایا۔ متکلمین و متقدمین کو تو اہل بدعت کے مقابلہ کے لئے صفاتِ باری تعالیٰ میں کلام کرنے کی ضرورت پڑی۔ اور ان کو اہل بدعت کے مقدمات پر منع وارد کرنا تھا کہ تم جس چیز کے مدعی ہو اُس کے علاوہ دوسرا احتمال بھی ہے اس لئے تمہارا دعویٰ یقینی نہیں اور اس کلام سے متکلمین کو اپنے مقدمات پر استدلال مقصود نہ تھا متاخرین نے خلط کیا کہ استدلال شروع کر دیا اور ضرورت سے زیادہ باتیں تحریر کر دیں۔ خصوصاً مسئلہ

کلام پر تو بہت کچھ باتیں لکھ دیں۔

قرآن شریف اور حدیث شریف میں اپنی طرف سے قید لگانے پر اعتراض

فرمایا۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے فرمایا کہ قرآن شریف اور حدیث شریف میں جب کوئی قید اپنی طرف سے لگائے تب اعتراض پڑتا ہے۔

شارع علیہ السلام کا اصلی مقصود

فرمایا، شارع علیہ السلام کا اصلی مقصود یہ ہے کہ لوگ کام کی بات میں لگ جاویں۔ اسی واسطے غیر مقصودی مضامین کی قرآن مجید اور احادیث شریفہ میں تفصیل نہیں فرمائی۔ اس میں شفقت ہے۔ اب اس تقریر سے بہت مسائل حل ہو گئے۔ مثلاً ستاروں کا وجود کہ کس آسمان پر ہے؟ یہ کوئی مقاصد میں سے نہیں۔ اسی طرح مسئلہ قدر بھی ہے۔ غایت قدر کی بیان فرمائی۔ مثلاً لِکَیْ لَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ (تاکہ جو تم سے فوت ہو جاوے اس پر رنج نہ کرو) اور اس غایت کے معلوم کرنے کے بعد اجمالی ایمان بالقدر کافی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو منع فرمایا کہ قدر میں نزاع نہ کرو۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ صحابہؓ سمجھ نہ سکتے تھے۔ صحابہؓ تو اس سے زیادہ مسائل صفات سمجھتے تھے۔ بلکہ وجہ یہ تھی کہ تفصیل کوئی ضروری نہیں۔

لفظ پیدا کر ڈالنا میں فعل کی تحقیر ہے

فرمایا۔ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی کتاب سے لوگوں نے مواقع تلاش کر کر کے اُن عبارتوں میں غلط تاویل کر کے خود غلط معنے ڈال دیے۔ ان کے مقصود میں کوئی بھی وجہ غلطی کی معلوم نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ مولانا احمد علی صاحبؒ سہارنپوری کی خدمت میں "تقویۃ الایمان" کا یہ جملہ کسی سائل نے پیش کیا۔ جس میں یہ تھا کہ "اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے کروڑوں پیدا کر ڈالتا"۔ سائل نے کہا کہ "ڈالتا"، کا لفظ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر ہے اور یہ کفر ہے۔ مولانا احمد علی صاحبؒ کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ جواب نہایت مُسکت ہے اور اکابر کے جواب ایسے ہی ہوتے تھے جس سے حقیقت واضح ہو جائے اور شبہ کی جڑ کٹ جائے گو سائل خاموش ہو یا نہ ہو۔ مولانا

احمد علی صاحب نے فرمایا کہ بے شک اس میں تحقیر ہے مگر فعل کی نہ مفعول کی۔ اگر کوئی طالب علم جواب دیتا تو یہ کہتا کہ اس لفظ میں تحقیر کہاں ہے؟ مادہ کے اعتبار سے یا ہیئت کے اعتبار سے؟ ہر شق کی تم دلیل پیش کرو تو اس تقریر گو بند ہو جاتا، مگر قیامت تک اس کو تسلی نہ ہوتی۔ کیونکہ وہ تو محاورات پر موقوف جانتا ہے کہ محاورہ میں یہ لفظ تحقیر کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ سائل اس وقت تو نہ سمجھا۔ مولانا احمد علی صاحب بھی خاموش ہو جائے۔ اکابر کا یہی طریقہ تھا کہ حقیقت واضح کر دیتے تھے۔ آگے کوئی مانے یا نہ مانے۔ کچھ روز گذرے تو وہی سائل مولانا احمد علی صاحب کے پاس آیا اور کہا کہ مولانا! تفسیر بیضاوی اگر چھاپ ڈالتے تو بہت فائدہ ہوتا۔ مولانا نے فرمایا بھائی یہ "ڈالتے" کا لفظ تو وہی ہے جس کی وجہ سے تم اس روز تکفیر مولانا شہیدؒ کی کر رہے تھے اب تم نے بیضاوی کی تحقیر کی۔ اور بیضاوی کل ہے۔ اور قرآن شریف اس کا جزو ہے اور کل کی تحقیر جز کی تحقیر ہے اور قرآن کی تحقیر کفر ہے۔ تو سائل نے کہا کہ اب واقعی معلوم ہوا کہ فعل کی تحقیر ہے۔

فرض، سنت اور واجب وغیرہ کا مُعَنْوَنْ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی موجود تھا

کسی نے دریافت کیا کہ حضرت! فرض، واجب، سنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی تھے؟ فرمایا، کہ ہاں! یہ مُعَنْوَنْ تو موجود تھا۔ گو یہ عنوان موجود نہ ہو مثلاً واجب وہ جس کی دلیل ظنی ہو۔ اور ظنی دو طریق سے۔ ایک ظنی الثبوت۔ دوسرا ظنی الدلالۃ۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ظنی الثبوت تو نہ تھا مگر ظنی الدلالۃ تھا۔

ان اصطلاحات کے بنانے کی وجہ علماء کو یہ پیش آئی کہ لوگوں نے عمل کرنے میں کمی زیادتی شروع کر دی۔ تو اب یہ مجبوری پیش آئی کہ یہ فعل جو ترک کیا گیا ہے اس کا کیا رتبہ ہے؟ تو مجتہدین نے دلائل کو دیکھ کر یہ استنباط کیا کہ یہ واجب یا سنت یا فرض ہے؟ مثلاً سر کا مسح کسی نے پورا کیا کسی نے نصف پر اکتفا کیا۔ اب ضرورت

پڑی اس تحقیق کی۔ اور صحابہؓ کے عہد میں یہ نہ تھا۔ بلکہ وہ جس طرح حضورؐ کو دیکھتے عمل شروع کر دیتے۔ اگر بعد کے لوگ بھی صحابہؓ کی طرح اسی طریق پر عمل کرتے جاتے تو ان اصطلاحات کی کوئی ضرورت نہ تھی مگر لوگوں کی بے عملی نے یہ ابواب فتوی تصنیف کرائے (سبحان اللہ ملفوظ میں کل فقہ کا منشاء فرمادیا ۱۲ جامع)

آنکھ بند کر کے نماز پڑھنا خلاف سنت عمل ہے

فرمایا، حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے نماز بہت سنوار کر پڑھی اور تھے وہ مرید صاحب کشف۔ تو عالم مثال میں اُن کو اس نماز کی شکل نہایت خوبصورت دکھائی دی مگر اس شکل کی آنکھیں نہ تھیں، نابینا تھی۔ پھر اُس مرید نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا۔ تو حضرت نے فی البدیہہ فرمایا کہ نماز آنکھ بند کر کے پڑھی ہوگی۔ اگرچہ یکسوئی کے لیے ایسا کرنے کی اجازت ہے مگر بہرحال خلاف سنت تو ہے۔ سبحان اللہ کیسے متبع سنت تھے۔

دوسرا قصہ اس سے بھی بڑھ کر ہوا وہ یہ تھا کہ ایک غیر مقلد بھوپال کے تھے۔ انہوں نے درخواست بیعت کی مگر شرط یہ لکھی کہ میں غیر مقلد رہوں گا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے منظور فرمالیا۔ دو چار دن کے بعد انہوں نے رفع یدین اور آمین بالجہر کو چھوڑ دیا۔ حضرتؒ کو کسی نے خبر کر دی۔ حضرت نے فی البدیہہ فرمایا کہ اگر میری رعایت سے ترک کیا تو ہرگز ایسا مت کرو۔ میں سنت کا بار اپنے سر پہ لینا نہیں چاہتا۔ اگر تمہاری تحقیق بدل گئی تو یہ اور بات ہے۔ سبحان اللہ! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کیسے پابند سنت تھے۔

تعریف کرنے والے کے منہ میں حضرت گنگوہیؒ کا مٹی ڈالنا

فرمایا، حضرت مولانا گنگوہیؒ کی شان اور مدح میں کسی نے عربی قصیدہ لکھ کر سُنانا شروع کیا۔ حضرت خاموش ہو کر سنتے رہے۔ جب وہ سنا کر فارغ ہو چکا تو حضرت مولانا گنگوہیؒ نے مٹی لے کر اس کے منہ میں ڈال دی اور فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اُحْثُوا التُّرَابَ فِیْ فَمِ الْمَدَّاحِیْنَ۔ (تعریف کرنے والوں کے مُنہ میں مٹی ڈال دو)

اور اسی طرح حضرت حاجی صاحبؒ کی شان میں کسی نے قصیدہ لکھ کر سنایا تو جب وہ فارغ ہوا تو حضرت نے فرمایا! ارے بھائی کیوں جوتے مارا کر دہو۔

ایک ڈوم اور بدوؤں کا گانا:۔ فرمایا ایک ڈوم حج کو گیا تو اس نے بدوؤں کو گاتے سنا اور کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی گانے کو سن کر حرام فرما دیا۔ اگر میرا گانا سنتے تو کبھی حرام نہ فرماتے یہ قصہ اس پر بیان فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وقت یہ فتویٰ دیا تھا کہ صدرا اور شمس بازغہ اور میر زاہد امور عامہ کی تعلیم یہ سب حرام ہے تو مولانا سید احمد صاحبؒ مدرس مدرسہ دیوبند نے فرمایا کہ مولانا گنگوہیؒ نے میرا شمس بازغہ پڑھانا نہیں سنا ورنہ اس کی تحصیل کو حرام نہ فرماتے۔ کیونکہ وہ (مولانا سید احمد صاحبؒ) ساتھ کے ساتھ رد فرما دیتے تھے۔

ذکر اللہ سے لطافت پیدا ہوتی ہے: فرمایا ذکر اللہ سے وہ لطافت حاصل ہوتی ہے جو سلاطین کو بھی نصیب نہیں ہوتی۔ ایک قصہ سے اس کا اندازہ ہو جائے گا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں عشاء کے وقت دیر سے تشریف لاتے تھے اور حضرتؒ نے مسجد میں دیا سلائی جلانے سے منع فرما دیا تھا کیونکہ بدبودار چیز کا استعمال مسجد میں منع ہے۔ ایک روز کسی شخص نے مسجد ہی میں دیا سلائی سے چراغ جلا دیا۔ حضرت مولاناؒ دو تین گھنٹہ بعد تشریف لائے اور کھڑے ہو کر فرمایا کہ مسجد میں بدبو آتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے مسجد میں دیا سلائی جلائی ہے۔ سبحان اللہ! کس درجہ کی لطافت تھی

سیاست اور انتظامِ صحابہؓ

فرمایا جس قدر سیاست اور انتظام صحابہؓ نے کیا اور کسی قوم سے نہیں ہو سکتا۔ صحابہؓ نے ملکوں کو فتح کیا مساجد بنوائیں۔ سندھ میں بڑے بڑے مہندس جمع ہوئے کر صحابہؓ نے جو محراب اور قبلہ کی سمت مقرر کی۔ ذرہ برابر اس میں فرق کسی نے نہیں نکالا۔ حالانکہ ہماری حالت یہ ہے کہ گھر سے نکلے اور قبلہ کا پتہ نہیں۔

مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم کی کراچی میں ایک تقریر

فرمایا۔ مولوی عبید اللہ صاحب سندھی کراچی تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر انہوں نے ایک سرکاری مدرسہ میں وعظ کا انتظام کر دیا۔ اور وہ بہت جوڑ توڑ کے آدمی تھے وہاں ایک انگریز کو جو اس مدرسہ ہی کا بہت بڑا منتظم اور شاہی خاندان کا تھا اور ولایت

سے نیا نیا آیا تھا اور اردو سمجھ تو سکتا تھا مگر بول نہ سکتا تھا۔ اس کو صدر مقرر کر دیا اور وعظ کا وقت آٹھ بجے مقرر ہوا تھا۔ ہم ذرا وقت سے پہلے حاضر ہو گئے اور وہ عین وقت پر آیا اور سب سے مصافحہ کر کے کرسی پر بیٹھ گیا۔ میری کرسی بھی اُس کے پاس ہی رکھ دی۔ میں نے اُس کو صدر نہ بنایا اور نہ صدر اُس کو سمجھا اور نہ اس کی اجازت لی۔ غیرت آتی تھی کہ اس سے اجازت لے کر وعظ شروع کریں میں اُس کرسی پر نہ بیٹھا۔ ایک دوسری جگہ کھڑا ہو گیا۔ اور جتنے مسائل آجکل سلاطین میں مایہ ناز ہیں اور سیاست کے متعلق ہیں اُن سب کو میں نے قرآن شریف سے ثابت کیا۔ ایک مسئلہ اب یاد آگیا اور وہ پولیس کے متعلق ہے۔ اور وہ مسئلہ ہر ملک کی پولیس پر عائد ہوتا ہے اور یورپ کی سلطنتیں اس پر عامل ہیں۔ وہ یہ کہ بے جا مجمع کو منتشر کیا جائے۔ میں نے سورۂ جمعہ کی آیت فاذا قضیت الصلوٰۃ الخ سے اس کو ثابت کیا اور اس کو ایک مقدمہ اور قواعد کے ساتھ ضم کیا کہ اگر کسی جگہ بلا کسی ضرورت کے مجمع ہو تو اس آیت میں بے جا مجمع کے انتشار کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر سلاطین نے اس کے سوا اور کچھ انتظام نہیں کیا۔ صرف مجمع کو منتشر کر دیا۔ آگے خواہ کوئی منفرد منفرد ہو کر بدمعاشی کرتا رہے۔ مگر چونکہ قرآن شریف آسمانی تعلیم ہے۔ اس لیے اس نے آگے اور انتظام بھی کیا۔ مجمع میں تو تزاحم کی وجہ سے فساد کا خطرہ تھا۔ اس کو انتشار کا حکم دے دیا اور انفراد میں بے کاری کی وجہ سے فتنہ میں پڑنے کا احتمال تھا۔ اس لئے حکم دے دیا کہ:۔

وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ — اور خدا کی روزی تلاش کرو

اور چونکہ اصل مقصود آسمانی کتاب کا تعلق مع اللہ ہے اور معاش میں مشغول ہو کر انہماک ہو جائے گا اور اسی سے وہ تعلق مع اللہ ضائع ہو جاتا ہے۔ اس واسطے آگے حکم دیا کہ:۔

وَاذْکُرُوا اللّٰہَ — اور (اس میں بھی) اللہ کو بہ کثرت یاد کرتے رہو

ایسی رعایت کسی دنیاوی سلطنت سے ممکن ہی نہیں۔ اسی طرح کے اور بھی بہت سے اصول اساسی بیان کیے۔ وہ انگریز ختم وعظ کے بعد کھڑا ہوا اور انگریزی میں وعظ کی بہت تعریف کی۔ پھر اس تقریر انگریزی کا ترجمہ ایک علی گڈھ کے پروفیسر صاحب نے

کیا۔ اس پر فرمایا کہ قرآن مجید میں سب کچھ ہے مگر مسلمان قرآن کو تو دیکھتے نہیں اور دل کے ہاں سے گداگری کرتے ہیں۔

سہو فی الصلوٰۃ ہم کو بھی ہوتا ہے اور انبیاء کرام کو بھی

فرمایا۔ سہو فی الصلوٰۃ ہم کو بھی ہوتا ہے اور انبیاء کرامؑ کو بھی اور علت بھی (دونوں) کی مشترک ہے۔ یعنی عدم توجہ الی الصلوٰۃ۔ مگر علت العلت میں فرق ہے۔ وہ یہ کہ ہم کو توجہ الی الشئے[1] ہو اسفل من الصلوٰۃ ہے اور انبیاء کو توجہ[2] الی الشئے ہو اعلیٰ من الصلوٰۃ ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ وجہ بعد میں نظر سے بھی گذری اور جی بہت خوش ہوا۔ لوگوں کا جی تو شاید ایسی چیز سے زیادہ خوش ہوتا ہو جو پہلوں کی سمجھ میں نہ آئی ہو۔ اور میرا جی ایسے علوم سے خوش ہوتا ہے جس کی طرف سلف بھی لوگ بھی گئے ہوں۔ کیونکہ جو علوم سلف کے خلاف ہوں وہ بدعت ہوں گے تو جب بدعت حاصل ہو تو اس پر کیا خوشی ہوگی؟

نماز میں راحت کی دو قسمیں ہیں

فرمایا: اَرِحْنَا يَا بِلَالُ بِالصَّلٰوةِ (ہم کو نماز سے آرام پہنچاؤ اے بلال) میں راحت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک راحت فی الصلوٰۃ۔ دوسری راحت بعد فراغ الصلوٰۃ۔ پھر اس میں دو وجوہ ہیں۔ ایک راحت اس لیے کہ حق تعالیٰ کا فرض ادا ہوا۔ دوسرا اس لئے کہ پاپ کرنا۔ پہلا درجہ خواص کا ہے اور دوسرا درجہ عوام کا۔ راحت فی الصلوٰۃ کا عنوان میں نے تجویز کیا ہے "راحت لقاء حق"، اور راحت بعد فراغ الصلوٰۃ کا عنوان ہے" راحت حصول رضاء حق"

انگریزوں میں عقلی تدقیق کا مادہ بہت کم ہے

فرمایا۔ انگریزوں میں عقلی تدقیق کا مادہ بہت کم ہے اور صناعت اور تجربہ کا مادہ بہت ہے۔ ایک مولوی صاحب سہارنپور میں ایک انگریز سے ملاقات رکھتے تھے اور وہ انگریز عربی کا عالم بھی تھا۔ تو اس انگریز نے مولوی صاحب سے کہا کہ قرآن شریف سے معراج میں آسمانوں پر جانا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی وارد ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ آسمان پر جانا اسی آیت سے ثابت ہے کیونکہ " اَقْصٰی" کی ایک تفسیر "عرش" بھی ہے۔ کیونکہ مسجد کے معنی ہیں "محلِ طاعت" اور عرش اعلیٰ محلِ طاعت ہے اور بَارَكْنَا حَوْلَهٗ سے مراد

---

[1] یعنی نماز سے نیچے درجہ کی طرف ۱۲

[2] یعنی نماز سے اونچے درجہ کی چیز کی طرف ۱۲

روحانی برکت ہے۔ چنانچہ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَافِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ سے ثابت ہے۔ بس اتنے میں مان گیا حالانکہ شرح تہذیب پڑھا ہوا طالب علم بھی جانتا ہے کہ یہ تفسیر احتمالی ہے اور اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ مگر وہ انگریز خاموش ہو گیا۔

اصل سلطنت شخصی ہے

فرمایا۔ کانپور میں کسی وکیل کے مکان پر وعظ ہوا۔ وہاں بڑے بڑے تعلیم یافتہ موجود تھے۔ جو جمہوری سلطنت کے خواہاں تھے۔ میں نے وہاں ثابت کیا کہ اصل سلطنت شخصی ہے اور قرآن شریف سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ آیت :

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔	پھر جب آپ رائے پختہ کرلیں سو خدا تعالیٰ پر اعتماد کیجئے۔

سے معلوم ہوا کہ مشورہ تو سب سے کرو مگر کرو وہی جو جی میں آوے۔ لوگوں کی رائے کا کچھ اعتبار نہیں ورنہ یوں فرماتے :

وَاِذَا عَزَمُوْا (بجائے عَزَمْتَ کے)	اور جب وہ سب مشورہ دینے والے فیصلہ کرلیں۔

اور تیسرے یہ سورۂ نور سے کہ :۔

فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ	اور جب آپ سے اپنی کسی بات کے لیے اجازت چاہیں تو آپ جس کو چاہیں اجازت دیدیں۔

سے بھی ثابت ہے ہوتا۔ صرف کثرت رائے ہی نہیں بلکہ خواہ اجماع بھی اذن پر کریں تب بھی آپ کو اختیار ہے کہ کسی کو اذن دیں یا نہ دیں۔ اور میں نے یہ بھی کہا کہ سلطنت شخصی اس وقت ہوگی جب وہ صدر یا خلیفہ ایسا صاحب رائے ہو کہ سب دنیا کی رائے پر اس کی رائے غالب ہو اور صواب پر ہو۔ جیسے ہمارے اکابر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم۔ اور میں

تو ان کو یاد کر کے یوں کہا کرتا ہوں کہ ع

أُولٰئِكَ اٰبَائِيْ فَجِئْنِيْ بِمِثْلِهِمْ

اور جب خلیفہ ایسا نہ ہو بلکہ اس کی رائے غلط ہوا کرے تو پھر وہ ظلم کرے گا۔ اسوقت جمہوری سلطنت بہتر ہوگی۔ اس عارضہ سے کہ اس میں قلت ظلم ہوگا اور شخصی میں کثرتِ ظلم۔ تو یہ قاعدہ :-

مَنِ ابْتُلِيَ بِبَلِيَّتَيْنِ فَلْيَخْتَرْ أَهْوَنَهُمَا۔ ؎ جو شخص دو بلاؤں میں گرفتار ہو تو اس کو اُن میں سے سہل کو اختیار کرنا چاہیے۔

کے لحاظ سے سلطنت جمہوری درست ہوگی

والد صاحبؒ کے ساتھ ایک انگریز کی گفتگو

فرمایا۔ والد صاحب کے ساتھ ایک انگریز بات کر رہا تھا کہ انگریزوں میں یہ بات مسلم ہے کہ مجلس پارلیمنٹ اگر دو سو سال تک بھی کوشش کرے تو اس قدر انتظام نہیں کر سکتے جس قدر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تھوڑے سے زمانہ میں کیا۔ یعنی اصول اساسی کے لحاظ سے۔ تو والد صاحب نے فرمایا تو پھر یہ تو تائید آسمانی تھی اور تم اس کو کیوں نہیں مانتے۔ اس انگریز نے کہا کہ ان کے کمال عقل سے تھا، والد صاحب نے فرمایا کہ ایسی بڑی عقل کسی شخص کو دیدینا اس کو ہم تائید آسمانی کہتے ہیں۔ تم خواہ اس کو عقل سے تعبیر کرو۔

مولوی بادشاہ سے کم نہیں

فرمایا۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا کہ مولوی بادشاہوں سے کم نہیں۔ اُن کے پاس فوجیں اور رسالے ہیں اور مولویوں کے پاس کتابیں اور رسالے ہیں۔

مچھلیوں کا ایک تالاب سے نکال کر دوسرے میں ڈالنا

ایک مولوی صاحب نے مسئلہ دریافت کیا کہ ایک تالاب کی مچھلیاں پانی ختم ہونے کے بعد دوسرے تالاب میں ڈال دیں۔ اور اس تالاب میں مالک تالاب کی مچھلیاں مملوکہ

؎ یعنی یہ لوگ میرے آباؤ اجداد۔ پس کوئی ان جیسا لاکر دکھائے

تھیں۔ اور دوسرے تالاب میں بھی مچھلیاں دوسرے مالک تالاب کی ہیں۔ اور اُس نے نے اپنی مچھلی کی دُم کاٹ دی۔ کچھ عرصہ کے بعد جب مچھلیاں نکالیں تو معلوم ہوا کہ سب کی دُم موجود ہیں۔ اب کیسے امتیاز ہو؟ فرمایا کہ خلط کے بعد مشترک ہیں۔ اور گویہ مچھلیاں ابتر تھیں مگر کاملین کی صحبت میں یہ بھی کامل ہوگئیں۔

ابوالحسن کا قول

ابوالحسن کا قول کسی کتاب سے ایک مولوی صاحب نے دیکھا کہ جو شخص کسی ضرورت اسلامی کا انکار کر کے کافر ہو جائے مگر براءت عن الاسلام نہ کرے تو وہ کافر ہے مرتد نہیں اور اس کا ذبیحہ بھی جائز ہے خلافاً للجمہور جیسے قادیانی۔ اور ان مولوی صاحب نے کہا کہ فلاں شخص بھی قادیانیوں کے بارے میں یہی کہتا ہے۔ فرمایا کہ پہلے ابوالحسن تھے اب ابوالقبیح بھی ہو گئے۔

عوام کے ہاں سلوک کے معنی

فرمایا۔ سلوک کے معنی اب لوگوں نے یہ سمجھے ہیں کہ جو پیر نے وظیفہ بتلایا ہو وہ پڑھ لیا جاوے یا دوسرے معنی یہ کہ پیر سے کچھ سلوک کیا جاوے اور بس۔

خلجان کی دو قسمیں

فرمایا۔ اطمینان کے معنی "سکون" اور یہ ضد ہے خلجان کی۔ اور خلجان دو قسم پر ہے۔ ایک اصل ایمان اور اعتقادِ جازم میں۔ اور اس کی ضد جو اطمینان ہے وہ ایمان ہے اور دوسری قسم خلجان کی "کیفیتِ زائدہ عن الایمان" میں اور اس کی ضد اطمینان۔ وہ کیفیتِ زائدہ میں اطمینان ہے۔ اور یہ اطمینان ایمان کے وقت بھی (کبھی) نہیں ہوتا۔ اسی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے طلب فرمایا۔

صدقہ کے بکرے کا حکم

فرمایا۔ جب بدعت رائج ہو جاوے تو خواص کو بھی اس کے بدعت ہونے کی طرف خیال نہیں ہوتا۔ مثلاً صدقہ کا بکرہ ہے۔ کسی کو بھی اس کے بدعت ہونے کا وسوسہ نہیں مگر شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے امتحان کے مطابق کہ اگر صدقہ کرنے والوں کو کہا

جاوے کہ اس سے دوگنی قیمت کا گوشت خرید کر دیدو تو طبیعت میں بشاشت نہ ہوگی۔ معلوم ہوا کہ اراقۃ الدم کو موثر جانتا ہے۔ اور فرمایا ایسی باتوں کی طرف مولانا شہیدؒ کا ذہن جاتا تھا۔ وہ اس فن کے مجتہد تھے اور بہت بڑے آدمی تھے۔ مگر شاہ عبدالعزیز صاحب کی نسبت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طالب علم تھے۔

ابن تیمیہ اور منصور سے متعلق رائے گرامی

فرمایا۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کا بہت فضل ہے کہ دونوں گروہ کے معتقد ہیں۔ منصورؒ کو بزرگ جانتے ہیں اور ابن تیمیہؒ کو بھی۔ گو ان میں بہت اختلاف ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ نیت دونوں کی درست تھی۔

عوام کے فہم کے مطابق ارشاد حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانویؒ

فرمایا۔ مولانا فتح محمد صاحبؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ ضاد ہے یا ظاد؟ فرمایا قرآن میں لکھا ہوا دیکھ لو کیا ہے۔ اُس شخص نے کہا ضاد ہے۔ فرمایا پھر یہی صحیح ہے جو لکھا ہے۔ اور تراویح کے بارے میں بھی اُن سے کسی نے سوال کیا کہ آٹھ ہیں یا بیس؟ فرمایا کہ اگر کچہری میں مقدمہ پیش ہو اور ایک پٹواری کہے کہ زمین کا معاملہ آٹھ روپیہ ہے اور دوسرا کہے کہ بیس روپیہ ہے تو تم کتنے لے جاؤ گے؟ اس نے کہا کہ بیس۔ فرمایا، بس بیس پڑھ لیا کرو۔ اگر وہاں آٹھ کی ضرورت ہوئی تو بارہ بچ جائیں گے۔ اور اگر بیس کی ضرورت ہوئی اور تم لے گئے ہو آٹھ، تو پھر تکلیف ہوگی۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا ایک عامی کو جواب

فرمایا۔ ایک شخص نے حسب عادت پارۂ عم یتساءلون کو آخری سورتوں سے شروع کیا اور پھر اجتہاد کا دعویٰ کیا کہ سب مال بیوی کو دیا جائے گا۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے دریافت کیا کہ یہ تم نے کہاں سے سمجھا تو اس نے جواب دیا کہ کسی رشتہ دار کا قرآن شریف میں ذکر نہیں صرف بیوی کا ذکر ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ اور "جوع" ہندی میں بیوی کو کہتے ہیں۔ شاہ صاحبؒ نے فرمایا اس کے قبل سورۂ تبت یدا پڑھیے اس نے پڑھی۔ فرمایا، اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب مال کا کیونکہ

اس میں ہے مَا کَسَبَتْ ۔ بیوی کو صرف کھانا ملے گا۔ مولانا نے فرمایا کہ شاہ صاحبؒ نے یہ تحریف نہیں کی بلکہ حجتِ الزامیہ قائم کی ہے ۔ مطلب یہ کہ تمہاری بات اگر مان لیں تو یہ تم کو لازم آئے گا اور یہ لازم تو غلط۔ اس واسطے یہ تمہارا کہنا بھی غلط ہے۔ اس لئے نہ یہ تحریف اور نہ یہ اس کی تفسیر کی تقریر ہے

انگریزوں کی تہذیب خود اُن کی نظر میں

فرمایا ۔ میرے بھتیجے حامد علی علاج کرانے کے لئے منصوری گئے ۔ وہاں ایک امریکن انگریز تھا اس سے ملاقات ہوئی ۔ اُس نے کہا کہ لندن والے انگریز کہتے ہیں کہ ابھی تک یہاں کی تہذیب ناقص ہے اور امریکہ کی کامل ۔ کیونکہ امریکہ میں ہر شخص اپنے ضروری کام اپنے ہاتھ سے کرتا ہے اور لندن میں یہ ابھی تک نہیں ہوا ۔ فرمایا ، سبحان اللہ! امریکہ والوں نے یہ اب سمجھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کر کے بتلایا ۔ بازار سے سودا خرید کر لے آئے ۔ جوتا سی لیا، کپڑا سی لیا ۔

اس انگریز نے حامد علی سے یہ بھی دریافت کیا کہ تمہارا کوئی رشتہ دار طالب علم ہے ؟ (حضور نے طالب علم سے مراد اپنی طرف اشارہ کیا) حامد علی نے کہا کہ ہاں ۔ اس انگریز نے دریافت کیا کہ وہ ان تحریکات میں شامل ہے یا نہیں ؟ اس نے کہا کہ ہم نے کہا کہ نہیں اور دل میں ہمیں خوشی ہوئی کہ اس میں انگریز کو بظاہر خوشی ہوگی ۔ اس انگریز نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ انگریزوں کا بہت بڑا دشمن ہے ۔ وجہ یہ کہ تحریکات کا چلنا تب ہو سکتا ہے جبکہ ہر شخص اپنے مذہب سے کچھ سرک جاوے اور سب خلط ہو جاویں اور جو لوگ خلط ملط ہو جاویں اور مذہب کے پابند نہ رہیں ان لوگوں کا عیسائیت میں داخل ہونا سہل ہو جاتا ہے ۔ تو گویا جس قدر اہلِ تحریکات تھے یہ عیسائیت کے قریب جا رہے تھے اور اس نے اُس کی مخالفت کی ۔

مولانا نے فرمایا کہ ہمارے خیال میں بھی یہ نہ تھا مگر الحمد للہ کہ حق تعالیٰ ایسی بات کی توفیق عطا فرماتے ہیں جو حق ہوتی ہے ۔

حکایت مولانا فخر الدین صاحب دہلویؒ

فرمایا، مولانا فخر الدین صاحبؒ دہلی کے ایک بزرگ تھے۔ وہ ایک دفعہ اپنے معتقدین کے ساتھ جامع مسجد دہلی سے نماز ظہر سے فارغ ہوکر سیڑھیوں پر تشریف لے گئے۔ دروازہ پر ایک بوڑھا شربت کا گلاس لئے کھڑا تھا۔ اس بوڑھے نے کہا کہ بیٹا یہ شربت پی لو اور مولانا صاحب روزہ سے تھے۔ مشہور تو یہ ہے کہ روزہ فرض تھا مگر میں کہتا ہوں کہ روزہ نفل تھا۔ معتقدین حیران ہو گئے۔ ہمت کر کے ایک نے دریافت کیا تو فرمایا کہ روزہ توڑ دوں تو اس کی قضا ہو سکتی ہے مگر دل توڑ دوں تو اس کی قضا نہیں اس واسطے روزہ توڑا۔ تو یہ حکایت شیخ فرید الدین عطار نے نقل کی ہے۔ اور آخر میں یہ کہہ دیا کہ کبھی زہر سے بھی علاج کیا جاتا ہے۔ اس حکایت پر حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ان بزرگ نے غلطی کی۔ دل کی حقیقت تو اُن پر منکشف ہو گئی مگر صوم کی حقیقت اُن پر منکشف نہیں ہوئی۔ اگر صوم کی حقیقت منکشف ہو جاتی تو ہرگز ایسا نہ کرتے۔ فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فن کے مجتہد تھے۔ دونوں جوابوں کو دیکھ لو کہ کتنا فرق ہے۔

ظاہری اسباب کا ترک

فرمایا۔ مولانا گنگوہیؒ کے اشارہ سے میں نے ظاہری اسباب کو ترک کیا۔ میں نے والد صاحبؒ کے انتقال کے بعد میراث کے متعلق ایک استفتاء حضرت کی خدمت میں روانہ کیا تھا اور بہت سے مسائل کی نسبت دریافت کیا تھا۔ اس کو ایک نائی کے ہاتھ بھیجا اور جلدی جواب طلب کیا۔ اب معلوم ہوا کہ یہ بے تمیزی تھی مگر حضرت نے باوجود آشوب چشم کے سب کا جواب دیا اور فرمایا کہ آنکھ بند کر کے جواب لکھ رہا ہوں پھر میں نے آخر میں مشورہ بھی لیا کہ جائداد لوں یا ترک کر دوں؟ جائداد میں کچھ شغل بھی ہو جاتا ہے اور خلافِ شریعت کام کرنے پڑتے ہیں۔ اور بعض جائداد میں شبہ بھی تھا حضرتؒ نے فرمایا کہ فتویٰ سے تو لے لینا جائز ہے اور اگر نہ لو تو عمر بھر پریشانی بھی نہ ہو گی۔ اس زور سے انہوں نے مجھ کو فرمایا کہ بالکل اطمینان ہو گیا۔ اور حضرت حاجی صاحبؒ

نے فرمایا کہ اگر کانپور سے تعلق نہ رہے تو پھر وطن میں رہنا۔ آخر ان کے بھی حقوق ہیں۔ میں نے جی میں کہا کہ غنیمت ہے کہ شرط لگائی۔ اور میں یہ سمجھتا تھا کہ کانپور سے تعلق ٹوٹنا بہت مشکل ہے۔ کیونکہ وہاں کے لوگ بہت محبت کرتے ہیں باوجود اختلاف کے حضرت حاجی صاحبؒ کے فرمانے کی وجہ سے میں ایسا دل برداشتہ ہوا کہ جی یہی چاہتا تھا کہ یہاں سے چلا جاؤں۔ میں نے کسی کو خبر نہ کی اور تعلق کم کرنے شروع کر دیے۔ خیال یہ تھا کہ اپنی جگہ کسی کو اپنے ہاتھ سے مقرر کر دوں۔ وہ کمرہ جس میں بیٹھتا تھا وہ بارش میں ٹپکنے لگا تو میں مسجد میں بیٹھ گیا اور تنخواہ پہلے ہی چھوڑ دی تھی۔ اس واسطے اجیر بھی نہ تھا اور اسباق بھی میں نے وہ لے لیے جو منتہی تھے۔ جن کے بعد کوئی اور سبق اس جماعت کا نہ تھا دوسرے اسباق باقی مدرسین کو دے دیے۔ اور اسباب بھی ایک جگہ جمع کر دیا تاکہ فوراً ایلٹی ہو سکے۔ اور مولوی محمد اسحاق صاحب کو میں نے اپنی جگہ بٹھا دیا۔ رخصتیں قریب آگئیں میں گھر آگیا۔ پھر دو تین ماہ گذرے تو میں نے لکھ دیا کہ میں اب نہیں آتا۔ اور اس وقت ڈیڑھ سو روپیہ قرضہ بھی تھا مگر کچھ خیال نہ تھا۔ جائداد تو میں نے پہلے چھوڑ دی تھی پھر حق تعالیٰ نے کبھی تنگی نہیں دی۔ فرمایا کہ ہمارے اکابر ترکِ اسباب کی اجازت نہیں دیتے مگر بعض بعض کو بھی دے دیتے ہیں۔ اسی واسطے کوئی شخص بلا مشورۂ اکابر اسباب کو ترک نہ کرے۔

عالم الکل صرف حق تعالیٰ شانہ کو سمجھنا

فرمایا۔ مولانا فتح محمد صاحبؒ میرے فارسی کے استاد ہیں انہوں نے عجیب بات سنائی کہ میں ایک اُستاد کے پاس پڑھنے کو گیا۔ انہوں نے کہا کہ تو مجھ کو عالم الکل سمجھ کر آیا ہے یا عالم بالبعض۔ اگر عالم الکل سمجھ کر آیا ہے تو میں ابھی سے لکھ دیتا ہوں کہ میں عالم الکل نہیں۔ اور اگر عالم بالبعض سمجھ کر آیا ہے تو یہ درست ہے۔ اگر کتاب میں کوئی جگہ ایسی آگئی جس کا میں عالم نہیں وہاں میں کہہ دوں گا کہ یہ میں نہیں سمجھتا۔ اب یہ تمہاری مرضی ہے پڑھو یا جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ میں عالم الکل تو صرف اللہ تعالیٰ کو سمجھتا ہوں حتیٰ کہ مصنف کو بھی عالم الکل نہیں سمجھتا۔ یہ سُن کر انہوں نے پڑھانا شروع کیا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی ذہانت پر

فرمایا، شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی خدمت میں ایک ساحر آیا۔ اُس نے کہا حضرت میں ایک منتر بھول گیا ہوں اور اس کی خاصیت یاد ہے۔ خاصیت میں عرض کرتا ہوں آپ اس کو سُننے کے بعد مناسب الفاظ تجویز کر دیں۔ تاکہ شاید وہ منتر یاد آجاوے۔ شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ میں سحر نہیں جانتا۔ وہ بہت رویا اور کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ جو آپ کے پاس آتا ہے کامیاب ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سحر سے توبہ کر و اور وعدہ کرو کہ آئندہ سحر نہ کروں گا پھر میں کوشش کروں گا۔ اس نے مان لیا۔ تو شاہ صاحبؒ نے حروف کی ارواح کو حکم دیا کہ اس ترتیب سے ہو جاؤ جس ترتیب سے اس منتر میں لفظ ہیں۔ پھر جو مکرر ہو وہ اپنی جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ چلا جاوے اور حافظہ شاہ صاحبؒ کا قوی تھا۔ سب کو یاد رکھا اور اس ترتیب سے وہ منتر کے الفاظ پڑھ دیے۔ ساحر نے کہا کہ بس یہی تھا۔

انگریزی عدالتوں میں شہادت کی شرط ہونے سے خرابیاں

فرمایا، یہاں انگریزی عدالت میں شہادت کی شرط موجود نہیں اس واسطے بہت خرابی ہوتی ہے۔

مقدمہ میں کامیابی کا تعویذ اور وظیفہ

ایک شخص نے مقدمہ کی کامیابی کے لئے تعویذ کی درخواست کی تو تعویذ بھی لکھ دیا اور فرمایا کہ تم اور تمہارے گھر والے سب "یاحفیظ" کو بلاعدد ہر وقت کثرت سے پڑھتے رہو۔

شجرۃ الزقوم اور ثمرۃ الزقوم میں فرق

فرمایا۔ مولوی بدر الاسلام مولوی رحمت اللہ صاحب کے بھتیجے ہیں اور مولوی صاحب کے ہمراہ استنبول بھی سفر میں گئے ہیں اُن سے کیرانہ میں ملاقات ہوئی وہ کہنے لگے کہ زقوم کا پھل تو عمدہ ہوتا ہے۔ لوگ کھاتے ہیں اور قرآن مجید میں ہے کہ دوزخیوں کو زقوم کھانے کو ملے گا۔ تو یہ دوزخیوں کا عذاب کیا ہوا؟ - اسی وقت

میرے ذہن میں جواب آیا کہ حق تعالیٰ نے شجرۃ[1] الزقوم فرمایا ثمرۃ الزقوم نہیں فرمایا۔

طوفانِ نوح علیہ السلام میں عقوبت عام کیوں ہوئی؟

فرمایا، ایک اشکال ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا طوفان عام تھا یا خاص؟ قرآن شریف سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ عام تھا۔ اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ ان کی بعثت عام تھی یا خاص؟ اگر عام تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہ رہی۔ اور اگر خاص تھی تو عقوبتِ عام کیوں ہوئی؟ جواب یہ ہے کہ بعثت خاص تھی مگر بعثت خاص کے معنے یہ ہیں کہ فروع میں خاص تھی ورنہ اصول میں تو عام ہی تھی اور عقوبتِ عام اس واسطے ہوئی کہ وہ اصول کے مخالف تھے۔

اکبر الٰہ آبادی مرحوم کے ایک اشکال کا جواب

فرمایا۔ میرے ایک دوست تھے محمد یعقوب نام۔ اُن سے اکبر الٰہ آبادی نے (جو حاجی بھی تھے اور شاعر بھی مشہور تھے) ان سے یہ سوال کیا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر پیغمبر کی نسبت یہ ارشاد ہے بِلِسَانِ قَوْمِہٖ تو اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ عرب ہی کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ اور آیہ کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سب دنیا کی طرف مبعوث ہوئے ہیں تو ان دو آیتوں میں تعارض ہوا[2]۔ میں نے جواب دیا کہ "قوم" کے معنی برادری کے ہیں۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان تو برادری ہی کی تھی یعنی عربی اور یوں نہیں فرمایا کہ:۔

---

[1] یعنی دوزخیوں کو زقوم کا درخت کھانے کو ملے گا۔ یہ نہیں کہ اس کا پھل ملے گا ۱۲۔

[2] قرآن مجید میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور دیگر تمام انبیاءؑ کی نسبت یہ ارشاد ہے کہ "ہم نے اُن کو اُن کی قوم کی زبان میں رسول بنا کر بھیجا"۔ یعنی ہر نبی کو تعلیمات آسمانی اور وحی اس کی قومی زبان میں دی گئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی صرف اپنی ہی قوم کی طرف بھیجے گئے حالانکہ قرآن مجید ہی میں دوسری جگہ ارشاد ہے کہ "ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا ہے"۔

بلسان امتہ "ہم نے ہرنبی کو اس کی امت کی زبان میں بھیجا"

تو مطلب یہ ہوا کہ لسان تو قوم کی ہوگی اور امت عام ہوگی۔ اعتراض تب تھا کہ بلسان امتہ فرماتے۔ پھر مولوی محمد یعقوب صاحب نے ان سے ذکر کیا بہت خوش ہوئے۔ پھر وہ ملنے آئے۔ پھر بعد میں بہت آتے تھے۔

ادب کی حقیقت

فرمایا۔ میرے نزدیک ادب کی حقیقت یہ ہے "راحت رسانی" جس میں مخدوم کو راحت ہو وہ کام کرے اس واسطے میں کہتا ہوں کہ مسلمین تو بہت ہیں مگر مصلحین کم ہیں اس واسطے اصلاح نہیں ہوتی

چھوٹے بچوں میں فطری تہذیب ہوتی ہے

فرمایا۔ بچے آکر پوری بات کرتے ہیں کیونکہ فطرت کے قریب ہوتے ہیں۔ اُن میں فطرتی تہذیب ہوتی ہے اور بڑوں میں تکلف کی وجہ سے فطرتی مادہ کم ہو جاتا ہے اسی وجہ سے حضورؐ نے فرمایا ھَلاَّ بِکْرًا تُلَاعِبُکَ الحدیث۔ زیادہ وجہ اس میں یہی ہوتی ہے کہ وہ فطرت کے قریب ہوتی ہے اور بیوہ تو چالاک ہو جاتی ہے۔

علیحدہ رہنے میں ایک شان

خانقاہ میں افطاری کے لئے سفید کھانڈ آئی۔ ہر شخص کے لئے حکم ہوا کہ لیتے جاؤ۔ تو ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! لینا ضروری ہے؟ فرمایا کہ لے لینا چاہیئے۔ میں خود بھی لے لیتا ہوں۔ سب کے ساتھ شریک ہونا چاہیے۔ علیحدہ رہنے میں ایک شان معلوم ہوتی ہے۔ مگر میں تب لیتا ہوں جب کہ اس شے کا میرے لیے علیحدہ حصہ نہ آیا ہو۔ اگر مالک نے میرے لیے علیحدہ حصہ بھیج دیا ہو تو پھر نہیں لیتا۔

فرمایا، کہ حضرت حاجی صاحبؒ کی رباط میں ایک شخص دو دو آنے تقسیم کر رہا تھا حضرتؒ کو دیکھ کر واپس چلا گیا کہ حضرت کو دو آنے کیا دوں[1]۔ حضرتؒ نے اس کو بلایا اور

---

[1] کیونکہ حضرت حاجی صاحبؒ نہایت نفیس المزاج اور نازک طبع تھے اس لیے آپ کے رباط میں دری اور چاندنی وغیرہ بچھی رہتی تھی وہ شخص دیکھ کر سمجھا کہ یہاں تو کوئی رئیس آدمی رہتا ہے اس لیے اس کو دو آنے دینے میں تامل ہوا۔ ۱۲

واپس چلے جانے کی وجہ دریافت فرمائی۔ اس نے جواب دیا کہ حضرت! دو دو آنے تقسیم کر رہا ہوں۔ آپ کی خدمت میں اس کے پیش کرنے سے حجاب آتا ہے۔ فرمایا، نہیں تو ہم بھی سب کے ساتھ ہیں یہ تو دو آنے ہیں اگر پیسہ ہو تو بھی قبول ہے علیحدگی نہیں چاہیے۔ (واقعی اس میں ایک عُجب بھی ہو جاتا ہے۔ جامع)

تصورِ شیخ عوام کے لئے مضر ہے

فرمایا۔ مولانا گنگوہیؒ نے ایک مولوی صاحب کو جو دربھنگہ کے رہنے والے تھے اور حضرت حاجی صاحبؒ کے مخصوصین میں سے تھے۔ انہوں نے اپنی باطنی حالت کی شکایت کی تو اس پر ان کو تصورِ شیخ بتلایا اور پھر کسی شخص نے عام مجلس میں تصورِ شیخ کی نسبت دریافت کیا تو فرمایا، شرک ہے، حرام ہے۔ سبحان اللہ! کیسے مزاج شناس تھے جو شے عوام کے لئے مضر ہوتی اُس کو عوام میں منع فرمادیا۔ اگر کسی خاص کے لئے مفید ہوتی تو اس کو خلوت میں بتلا دیا۔

قیامت میں عالمِ انکشافِ حقائق کا انکشاف

فرمایا۔ قیامت میں جو عالمِ انکشافِ حقائق ہے انکشاف ہو گا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہاں کی نسبت علم زیادہ ہو گا۔ یہ مطلب نہیں کہ وہاں کا علم محیط ہو گا۔ اور علوم میں تفاوت نہ ہو تو انبیاء وغیر انبیاء برابر ہوں گے۔

معتزلہ نے مسئلہ صفات اور ذات کی حقیقت میں غلطی کھائی ہے

فرمایا۔ عوام تو مسئلہ صفات اور ذات کی حقیقت کو کیا سمجھیں۔ معتزلہ نے باوجود دعوائے علم اور عقل کے بہت سخت غلطی کھائی ہے۔ شرائطِ عادیہ کو شرائطِ عقلیہ سمجھنے لگے۔ مسئلہ رویت میں کہ اس کے لئے جہت ہو اور احاطہ ہو اور مقابلہ ہو۔ یہ تمام شرائط عادیہ رویت کے ہیں۔ انہوں نے اس کو شرائط عقلیہ سمجھ رکھا ہے جب وہ (معتزلہ) باوجود دعویٰ علم وعقل کے اس کو نہ سمجھ سکے تو عوام کیا سمجھیں گے۔ اسی واسطے عوام اپنی عقل کے اعتبار سے مکلف ہیں۔ اور متکلمین نے اس کے بارے میں یہ کہا ہے کہ یہ تمام شرائط

عادیہ رویت کے ہیں اور رویت ذات کی ہو گی اور علاوہ اس کے صوفیاء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ وہاں رویت ذات مجردہ کی نہ ہو گی بلکہ کسی تجلی مثالی میں ہو گی اور اس کے لئے جہت اور مقابلہ منع نہیں اور جہت اور مقابلہ تو صرف ذات کے لئے منع ہے۔ سو اس کی رویت ہی نہ ہو گی۔ اور فرمایا کہ احادیث میں غور کرنے سے صوفیا کا مذہب اقرب معلوم ہوتا ہے۔ اور فرمایا کہ بہتر تو سب سے سلف کا مذہب ہے کہ أبهموا كما أبهم الله تعالى۔ ایمان لاؤ اور متکلمین نے اس میں جس قدر تحقیقات کی ہیں وہ سب منع کے درجے میں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے گو شکل میں منع کے نہیں مگر مطلب میں منع کے ہے۔ اور یہ کوئی دعویٰ نہیں تاکہ اس کے ثبوت کے لئے دلائل کی ضرورت پڑے بلکہ معتزلہ کے اقوال اور حکماء کے احوال سے پتہ چلتا ہے۔ حکماء تو اس کے قائل ہیں کہ رویت ہمیشہ اعراض کی ہوتی ہے اور متکلمین کہتے ہیں کہ وہاں صرف ذات کی رویت ہو گی۔ فرمایا۔ مجھ کو تو اس جگہ سلف کے مذہب کے مطابق یہ شعر یاد آتا ہے ؎

برو[1] ایں دام بر مرغ دگر نہ کہ عنقا را بلند ست آشیانہ

متکلمین کا اس مسئلہ میں بلا ضرورت گفتگو کرنا بے شک بدعت ہے، فرمایا۔ التکشف کو اگر دیکھا جائے تو بہت سے شبہات دور ہو جاتے ہیں۔

دنیاوی حوائج کے لئے دعا میں اُجرت لینا جائز ہے

فرمایا۔ دنیاوی حوائج کے لئے دعاء پر اُجرت لینا جائز ہے اور دینی حاجت پر اُجرت جائز نہیں۔

اہلِ علم کو ظنیات میں تخمینی مقدمات نہیں لینے چاہئیں

فرمایا۔ اس کا خیال زیادہ رکھنا چاہئے کہ کبھی بھی ظنی مدعا کو اپنے تخمینی مقدمات کی وجہ سے قطعی نہ سمجھیں اس میں بہت بڑا خطرہ ہے۔ وہ خطرہ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ قربِ موت کے وقت جو مشاہدہ ہوتا ہے اس میں بعض امور ایسے ہوتے ہیں جو حقیقت

---

[1] جاؤ اپنا یہ جال کسی اور کے لئے بچھاؤ۔ کیونکہ عنقا کا آشیانہ بہت بلند ہے۔ ۱۲

میں ظنی تھے اور اس نے اپنے تخمینی مقدمات کی وجہ سے یقینی خیال کر رکھے تھے وہاں غلط ثابت ہوں گے تو شیطان یہ شبہ ڈالے گا کہ تمہارے باقی عقائد بھی ایسے ہی غلط ہوں گے اور وہاں چونکہ وقت ضیق ہوگا اور احاطہ علوم کا مشکل ہوگا اس لئے عقائد میں بھی شبہات ہونے لگیں گے اور ان شبہات کی حالت میں موت آجائے گی اور یہ کفر ہے۔ اسی واسطے اہل علم کو ظنیات میں تخمینی مقدمات نہیں لینے چاہئیں یہ بہت ضروری چیز ہے۔

صوفیاء کی سمجھ میں مقاصد پہلے آتے ہیں

فرمایا۔ صوفیاء کی سمجھ میں مقاصد پہلے آتے ہیں اور مقدمات بعد میں۔ اور علماؒ کی شان یہ ہے کہ مقدمات پہلے سمجھ میں آتے ہیں اور مقاصد بعد میں۔ اسی واسطے صوفیاؒ کی نظر اصلی مقصود پر ہوتی ہے اور ان کے مقاصد غلط بھی نہیں ہوتے اور علماء کے مقاصد غلط بھی ہو جاتے ہیں۔

مرنے کے بعد روح کے بدن سے تعلق کی مثال

فرمایا، روح عین ہے اور اس کا تعلق بدن سے ہوتا ہے جیسے سورج۔ مگر بدن پر تغیر آنے سے تکلیف ہوتی ہے۔ فرمایا، اس کی مثال حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے اس طرح فرمائی کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کسی شخص کی لوئی اُتار کر جلادی جائے تو آگ تو اُس شخص کو نہ لگے گی مگر دل میں ایک کوفت ہوگی۔ ایسے ہی جب بدن کو تغیر ہو تو روح کو تکلیف ہوتی ہے۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ لوئی بدن پر ہو اور اُس کو آگ لگادی جاوے۔ ایسا وہاں برزخ میں نہیں ہوگا اور فرمایا کہ یہ سب ظنی امور ہیں۔

حضرت حکیم الامتؒ کی پیشینگوئی

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک پیشینگوئی بشکل وعدہ فرمائی تھی کہ ان کو (حضرت مولانا صاحب کو) تفسیر اور تصوف سے مناسبت ہوگی۔

زندگی مکہ کی اور موت مدینہ کی

فرمایا حضرت حاجی صاحب علیہ الرحمۃ کے علوم کا پتہ ان کی تحقیق سے چلتا ہے

ایک دفعہ اس میں گفتگو تھی کہ اقامت، حرمین میں سے کس میں افضل ہے؟ تو حضرت نے فرمایا کہ "بھائی! زندگی تو مکہ کی اور موت مدینہ کی۔" فرمایا کہ اب سب احادیث کو دیکھ لیا جاوے تو سب حل ہو جائیں گی۔

مولانا محمد قاسم صاحبؒ "آب حیات" حضرت کو سناتے تھے جو بہت مشکل کتاب ہے۔ حضرتؒ اس کو سنتے تھے اور کسی کسی جگہ اصلاح بھی فرماتے تھے۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری معلومات زیادہ ہیں اور حضرتؒ کے علوم زیادہ ہیں۔ اس کی مثال یہ فرماتے تھے کہ ایک شخص کی قوتِ ابصار بہت قوی ہے گو تھوڑے شہروں کو دیکھا ہے۔ اور ایک نے بہت شہروں کو دیکھا ہے مگر نظر چندھی ہے صاف نظر نہیں آتا۔ اور مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرماتے تھے کہ لوگ حاجی صاحبؒ کی کرامت کی وجہ سے عاشق ہیں اور میں اُن کے علم کی وجہ سے عاشق ہوں۔ ایک دفعہ یہاں تھانہ بھون میں سب حضرات جمع تھے۔ حضرتؒ نے مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے فرمایا کہ بھائی! اور سب اپنے حالات بیان کرتے ہیں تم بھی کچھ بیان کرو۔ مولانا نے فرمایا کہ حضرت! مجھ سے تو کچھ نہیں ہوتا۔ وظیفہ کوئی پورا نہیں ہوتا۔ جب کچھ کرنے بیٹھتا ہوں تو ثقل معلوم ہوتا ہے۔ اسی واسطے کچھ نہیں ہوتا۔ فرمایا الحمد للہ! کہ تم کو علومِ نبوّت سے مناسبت ہوگی اور یہ دولت ملنے والی ہے کچھ غم نہ کرو۔ یہ علوم تھے حضرت حاجی صاحب علیہ الرحمۃ کے۔

حضرت حکیم الامتؒ کا ڈانٹتے وقت کسی کو حقیر نہ سمجھنا

فرمایا۔ میں کسی کو ڈانٹتا ہوں تو تحقیر نہیں کرتا اور مجھ کو اپنی فضیلت کا شبہ کبھی بھی نہیں ہوتا۔ الحمد للہ محض یہ سمجھ کر تنبیہ کرتا ہوں کہ اس میں اس کا فائدہ ہے۔ فرمایا یہ ایک مثال سے واضح ہو سکتا ہے جس کو امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ اگر کسی شہزادے کے متعلق کسی جرم میں بادشاہ چمار کو حکم دے کہ اس شہزادے کو اتنے جوتے لگاؤ۔ تو وہ چمار جوتے تو لگائے گا مگر اس کو اس بات کا وسوسہ بھی نہ ہوگا کہ میں شہزادے سے افضل ہوں۔ حضرت مجددصاحبؒ نے فرمایا کہ مسلمان تب تک مسلمان نہیں ہوتا جب تک اپنے آپ کو کافرِ فرنگ سے بدتر نہ سمجھے۔ فرمایا یہ امر گو ذوقی ہے مگر استدلالی بھی

ہے۔ استدلال یہ ہے کہ گو کافر حالاً اچھا نہ ہو مگر مآلاً اچھا ہو سکتا ہے۔ اس کی مثال ابھی حق تعالیٰ نے قلب پر وارد فرمائی ہے۔ وہ یہ کہ ایک شخص فطرۃً خوبصورت ہو مگر چہرہ پر سیاہی لگا رکھی ہے اور دوسرا آدمی فطرتاً خوبصورت نہ ہو مگر پوڈر مل رکھا ہے تو ظاہر ہے کہ سیاہی کے دُور ہونے کے وقت وہ زیادہ خوبصورت ہوگا۔ اور دوسرا آدمی پوڈر اترنے کے بعد بدصورت ہوگا۔ تو اسی طرح کفر کی سیاہی کے دور ہونے کے بعد کافر اچھا ہو جائے اور اعمال کا پوڈر اُترنے کے بعد مسلمان نکمّا نکلے۔ اور ایسے ہی یہ بھی ممکن ہے کہ کسی میں ایک نیکی ایسی ہو کہ دوسرے کے سب حسنات سے اچھّی ہو۔ اور دوسرے شخص میں ایک ایسا گناہ ہو کہ اس کے تمام حَسَنات کو کھا جائے۔ اسی طرح اس شخص میں کوئی ایک بدی ایسی ہو جو اس کے سب سیئات پر غالب ہو۔ اس کا کس کو پتہ ہے جیسا حدیث بطاقہ وغیرہ سے ظاہر ہے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کی وسعت

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحب علیہ الرحمۃ کی کسی شاذلی طریق کے بزرگ نے دعوت کی اور خدام کی بھی دعوت کی۔ فرمایا کہ قبول دعوت کے لئے یہ شرط ہے کہ سماع بھی ہو۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ حضرت کے خدام میں مولوی بھی تھے۔ آپس میں بعض نے کہا کہ ہم نہ جائیں گے۔ مجھ سے دریافت کیا تو میں نے کہا کہ میں تو ضرور جاؤں گا۔ مجھ کو حضرتؒ کے متبع سنت ہونے کا یقین تھا کبھی وسوسہ بھی نہ آتا تھا اور اگر حضرتؒ کا کوئی فعل خلاف معلوم ہوتا تو میں یہی سمجھتا کہ یہ فعل شریعت اور سنت کے مطابق ہے گو میری سمجھ میں نہ آیا ہو۔ چنانچہ میں اس دعوت میں شریک ہوا اور وہاں گئے تو مُنشِد یعنی قوال نے پہلے چند آدمیوں سے چند اشعار پڑھوائے جن کا مضمون توحید تھا۔ پھر مل کر انہوں نے کچھ حق تعالیٰ کا ذکر کیا۔ بس یہ سماع ہوا۔ حضرتؒ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ سماع تھا جس سے مولوی انکار کرتے تھے۔ فرمایا اس قدر تو جائز ہے۔ اور اس قدر کے جواز کا انکار خشکی ہے۔ فرمایا حضرتؒ کے اندر وسعت تھی۔ بس یہی چاہتے تھے کہ سارا عالم اللہ اللہ کرے۔ اختلافی مسائل میں خواہ سنت کے موافق

عمل کرتا ہو۔ خواہ بدعتی ہو فروع میں بہت وسعت فرماتے تھے۔ اسی واسطے ہر قسم کے لوگ حضرتؒ کے پاس آتے تھے۔ ہر ایک یہ خیال کرتا کہ حضرت میرے طرز پر ہیں۔ مجھے اس پر یہ شعر یاد آتا ہے ؎

ہر کسے از ظن خود شُد یارِ من　　وز درونِ من نجست اسرارِ من

قرآن شریف لوگوں کے محاورات کے مطابق اُترا ہے

فرمایا۔ قرآن شریف لوگوں کے محاورات کے مطابق اترا ہے۔ لوگ اس کو تدقیق فلسفہ پر اُتارتے ہیں۔ ایک مولوی صاحب کی نسبت فرمایا کہ اُن سے کسی نے کہا کہ قرآن شریف سے صرف ان چیزوں کا پتہ چلتا ہے:

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ

آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ہیں اُن میں تو میں کوئی حرام غذا پاتا نہیں کسی کھانے والے کے لیے جو اُسے کھاوے مگر یہ کہ وہ مُردار (جانور) ہو یا یہ کہ بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے۔

یعنی ان چیزوں کی حرمت معلوم ہوتی ہے، باقی کُتّا، بلّی سب حلال ہے کیونکہ اس آیت میں ان کا ذکر نہیں۔ ان مولوی صاحب نے کہا کہ بس۔ پھر تو گُو، موت بھی حلال ہے کیونکہ اس کا ذکر بھی نہیں ہے۔ فرمایا درسیات ایسے اعتراض کے دفعیہ کے لئے کافی نہیں اور یہ حصر دو قسم پر ہے حقیقی اور اضافی اور نیز فرمایا کہ مخاطبین کے کے عقائد میں جو چیزیں حرام نہیں ان کی نسبت فرمایا کہ ان میں سے صرف یہی حلال ہیں۔

شوخیٔ مزاج روح کے زندہ ہونے کی دلیل ہے

فرمایا کہ احمد حسن سنبھلی کہا کرتے تھے کہ فلاں چیز وقار کے خلاف ہے، فلاں وقار کے خلاف ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ بتلاؤ کہ حدیثوں میں جو مسابقت[1] کا ذکر

[1] اُس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں ذکر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ دوڑے اور اس میں آپ آگے نکل گئے۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا

(بقیہ آئندہ صفحہ پر)

آیا ہے یہ وقار کے خلاف ہے یا نہیں ؟ اگر وقار کے خلاف ہے تو کیا جواب ہے؟ اگر وقار کے خلاف نہیں تو تم نے کبھی کیا ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں کیا تو آئندہ کر سکتے ہو یا نہیں ؟ اور میں نے کہا کہ سنو! میں نے یہ مسابقت کی ہے۔ اور میں آگے بڑھ گیا۔ فرمایا کہ ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جس میں وقار ہو اس کا نفس زندہ اور روح مُردہ۔ اور جس میں شوخی ہو اُس کا نفس مُردہ اور روح زندہ ہوتی ہے۔

حضرت حکیم الامت رح کے ماموں صاحب حال تھے

فرمایا۔ ماموں صاحب نے (جو صاحبِ حال تھے) مجھ سے کہا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے دولتِ باطنی بخشی ہے اس کو تم لے لو۔ میں نے جواب میں کہا کہ اگر سنت پر منطبق ہو تو بہتر ہے ورنہ ایسی دولت پر " دولات "

بچہ کی تحنیک متبع سنت کرے

فرمایا۔ مولانا گنگوہی رح کا ایک افتاء کانپور میں دیکھا تھا۔ جس میں کسی نے دریافت کیا تھا کہ تحنیک[1] کرنا بچہ کا یہ کیا ہے؟ تو جواب میں فرمایا کہ " اگر کوئی متبع سنت ہے تو مسنون ہے ورنہ بدعت کہ تھوک چاٹنے سے کیا فائدہ "؟

حضرت حکیم الامت رح کے فتاویٰ میں وسعت

فرمایا۔ ہندو بھی گیارھویں دیتے ہیں اور ان کے لئے عبادت ہے اور مسلمانوں کے لئے بدعت ہے۔ پھر فرمایا، میں زمانۂ ارتداد میں مقام گجنیر گیا۔ وہاں جا کر ایک رئیس سے کہا کہ سنا ہے تم ہندو ہونے والے ہو۔ اگر کچھ شبہات ہوں تو دریافت کر لو۔ اس نے کہا نہیں صاحب! بھلا ہم کیسے ہندو ہو سکتے ہیں ہم تو تازیہ بناویں (یعنی ہم تازیہ

(بقیہ حاشیہ) جسم مبارک ذرا بھاری ہو گیا تو پھر ایک دفعہ اسی طرح دوڑے اور اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آگے نکل گئیں تو آپ نے فرمایا کہ هذا بذاك یعنی یہ اُس کا بدلہ ہو گیا ۱۲

[1] بچہ جب پیدا ہو تو کسی متبع سنت پرہیز گار سے تھوڑا سا چھوارہ چبوا کر بچے کے مُنہ میں تالو پر ذرا سا لگا دیتے ہیں ۱۲

بناتے ہیں) میں نے کہا کہ بھائی تازیہ نہ چھوڑنا۔ میرے ہمراہیوں نے کہا کہ یہ کیا کیا کہ بدعت کی اجازت دے دی؟ میں نے کہا کہ میں نے بدعت کی اجازت نہیں دی بلکہ من حیث انہا الوقایۃ للکفر جب تک تازیہ بناتے رہیں گے تب تک مرتد نہ ہوں گے اور وہاں میں نے چند مولود کرنے والے مولویوں کو کہا کہ یہاں مولود کے نام سے ایک مجلس کر کے شیرینی تقسیم کر دو تاکہ لوگ اس بہانے سے جمع ہوں مگر میں بالکل شامل نہ ہوں گا وہاں لوگ وعظ کے نام سے جمع نہ ہوتے تھے بلکہ مولود کے نام سے جمع ہوتے تھے۔ ہم نے اتنی وسعت کر دی۔ باوجود اس کے پھر ہمیں لوگ متشدد کہتے ہیں۔

مشورہ کا طریقہ

فرمایا۔ اکثر لوگ کسی بات میں مشورہ کرتے ہیں۔ مجھ کو چونکہ حالات کا پورا علم نہیں ہوتا اس لئے معذور ہوں۔ طریقہ مشورے کا یہ ہے کہ دونوں جانب کے مفاسد و مصالح بیان کیے جاویں تو پھر کچھ ہو سکتا ہے۔

آدمی جب اعتدال سے بڑھ جائے تو حق تعالیٰ شانہٗ سزا دیتے ہیں

فرمایا۔ مولوی نذیر حسین صاحب پہلے سخت حنفی متشدد تھے مگر آدمی جب اعتدال سے بڑھ جاتا ہے تو حق تعالیٰ اُس کو سزا دیتے ہیں اور وہ وہی کرنے لگتا ہے جس سے پہلے سختی سے روکتا تھا۔

مولوی فضل حق صاحب سلسل البول کی بیماری تھی

فرمایا۔ مولوی فضل حق صاحب کو سلسل البول کی بیماری تھی اور وہ شیعوں کی طرح کلوخ استعمال نہیں کرتے تھے۔ ایک موضع میں جب پیشاب کا وقت آیا تو خادم کو کہا کہ پانی رکھ دو۔ تو ایک شیعہ نے کہا کہ آپ کلوخ استعمال نہیں کرتے؟ جواب میں کہنے لگے کہ جب سے بیمار ہوا ہوں شیعہ کے مذہب پر پیشاب کرتا ہوں۔

آمین بالستر کسی کا مذہب نہیں

فرمایا۔ نواحی بھوپال میں آمین بالجہر اور رفع یدین پر جھگڑا ہوا اور مقدمہ عدالت میں پہنچا۔ ایک انگریز کو تحقیقات کے لئے حکم ہوا تو اس انگریز نے تحقیق کی اور فیصلہ

یہ لکھا کہ تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ آمین کی تین قسمیں ہیں۔ ایک "بالسر" یعنی آہستہ کہنا اور یہ بعض اہل علم کا مذہب ہے۔ اور ایک "بالجہر" یعنی زور سے کہنا اور یہ بھی بعض اہلِ علم کا مذہب ہے۔ اور ایک "بالشر" یعنی محض شرارت سے اور فساد برپا کرنے کے لئے آمین زور سے کہنا۔ اور یہ کسی کا مذہب نہیں۔ یہ لوگ آمین بالشر کرتے ہیں۔

فرمایا کہ یہ امور ایسے ہیں کہ ان کی وجہ سے کسی کو بُرا نہ کہا جاوے۔ اور روکنا بھی جائز نہیں بشرطیکہ کرنے والا دوسری جانب کو گمراہ و غلطی پر نہ سمجھے

خواب کو قربِ حق میں کچھ دخل نہیں

فرمایا، ایک شخص نے کچھ خواب لکھے۔ میں نے جواب دیا ؎

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم
چو غلامِ آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

دوسرا یہ کہ خواب کی حالت غیر اختیاری ہے۔ اس کو قربِ حق میں کچھ بھی دخل نہیں۔

فرمایا کہ یہ مسئلہ نصفِ سلوک ہے۔ مگر اس پر ایک اعتراض پڑتا ہے۔ اور مدت تک وہ اعتراض دل میں رہا مگر میں نے کسی سے ظاہر نہیں کیا۔ کیونکہ بظاہر جواب کی کوئی امید نہ تھی۔ وہ اعتراض یہ ہے کہ نبوت اختیاری ہے یا غیر اختیاری۔ ظاہر ہے کہ غیر اختیاری ہے مگر اس کو قربِ حق میں یقیناً دخل ہے۔ تو غیر اختیاری کو بھی قربِ حق میں دخل ہوا۔ تو جواب یہ ہے کہ جس قرب کے حاصل کرنے کا ہم کو حکم ہے۔ اور وہ قرب مامور بہ ہے۔ اس قرب کے اندر غیر اختیاری کو دخل نہیں اور نبوت وہبی شئے ہے اس کے حاصل کرنے کے ہم مامور بہ نہیں۔ جس روز جواب سمجھ میں آیا جی بہت خوش ہوا۔

طلبِ دنیا بھی ترکِ دنیا سے آتی ہے

فرمایا۔ میں ایک دفعہ ضلع اعظم گڑھ گیا، تو وہاں ایک صاحب نے گھر بلا کر کچھ ہدیہ پیش کیا۔ میں نے کہا کہ ہدیہ دینے کا یہ طریق نہیں۔ اگر پیش کرنا ہو تو جس جگہ میں مقیم ہوں وہاں پیش کیا جاوے تاکہ میں آسانی سے قبول کروں یا واپس کر دوں۔ دوسرے یہاں عام جلسہ میں کسی شخص نے یہ منظر دیکھا اور اس کا جی بھی گھر لے جانے کو چاہا اور یہ سامان اُن سے

نہ ہوسکا تو گھر لے جانے سے خواہ مخواہ محروم رہے گا۔ اس لیے کہ وہ یہ سمجھے گا کہ گھر لے جانے کے لیے یہ ضروری ہے۔ چنانچہ اسی مجلس میں ایک صاحب بول اٹھے کہ ہاں صاحب میرا ارادہ تھا اور یہ منظر دیکھ کر طبیعت رُک گئی۔ خیر میں نے ہدیہ میں سے کچھ کھانے کی چیزیں لے لیں۔ اور باقی ہدیہ واپس کر دیا۔ بعد میں میں نے سُنا کہ وہ صاحب کہتے تھے کہ یہ بھی زیادہ لینے کی ایک ترکیب ہے۔ فرمایا درست ہے۔ گو نیت ترکیب بنانے کی ہو یا نہ ہو۔ مگر اس سے مال زیادہ آتا ہے۔ میں نے اس کا جواب دیا کہ ہاں بھائی میں اس کا دعویٰ نہیں کرتا کہ میں مخلص ہوں۔ ہے اس میں ترکیب مگر ایذا تو اس میں کسی کو نہیں اور فرمایا کہ میرے ایک عزیز نے جواب دوسرا دیا ہے۔ وہ یہ کہ اگر یہ ترکیب ہوتی تو وہ اس کو ممبر پر نہ کہتے کیونکہ ترکیبیں تو اسرار ہوتے ہیں وہ کسی پر ظاہر نہیں کیے جاتے اور وہ ممبر پر چڑھ کر گاتا پھرتا ہے۔ اور حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ طلب دنیا بھی ترکِ دنیا سے آتی ہے۔ گو کہ سے ترکیب کرے مگر صاحبِ بصیرت سمجھ جاتا ہے کہ یہ ترک تو طلب کے لئے ہے اور یہ ترک طلب کے لیے نہیں۔ جیسا ایک شخص شراب پی کر جھونکے کھا رہا ہے اور ایک بغیر شراب پیے جھوم رہا ہے تو دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔

دجّال مجذوبین کی شکل میں آئے گا

فرمایا۔ مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا تھا، شاید یہ ان کا کشف ہو کہ دجّال مجذوبین کی شکل میں آوے گا اور لوگ اس کو مجذوب سمجھ کر اس کے دعوائے خدائی کی تاویلیں کر کے بتائیں گے۔ صرف متبع سنت اس کے مکر سے بچے گا۔

صلوٰۃ التسبیح میں کبیرہ سے مراد اضافی کبیرہ ہے

فرمایا۔ صلوٰۃ التسبیح میں کبیرہ سے مراد اضافی کبیرہ[1] ہے جو ہے تو صغیرہ۔ مگر دوسرے صغیرہ کی نسبت کبیرہ ہی ہے۔ اب کوئی اشکال نہیں کہ اعمال سے صغائر معاف ہوتے ہیں

---

[1] حدیث شریف میں ہے کہ صلوٰۃ التسبیح پڑھنے سے اگلے پچھلے صغیرہ کبیرہ، نئے پُرانے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں ۱۲

کم بولنے سے فائدہ

فرمایا۔ ایک شخص یہاں بہت جگہ پھرتے پھراتے رہے۔ کچھ فائدہ نہ ہوا۔ میں نے کہا سوائے روٹی کی طلب کے کسی سے نہ بولو۔ میں نے یہ سمجھا کہ ان کو بہت بولنے کی وجہ سے اپنے عیوب کی فکر کا موقع نہیں ملتا۔ چنانچہ ایک ہفتہ کے بعد پھر خط آیا کہ اب اپنے عیوب کا پتہ چل گیا اب آرام ہے۔

متبوع ہونے میں بڑے فساد ہیں

فرمایا متبوع ہونے میں بہت بڑے فساد ہیں اور تابع ہونا اچھا ہے اور متبوع ہونے میں دینی بھی نقصان ہے دنیاوی بھی نقصان ہے۔ مولانا رومؒ نے دنیاوی نقصان کی طرف اس شعر میں اشارہ کیا ہے ؎

خشمہا وچشمہا و رشکہا　　　بر سرت ریزد چو آب از مشکہا

حبل اللہ کے ساتھ اتفاق مقصود ہے

فرمایا، ایک وعظ میں میں نے بیان کیا ہے کہ محطّ فائدہ حبل اللہ کا لفظ ہے یعنی آیت وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا میں محط فائدہ حبل اللہ ہے۔ جمیعًا کا لفظ نہیں یعنی صرف اتفاق مقصود نہیں بلکہ حبل اللہ کے ساتھ اتفاق مقصود ہے۔

ایک شخص کا سہارنپور سے ریل میں سوار ہونا

فرمایا: اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (بس یہ لوگ ہیں ٹھیک راہ پر جو اُن کے پروردگار کی طرف سے ملی ہے اور یہ لوگ ہیں پورے کامیاب) یہ شبہ پڑتا ہے کہ فلاح تو واقعی ثمرہ ہے اس کو تو اعمال کے بعد بصورت ترتب ذکر فرمانا مقصود ہے اور ظاہر ہے۔ مگر ہدایت تو خود عمل ہے اس کو اعمال کے بعد ذکر کرنا اور اعمال پر مرتب کرنا یہ تو عمل کا دوسرا عمل ہی بن گیا۔ فرمایا اس شبہ کا مجھ کو اس روز سمجھ میں آیا جبکہ ایک شخص میرے ساتھ سہارنپور سے ریل میں سوار ہوا وہ میرٹھ جانا چاہتا تھا اور میں لکھنؤ۔ اور وہ شخص غلطی سے اس گاڑی میں سوار ہو گیا جو لکھنؤ جاتی تھی۔ میں نے راستہ میں پوچھا کہ صاحب آپ کہاں جائیں گے؟ انہوں نے کہا کہ میرٹھ۔ میں نے کہا کہ ممکن ہے آپ میرٹھ پہنچ جائیں۔ مگر یہ گاڑی سیدھی رڑکی میں سے گذرتی ہوئی لکھنؤ پہنچے

گی۔ اب اس کی پریشانی کی حالت نہ پوچھیے۔ جوں جوں گاڑی بڑھتی جاتی تھی اُس کی پریشانی بڑھتی جاتی تھی اور میں بڑے اطمینان اور خوشی میں تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہدایت پر ہونا بھی ثمرہ ہے کیونکہ ہدایت کی وجہ سے دل میں اطمینان ہونا کہ ہم اسی راستہ پر ہیں جس راستہ کو قطع کر رہے ہیں۔

وعظ رفع الضیق میں امور غیر اختیاریہ کی تفصیل

فرمایا، امور غیر اختیاریہ کی وجہ سے ایک عالَم پریشانی میں مبتلا ہے اس کے لئے وعظ "رفع الضیق" جس میں میری تمہید ہے بہت مفید ہے۔

والدین، پیر و مرشد اور استاد میں کس کا حق مقدم ہے

فرمایا "اصلاح القلوب" میں میں نے لکھا ہے کہ باپ کا حق استاد اور پیر سے مقدم ہے بشرطیکہ حقوق مباح ہوں۔ اور باپ کا حق علی الاطلاق مقدم ہے اور استاد اور شیخ میں تفصیل ہے۔ اگر وہ حق قبیل علم سے ہے تو استاد کا حق مقدم ہے۔ اور اگر قبیلِ ارشاد سے ہے تو پیر کا حق مقدم ہے۔

مسجدوں میں کچھ نشان کی ضرورت

فرمایا، مساجد کا کچھ نشان ضرور ہونا چاہیئے۔ جس سے مسجد کا پتہ چل سکے۔ خواہ تھوڑے تھوڑے منارے یا منبر کیوں نہ ہوں۔ منبر سے تو خصوصاً یہ معلوم ہو جائے گا کہ یہ اہل السنت کی مسجد ہیں۔ اس زمانہ میں اس کی بڑی ضرورت ہے۔

معرفتِ الٰہی کی نعمت بچپن میں نہیں ملتی

فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ آپ اس پر راضی تھے کہ بچپن میں موت آجاتی اور جنت میں چلے جاتے۔ یا اس پر کہ بڑے ہو کر مرتے اور جان خطرہ میں ڈال دی جاتی کہ جنت ملے گی یا دوزخ؟ تو فرمایا کہ بڑے ہو کر مرنے کو پسند کرتا ہوں، کیونکہ معرفتِ الٰہی کی نعمت یہ بچپن میں نہیں ملتی۔ اس نعمت سے محروم رہتا اگر بچپن میں مرجاتا۔ اب یہ تو مل۔ آگے حق تعالیٰ جہاں چاہیں بھیجیں۔

حق العبد بندہ سے معاف کرانے کے بعد بھی توبہ کی ضرورت ہے

فرمایا، حقوق کی، حقوق العباد اور حقوق اللہ کی طرف جو تقسیم ہے۔ اس کو کچھ لوگوں نے یوں سمجھ رکھا ہے کہ حقوق العباد محض اور حقوق اللہ محض۔ تو یہ غلط ہے بلکہ حقوق العباد مع حقوق اللہ ہیں۔ اور حقوق العباد میں حقوق اللہ اس واسطے ہیں کہ ہر حق العبد میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہی بھی ہوتی ہے اور اس نہی میں حق اللہ کی اضاعت ہے۔ تو اب یہاں سے معلوم ہو گیا کہ حق العبد میں صرف عبد کے معاف کرنے سے معافی نہ ہوگی، بلکہ توبہ بھی کرے کیونکہ حق اللہ باقی ہے اور اس سے حدود کا کفارہ نہ ہونا بھی معلوم ہو گیا۔ اور یہ اس حق میں ہے جو حقوق العباد ہوں کیونکہ حد تو حق العبد کے لیے ہوگی اور حق اللہ کے ضائع کرنے کی وجہ سے توبہ کرنی چاہیئے اور پھر یہ نزاع لفظی ہوگا۔ اور فرمایا کہ محض حقوق اللہ میں حدود کا کفارہ نہ ہونا اس میں بھی میری سمجھ میں نزاع لفظی ہے۔ مگر پہلے ایک بات سمجھ لی جاوے (اور فرمایا یہ جو میں کہہ رہا ہوں نصوص کے خلاف نہیں۔ اگر کسی نص کے خلاف ہو تو پھر یہ صحیح نہ ہوگا) وہ بات یہ ہے کہ عادۃً کسی کو سزا دی جاتی ہے تو سزا کے بعد مالک اس کا بھی منتظر رہتا ہے کہ اب یہ زبانی بھی معافی چاہے گا۔ صرف مالک کے سزا دینے سے مالک راضی نہیں ہوتا۔ بلکہ سزا دینے کے بعد اگر وہ معافی نہ مانگے اور توبہ نہ کرے تو اور رنج بڑھتا ہے کہ یہ بہت متکبر ہے۔ اسی واسطے مالک کی رضاء کے واسطے ضروری ہے کہ بعد سزا اپنے جرم کا اقرار کرے اور معافی بھی چاہے اور چونکہ یہ سزا[1] فعل ہے مالک کا۔ اس کی طرف سے تو کوئی فعل نہیں ہوا اس لئے محض سزا کافی نہ ہوگی۔

---

[1] (قولہ) "یہ سزا فعل مالک کا ہے"! اقول، اس سے مطلب حضرت شیخ کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ حدود کے بعد اگر حد کو معافی کامل خیال کیا جاوے تو عذاب سے رہائی ہوگی۔ اور عذاب کی رہائی کے بعد جہنم میں تو جائے گا نہیں۔ تو اب جنت میں جائے گا۔ تو یہ جنت میں جانا اگر بالفرض اور کوئی نیک کام سوائے ایمان کے نہیں کیا تو اس کو اور اُس شخص کو برابر رہنا چاہیئے جو صرف ایمان لایا تھا۔ تو اس کو جو اُس پر فضیلت ملی ہے تو اس نے کیا فعل کیا ہے؟ سزا تو فعل حاکم کا ہے۔ اس کا فعل توبہ ہونا چاہیے یا بلفظ دیگر یوں کہا جاوے کہ حدود اگر کفارۂ کامل ہے تو اس کے لئے رضائے حق لازم ہے اور رضائے حق (باقی صفحہ آئندہ پر)

تو معلوم ہوا کہ حدود، حقوق اللہ میں بھی کفارۂ کامل نہیں۔ اور یہی مراد ہے حنفیہ کی۔ اور یہ اس آیت سے معلوم ہوا اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ الخ آگے فرمایا۔ فمن تاب اور حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ کی تقریر اور قضاءؒ عبارت کا یہی محمل ہے۔

اور فرمایا، اسی طرح شتم[1] الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ نقض عہد کا سبب ذمی کے حق میں کیوں نہیں؟ طبعی طور پر تو یہ بے غیرتی سی معلوم ہوتی ہے کہ ایک شخص ایسی حرکت کرتا پھرے اور پھر اس کو کچھ نہ کہا جاوے۔ پھر یہ خیال ہوا کہ ابو حنیفہؒ کو ہم سے زیادہ غیرت تھی۔ پھر حق تعالیٰ نے قلب میں ڈال دیا کہ مطلب یہ ہے کہ "شتم" دو قسم پر ہے۔ ایک بطریقِ تحقیقِ مذہب اور مناظرہ۔ مثلاً ذمی جب اپنے مذہب کی حقیقت بیان کرنے کے در پے ہو اور مناظرہ میں ہو تو اس وقت دیگر مذاہب پر رد کرے اور دوسرے مذاہب کو غلط ثابت کرے تو ایسے مقام پر "شتم" باعثِ نقض نہیں۔ اور ایک شتم ہے بلا وجہ۔ ایسے شتم سے نقض عہد ہوگا۔ قرآن مجید سے بھی یہی سمجھ میں آتا ہے کہ نَکَثُوْا وَطَعَنُوْا۔ اور پھر اس کو شامی میں تلاش کیا تو یہی لکھا پایا، تو بہت دل خوش ہوا۔

یہ سب کارخانہ قدرت پر قائم ہے

فرمایا۔ پیلی بھیت میں ایک دفعہ جانا ہوا تو وہاں ایک بزرگ تھے جو بالکل ناخواندہ تھے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے کہا کہ حضرت! کوئی ایسی شے فرما دیں جس سے حق تعالیٰ کی محبت ہو جاوے۔ انہوں نے فرمایا کہ دونوں ہاتھ رگڑو۔ میں نے تھوڑی رگڑے تو فرمایا کچھ گرمی بھی پیدا ہوئی؟ میں نے کہا جی ہاں! تو فرمایا بس ایسے ہی رگڑے جاؤ۔ رگڑتے رگڑتے گرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ سبحان اللہ! یہ حضرات انبیاء کے مشابہ ہیں کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کے ساتھ جنت لازم ہے۔ اور جنت عادۃً معلق ہے کسی فعل پر۔ تو حد میں تو سزا دینا فعل ہے مالک کا اور اس پر تو انعام آ نہیں سکتا۔ تو معلوم ہوا کہ اس کو بھی کوئی فعل کرنا چاہیے اور وہ فعل اس کی طرف سے توبہ ہے۔ اس واسطے حد میں توبہ بھی ضروری ہے۔ ۱۲

[1] یعنی اگر اسلامی سلطنت میں کوئی کافر (نعوذ باللہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کا ارتکاب کرے تو اس کو غداری کے جرم میں نہیں پکڑا جائے گا۔ ۱۲

نظری کو نہ صرف بدیہی بلکہ محسوس کرا کے بتلا دیا۔ کتنا بڑا سوال تھا اور کس طرح سمجھایا

انہی بزرگ کی نسبت فرمایا کہ یہ بزرگ ایک دفعہ کانپور تشریف لے گئے تو ہمارے مدرسہ میں بھی تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! اور مدارس کا تو ظاہری کچھ آمدنی کا انتظام ہے مگر یہاں محض توکل پر معاملہ ہے اس لیے اس مدرسہ کے لیے دعا فرماویں۔ تو فرمایا کہ زمین کس چیز پر ہے؟ میں نے کہا نصوص میں تو نہیں مگر ویسے مشہور ہے کہ بیل کے سینگ پر ہے اور بیل مچھلی پر اور مچھلی ہوا پر۔ اور ہوا قدرت پر۔ تو انہوں نے فرمایا کہ پھر یہ سب کارخانہ قدرت پر قائم ہے۔ تو کیا تمہارا مدرسہ قدرت پر قائم نہیں ہو سکتا۔ اور قدرت اُس کو تھام نہیں سکتی۔

اصل مقصود اعمال ہیں

فرمایا۔ ہمارے طریق میں تو یہ ہے کہ ہنسو، کھیلو، کھاؤ، پیو مگر ورع اختیار کرو۔ نہ حالات کی ضرورت، نہ کیفیات و مواجید کی۔ اور نہ ہی یہ چیزیں مقصود اور نہ ہی مضر بلکہ مستقل ایک نعمت ہے۔ مگر نہ قُرب میں اُس کو دخل نہ بُعد میں اس کو دخل۔ اگر یہ کوئی چیز ہوتی تو قرآن و حدیث میں اس کا وعدہ ہوتا۔ اصل مقصود اعمال ہیں۔

نسبت کی حقیقت معمولات اور اعمال میں رسوخ ہے

فرمایا۔ معمولات اور اعمال کے بار بار کرنے سے ایک رسوخ پیدا ہو جاتا ہے اور اسی رسوخ کو "نسبت" کہتے ہیں۔ پھر خلاف کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور یہی حیلہ طیبہ ہے اور آیت اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ اسْتَقَامُوْا سے ثابت ہے اور اسی طرح ہر فن میں بار بار کرنے سے رسوخ پیدا ہو جاتا ہے۔ کتابت اور طبابت وغیرہ وغیرہ اور یہ عمل کرنے سے ہوتا ہے۔

تار کی خبر کیوں معتبر نہیں

فرمایا۔ تار کی خبر معتبر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ تار دینے والا کون ہے اور تحریر کے متعلق اگر یہ یقین ہو جائے کہ فلاں کی ہے تو یہ حجت ہے۔ خبر واحد

کی طرح۔ تحریر تقریر کی طرح۔

صحبتِ شیخ انفع ہے

کسی نے کہا کہ حضرت! صحبتِ شیخ بہتر ہے یا ذکر شغل۔ تو فرمایا کہ بہتر تو نہیں کہتا ہاں انفع ہے۔

واصل الی اللہ کبھی راجع نہیں ہوتا

فرمایا۔ جو واصل الی اللہ ہو گا وہ کبھی راجع نہ ہو گا اور جو راجع ہو جاتا ہے وہ واقع میں واصل ہی نہیں ہوا۔ مولانا رومؒ نے اس کی عجیب مثال فرمائی ہے کہ جو بالغ ہوتا ہے وہ کبھی نابالغ نہیں ہوتا اور جو نابالغ ہے وہ واقع میں نابالغ ہی تھا۔ ہم نے غلطی سے اس کو بالغ سمجھ رکھا تھا۔ یہ سب کچھ احمد حسن سنبھلی کے ذکر میں فرمایا۔

تحریکِ خلافت میں حق تعالیٰ شانہٗ کی نعمت

فرمایا۔ مجھ کو گو اس تحریکِ خلافت کے زمانہ میں ظاہراً تکلیف ہوئی مگر جو نعمت اللہ تعالیٰ نے اس کی بدولت عطا فرمائی وہ بہت زیادہ ہے۔ احباب کو اگر اس کا پتہ چلے تو کبھی ایسے واقعات سے انہیں حسرت نہ ہو۔

خشوع کی حقیقت

فرمایا۔ خشوع کی حقیقت یہ ہے کہ اختیار سے آدمی الفاظ کو سوچ سوچ کر پڑھے اور اس کی ایک مثال ہے اس مثال سے حقیقت زیادہ واضح ہو جائے گی۔ وہ یہ ہے کہ کسی شخص کو اگر کوئی سورت نئی نئی یاد ہو اور وہ اس سورت کو نماز میں امامت کی حالت میں پڑھے تو وہ بہت خیال سے پڑھے گا کہ فلاں جگہ واؤ ہے اور فلاں جگہ فاؔ ہے۔ بس خشوع کے لئے اتنا کافی ہے۔ چاہے اور خیالات بھی آتے رہیں کچھ حرج نہیں۔ کیونکہ باقی خیالات کو روکنا قدرت سے باہر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قوتِ فکریہ بے کار رہنا نہیں چاہتی وہ کام کرنا چاہتی ہے۔ تم نے اگر کام پر لگا دیا، تمہارا کام کرے گی۔ اگر تم نے بے کار کر دیا تو خود کام تجویز کر لے گی۔ اور جب وہ کام کرے گی تو جو چیز اس کی طرف متوجہ ہو گی اس کے قریب اور امر کی طرف بھی ملتفت ہو گی مگر کوئی حرج نہیں

کیونکہ استحضار ہوگا حضور نہ ہوگا۔ اور حضور اختیار سے باہر ہے اس کی مثال یہ ہے جیسے تم ظاہری نظر کو ایک نقطہ پر جمائے رکھو تو اس نقطہ کے اردگرد کی چیزوں سے تم نظر کو روکنا چاہو بھی تو رُکنا محال ہے روک نہیں سکتے۔ ہرگز یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ نقطہ تو نظر آوے اور علاوہ نقطہ کے کوئی شے نظر نہ آوے۔ کیونکہ ایک دیکھنا ہے اور ایک دیکھا جانا ہے۔ اسی طرح ایک حضور ہے ایک استحضار ہے۔ پس اسی کو خشوع کہتے ہیں اور اسی کا آدمی مکلف ہے اس سے زیادہ کا مکلّف نہیں۔ کیونکہ تکلیف مالایطاق ہے۔ اگر یہ خیال کرے کہ خشوع جب کامل ہوگا جب کہ اور کوئی خیال نہ آوے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جب یہ حاصل نہ ہوگا تو تھک کر چھوڑ دے گا اور ایک عملی ضعف اس سے بڑھ کر ہوگا کہ عقیدہ بھی خراب ہو جاوے گا اور شیطان یوں کہے گا کہ دیکھو اللہ میاں نے ایسے کام کا مکلف کیا جو ہو ہی نہیں سکتا۔ اور ساتھ ہی یہ وعدہ بھی ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا۔ ہاں ایک حالت استغراق کی ہوتی ہے اس میں اور خیال نہیں آتے مگر وہ حالت ناقص ہے اس کی دو دلیلیں ہیں۔ ایک یہ کہ اگر یہ حالت اچھی ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ضرور حاصل ہوتی حالانکہ حضورؐ کو یہ حالت حاصل نہ تھی کیونکہ اس حالت میں تو اور کچھ یاد نہیں آتا۔ اور حضورؐ کو نماز میں بچوں کے رونے کی آواز سنائی تھی۔ تو معلوم ہوا کہ یہ حالتِ استغراق کمال نہیں۔ کیونکہ کمال ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور حاصل ہوتی۔ دوسری دلیل یہ ہے اور تفصیل وہی ہے اس دلیل کی کہ حق تعالیٰ نے انسان کو مکلف پیدا کیا ہے اور تکلیف اس میں ہے کہ ہوش اور کشاکشی میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اختیار کرے۔ استغراق کی مثال تو کلوروفارم کی سی ہے کہ سونگھا دیا اور اب کوئی پتہ ہی نہیں اُس کا اور طرف خیال نہ کرنا کوئی کمال نہیں۔ کمال تو یہ ہے کہ ہوش میں ہو اور آپریشن ہو رہا ہو اور کچھ پروا نہ کرے۔

تصوّرِ شیخ طریق نقشبندیہ ہے۔

فرمایا۔ تصوّرِ شیخ اصل میں یکسوئی کے لئے تجویز کیا گیا تھا مگر اب جزوِ طریق

نقشبندیہ ہوگیا اور چشتیہ کے طریق میں کوئی بدعت نہیں۔ بعض نے غناء[1] کو غلبۂ حال میں اختیار کیا۔ مگر وہ طریق میں داخل نہیں ہے اور لطائف اور دوائر جو نقشبندیہ کے ہاں ہیں حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ گو یہ حُجُب نورانی ہیں مگر یہ بھی مضر ہیں کیونکہ حجب ظلمانی سے حجب نورانی زیادہ مضر ہوتا ہے اس کو مقصود نہیں سمجھا جاتا اور اس کو مقصود سمجھا جاتا ہے۔

ایک گھڑی ہوئی حدیث

ایک مولوی صاحب نے کہا کہ ایک حدیث لوگوں نے مشہور کر رکھی ہے

من لا شیخ له فشیخه	جس کا کوئی پیر نہ ہو تو اس کا
الشیطان	پیر شیطان ہے۔

فرمایا۔ بلکہ اب تو یہ ہے:

من له شیخ فشیخه	جس کا پیر ہے تو اس کا پیر
الشیطان	شیطان ہے۔

سہولت کے اختیار کرنے سے حق تعالیٰ سے محبت بڑھتی ہے

فرمایا۔ میرا مذاق یہ ہے کہ صاف صاف اپنی حالت ظاہر کر دوں اور سہولت کو اختیار کرتا ہوں اس حالت میں حق تعالیٰ کی محبت بڑھتی ہے۔ اور نعمت کی قدر ہوتی ہے۔

مرتد کو ترکِ اسلام پر صدمہ ضرور ہوتا ہے

فرمایا، مرتد کو ترکِ اسلام پر صدمہ ضرور محسوس ہوتا ہے اور یہ عجیب بات ہے۔ چنانچہ عبد الغفور دھرم پال کی تحریر سے بھی یہ معلوم ہوا کہ میں جب مرتد ہوا تھا تو بہت صدمہ ہوا تھا اور فرمایا اگر کسی سے ہو سکے تو خود اُس سے تحقیق کر کے مجھے اطلاع دے اور اس قسم کے واقعات کی تحقیق کر کے جمع کرنا بہت مفید ہے۔

قرآن مجید کی ایک عجیب شان

فرمایا۔ قرآن مجید میں ایک عجیب شان ہے کہ جب ایک مضمون سے دوسرے

[1] گانا ۱۲

کی طرف انتقال فرماتے ہیں تو اس دوسرے مضمون میں پہلے کا اثر نہیں ہوتا۔ مثلاً پہلے غضب کا مضمون ہے پھر رحمت کا مضمون شروع ہوا تو غصہ کے آثار نہیں معلوم ہوتے کیونکہ متکلم انفعالات سے پاک ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ کے کلام میں دباؤ نہیں، انسان کے کلام میں ضرور دباؤ کا احساس ہوتا ہے۔ انسان متکلم کے کلام میں ڈر ہوتا ہے خواہ حق تعالیٰ کا ہو یا مخلوق کا ہو۔

علماء کی تحقیر سے ایک عالم کو نقصان پہنچتا ہے

فرمایا۔ ولی اللہ کی بے ادبی اور گستاخی سے صرف ایک شخص کو نقصان پہنچتا ہے اور علماء کی تحقیر سے ایک عالَم کو نقصان پہنچتا ہے کہ وقار اور اعتبار علماء کا جب نہ رہا تو دین کس سے حاصل کریں گے

اکیلا آدمی زیادہ کام کر سکتا ہے

فرمایا، آج کل اکیلا آدمی جو کام کر سکے وہی ہو سکتا ہے۔ جماعت سے مل کر بوجہ طبائع کے مختلف ہونے کے کام مشکل ہے۔

تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى۔ تو ان کو (ظاہر میں) متفق خیال کرتا ہے حالانکہ ان کے قلوب غیر متفق ہیں۔

بیان القرآن کی سرخیوں میں علوم قرآن ہیں

فرمایا۔ بیان القرآن کی سرخیوں میں علوم قرآن ہیں۔ ان کے اندر غور کرنے سے قرآن کے علوم کا اور غرض مسوق لہ[1] الکلام کا پتہ چل جاتا ہے اور بہت خدشات اس سے رفع ہو جاتے ہیں

حسن ظن کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں

فرمایا۔ حسن ظن کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں۔ البتہ سوئے ظن کے لیے دلیل کی ضرورت ہے۔

---

[1] یعنی جس مقصد کے لئے وہ کلام لایا گیا ۱۲

بوڑھاپے میں کثرت تہلیل کی ضرورت

فرمایا۔ بوڑھاپے میں کثرت تہلیل[1] چاہئے۔ باقی مراقبات وغیرہ مشکل ہو جاتے ہیں۔

حضرت امام اعظمؒ بچپن میں جو دعاء پڑھتے تھے

فرمایا۔ ابو حنیفہؒ کے متعلق یہ لکھا ہے کہ چھوٹی عمر میں اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ عَلٰی طَاعَتِكَ (اے اللہ! ہم آپ سے آپ کی اطاعت پر مدد چاہتے ہیں) پڑھتے تھے۔ اس سے ذہن اور علم میں برکت ہوتی ہے

شیطان پر دواماً لعنت ثابت ہے

فرمایا کسی شخص نے قرآن مجید کی اس آیت میں شیطان کی ہمدردی کے لئے تاویل کی ہے جس میں ہے کہ "تجھ پر قیامت تک کے لئے لعنت ہے"۔ اس سے مطلب یہ بیان کیا کہ صرف قیامت تک لعنت ہے پھر نہیں حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ اس سے مراد محاورہ میں دوام ہے۔ دوسرے یہ کہ یوم القیامۃ تک لعنت کا مطلب یہ ہے کہ دار العمل میں تو لعنت ہے اور آخرت چونکہ دار الجزاء ہے اس میں تو عمل مقصود ہی نہیں۔

حضرت حکیم الامتؒ کا مناسب حال تعویذ

فرمایا۔ میں جو تعویذ دے دیتا ہوں تو اس کا حاصل یہ ہے کہ اس وقت جو جی میں مناسب حال آیا لکھ دیا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے یہی فرمایا تھا

سلام کا جواب زبانی اور تحریری دونوں طرح ادا ہو جاتا ہے

فرمایا۔ اگر سلام کا جواب زبانی دے دیں تو بھی ادا ہو گیا۔ اگر لکھ دیں تو بھی ادا ہو گیا۔

سماع چشتیہ کے ہاں جزوِ طریق نہیں

فرمایا۔ نقشبندی حضرات، چشتیہ پر سماع کے بارے میں اعتراض کرتے

---

[1] کثرت سے لا الہ الا اللہ کا ورد ۱۲

ہیں۔ حالانکہ سماع ان کے ہاں شرط طریق نہیں۔ کیونکہ وہ اس کی تعلیم نہیں کرتے بلکہ گاہے گاہے بطور علاج کرتے ہیں۔ اور تصورِ شیخ نقشبندیہ کے ہاں جزوِ طریق ہے۔

مشیّت کے دو درجات

فرمایا۔ مشیت کے دو درجے ہیں۔ ایک قریب دوسرا بعید۔ جس نے مشیت قریب پر نظر کی وہ قدری ہو گیا۔ جس نے بعید پر نظر کی وہ جبری ہوا۔ جس نے دونوں پر نظر کی وہ اہلسنت سے ہوا۔

العلم حجاب الاکبر کا مفہوم

فرمایا: العلم حجاب الاکبر۔ (علم حجاب اکبر ہے) اگر کسی معتبر کا قول ہو تو سہل تفسیر اس کی یہ ہے کہ دربار میں بادشاہ کے لئے متعدد پردے ہوتے ہیں کسی کو ایک پردہ تک کی اجازت۔ کسی کو دو تک۔ اور جو پردہ بالکل بادشاہ کے قریب ہوتا ہے اس کو حجاب اکبر کہتے ہیں تو عالم کو حق تعالیٰ سے اتنا قرب ہوتا ہے کہ صرف ایک پردہ رہ جاتا ہے۔

علماء وصوفیاء کو ایکدوسرے کی حاجت

فرمایا۔ علماء کو صوفیاء کی حاجت ہے اور صوفیاء کو علماء کی۔

قرآن وحدیث میں دلائل کا اہتمام کم ہے۔

فرمایا۔ سلفِ صالحین کی عبارات میں ترتیب اور دلائل کم ہیں۔ کیونکہ جس کے سامنے حقیقت منکشف ہوتی ہے اس کو اہتمام کم ہوتا ہے۔ اسی طرح حدیث میں اور قرآن میں دلائل کا اہتمام کم ہے۔

مجدد صاحبؒ کا ارشاد

فرمایا۔ مجدد صاحبؒ نے بہت عمدہ بات فرمائی کہ احکام شرعیہ میں حِکَم کی تلاش مرادف انکار نبوت کے ہے۔

بلا استفسارِ حِکَم احکام شرعیہ میں عمل کرنے میں عبدیت ہے

فرمایا۔ احکامِ شرعیہ پر بلا استفسارِ حِکَم[1] عمل کرنے میں عبدیت اور یکسوئی اور راحت ہوتی ہے اور حِکَم کی تلاش میں یہ سب رخصت ہو جاتی ہیں۔

سلف میں عقل کیفیات پر غالب تھی

فرمایا۔ سلف میں کیفیات تو تھیں مگر عقل کیفیات پر غالب تھی اس واسطے ازخود رفتہ نہ ہوتے تھے خلف میں یہ نہیں ہے۔

قلق طبعی کو تدبیر اور مراقبہ سے دفع کرنے کا انسان مکلّف ہے

فرمایا قلق طبعی کو تدبیر سے اور مراقبہ سے دفع کرنے کا انسان مکلّف ہے۔ مطلب یہ کہ تدبیر دفع کرے خواہ دفع ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح وسوسہ کے ازالہ کی تدبیر کرے خواہ زائل ہو یا نہ ہو۔ غرض فعل کا مکلف ہے ثمرہ کا مکلف نہیں۔ اگر دفع نہ ہو تو اس پر بھی راضی رہے کہ میں نے اپنا کام کر دیا۔ آگے اسی میں حکمت ہوگی۔

خوفِ عقلی کی حقیقت

فرمایا، خوفِ عقلی کی حقیقت احتمالِ عقوبت ہے۔

محبتِ حق کی حقیقت

فرمایا۔ محبتِ حق کی حقیقت یہ ہے کہ اگر جہنم اور جنت نہ ہوتے تو بھی مالک اگر حکم فرماتا تو میں تعمیل کرتا۔

جبر اور قدر سے متعلق حضرت علیؓ کا جواب

فرمایا۔ حضرت علیؓ سے کسی نے جبر اور قدر کی نسبت سوال کیا تو فرمایا ایک پاؤں اُٹھا۔ پھر فرمایا اب دوسرا اُٹھا۔ اُس نے کہا اس پر قادر نہیں۔ فرمایا بس ایک قدم اٹھانے میں اختیار ہے اور دوسرے میں جبر ہے۔

ترقی کیلئے یَا لَطِیْفُ کی گیارہ تسبیح بعد عشاء پڑھنا مفید ہے

فرمایا " یَا لَطِیْفُ " کی گیارہ تسبیح ترقی کے لئے مفید ہے۔ بعد نماز عشاء پڑھی

---

[1] یعنی حکمتوں کی تلاش کے بغیر ۱۲

جاویں۔

مقامات اور احوال

فرمایا۔ المقامات مکاسب والاحوال مواہب۔" مقامات کوشش سے اور احوال من جانب اللہ حاصل ہوتے ہیں۔

قلب میں بشاشت

ایک عزیز کی بیماری کا حال بیان فرما کر فرمایا، آج قلب میں (یعنی خود حضرت کے قلب میں) بشاشت ہے کل نہ تھی۔

حوض سے وضو کرنا افضل ہے

فرمایا: حوض سے وضو کرنے کو فقہاء نے افضل لکھا ہے کیونکہ اس کی بنیاد جز لایتجزی کی نفی پر ہے اور وجہ فضیلت مولانا دیوبندیؒ نے عجیب فرمائی کہ اس سے تواضع پیدا ہوتی ہے۔

شریعت کے مطابق تدبیر کرنا تفویض کے خلاف نہیں

فرمایا۔ شریعت کی فرمائی ہوئی تدبیر کرنا یہ تفویض کے خلاف نہیں۔

آجکل کے واعظ مامور ہیں

فرمایا۔ آجکل کے واعظ مامور ہیں عوام کی طرف سے۔ کیونکہ جو مامور ہوتا ہے جس کی طرف سے، درحقیقت وہ مامور ہوتا ہے عوام کی طرف سے۔ کیونکہ سلطان خود اُن سے مامور ہو کر سلطان بنا ہے۔

شریعت کے قوانین میں تنگی نہیں

فرمایا۔ شریعت کے قوانین میں تنگی نہیں۔ بلکہ ترک عمل کی وجہ سے تنگی ہے جیسا کہ قوانین برطانیہ پر عمل کرنے سے روس میں جا کر تنگی ہوگی۔ یعنی چونکہ روس میں برطانیہ کے قوانین پر عمل نہیں اس لیے تنگی ہوگی۔ نہ کہ قوانین سے۔

عمل بالحدیث کی صورت

فرمایا۔ میرا اوّل میلان غیر مقلدین کی طرف تھا۔ میں نے خواب دیکھا کہ میں دہلی

مولوی نذیر حسین صاحب کے مجمع میں ہوں اور مولوی صاحب چھاچھ (لسی) تقسیم کر رہے ہیں مجھ کو بھی دی مگر میں نے نہ لی۔ حالانکہ مجھ کو بیداری میں چھاچھ بہت مرغوب ہے۔ میں نے اس کی تعبیر یہ لی کہ دین کی تشبیہ دودھ سے آئی ہے اور چھاچھ کی شکل دودھ کی ہے معنی نہیں۔ اسی طرح کی شکل عمل بالحدیث کی ہے۔ معنیٰ عمل نہیں۔ عمل بالحدیث تو ان کا ہے۔ مگر درجہ بتلا دیا کہ یہ صورت ہی صورت ہے معنی نہیں۔

وکالت کا پیشہ جائز ہے یا نہیں

فرمایا۔ وکالت کے پیشہ میں مولانا گنگوہیؒ کی تحقیق یہ تھی کہ ناجائز ہے۔ کیونکہ موکل ظالم ہو یا مظلوم ظالم کی رعایت حرام اور مظلوم کی رعایت طاعت ہے۔ اور ہر دو پر اُجرت ناجائز ہے۔ مگر میرے نزدیک مظلوم کی جانب سے وکالت جائز ہے کیونکہ طاعتِ ضروری تب ہوتی جب اس شخص خاص پر ضروری ہوتی۔ اس صورت میں اس پر اجرت جائز ہے بوجہ حبس کے۔ باقی اجرت میں تعیین اور مقدار یہ قطع نزاع کے لئے ہے خرچہ کی کثرت بوجہ اس کے کہ بعض کے خرچ زیادہ ہوتے ہیں اور اگر وکلا نہ ہوں تو احیاء حقوق مشکل ہو جائے گا کیونکہ حکام خود کوئی کام نہیں کرتے۔

قرآن شریف افضل ہے یا حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم

فرمایا۔ ایک دفعہ یہ خیال ہوا کہ قرآن شریف افضل ہے یا حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم۔ بہتر فیصلہ وہ جو مولانا سید احمد مدرس دیوبند نے فرمایا کہ کلام نفسی تو حضورؐ سے افضل ہے کیونکہ وہ صفت قائم بالذات ہے اور کلام لفظی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم افضل ہیں کیونکہ یہ مخلوق ہے اور حضورؐ کل مخلوق سے افضل ہیں۔ مولانا محمد یعقوبؒ نے فرمایا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مظہر علم اور قرآن مظہر کلام ہے اور علم کلام سے افضل ہے۔

مقاماتِ انبیاء ذوقی ہیں

فرمایا۔ ابن عربیؒ نے بہت عمدہ کہا کہ مقامات انبیاء ذوقی ہیں اور ہم کو وہ ذوق

حاصل نہیں اس واسطے ان میں کلام کرنا نہ چاہیئے۔

صالحین کی صحبت سے طاعت میں قوتِ راسخہ پیدا ہوتی ہے

فرمایا۔ صالحین کی صحبت سے ملکہ (قوت راسخہ) طاعت اور بعض دفعہ ان کے بیان سے اخلاص کا پتہ اور عمل کی توفیق ہو جاتی ہے۔ اس واسطے ؎

یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

حق تعالیٰ شانہٗ کے لئے مثل کی نفی

فرمایا۔ حق تعالیٰ کے لئے مَثَل کا اثبات اور مِثل کی نفی ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ

اصل نماز میں ترک رفع یدین ہے

فرمایا۔ مسلم کی حدیث مالی اراکم رافعی ایدیکم الخ میں مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا کہ اس سے رفع یدین حالت سلام میں مراد ہے اور یہ حنفیہ کو زیادہ مفید ہے کیونکہ حالت سلام میں من وجہ داخل اور من وجہ خارج ہے اور علت آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اُسْکُنُوْا فی الصلوٰۃ اور جس علت کو شارع خود فرمادیں وہ قطعی ہوتی ہے تو گویا جو حالت من وجہ داخل من وجہ خارج ہے اُس سے رفع یدین بوجہ منافی سکون ہونے کے ناجائز ہے۔ تو جو رفع یدین وسطِ صلوٰۃ میں ہو وہ بالطریق اولیٰ حالت صلوٰۃ کے خلاف ہوگی اور اس تعلیل سے معلوم ہوا کہ اصل نماز میں ترک رفع یدین ہے اور رفع جو ہوا تو عارض کی وجہ سے مثلاً تعلیم اَصَم وغیرہ۔

اہل علم سے تحقیق کے وقت ارادہ غلبہ حاصل کرنے کا نہیں ہوتا

فرمایا۔ اہل علم سے تحقیق علم کے وقت میرا ارادہ غلبہ حاصل کرنے کا نہیں ہوتا۔ اگر دوسرا یہ کرے تو مجھ کو گرانی ہوتی ہے۔ کیونکہ میں یہ ارادہ نہیں کرتا تو یہ کیوں کرتا ہے اور قرائن سے ایسا معلوم ہو جاتا ہے۔

توحید کی حقیقت

فرمایا۔

التوحید اسقاط الاضافات گرا دینا اضافتوں کا توحید ہے

سلطان الاذکار کا اثر: فرمایا سلطان الاذکار کا اثر بجلی کی کڑک، توپ وغیرہ کی طرح ہے۔ قوت مخیلہ سے آوازیں آتی ہیں اگر کوئی مرض بدنی نہ ہو۔

کانگریس کے مقاصد میں بھی مفاسد ہیں: فرمایا کانگریس کے مقاصد میں مفاسد بھی ہیں اور مصالح بھی اور یہ مقدمہ عقلی ہے کہ اخف المفسدہ کو اضر سے بچنے کے لئے برداشت کیا جاتا ہے تو بعض کے فہم میں مصالح زیادہ اور مفسدہ کم ہے وہ شریک ہو گئے اور بعض کے نزدیک مفاسد زیادہ اور مصالح کم ہیں وہ شریک نہیں ہوئے

بلا اجازت ہدیہ بھیجنے سے محبت نہیں بڑھتی: فرمایا اگر ہدیہ بلا اجازت بھیجا جاوے تو محبت بڑھتی نہیں۔ تو ہدیہ سے جو غرض ہے پوری نہ ہوئی۔

حسن صورت اور حسن صوت سے پرہیز کرنا: فرمایا اگر کوئی یہ چاہے کہ میرا بوڑھاپا راحت اور سکون سے گذرے تو حسن صورت اور حسن صوت سے پرہیز کرے اور مباحات میں انہماک نہ کرے ؎

طفل در زادن بنیا بد ہیچ راہ — تا نہ گیرد مادراں را درد زاہ
کہ ہونے پر نہ ہونے کا گماں ہے — نہ ہونا ہائے کیا ہوگا ہمارا

سلطنت جمہوری کے قائل نا قابل کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں

فرمایا۔ جو لوگ سلطنت جمہوری کے قائل ہیں وہ خلیفہ کسی نالائق کو بنانا چاہتے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ کسی لائق کو بنایا جاوے۔

حضرت حکیم الامتؒ کو دونوں گھروں کے حقوق کی ادائیگی کا فکر

فرمایا۔ میں دونوں گھروں سے حقوق کے متعلق معافی کرالی ہے اور دستخط بھی کرا لیے ہیں۔ یہ کہہ دیا ہے میں اپنے آپ کو آزاد سمجھوں گا اور تم کو اس معافی سے رجوع کرنے کا حق بھی ہے۔ مسئلہ بھی بتلا دیا مگر اس پر بھی میں مساوات کا پورا پورا خیال رکھتا ہوں اور پھر ڈرتا بھی ہوں (سبحان اللہ) اگر کسی ایک سے خفا ہوتا ہوں تو خفا ہو کر اس وقت دوسرے گھر نہیں جاتا کہ دل شکنی نہ ہو۔ میرے اس عمل کا اثر اس پر بھی ہوتا ہے

دار الحرب کی اقسام

فرمایا۔ ایک افسر نے سوال کیا کہ ہندوستان دار الحرب ہے یا دار الاسلام؟

میں نے کہا کہ یہ اصلاحی لفظ ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ جس جگہ کفار کا تسلط ہو وہ دار الحرب ہے تو اس لحاظ سے یہ دار الحرب ہے اور یہ مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے دار الحرب کے مقابل دار الاسلام ہے دار السکون نہیں تو گویا دار الحرب دو قسم ہوئی دار الامان۔ دار الخوف تو ہندوستان دار الحرب بھی ہے اور دار السکون بھی ہے ۔

دوسرے کی بد انتظامی سے زحمت ہونا

فرمایا۔ میری طبیعت میں قوت انتظامیہ ہے اس واسطے دوسرے کی بد انتظامی کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے اور کام بھی اسی کی وجہ سے وقت پر ہو جاتے ہیں ورنہ اتنا کام نہ ہو سکے ۔

بزرگوں کے قول اور لفظ میں بھی برکت ہوتی ہے

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ بزرگوں کے قول اور لفظ میں بھی برکت ہوتی ہے ۔چنانچہ سید صاحبؒ کا تعویذ یہ تھا ،، خداوندا اگر منظور داری .حاجتش برآری .کسی نے کہا حضرت یہ شعر بھی ہو سکتا ہے اس طرح ،، بفضلت حاجتِ اوبرآری۔ اس پر فرمایا کہ بزرگوں کے کلام میں تغیر جائز نہیں .مولانا گنگوہیؒ کا تعویذ کسی نے کھول کر دیکھا تو یہ تھا۔،، خداوندا یہ مانتا نہیں اور میں جانتا نہیں۔ یہ تیرا غلام تو جانے اور تیرا کام ۔

ریاءِ حقیقی کا مفہوم

فرمایا:۔

ریا الشیخ خیر من اخلاص المرید شیخ کا ریا مرید کے اخلاص سے بہتر ہے

کے دو معنی ہیں۔ اوّل یہ کہ شیخ نے اوّل ریا کیا۔ پھر نیت بدل دی اور مرید نے بالعکس۔ یا ریاءِ لغوی ہے تاکہ دوسرا دیکھ کر کام کرے ۔ ریا اصطلاحی نہیں۔ ریا حقیقی یہ ہے کہ عمل کو ارادۂ خلق کے لئے کرنا کہ مخلوق مجھ کو دیکھ کر دنیا کا نفع پہنچا دے ۔

رحمتِ خداوندی کا مشاہدہ

فرمایا۔ میں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مشاہدہ کرتا ہوں .بس صرف آواز تو نہیں آتی ۔

سفارش کے اثر کا سبب

فرمایا۔ میری سفارش وغیرہ میں جو اثر ہے وہ اس واسطے ہے کہ میں کسی کو کچھ کہتا نہیں۔ اگر کہنے لگوں تو یہ اثر نہ رہے۔

فرض منصبی کی ادائیگی پر شکریہ کی ضرورت نہیں

فرمایا۔ کانگریس کے فتویٰ کے بعد کلکٹر کا خط آیا شکریہ کا۔ میں نے کہا میں شکریہ کا مستحق نہیں اپنا فرض منصبی ادا کیا ہے۔ مجھ کو سلطنت کی رعایت مطلوب نہ تھی۔ اپنے بھائیوں کو گڑھے سے بچانا تھا۔ مگر اس فرض منصبی کے ادا کرنے پر بھی اگر شکر کیا جاوے تو یہ قدر دانی ہے۔ میں اس قدر دانی پر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ فرمایا یہ اس واسطے خشک جواب دیا کہ ان کو آئندہ ہمت کی فرمائش نہ ہو جاوے۔

عورت کو دیکھنے سے بھی بچنے کی کوشش کرے

فرمایا۔ اگر عورت کو خود نہ بھی دیکھے مگر یہ معلوم ہو کہ عورت مجھ کو دیکھ رہی ہے تو اس سے قلب میں فتنہ محسوس ہوگا اس واسطے اس سے بچنا بہت ضروری ہے۔

توکّل کی حقیقت

فرمایا۔ توکل کی حقیقت ترک اسباب ظنیہ ہے اور ترک اسباب یقینیہ وہ جائز نہیں۔ عامی ترک اسباب ظنیہ سے بھی بچے۔ البتہ کاملین کے لئے ترک کی اجازت ہے۔

اپنے آپ کو اکمل سمجھنا جائز ہے

فرمایا۔ اپنے آپ کو اکمل سمجھنا تو جائز ہے مگر افضل سمجھنا جائز نہیں۔

جاہ سے جلب مال وزر

فرمایا۔ جاہ دفع مضرت کے لیے ہے اور مال جلب منفعت کے لیے۔ لوگ جاہ سے جلب مال اور زر کرتے ہیں

اعمال کے دو نفع

فرمایا۔ اعمال کے نفع دو ہیں اجر اور نشاط اور ان سے یکسوئی ہوتی ہے جتنا یکسو ہو گا اتنا سہولت اور نشاط زیادہ پائے گا۔

صرف چند مقامات دیکھ کر تقریظ لکھنا دیانت کے خلاف ہے

فرمایا: کسی بڑی کتاب کے چند مقام دیکھ کر سب پر تقریظ لکھنا خلافِ دیانت ہے۔

اس حدیث سے وحدتِ وجود پر استدلال غلط ہے

فرمایا: اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا (کیا اُس نے بہت سے معبودوں کی جگہ ایک معبود اختیار کر لیا؟) سے وحدت وجود پر استدلال غلط ہے یہ جعل ایسا ہے جیسا حدیث میں من جعل الھموم ھمًا واحدا ھم الاخرۃ جعل کا ترک مفعول اوّل اور ثانی کو اختیار کرنا ہے۔

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ اور سود کا حکم

فرمایا۔ جو روپیہ ملازمین کی تنخواہ سے حکومت اپنے پاس رکھتی ہے وہ ملازم کا مملوک ہے اس پر زکوٰۃ آوے گی اور اس پر جو زیادہ ملے گا وہ سود ہوگا۔ اُجرت کے بارے میں فقہا کی عبارتیں کبھی تستحق اور کبھی تملک وارد ہیں۔

داؤد ظاہریؒ اور ابو سعید بردعیؒ

فرمایا۔ داؤد ظاہری اور ابو سعید بردعی حنفی اُم ولد[1] کی بیع میں مناظرہ ہوا۔ شاید یہ قصہ نہایہ میں ہے یا کفایہ میں۔ داؤد فرماتے ہیں کہ جائز ہے اور دلیل یہ بیان فرمائی کہ اُم ولد ہونے سے پہلے بالاتفاق اس کی بیع جائز تھی۔ بعد میں اختلاف ہوا تو قاعدۂ کلیہ ہے کہ:-

الیقین لا یزول بالشك	یقین محض شک سے دُور نہیں ہوتا

اس لیے اس کی بیع اب اس شک پیدا ہو جانے سے ناجائز نہ ہوگی۔ ابو سعید نے فرمایا کہ حاملہ ہونے کی حالت میں بیع بالاتفاق ناجائز تھی بعد انفصال اختلاف ہوا تو الیقین لا یزول بالشک۔ پھر غیب سے آواز آئی:

اَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَاَمَّا	جھاگ جو ہوتا ہے تو وہ بہر حال باد رہوا
مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ (الآیۃ)	ہو جاتا ہے اور لوگوں کے نفع کی چیز باقی رہتی ہے۔

---

[1] ام ولد اس باندھی کو کہتے ہیں جس سے آقا صحبت کرلے۔ حنیفہ کے نزدیک اس کی بیع جائز نہیں ۱۲

لوگ سمجھ گئے کہ داؤد کی موت قریب آگئی اور ابوسعید ابھی زندہ رہیں گے۔ پھر یونہی ہوا۔ ابوسعید ۱۲۰ سال تک زندہ رہے۔

باطن کا اثر بدن پر پڑتا ہے

فرمایا۔ باطن کا اثر بدن پر پڑتا ہے نیک کے باطن کا بھی اور بد کا بھی۔ ایک نور یا ظلمت محسوس ہوتی ہے۔ ایک ہندو ریل کے سفر میں ساتھ سوار تھا۔ ایک کمرہ میں صرف وہ اور میں سوار تھے۔ کچھ گفتگو ہوئی پھر اُس نے کہا تم کچھ ذکر تے ہو؟ میں نے کہا تم کو کیسے معلوم ہوا؟ کہا آنکھوں سے، تعجب کی بات ہے۔

اصل مقصود تکثیر ذکر ہے

فرمایا۔ ذکر میں اب تو میں نے بہت سی قیود گرا دی ہیں اصل مقصود تکثیرِ ذکر ہے۔ اب تہلیل بتلا دیتا ہوں ماثور بھی ہے۔ مولوی ظفر احمد صاحبؒ کو حاجی صاحبؒ نے خواب میں فرمایا تم کیسے ذکر کرتے ہو۔ انہوں نے کچھ گردن کو جھکا کر بہ تکلف ذکر کیا تو فرمایا اتنی دیر میں زیادہ ذکر کر لیتے۔ یعنی گردن کے جھکانے میں اور پھیرنے میں جتنا وقت لگا یا اگر گردن نہ پھیرتے تو ذکر بہت ہو جاتا۔

لطیفہ غیبی کبھی بہ شکل شیخ متمثل ہوتا ہے

فرمایا۔ نقاع بدوی حضرت حاجی صاحبؒ کا خادم تھا اُس کو گولی لگی اور نکلتی نہ تھی اُس نے حضرت کی خدمت میں پیغام بھیجا پھر اُس نے کہا کہ حضرت حاجی صاحبؒ خواب میں تشریف لائے اور گولی نکال دی۔ حضرت نے فرمایا کہ میں بقسم کہتا ہوں مجھ کو پتہ بھی نہیں۔ فرمایا، کہ لطیفہ غیبی کبھی بہ شکل شیخ متمثل ہو جاتا ہے۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کسی کام میں متردد تھے۔ دماغ سے حاجی صاحبؒ کی آواز آئی کہ ایسا کرو۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا حاجی صاحب کو خبر بھی نہیں تھی اور فرمایا کبھی شیخ بھی آجاتا ہے۔

صاحبِ وجد کو پکڑنا مناسب نہیں

فرمایا۔ صاحبِ وجد کو پکڑنا نہیں چاہیے۔ حفاظت تو کریں کہ کنویں وغیرہ میں گر نہ جاوے بعض دفعہ پکڑنے سے جان نکل جاتی ہے۔

علم غیب اور علم کی تعریف

فرمایا۔ علم غیب وہ ہے جو بلا واسطہ ہو اور جو بالواسطہ ہو اس کو علم کہتے ہیں۔

صاحبِ وجد کے لئے علاج سرود

فرمایا۔ ایک طالب علم صاحبِ وجد کے لیے میں نے بطور علاج سرود تجویز کیا تھا پھر ایک طالب علم نے اس کو خسروؒ کی غزل سنائی اسے سکون ہو گیا۔

سرود مبتدی کے لیے مضر ہے

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحبؒ کے ملفوظات میں ہے کہ سرود مبتدی کے لیے مضر ہے اور منتہی کو اس کی حاجت نہیں۔ فرمایا اس سے مفہوم مخالف کے طریق سے معلوم ہوا متوسط کو بغرض علاج جائز ہوگا۔ اگر کوئی دوسرا علاج تجویز نہ ہو سکے۔ جیسا بعض متاخرین فقہاء کے نزدیک تداوی بالحرام جائز ہے

مقامات میں رسوخ ذکر سے متاخر ہے

فرمایا۔ مقامات (یعنی اخلاق میں رسوخ) ذکر سے متاخر بھی ہیں بوجہ رسوخ کے۔ اور مقدم بھی بوجہ علت غائی ہونے کے۔ ایسا ہی ذکر مقدم بھی ہے مقامات سے کیونکہ مقدمہ ہے اور موخر بھی ہے۔

مسئلہ تقدیر کی وضع صرف راحت کے لیے ہے

فرمایا۔ مسئلہ تقدیر کی وضع صرف راحت کے لیے ہے اور یہ صرف اس قدر سے حاصل ہو سکتی ہے کہ یہ عقیدہ ہو کہ یہ مسئلہ ہے جیسا ریل کی راحت صرف ٹکٹ خریدنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص ریل کی راحت کے حاصل کرنے کی غرض سے انجن کے پُرزے کی تحقیق کرے تو ساری عمر گذر جاوے تو کامیاب نہ ہو گا کیونکہ اصل حقیقت تو واضع کو معلوم ہے۔ ڈرائیور کو بھی علم نہیں۔

مجدد صاحب خضر علیہ السلام کی موت کے قائل ہیں

فرمایا۔ مجدد صاحبؒ خضر علیہ السلام کی موت کے قائل ہیں۔ باقی جو ان کے واقعات سُنے جاتے ہیں تو اُن کی روح میں قوت اس درجہ غالب ہے کہ گویا وہ اشباح کی طرح ہے

ارواحنا لشباحنا اشباحنا ارواحنا۔

ماہِ رمضان میں انتقال کی فضیلت

فرمایا۔ رمضان میں اگر انتقال ہو تو ایک قول یہ ہے کہ قیامت کے دن حساب نہیں ہوتا۔ یہی جی کو لگتا ہے اور انا عند ظن عبدی بی پر عمل کرے۔

تبلیغ کی شرط

فرمایا۔ تبلیغ واجب ہے یا مستحب ہے بشرطیکہ دینی یا دنیاوی ضرر نہ ہو۔ دینی یہ کہ مخاطب کفر بکنے لگے دنیاوی یہ کہ اپنی جان کا خطرہ ہو۔

کشف کی مثال

فرمایا۔ کشف کیا کمال ہے؟ اس کی مثال ایسی ہے جیسا سوانکھا[1]۔ اس سے قرب نہیں ہوتا۔

بے ادبی سے ایمان سلب ہو جاتا ہے۔

فرمایا۔ ادب ایمان تک پہنچا دیتا ہے اور کافر مودب کو اسلام نصیب ہو جاتا ہے اور بے ادبی سے ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ مسلمان کافر ہو جاتا ہے۔

صورتِ طاعت میں برکت ہوتی ہے

فرمایا۔ صورتِ طاعت میں برکت ہوتی ہے۔

حضرات شیخین رضؓ اور حضرت علی رضؓ کا ایک لطیفہ

فرمایا۔ حضرت علی رضؓ شیخین رضؓ کے درمیان جا رہے تھے اور قد طویل نہ تھا اور شیخین رضؓ کشیدہ قامت تھے تو حضرت عمر رضؓ نے فرمایا:

علی بیننا کالنون بین لنا　　علی ہمارے درمیان ایسے ہیں جیسے "لنا" میں نون۔

حضرت علی رضؓ نے فرمایا:-

لولا کنت بینکما لکنتما لا　　اگر میں تمہارے درمیان نہ ہوتا تو تم "لا" ہوتے (یعنی معدوم ہوتے)

---

[1] آنکھوں والا ۱۲

آداب المعاشرت فطری چیز ہے

فرمایا۔ آداب المعاشرت فطری چیز ہے۔ اس واسطے اس کی تدوین سلف میں نہیں ہوئی۔ فطرت سلیمہ ہو یا فکر ہو تو خود بخود معلوم ہو جاتا ہے۔

اعتراض کے وقت حضرت حکیم الامت رحؒ کی حالت

فرمایا۔ اگر کوئی میرے پر اعتراض کرتا ہے تو مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ میری غلطی ہوگی۔

حکایت حضرت بایزید رحؒ

فرمایا۔ حضرت بایزید رحؒ جب غالباً حج سے تشریف لائے تو لوگوں نے بہت ہجوم کیا اور جاہ کی شکل دیکھی تو ہجوم کا علاج یہ کیا کہ فرمایا:

لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا میرے سوا کوئی معبود نہیں

کچھ لوگ لاحول پڑھ کر چلے گئے۔ بعض نے کچھ تاویل کر لی۔ آگے چل کر ایک حلوائی کی دکان سے بلا اجازت مٹھائی کھانی شروع کر دی۔ کچھ اس فعل کو دیکھ کر بھاگ گئے۔ کچھ معتقد رہے۔ آگے ایک خوبصورت لونڈی ملی تو اس کو پکڑ کر بوسہ لیا۔ باقی لوگ بھاگ گئے۔ بعد میں فرمایا کہ ہجوم اور عجب کا علاج کیا۔ خلافِ شریعت نہ کیا۔ اولاً سورۂ طٰہٰ کی آیت پڑھی۔ اور حلوا مرید کا تھا جس کی اجازت تھی۔ اور لونڈی خود میری مملوکہ تھی جس سے صحبت بھی جائز تھی۔

ترکِ جاہ سے اصلاح

فرمایا۔ مولانا محمد یعقوب صاحب رحؒ فرماتے تھے کہ جب کاغذ شکن پڑے ہوئے کو سیدھا کرنا ہوتا ہے تو اُسے اُلٹا موڑ توڑ کر سیدھا کرتے ہیں۔ اسی طرح جاہ وغیرہ کے ضرر سے ترکِ جاہ سے اصلاح ہوتی ہے۔

قاری عبداللہ صاحب رحؒ سے تحصیلِ تجوید کے وقت حالت

فرمایا۔ جب قاری عبداللہ صاحب سے میں تجوید کی تحصیل کے لئے پڑھتا تھا تو سامعین کو یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ اب کون پڑھ رہا ہے۔ قاری صاحب نے فرمایا تھا کہ اس حالت کا بقا تب ہوگا جب ہندوستان جا کر ہر روز پارہ نصف اس طرح پڑھا جاوے۔

ایک طبعی چیز

فرمایا۔ بعض کو داڑھی والوں سے نفرت ہے اور بعض کو بے داڑھی سے محبت ہے۔ یہ طبعی چیز ہے۔

حاکم کے سامنے جانے کے وقت کیا پڑھنا چاہیئے

ایک شخص کو فرمایا کہ جب حاکم کے سامنے جاؤ۔ "یَاوَدُوْدُ" پڑھو۔

دعوت کی تین قسمیں

فرمایا۔ کہ بزرگ فرماتے تھے دعوت تین قسم ہے ایک اعلیٰ کہ نقد دیدے۔ دوسری متوسط کہ جنس دیدے۔ تیسری ادنیٰ کہ پکا کر کھلا دے۔

آمین بالسر سے متعلق حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا ارشاد

فرمایا۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے ایک غیر مقلد نے کہا کہ جس جگہ آمین بالجہر نہ کہتے ہوں وہاں آمین بالجہر کہنا احیاء سنت ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ پھر جس جگہ آمین بالجہر کا عمل ہے وہاں آمین بالسر کہا کرو کیونکہ آمین بالسر بھی سنت ہے وہاں اس کا احیاء کرو۔ اس نے کہا کہ واہ صاحب میں دونوں جگہ پٹوں؟ (سبحان اللہ کیسی طرح سمجھایا۔

عالی نسب ہونے پر فخر جائز نہیں

فرمایا۔ عالی نسب ہونا نعمت ہے اور نعمت پر شکر تو جائز ہے فخر جائز نہیں۔

اظہارِ حق سے روکنے والی دو چیزیں

فرمایا۔ دو چیزیں اظہارِ حق سے روکتی ہیں طمعؔ اور خوفؔ

حضرت مجدد صاحبؒ کا ارشاد

فرمایا۔ مجدد صاحبؒ اور امام غزالیؒ کی کتابیں اس وقت کی طبائع کو مفید نہیں۔ اب ان کا مطالعہ مناسب نہیں طبائع کمزور ہیں اس واسطے ان کے مطالعہ سے اب یاس پیدا ہوتی ہے۔

خوش اخلاقی سے بعد بد اخلاقی

فرمایا۔ مجھے خوش اخلاقی سے آخر بد اخلاقی کرنی پڑتی ہے۔

لوگوں کا راہ کو منزل سمجھنا: فرمایا۔ لوگ اب طرق کو مقاصد سمجھنے لگے ہیں یعنی راہ کو منزل سمجھتے ہیں۔ مقصود ایمان اور عمل صالح پر مداومت اور اخلاص۔ کیفیات آویں نہ آویں وہاں طائف کو دیکھتے ہیں لطائف کو نہیں دیکھتے بلکہ ہمارے ہاں تو کیفیات آویں تو اُن کو لا کی نفی میں رکھ کر مٹا دینے کا حکم ہے۔ ایمان اور عمل صالح ہو تو کیفیات کے عدم پر غم نہ کرے۔ بعض کو بلا کیفیات وصول ہوتا ہے۔

بزرگوں کا مذاق نعمت ہوتا ہے: فرمایا۔ بزرگوں کا مذاق بڑی نعمت ہے۔ یعنی اگر کسی کو بزرگوں کا مذاق حاصل ہو گو بزرگ نہ ہو تو بڑی نعمت ہے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کی عنایات سے عوام کو حسد: فرمایا حضرت حاجی صاحبؒ بہت عنایت فرماتے تھے اور عنایات کا اظہار زبان سے ذکر فرماتے اور لوگوں کو حسد کی وجہ سے رنج ہوتا تھا۔ اس واسطے میں یہ چاہتا تھا کہ اگر زبان سے ظاہر نہ فرماویں تو اچھا ہے مگر عرض کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

تملق کی بدنامی تکبر کی بدنامی سے بدتر ہے: فرمایا تملق کی بدنامی سے تکبر کی بدنامی بدتر ہے۔

صحابہؓ میں غوث قطب وغیرہ کے القاب نہ تھے: فرمایا صحابہؓ میں تو یہ القاب غوث، قطب وغیرہ نہ تھے شاید اس وجہ سے کہ صحابیت کا درجہ اس سے اعلیٰ ہے اُن کو اس کی کیا حاجت؟

پہلے شرائع میں قطب ارشاد اور قطب تکوین

فرمایا۔ پہلے شرائع میں قطب تکوین اور قطب ارشاد ہوتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام قطب ارشاد تھے اور حضرت خضر علیہ السلام قطب تکوین تھے اور فرمایا کہ قطب تکوین کو اپنے قطب ہونے کا علم ہوتا ہے کیونکہ وہ مامور ہوتا ہے اور قطب ارشاد کو اپنے قطب ہونے کا علم ضروری نہیں کیونکہ وہ وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ کے کلیہ میں داخل ہوتا ہے۔

قطب تکوین سالک ہو تو خلاف شریعت نہیں کرتا:۔

فرمایا، قطب تکوین اگر سالک ہو تو وہ خلاف شریعت نہیں کرتا۔ اور اگر مجذوب ہو تو وہ مکلف نہیں وہ کر گذرتا ہے اور الہام کے مطابق کرتا ہے گو وہ شریعت کے خلاف ہو۔

مُلہَم اپنے الہام کے خلاف کرے تو دنیا میں عقوبت پہنچتی ہے: فرمایا۔ مُلہَم اگر اپنے الہام کے خلاف کرے تو دنیا میں عقوبت پہنچ جاتی ہے آخرت میں نہیں۔

شرائع سابقہ میں نص قطعی کی تخصیص اوّلاً ظنی سے جائز تھی

فرمایا۔ خضر علیہ السلام قطب تکوین تھے اور مجذوب بھی نہ تھے۔ اور شریعت کے خلاف کیا اس واسطے موسیٰ علیہ السلام نے نکیر کیا۔ اس شبہ کا جواب لوگوں نے دیا ہے مگر کسی جواب سے سکون نہیں ہوتا۔ مجھ کو یہ پسند ہے کہ یہ جواب کہ شرائع سابقہ میں نص قطعی کی تخصیص اوّلاً ظنی سے جائز تھی گو اس شریعت میں تخصیص اوّلاً قطعی سے جائز ہے پھر ایک دفعہ تخصیص قطعی کے بعد تخصیص ظنی سے جائز ہوتی اور شرائع سابقہ میں اس شریعت سے اتنا تخالف کچھ بھی بعید نہیں۔ اس پر بناء تھی حضرت خضر علیہ السلام کے فعل کی۔

الہام ظنی ہوتا ہے

فرمایا۔ الہام ظنی ہوتا ہے اور بعض لوگوں نے ابن عربیؒ کی طرف منسوب کیا ہے کہ ان کے نزدیک الہام قطعی ہے۔ یہ ان کی کتابوں میں موجود ہے بلکہ میرا خیال ہے کہ اُن کی بعض عبارتوں سے لوگوں کو یہ شبہ ہو گیا۔ اُن کی عبارت یہ ہے کہ بعض دفعہ الہام میں تلبیس نہیں ہوتی تو اس کا معنی یہ سمجھ لیا کہ الہام یقینی ہے اور حجت ہے اور حالانکہ عدم تلبیس حجیت کو مستلزم نہیں۔ اس کی نظیر جب سے معلوم ہوئی جی بہت خوش ہوا۔ جیسا کوئی شخص اکیلا چاند دیکھے اور تلبیس نہ ہو مگر وہ رویت حجت نہیں نہ وہ روزہ توڑے اور نہ باقی لوگ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کل عالم کے لئے نبی تھے

فرمایا۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف عرب کے لیے نبی ہیں اور یہ یہود کا اعتراض تھا اس کا جواب علماء نے یہ دیا۔ نبی تو تم نے مان لیا اور نبی صادق ہوتا ہے تو اب حضورؐ سے دریافت کرو تو حضورؐ یہی جواب دیتے ہیں کہ "میں کل عالم کے لیے نبی ہوں"۔

تہجد میں مؤکد ہونے کا شبہ

فرمایا۔ تہجد پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی تو مؤکد ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔

حضرت نانوتویؒ و حضرت گنگوہیؒ

فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ میرے

نزدیک غزالی اور رازی سے کم نہ تھے۔

یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ کی تفسیر

فرمایا۔ قاضی ثناء اللہؒ نے آیت اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ سے تمسک کیا ہے کہ فلک کا حیز طبعی نہیں۔

جانوروں کے لیے دعا فرمانا

فرمایا۔ ایک زمانہ میں جانوروں کے لیے بھی میں دعا کرتا تھا۔ پھر شبہ ہوا کہ سنت سے ثابت نہیں چھوڑ دیا۔

معصیت کا تقاضا گناہ نہیں

فرمایا۔ معصیت کا تقاضا گناہ نہیں اس تقاضے پر عمل گناہ ہے اور گناہ مرض ہے اور مرض کا علاج ہوتا ہے۔

بوڑھوں کو زیادہ پرہیز کی ضرورت

فرمایا۔ بوڑھے میں تجربہ زیادہ ہوتا ہے اس واسطے وہ دقائقِ حُسن کو زیادہ جانتا ہے اور اس کا ادراک اور ہیجان اُس میں محسوس نہیں ہوتا تو شُبہ ہو جاتا ہے کہ ہیجان نہیں اور واقع میں ہیجان ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہے اور ضبط کی قوت دیگر قویٰ کی طرح اس میں ضعیف ہوتی ہے تو پھر اس کا مبتلا ہو جانا ذرا بھی مشکل نہیں۔ اس واسطے بوڑھے سے بھی پرہیز کریں۔ اور بوڑھوں کو بھی پرہیز کرنا چاہیے۔

مسائل تصوّف کا استنباط نظم سے نہ کریں

فرمایا۔ میری یہ وصیت ہے کہ مسائلِ تصوّف اگر پہلے سے معلوم نہ ہوں تو صرف نظم سے استنباط نہ کریں کیونکہ نظم ذو وجہین ہوتا ہے جیسا ؎

یک نفس غافل نباشد از خدا — کامل آں باشد کہ بابیع وشرا

مراد کثرتِ ذکر ہے مداومت نہیں۔

نسبت مع اللہ کے لوازم

فرمایا۔ نسبت کی حقیقت تعلق مع اللہ ہے مگر مطلق تعلق نہیں بلکہ تعلق خاص

جس کے لوازم سے کثرت ذکر اور دوامِ طاعت ہے اور اس میں داخل ہے اجتنابِ معاصی۔
نسبت کوئی سلب نہیں کر سکتا :۔ فرمایا یہ جو مشہور ہے کہ فلاں کی نسبت فلاں نے سلب کر لی تو نسبت سلب نہیں کرتا بلکہ خاص ایک کیفیت سلب کر لیتا ہے مثلاً نشاط نہیں رہتا۔ پھر اگر وہ مسلوب النشاط اگر نفس کا مقابلہ کر کے عمل کرتا رہا تو کوئی حرج نہیں۔ اگر عمل میں قصور ہوا تو پھر سلب مضر ہوگا۔ اور بعض دفعہ سلب مفید ہوتا ہے کیونکہ بعض کیفیات اوّلاً پیدا ہو جاتی ہیں اور اُن سے گستاخی پیدا ہو جاتی ہے تو ایسی کیفیات کا سلب ہونا مفید ہے تاکہ خوف بھی رہے۔

شیخ اہل تصرف نہ ہو تو اُس کی تعلیم میں اعتدال پیدا ہو جاتا ہے

فرمایا۔ جو شیخ اہل تصرف سے نہ ہو اس کی تعلیم میں اعتدال پیدا ہو جاتا ہے اس کی تدبیر اور اس کی فہمایش باعثِ سکون ہو جاتی ہے۔

نسیان اور خطا اختیاری نہیں

فرمایا۔ نسیان اور خطا اختیاری نہیں مگر ان کے مقدمات اختیاری ہیں۔ اس واسطے اُن پر مواخذہ ہونا عقلاً درست ہے اور اسی[1] بنا پر یہ دعا بھی درست ہے

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا۔ یا اللہ! اگر ہم بھول جائیں یا خطا کریں تو مواخذہ نہ فرما۔

نظم پر مسائل تصوف منطبق کرنا کمال ہے

فرمایا۔ نظم میں جو مسائل تصوف کے ہوتے ہیں مسائل پہلے سے معلوم ہوں پھر نظم پر منطبق کرنا بھی کمال ہے ورنہ بہت مشکل کام ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کا مفہوم

فرمایا۔ ابوحنیفہؒ کی تقلید یہ ہے کہ ان کے فتوے کے مطابق عمل کرے اور عمل سے قبل تجسس دلائل میں نہ کرے بعد میں تجسس لغرض العمل نہیں بلکہ لرفع الطعن عن الامامؒ

---

[1] کیونکہ اس میں بظاہر یہ شبہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ میری امت سے خطا نسیان معاف کر دیئے گئے تو پھر اس دعا میں خطاء و نسیان پر مواخذہ نہ فرمانے کی دعا کیوں کی گئی ۱۲

حدیث میں ذوق سے ترجیح

فرمایا۔ حدیث میں ترجیح کبھی دوسری حدیث سے ہوتی ہے اور کبھی دوسری حدیث سے نہیں ہوتی بلکہ صرف ذوق سے ایک احتمال کو ترجیح ہوتی ہے۔ مثلاً حدیث میں مار قبل المصلی کے بارے میں جو ارشاد ہے فلیقاتلہ تو امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس سے قتال نہ کرے۔ تو اب یہ تجسس کہ اس امام صاحب کے قول کی تائید میں کوئی حدیث دوسری صریح تلاش کریں جو اس پر دال ہو ضروری نہیں بلکہ اس حدیث میں ذوق امام صاحب کا یہ ہے کہ گذرنے والے کو منع اس واسطے کیا جاتا ہے کہ وہ صفتِ خشوع کا قاطع ہے (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ اگر تمہاری نماز کے سامنے سے کوئی گذرنے لگے تو اس سے قتال کرو۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے گذرنے سے نماز میں خشوع باقی نہیں رہتا اور اگر نمازی فی الواقع اس سے قتال کرے گا تو وہ اپنی ذاتِ صلوٰۃ کا قاطع ہوگا (یعنی لڑائی کرنے سے اس کی نماز ہی ٹوٹ جاوے گی) اور ذات کی حفاظت صفت سے زیادہ ہونی چاہیئے تو اس سے معلوم ہوا کہ مراد صاحبِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی فلیقاتل سے زجر ہے۔ تو یہ صرف ذوق سے ترجیح ہوئی۔

انسان جنس ہے اور اس کا ہر فرد نوع

فرمایا۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ انسان کے افراد میں اس قدر اختلاف ہے کہ اس کی وجہ سے انسان جنس ہے اور اس کا ہر فرد ایک نوع ہے جو منحصر فی الفرد ہے۔

عوام الناس کے معاملہ میں دخل دینا مناسب نہیں

فرمایا۔ عوام الناس کے معاملہ میں دخل دینا مناسب نہیں۔ رزین کا یہ قول مجھے بہت پسند ہے:۔

نعم الرجل الفقیہ اذ احتیج الیہ نفع وان استغنی عنہ	نہایت اچھا ہے وہ فقیہ آدمی کہ جب اس کی طرف سے احتیاج ظاہر کی جائے تو نفع پہنچائے اور

اغنا لنفسہ ۔ اگر بے پروائی برتی جائے تو اپنے آپ کو یکسو کر لے۔

اور کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ تبلیغ فرض ہے کیونکہ تبلیغ ہو چکی۔ فرض کی بھی اور اس کی ضد کی بھی۔ اس لیے اب مندوب ہے۔

اپنی اصلاح واجب ہے

فرمایا۔ بعض لوگوں کو مسائل فقہیہ کی تحقیق کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ پھر وہ اس کو شغل بنا کر اصلاح سے غافل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح سلام پہنچانے کی اجازت نہیں دیتا وہ صرف اسی شغل کو اپنا کام سمجھتے ہیں۔ اور جب سب کام سے فارغ کر دیتا ہوں تو اب ان کو کوئی کام نہیں ملتا تو پھر کام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ایک شخص نے اعتراض کیا۔ لکھا کہ سلام پہنچانا سنت ہے تم اس سے کیوں روکتے ہو۔ فرمایا وہ کیا سمجھے ؟ سلام پہنچانا مندوب ہے اور اپنی اصلاح واجب ہے اور جب مندوب پر عمل کرنے سے واجب کا ترک ہوتا ہو تو مندوب کو ترک کیا جاوے گا۔

میری توجہ طلب سے ہوتی ہے

فرمایا۔ میری توجہ طلب سے ہوتی ہے یعنی جب کسی میں طلب کامل ہوتی ہے تو توجہ بھی کامل ہوتی ہے۔

ظاہر کا اثر باطن پر

فرمایا۔ انسان کا ظاہر اس کے باطن میں مؤثر ہوتا ہے۔ اگر کوئی غم کی شکل بنالے تو تھوڑی دیر بعد حزن کی کیفیت محسوس ہوگی۔

اہل خشیت پر موت کے وقت تبسم کی حالت

فرمایا۔ کثرت سے یہ منقول ہے کہ اہل خشیت پر موت کے وقت تبسم کی حالت محسوس ہوتی ہے

قبرستان میں سہ دری کی تعمیر

فرمایا۔ اس قبرستان میں جس کو میں نے وقف کیا ہے ایک سہ دری بنائی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اس سے عرس کے جاری ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ فرمایا مجھ کو تو اس کا

شبہ بھی نہیں ورنہ توڑ دی جاوے گی۔ اور چونکہ بناتے وقت مسجد کی نیت نہیں کی
اس واسطے توڑنا جائز ہے

ربا میں عقد موجب گناہ ہے

فرمایا۔ ربا[1] میں عقد موجب گناہ ہے نہ اکلِ مال۔ اس واسطے موکل[2] پر بھی لعنت
ہے حالانکہ اُس نے مال نہیں لیا

کوئی مجرّب عمل

ایک شخص نے کہا کہ کوئی مجرّب عمل بتلادو۔ فرمایا اگر یہ قید نہ ہوتی تو بتلا دیتا۔

کسی خاص وقت میں یاد رکھنا

فرمایا۔ کسی بزرگ سے کسی نے کہا کہ مجھ کو خاص وقت میں یاد کرنا۔ انہوں نے فرمایا
اُس خاص وقت پر لعنت جس میں تم (یعنی غیر حق) یاد آؤ۔ فرمایا یہ شخص اہل تلوین سے
تھا۔ اور اہل تمکین غیر کو بھی یاد کرتے ہیں اور اس کا نام جمع الجمع ہے۔ جیسا حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے شب معراج میں امت کو بھی یاد فرمایا۔ اہل تمکین کو توجہ الی المخلوق، توجہ الی الخالق
سے مانع نہیں

ذکر قلبی کی حقیقت

فرمایا۔ ذکر قلبی کی حقیقت توجہ الی القلب ہے ورنہ حرکتِ قلب جو غیر اختیاری
ہے نہ اس میں ثواب ہے نہ وہ ذکر ہے وہ تو مرض ہے اور ذکر بایں معنی دائم نہیں بلکہ
کوئی فعل بھی دائم نہیں۔ آیت ا۔

لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔	ان کو خرید و فروخت ذکر اللہ سے غافل نہیں کرتے۔

اور شعر "کامل آں باشد کہ بابیع وشرا" سے مراد کثرت ہے۔ آیت سے مراد یہ ہے
کہ جب ذکر کا وقت ہے مثلاً نماز کا، تو تجارت وغیرہ اس سے روکتی نہیں۔ اور "دوامِ
طاعت" میں اگر طاعت سے مراد فعل ہو تو یہ بھی دائم نہیں اور اگر ترکِ معاصی کو بھی طاعت

---

[1] سود ۱۲ [2] کھلانے والا ۱۲

میں شامل کرلیں تو پھر دوام طاعت متحقق ہوگا۔ غرض فعل وجودی کے لیے جو صادر ارادہ سے ہو جس جگہ دوام مذکور ہو مراد کثرت ہے۔

عنقا سے مراد ذات حق ہے

عنقا را کس نہ شود رام باز چیں

فرمایا۔ عنقا سے مراد ذاتِ حق جل شانہٗ ہے۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کا دل نیند میں غافل نہیں ہوتا

فرمایا۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کی نوم ہمارے نعاس کی طرح ہے کہ اس میں قلب غافل نہیں ہوتا۔ اس واسطے ناقض وضو نہیں۔ اس صورت میں حدیث پر سے اعتراض دفع ہوگیا کہ حضور لیلۃ التعریس میں اگر بیدار تھے تو پتہ کیوں نہ لگا؟ اور یہ جواب جو مشہور ہے کہ پتہ آنکھ سے لگتا ہے غلط ہے کیونکہ تخمیناً پتہ چل جاتا ہے جیسا نابینا کو۔

ذکر لسانی کرامت سے بہتر ہے

فرمایا۔ ذکرِ لسانی جس میں قلب شریک ہو وہ کرامت سے بہتر ہے۔

لیڈروں میں مخلص بہت کم ہیں

فرمایا۔ انقلابِ سلطنت کے وقت جی کو تو لگتا ہے کہ مسلمان ہندوؤں سے لے لیں گے خدا جانے وقوع ہوگا کہ نہیں۔ اس کے ذیل میں فرمایا کہ خواص (لیڈر) میں مخلص کم ہیں بعض میں اسلام اور قوم کی محبت ہے اور عوام اس قسم کے بہت ہیں ان کا قائد کوئی نہیں۔

ملک کی آزادی میں شرکت کا جواب

فرمایا۔ اگر کوئی سوال کرتا ہے کہ ملک کی آزادی میں شرکت کریں تو کچھ نہ کچھ جواب دیتا رہا۔ مگر آج یہ جواب سمجھ میں آیا کہ یہ خیر ہے یا شر؟ اگر خیر ہے تو موجودہ حالت سے خیر ہے یا شر ہے؟ اسی طرح اگر شر ہے تو موجودہ شر سے زیادہ شر ہے یا اس سے کم؟ فرمایا۔ یہ متن ہے اور شرح کا محتاج ہے۔

☆ - ☆ - ☆ - ☆ - ☆ - ☆ - ☆ - ☆ - ☆ - ☆

اسراف بخل سے زیادہ مذموم ہے

فرمایا۔ اسراف بھی مذموم ہے اور بخل بھی۔ مگر اسراف کے مفاسد زیادہ ہیں۔ آخر یہ ہوتا ہے کہ جھوٹ، رشوت، دھوکہ، ظلم، غصب یہاں تک کہ مرتد بھی ہو جاتا ہے اور بخیل ان سب سے بچتا ہے۔ مسرف بہت مرتد ہوئے اور بخیل اس درجہ تک نہیں پہنچتا۔

حکایت حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب دہلویؒ

فرمایا۔ شاہ عبدالرحیمؒ والد شاہ ولی اللہ ایک مرتبہ حضرت نظام الدین کے مزار پر تشریف لے گئے تو اُن کی روح متمثل ہوئی تو شاہ صاحبؒ نے سرود کی نسبت سوال کیا تو فرمایا ما تقول فی الشعر[1]؟ شاہ صاحبؒ نے فرمایا حسنہ حسن و قبیحہ قبیح[2] پھر فرمایا ما تقول فی حسن الصوت[3]؟ شاہ صاحبؒ نے فرمایا یزید فی الخلق ما یشاء[4]۔ فرمایا اگر دونوں جمع ہو جاویں تو شاہ صاحبؒ نے فرمایا نور علیٰ نور۔ بس یہ حقیقت ہے سرود کی۔ اس کے بعد خواجہ بہاء الدین نقشبندیؒ کا تخت آسمان کی طرف سے آیا۔ شاہ صاحبؒ نے حضرت نظام الدین سے کہا کہ ان کے سامنے کیوں آپ نے یہ ذکر نہیں کیا۔ فرمایا خلاف ادب ہے۔

زندگی مکہ مکرمہ کی اور موت مدینہ طیبہ کی

فرمایا۔ اس میں اختلاف ہے کہ مکہ کی اق[illegible] فضل ہے یا مدینہ طیبہ کی؟ حضرت حاجی صاحبؒ کی اس میں عجیب تحقیق ہے کہ [illegible] ات جمع ہو جاتی ہیں کہ زندگی مکہ مکرمہ کی اور موت مدینہ کی۔

---

[1] آپ شعر کے بارے میں کیا فرماتے ہیں ۱۲ م [2] جو شعر اچھا ہو وہ اچھا ہے اور جو برا ہو وہ برا ہے۔ ۱۲م [3] آپ اچھی آواز کے بارے میں کیا فرماتے ہیں ۱۲م ۔ [4] خدا تعالیٰ کی نعمت ہے جس کو مل جائے ۱۲م

* * * * * * *

کانپور میں اربعین کے امتحان میں ایک غیر مقلد مولوی صاحب کا طالب علم سے سوال اور اُن کا قدرتی جواب

فرمایا۔ کانپور میں ایک دفعہ ایک اربعین (حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں چالیس حدیثیں ہوں) کا امتحان ہو رہا تھا۔ اس مجمع میں ایک مولوی صاحب غیر مقلد بھی تھے اتفاق سے یہ حدیث امتحان میں آئی :۔

من حج ولم یَزُرنی فقد جفا — جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اُس نے جفا کی

اُن مولوی صاحب نے کہا اس سے مقصود یعنی مدینہ کا جانا ثابت نہیں ہوتا اس میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہے قبر شریف کی زیارت تو نہیں۔ اس کے بعد متصل یہ حدیث تھی

من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی — جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اُس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

تو مولوی صاحب خاموش ہو گئے۔

حرمت بیع جمعہ کی اذان اوّل سے ہو جاتی ہے

فرمایا۔ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ الخ (جب جمعہ کی اذان ہو تو خرید و فروخت بند کردو) پر اشکال یہ ہوا کہ اول اذان ثانی تھی اور یہی اذان بعد میں ہوئی تو اب ترکِ بیع اذان ثانی سے ہونی چاہیے۔ حالانکہ فقہاء کہتے ہیں کہ حرمت بیع کی اذان اوّل سے ہو جاتی ہے۔ بعض نے جواب دیا ہے عموم الفاظ کا اعتبار ہے مگر میرے نزدیک عموم وہ معتبر ہے جو مرادِ متکلم سے متجاوز نہ ہو جیسا :۔

لیس من البر الصیام فی السفر — سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں۔

تو یہ وجہ تو درست نہ ہوئی۔ وجہ یہ ہے کہ اذان ثانی تو مدلول ہے اور بوجہ اشتراک علت کے وہ بھی داخل آیت ہے۔ اور علت سعی الی ذکر اللہ ہے۔ خوب سمجھ لو۔

ہر وقت پاس رہنے سے دل سخت ہو جاتا ہے

فرمایا:

لا تجعلوا بیوتکم قبورا اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ

کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ قساوتِ قلب کا ذریعہ ہے۔ ہر وقت پاس رہنے سے دل سخت ہو جاتا ہے۔

مُردہ کو امانت کہہ کر دبانے سے لاش سالم رہتی ہے

فرمایا۔ یہ مشہور ہے کہ مردہ کو جب امانت کر کے دباتے ہیں تو لاش سلامت رہتی ہے۔ حکایت تو بہت مشہور ہے۔ خدا جانے قوتِ خیالیہ کا اثر ہے یا کیا ہے؟

کھیت سے چوہے دُور کرنے کا حکم

فرمایا۔ چوہے اگر زمین میں کھیت خراب کریں تو یہ آیت چار کونوں میں اور ایک وسط میں کوزے میں رکھ کر دبا دیا جاوے اور وہ جگہ بلند ہو تاکہ اس پر قدم نہ رکھا جاوے۔ وَقَالَ الَّذِیْنَ سے لے کر لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِیْنَ تک (پ ۱۳ سورہ ابراہیم رکوع ۳)

استہلاک عین جائز ہے

فرمایا۔ روپیہ جو مدارس یا مساجد کے لئے لوگ دیتے ہیں وہ من وجہ ہبہ کے مشابہ ہے کہ استہلاک عین جائز ہے اور من وجہ وقف کی طرح ہے کہ مِلک سے نکل جاتا ہے۔ فقہا کی عبارتیں اس میں مختلف ہیں۔ بعض میں یَصِیْرُ مِلْکًا لِلْمَسْجِدِ۔ مراد یہی ہے۔

حق تعالیٰ کی عظمت کا تقاضا

فرمایا۔ حق تعالیٰ کی عظمت کا تقاضا جہت فوق ہے۔

جوع کی فضیلت

فرمایا۔ جوع[1] کی فضیلت حُمّٰی کی طرح ہے یعنی بلا اختیار اگر جوع ہو تو صبر سے ثواب ملتا ہے نہ یہ کہ قصداً اور اختیار سے بھوکا رہے اور اختیار سے بخار چڑھ جائے۔

---

[1] بھوک ۱۲

ذکر کس وقت مناسب ہے

ذکر جو مولانا گنگوہیؒ نے لکھا ہے کہ نہ شبعؔ کی حالت میں ذکر کرے نہ جوع میں۔ وجہ یہ ہے کہ اس میں تلبس بالملائکہ ہے اور یک سوئی بھی ہوتی ہے۔

غصہ کا فوری علاج

فرمایا۔ غصہ کا فوری علاج یہ ہے کہ اس جگہ سے دور ہو جاوے۔ اسی طرح خاص خاص علاج فوری ہیں اور کلی علاج مثلاً خشیت جس سے سب رذائل دور ہوں وہ دیر میں مفید ہوتا ہے۔ خشیت پیدا ہونے تک مدت چاہیئے۔

بعض لوگوں کے جذبات اچھے ہوتے ہیں

فرمایا۔ بعض لوگوں کے جذبات اچھے ہوتے ہیں۔ افعال اچھے نہیں ہوتے۔

حق تعالیٰ شانہ سے یاس کسی کو بھی جائز نہیں

فرمایا۔ حق تعالیٰ سے یاس (نا امیدی) کسی کو بھی جائز نہیں۔ سب کا وصال ہو سکتا ہے۔ بھلا کوئی کثیر العیال قلیل المال جس کو صرف دس منٹ فراغت مل سکتی ہو اگر وہ وصول کی خواہش کرے تو مشائخ اس کو یہ کہیں گے کہ تیرے لئے دروازہ بند ہے میں کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں وہاں تو سب کے لئے دروازہ مفتوح ہے وہ دس منٹ میں ذکر کر کے واصل ہو جاوے گا۔ ہاں جس کو دو گھنٹے فارغ ملتے ہیں اس کا وصول تب ہوگا کہ دو گھنٹے ذکر کرے۔ اس کو دس منٹ کے ذکر سے عادۃً وصول نہ ہوگا۔ اور وصال سے مراد اتباع شریعت اور اعمال ظاہری اور باطنی کا اخلاص کے ساتھ کرنا اور اس پر رسوخ اور مداومت ہے اور یہی تصوف ہے۔ اوراد اور کیفیات مقصود نہیں۔ کیفیات حاصل نہ ہوں کچھ پروا نہ کرے نہ مقصود ہیں اور نہ اختیاری ہیں۔ اگر کسی کو حاصل ہوں تو نعمت ہے ناشکری نہ کرے۔ اگر نہ حاصل ہوں تو قلق نہ کرے اسی میں خیر ہوگی۔ اور شیخ ذمہ دار کیفیات کا نہیں وصول الی اللہ، اصلاح النفس اس کی تدبیر کا ذمہ دار ہے اور اسی کو صحت کہتے ہیں جیسے حکیم ذمہ دار صحت

لے شکم سیر ۱۲

کا ہے قوت کا نہیں۔ مثلاً ایک شخص پہلوان ہے اور ایک لاغر ہے۔ دونوں بیمار ہیں تو حکیم دونوں کو صحت کا طریق بتلائے گا اور علاج کرے گا۔ صحت کے بعد لاغر میں وہ قوت نہ ہوگی جو پہلوان میں ہے۔ جس شخص نے دو گھنٹہ ذکر کیا اور کیفیات وغیرہ بھی حاصل ہوئیں یہ پہلوان کی طرح ہے۔ جو دس منٹ ذکر کرکے عیال کی خدمت میں مشغول ہو وہ بظاہر لاغر کی طرح ہے۔ تندرست تو ہو گا مگر ممکن ہے کہ اس درجہ قوت حاصل نہ ہو۔ فارغ اور مشغول کی مثال مالدار اور مفلس کی ہے کہ جہاز پر دونوں سوار ہو جاویں گے۔ مفلس تو تیسرے درجہ میں سفر کر رہا ہے تھوڑے کرایہ پر بلکہ بعض دفعہ تو مفت سوار کر لیا جاتا ہے اور جس کے پاس روپیہ ہوتا ہے اس کو صرف کرنا پڑتا ہے۔ اس کو مفت سوار نہیں کرتے۔ اور آخر میں کنارے پر دونوں ایک دم سے پہنچ جاتے ہیں (سبحان اللہ! کیسی مثال ہے) اگر تصوف میں کیفیات مقصود ہوتیں تو صحابہ صوفی نہ ہوتے اور تصوف بدعت ہوتا۔ تو حق تعالیٰ کی عادت یہ ہے کہ جس کو فراغت کم ہوتی ہے اور وہ جانتے ہیں کہ اس کو فراغت نہیں اس کو دس منٹ کے ذکر سے وصول ہو جاتا ہے اور فراغت جس کو عنایت کرتے ہیں اس کو بقدر فراغت ذکر سے وصول ہوتا ہے۔

حقہ مباح ہے

فرمایا۔ حقہ مباح ہے۔ پینے کے بعد اچھی طرح منہ صاف کر لیا جاوے۔

مشائخ کی ضرورت کس لئے ہے

فرمایا مشائخ کی ضرورت اس واسطے ہے کہ اعمال ظاہرہ کے ساتھ اعمال باطنہ کی اصلاح بھی مقصود ہے اور علماء نے اعمال باطنہ کا التزام ترک کر دیا ہے۔ اس واسطے مشائخ کی ضرورت ہوئی۔

اصل مقصود ذکر ہے

فرمایا۔ اصل مقصود ذکر ہے باقی قیود، کہ مربع بیٹھے، اور گردن جھکائے، اور ضرب لگائے۔ یہ مقصود نہیں۔ جس طرح ہو سکے ذکر کرے۔ بعض دفعہ قیود سے نفس

گھبرا جاتا ہے۔ مشوش ہو جاتا ہے۔ اصل کام ذکر ہے وہ کرتا رہے اسی کی برکت سے توجہ اور ہمت بھی ہو جاوے گی۔ قیود کی مصلحت بھی پوری ہو جاوے گی اور حالات کو مقصود نہ سمجھے۔ اصل مقصود اعمال ظاہری اور باطنی پر اخلاص کے ساتھ مداومت کرنا ہے۔

عتاب کرنے سے دل صاف ہو جاتا ہے

فرمایا۔ جس پر عتاب کرتا ہوں اُس سے قلب صاف ہو جاتا ہے پھر اس کا فائدہ اس کو پہنچ جاتا ہے۔ ورنہ دل میں کانٹا سا رہتا ہے۔

تکمیلِ عمل میں کاوش

فرمایا۔ بعض لوگ تکمیل عمل میں اس قدر کاوش کرتے ہیں کہ اصل عمل دشوار ہو جاتا ہے جب تک عمل کامل نہ ہو کرتا نہیں اور کامل ہو نہیں سکتا تو طریق پر شبہ ہوتا ہے کہ ناقص ہے تو کرتا رہے اور آگے چلتا رہے اور ساتھ ساتھ استغفار کرتا رہے۔ چلتا رہے استغفار کرتا رہے۔ چلتا رہے استغفار کرتا رہے۔ چلتا رہے یہی طریق ہے۔ ورنہ تو یہ شخص درپردہ مدعی ہے کہ میں ایسا عمل بھی کر سکتا ہوں جو وہاں قابل پیشی ہے حالانکہ یہ غلط ہے وہاں کے دربار کے قابل کسی کا عمل نہیں۔ اس دربار کی عظمت اس درجہ کی ہے کہ ہر عمل اس کی جانب میں ناقص ہے۔ اپنی طاقت کے موافق کوشش میں لگا رہے تکمیل کی اور شبۂ نقصان پر استغفار کرتا رہے اور عمل کرتا رہے۔

انوار مقصود ہیں

فرمایا۔ انوار مقصود ہیں۔ خواہ وہ صرف لطیفۂ قلب سے ہوں۔ علیحدہ علیحدہ لطائف کی کیا ضرورت ہے؟ مثلاً حواس باطنہ۔ مثلاً حس مشترک خیال حافظہ کے افعال مقصود ہیں۔ اگر سب ایک ہی حس سے حاصل ہو جاویں تو تعدد کی ضرورت نہیں ہے۔

انوار وغیرہ حالات قوت کی دلیل ہیں

فرمایا۔ انوار وغیرہ حالات قوت کی دلیل ہے اور صحت (قلب کی درستی) اور شے ہے وہ بدون اس کے بھی ہو جاتی ہے۔

قہرِ خداوندی کی دلیل

فرمایا۔ اگر فہم نہ ہو اور لکھنا آ جاوے تو قہرِ خداوندی کی دلیل ہے۔

کیفیات کا حصول یکسوئی سے حاصل ہوتا ہے

فرمایا۔ کیفیت کا حصول اصل میں یکسوئی سے ہو جاتا ہے اور یکسوئی عادتاً ذکر سے حاصل ہو جاتی ہے ورنہ ذکر کو کیفیات میں دخل نہیں۔ اس واسطے اشراقین کو جو کافر تھے انوار و کیفیات حاصل ہو جاتے تھے۔

طریق باطن میں تعلیم کے اخفاء کا سبب

فرمایا۔ اس طریق (باطن) کی تعلیم چونکہ پردہ میں ہوتی ہے تو لوگوں کو یہ خیال ہے کہ یہ کوئی علم سینہ بہ سینہ ہے حالانکہ بالکل غلط ہے۔ تعلیم کے اخفا کی وجہ یہ ہے کہ سالک کے حالات کچھ ظاہر کرنے کے مناسب نہیں ہوتے۔ اس واسطے علیحدہ سنتے جاتے ہیں اور کوئی تدبیر علیحدہ بتلا دی جاتی ہے تاکہ دوسرے یہ تدبیر استعمال نہ کریں کیونکہ ہر ایک کے لیے بعض دفعہ علیحدہ علیحدہ تدبیر ہوتی ہے۔ اور بعض دفعہ شیخ کی تسلی کے لئے اپنے حالات اس کے سامنے ذکر کرتا ہے اور اعلان مناسب نہیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی غیرت پھر فیوض کو بند کر دیتی ہے کہ یہ ہمارے راز کو ظاہر کرتا پھرتا ہے۔ بعض دفعہ اظہار سے عُجب پیدا ہوتا ہے وغیر ذلک الامور۔

بدعت کی حقیقت احداث فی الدین ہے

فرمایا۔ بدعت کی حقیقت احداث فی الدین ہے احداث للدین نہیں۔ یا بدعت وہ کہ اس کو دین سمجھا جاوے اور وہ نہ مامور بہ ہو اور نہ مامور بہ کا وسیلہ۔ چنانچہ آجکل مدارس وغیرہ بدعت نہیں کیونکہ یہ مامور بہ کا وسیلہ ہیں۔ بدعت کی حسنہ اور سیئہ کی طرف تقسیم صرف صورت پر بنا کرنے کی وجہ سے ہے جس نے صرف صورت کو دیکھا اُس نے تقسیم کر دی اور مامور بہ خواہ کتنا کم درجہ کا کیوں نہ ہو، وہ اس حیثیت سے وسیلہ سے افضل ہے۔ مثلاً ادخال رجل الایسر فی الخلاء بناء مدرسہ دیوبند سے اس حیثیت سے افضل ہے کہ مامور بہ ہے۔ گو ثواب کے لحاظ سے بناء مدرسہ دیوبند

افضل ہے کیونکہ ہزار ہا مامور بہ پر عمل اور علم کا ذریعہ ہے۔

وعظ میں اختلافی مسائل نہ بیان فرمانا

فرمایا۔ میری عادت ہے کہ وعظ میں اختلافی مسائل اور شورش پیدا کرنے والے مضامین پر بیان نہیں کرتا۔ جن سے دشمنی پیدا ہو۔ جاہلوں کو ہیجان ہو۔ سرکارِ نبوی ؐ سے اور دربار ولایت سے مجھ کو اس کی اجازت بھی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مولود شریف کی تحقیق میں کانپور میں مجلہ صادق الیقین نے مضمون چھاپا تھا۔ اس پر بہت شورش ہوئی۔ اس زمانہ میں ایک شخص نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو یہ خیال کیا کہ کوئی اہم مسئلہ پوچھوں تو یہ دریافت کیا تو حضور ؐ نے فرمایا۔ مولوی اشرف علی صاحب حق پر ہیں۔ یہ اعلان سے فرمایا، پھر کچھ آہستہ فرمایا۔ جس سے میں یہ سمجھا کہ ایسے مضامین کا اعلان عام ضروری نہیں تبلیغ تو ہو چکی ہے فتنہ ہوگا۔ تو مولانا گنگوہی ؒ سے ذکر کیا انہوں نے بھی فرمایا۔

تشبہ بالصوفی بھی نعمت ہے

فرمایا۔ ایک بزرگ نے فرمایا تھا کہ تشبہ بالصوفی بھی نعمت ہے کیونکہ تشبہ میں مقصود اگر غرض فاسد مثلاً جاہ وغیرہ کا حصول ہو تو اس نے اپنے زعم میں مقبولین کی شکل بنائی تو اتنا تو پتہ چلا کہ اس کے نزدیک یہ لوگ مقبول ہیں تب ہی تو ان کی شکل بنائی۔ اس فعل سے اس کے قلب میں ان کی عظمت کا پتہ چلا۔

حضرت حاجی صاحب ؒ کو جن چار مسائل میں شرح صدر حاصل تھا

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحب ؒ نے فرمایا مجھ کو چار مسائل میں شرح صدر ہے۔ حقیقت رُوح، تقدیر، وحدۃ الوجود، مشاجراتِ صحابہؓ۔

احکامِ شرعیہ موضوع لرضاء الحق ہیں

فرمایا۔ احکامِ شرعیہ موضوع لرضاء الحق ہیں۔ گو مصالح ان پر مرتب ہو جاتے ہیں بھلا رضاء حق کے علاوہ کسی اور مصلحت کے تلاش کی ضرورت؟ اس سے بڑھ کر اور کیا مصلحت ہوگی؟ اس کے مقابلہ میں باقی حکمتیں ہیچ ہیں۔

کلب گھر میں جمع ہونا

فرمایا۔ جماعت سے مقصود اگر محض اتفاق ہو تو کلب گھر میں بھی ہو سکتا ہے مزاح کے طور پر فرمایا جہاں سب کلاب جمع ہوتے ہیں

محقق کے کلام میں زور نہیں ہوگا

فرمایا۔ محقق کے کلام میں زور نہیں ہوتا کیونکہ اس کے نزدیک وہ چیز محسوس ہوتی ہے دلیل کی حاجت نہیں ہوتی۔

قرآن پڑھنے والے پر جنون نہیں ہوگا

فرمایا۔ جس کو جنون ہونے کا خطرہ ہو اس کے خیال کو مضبوط بنایا جاوے۔ مثلاً اُس کو کہا جاوے کہ قرآن پڑھو قرآن پڑھنے والے پر جنون نہیں ہوگا۔ تو اس سے خیال میں قوت پیدا ہوگی تو فائدہ ہوگا۔

آدابِ تلاوت کا خلاصہ

فرمایا۔ آدابِ تلاوت تو بہت ہیں مگر میں ایک ہی بیان کرتا ہوں جس میں سب آجاویں وہ یہ کہ یوں خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمائش کی ہے کہ تم پڑھو اور ہم سنتے ہیں۔ تو سنانے کے وقت جیسا سنوار سنوار کے پڑھتا ہے ویسا پڑھے۔ باقی یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ سنانے کے وقت مخلوق کو خوش کرنا ہوتا ہے اور یہ ریا ہے جواب یہ ہے کہ مخلوق کو خوش کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ یہ خیال ہو کہ خوش ہو کر میرے معتقد ہوجاویں گے اور کچھ ان سے یافت ہوجاوے۔ یہ تو ریا ہے۔ دوسرے یہ کہ محض دل خوش کرنے کی غرض سے سنائے۔ سو مسلمان کا جی خوش کرنا خود عبادت ہے تو یہ جائز ہے بلکہ موجب اجر ہے۔ جیسا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضؓ کو حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تمہارا قرآن میں نے سنا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر مجھ کو پتہ ہوتا کہ آپ سُن رہے ہیں تو:

لَحَبَّرْتُہٗ تَحْبِیْرًا یعنی اور سنوار کر پڑھتا

اگر منع اور ریا ہوتا تو حضورؐ منع فرما دیتے اور یہ مجھے مدت کے بعد معلوم ہوا ہے

باقی یہ کہ اللہ میاں نے کہاں فرمائش کی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جابجا فرمایا۔ اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اور حدیث میں ہے کہ مَا اَذِنَ اللّٰہُ لِشَیْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِیٍّ یَتَغَنّٰی بِالْقُرْاٰنِ اور ظاہر ہے کہ کان کا لگانا نبی ہونے کی حیثیت سے نہیں تغنّی بالقرآن کی وجہ سے ہے تو ثابت ہوا کہ اللہ میاں کو بعد فرمائش کے سُنا رہے ہیں۔

دوسرے روز یعنی دس رمضان کو فرمایا کہ ایک بات کل یاد نہ رہی تھی۔ وہ یہ کہ اگر کوئی شبہ کرے کہ پھر جلدی تلاوت نہ ہو سکے گی تو جواب یہ ہے کہ یوں خیال کرے کہ انہوں نے فرمایا ہے جلدی جلدی پڑھو۔

ایک دفعہ احمد بن حنبلؒ نے حق تعالیٰ سے خواب میں استفسار کیا کہ آپ کا قرب کس شے سے زیادہ ہوتا ہے؟ حق تعالیٰ نے جواب ارشاد فرمایا کہ تلاوت قرآن مجید سے۔ اس پر امام احمد بن حنبلؒ نے عرض کیا۔

عن فھم او بلا فھم — سمجھ کر تلاوت کرنے سے یا بغیر سمجھے بھی؟

جواب ملا:

عن فھم او بلا فھم — سمجھ کر یا بغیر سمجھے۔

اس کے بعد ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ اس نے سوال کیا کہ اگر تدبّر سے تلاوت کرتا ہوں تو مقدار میں کمی ہوتی ہے اگر بلا تدبّر کرتا ہوں تو معانی کی طرف خیال نہیں رہتا۔ جواب میں فرمایا کہ دو وقت تلاوت کے مقرر کر لو۔ ایک میں تدبّر سے پڑھو اور دوسرے میں بلا تدبّر فر فر پڑھتے جاؤ۔ فرمایا کہ وہ اس سے بہت خوش ہوئے۔

بڑا بننے کا طریقہ

فرمایا۔ بڑا بننے کا طریقہ یہ ہے کہ چھوٹا بنے۔ پھر خود بخود اس میں اثر ہے کہ بڑا بن جائے گا۔ اس واسطے سلاطین اور مشائخ کی ہزاروں حکایتیں ہیں کہ انہوں نے تواضع اختیار کی اس سے ان کو بڑائی حاصل ہوئی۔ کسی نے اُن کے بڑا ہونے کی حکایت نقل نہیں کی۔ اور فرمایا اس میں ذلت نہیں۔ ذلت کی حقیقت "عرض حاجت" ہے۔ بوجھ اٹھانا اور گاڑھا پہننا وغیرہ ذلت نہیں۔

استغناء اور کبر میں فرق

فرمایا۔ استغناء اور کبر میں فرق ہے۔ کبر تو ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔ اور استغناء کو اختیار کرنا چاہیئے۔ فرمایا۔ غلوّ اچھا نہیں، عُلُوّ (استغناء) اچھا ہے اور خُلُوّ سب سے اچھا ہے۔

اصل کلمات ہیں

فرمایا۔ اصل کلمات ہیں۔ تعویذ اُن کا بدل ہے۔ جیسا حصنِ حصین کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

مدرسہ دیوبند نیچریوں کی اصلاح کے لیے تھا

فرمایا۔ مدرسہ دیوبند کے اختلاف کی نسبت کسی نے بہت عمدہ لطیفہ کہا ہے کہ مدرسہ نیچریوں کی اصلاح کے لیے تھا نہ یہ کہ نیچری مدرسہ کی اصلاح کریں۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا ضابطہ کا جواب

فرمایا۔ حضرت مولانا قاسم صاحبؒ کو نواب کلب علی خاں نے (جب رام پور تشریف لے گئے) بلایا تو مولاناؒ نے جواب دیا کہ میں دیہاتی آدمی ہوں شاہی آداب سے ناواقف ہوں اس واسطے آپ کو تکلیف ہوگی۔ انہوں نے کہا نہیں۔ فرمایا کسی مصاحب وغیرہ کو ہوگی۔ کہا ہم جب خود بلا رہے ہیں۔ بے حد اشتیاق ہے۔ فرمایا کہ اشتیاق تو تم کو ہے اور ملنے کو آؤں میں؟ دعا کرو کہ مجھ کو اشتیاق پیدا ہو جاوے پھر ملاقات کروں گا۔

سفید جھوٹ کا محاورہ سمجھ نہیں آتا

فرمایا۔ جھوٹ تو سیاہ ہوتا ہے۔ خدا جانے اس کے محاورہ کی کیا وجہ ہے کہ یہ "سفید جھوٹ" ہے۔ معاصی تو سب ظلمات ہیں۔

نسبت اور اس کی اقسام

ایک اہل علم نے سوال کیا کہ نسبت کی حقیقت کیا ہے؟ فرمایا نسبت نام "تعلق مع اللہ" کا ہے۔ پھر اس کے دو لازم ہیں کثرت ذکر اور دوام طاعت مگر نسبت دو

قسم کی ہے۔ ایک ضعیف اور دوسری قوی اور راسخ۔ پہلی نسبت تو فُسّاق کو بھی ہے اُن کا بھی حق تعالیٰ سے کچھ تعلق ہوتا ہے۔ دوسری نسبت جو تعلق قوی ہے اس کے دو لازم ہیں ذکرؔ وطاعتؔ۔ کیونکہ جس سے تعلق ہو جاتا ہے اس کی ناراضگی سے پرہیز کیا جاتا ہے جس کا نام طاعت ہے۔

صوفی کی حقیقت

فرمایا۔ صاحب الیواقیت نے لکھا ہے کہ صوفی کی حقیقت عالم باعمل ہے۔

ظلمات کا سبب اور اُس کا اثر

ایک اہل علم نے سوال کیا کہ قلب پر معصیت سے جو سیاہی ہوتی ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ فرمایا، ظلمت اور اس کا اثر ہے طاعت میں بے رغبتی اور معاصی کی رغبت۔ اور اعمال میں نور کا پیدا ہونا۔ اس کے معنی روشنی نہیں بلکہ نور کے معنی ہیں "ظاہر فی نفسہٖ مظہر لغیرہ"، اس کے کئی اقسام ہیں۔ عبادت سے جو نور پیدا ہوتا ہے وہ ذوقی شے ہے جس کا اثر انشراح اور عبادت میں رغبت اور معاصی سے نفرت ہے۔

احقر نے عرض کیا۔ قلب سے مراد شکل صنوبری ہے یا کچھ اور؟ فرمایا صوفیاء کی تحقیق میں قلب ایک اور چیز ہے جو مجرد ہے اور کشف سے انہوں نے نفس کے سوا پانچ چیزیں اور مجرّد مانی ہیں۔ قلبؔ اور روحؔ اور سرؔ اور خفیؔ اور اخفیؔ۔ اور ان کے محل بھی تجویز کیے ہیں۔ اور بعض نے چھ لکھے ہیں۔ نفس جو قوت مادیہ باعث علی الشر" ہے۔ اس کو بھی تغلیباً مجرد مانا ہے اور متکلمین نے مجرد ہونا خواص واجب سے مانا ہے اور صوفیاء نے کہا ہے کہ یہ غلط ہے بلکہ اخص صفات سے صرف واجب الوجود ہے۔ پھر فلاسفہ اس کے قائل ہوئے کہ مجرد قدیم ہے اور صوفیاء نے کہا کہ مجرد سوائے واجب الوجود کے حادث ہیں۔ صوفیاء نے کہا ہے کہ روح مجرد ہے لیکن بدن میں ساری ہے۔ اس کی نسبت بدن کے ساتھ وہی ہے جو جسم تعلیمی کی جسم طبعی کے ساتھ۔ صرف یہ فرق ہے کہ کہ جسم تعلیمی عرض ہے اور روح جوہر۔

احقر نے عرض کیا کہ حدیث: ان فی الجسد لمضغۃ (بدن میں ایک گوشت

کا لوتھڑا ہے) سے تو جسم صنوبری ہی معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا تلبس کی وجہ سے، کہ چونکہ جسم صنوبری محل ہے تلبس کا کہ اس کے ساتھ قلب مجرد کا قوی تعلق ہے اس لیے اس کو فرمادیا ورنہ سیاہی اور رین معاصی کی وجہ سے قلب مجرد پر ہوتا ہے۔

حضرت ابوطالب کا نام لیتے وقت زبان پر لفظ حضرت آنا

فرمایا۔ میری زبان پر حضرت ابوطالب کا نام بلالفظ حضرت کے نہیں آتا۔ اُس تلبس کی وجہ سے، جو اُن کو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے میں گفتگو بہت خطرناک ہے۔ کیونکہ ایک حدیث میں ہے:۔

لا تسبوا الاموات فتوذوا الاحیاء ٭ مُردوں کو بُرامت کہو کہ اس سے زندوں کو اذیت پہنچاؤ۔

اور ظاہر ہے کہ کسی کے والدین کو یہ کہنا کہ بدمعاش کافر تھے اس سے اولاد کو طبعی رنج ہوتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس قاعدہ سے رنج ہوتا ہوگا اور قرآن شریف کی اس آیت:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ۔ (الآیۃ) بیشک جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو اُن پر اللہ لعنت فرماتا ہے۔

سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے میں گفتگو باعث لعنت ہے۔

قرآن شریف میں لَعَلَّ کا لفظ آنے کا سبب

فرمایا۔ مولانا محمد یعقوب صاحب رح نے فرمایا تھا کہ لفظ "لَعَلَّ" جہاں کہیں قرآن شریف میں آیا ہے وہ اس واسطے آیا ہے کہ قرآن شریف ہمارے محاورہ کے مطابق نازل ہوا ہے جس جگہ انسان لَعَلَّ بولتا ہے اسی جگہ اللہ تعالیٰ نے بولا ہے۔ کیونکہ ترتب مسببات کا اسباب پر تین قسم کا ہے۔ ایک قطعی کُلّی جیسا احراق[1] علی النار۔ دوسرا اکثری جیسا ترتب

---

[1] جلانا آگ کا

شفا کا دواپر۔ تیسرا اتفاقی۔ اور لعل انسان کے کلام میں وہاں آتا ہے جہاں ترتب اکثری ہو۔ قطع نظر اس سے کہ متکلم کو عواقب کا علم ہوا ور یہی قطع نظر ارتفاع موانع اور وجود شرائط سے ہو اور صرف ذات سبب کو دیکھا جائے ورنہ یہاں قطعی کلی ہو جاویگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے لفظ مشکل کشا کے استعمال سے بچنا چاہیئے

فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جو مشکل کشا کہا جاتا ہے اس کے معنی "اشکال علمی کو حل کرنے والا" ہیں نہ یہ کہ تکوینی مشکلات کو دُور کرنے والے۔ لیکن پھر بھی لفظ مبہم ہے اس سے بچنا چاہیئے۔

کفار کو عذاب ابدی کا سبب

فرمایا۔ خواجہ عزیز الحسن صاحبؒ نے سوال کیا کہ کفار کے لیے عذاب ابدی اور رحمتِ حق کو جب خیال کریں تو سمجھ میں نہیں آتا۔ اس وقت (جواب) قلب میں یہ آیا کہ استبعاد انفعال سے پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً انسان جب اپنے دشمن کو سزا دیتا ہے اور اُس کی حالتِ زار کو دیکھ کر رحم آتا ہے یہ انفعال ہے اور حق تعالیٰ انفعالات سے پاک ہیں۔ اور ان کا عذاب اور قہر ارادی اور اختیاری ہے۔ دوسرے یہ خود اپنے ہاتھوں جہنم میں گرا۔

احقر سے ایک دفعہ اس کے جواب میں فرمایا تھا کہ خلاف رحم تب ہوتا جب پہلے اطلاع نہ فرماتے۔ دوسرے وہاں سزا معذّب کی طاقت کے مطابق ہوگی۔ تیسرے وہاں قویٰ بھی کچھ مضبوط عنایت فرمائیں گے اور فرمایا ایسے علوم میں زیادہ غور مناسب نہیں کیونکہ یہ ارادہ اور علمِ واجب کے متعلق ہے اور چونکہ ارادہ اور علم واجب کے صفات ہیں اُن کا ادراک محال ہے۔ اسی واسطے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مسائل کی تحقیق سے منع فرمایا ہے نہ اِن سے قربِ حق حاصل ہوتا ہے۔ بلکہ قرب ان مسائل میں ترکِ فہم سے ہوتا ہے کہ ہمارے رو کنے سے رُک گیا۔ جن مسائل کی تحقیق سے منع فرمایا وہ سارے ایسے ہی ہیں۔ قرآن کا طرز حاکمانہ ہے حکیمانہ بہت کم ہے۔ شیطان سے فرمایا اُخْرُجْ (نکل جا) اور اس کے مقدمات کا جواب نہیں دیا۔ معلوم ہوا کہ یہی مفید ہے۔

تصوّف کا خلاصہ

فرمایا، تصوّف کا خلاصہ تحصیل اور تسہیل دو امر ہیں۔ تحصیل امور شرعیہ کی تو واجب ہے اور یہ اصلی مقصود ہے اور تسہیل یہ مجاہدہ سے حاصل ہوتی ہے تو اصل مقصود پیری مریدی پر موقوف نہیں چونکہ تسہیل مجاہدہ سے ہے تو مجاہدہ کے بعض طرق کی تجویز شیخ کرتا ہے اور بعض امراض کی تشخیص شیخ کا کام ہے۔

تصوّف بگڑنے پر حالات

فرمایا، تصوّف جب بگڑتا ہے تو یا جنون ہو جاتا ہے یا زندقہ۔ جتنی زیادہ لطیف چیز بگڑے اتنی ہی زیادہ خراب ہو جاتی ہے۔

دعویٰ کمالات مانع توجہ شیخ ہیں

فرمایا۔ دعویٰ کمالات مانع توجہِ شیخ ہے نہ کہ جالبِ توجہ۔ یہ اس پر فرمایا کہ بعض لوگ خطوط میں اپنے کمالات ظاہر کرتے ہیں۔ مثلاً عربی میں لکھنا۔ تو اس پر فرمایا کہ " دعویٰ مانع ہے نہ جالب۔"

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے فقہی کمالات

فرمایا۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ جمعہ کی نماز ہندوستان میں جائز ہے؟ فرمایا، جیسے جمعرات کی جائز ہے۔ کسی نے شاہ صاحبؒ سے سوال کیا کہ فاحشہ کی نماز جنازہ جائز ہے؟ فرمایا جیسے اس کے یاروں کی جائز ہے

اقباب بنانے کی علّت

فرمایا۔ قِباب (جمع قُبّہ) کے جواز میں بعض کا قول "قیل" سے نقل کیا ہے۔ وجہ شاید یہ ہو کہ احکام معلّل ہیں، ممانعت قباب کی علت اور ہو اور جواز کی علت شاید اظہارِ احترام اور شوکتِ اسلام ہو۔ شاید اس بنا پر کسی نے فتویٰ دیا ہو۔ اس سے زیادہ ملامت نہ کرنا چاہیئے۔

مولود سے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا ارشاد

فرمایا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے مولود کے بارے میں دریافت کیا

کیا گیا تو فرمایا نہ اتنا بُرا ہے جتنا لوگ کہتے ہیں نہ اتنا اچھا ہے جیسے بعض کہتے ہیں۔

علی گڑھ میں مولود کرنا کیسا ہے

فرمایا۔ علی گڑھ میں مولود ہوتا ہے۔ ایک مولوی صاحب نے بہت عمدہ وجہ بیان کی کہ صاحب یہ تمہارے لئے بدعت ہوگا اُن کے لیے ضروری ہے کیونکہ اس بہانہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اُن کے کان میں پڑجاتے ہیں ورنہ بالکل کورے رہیں گے۔

فرمایا۔ قاضی تراب صاحب اور مفتی سعد اللہ صاحب کی ملاقات ہوئی۔ قاضی تراب صاحب مولود کے قائل تھے اور مفتی صاحب مانع۔ قاضی تراب صاحب نے کہا ابھی تک مولود کا انکار ہی ہے۔ مفتی صاحب نے کہا ابھی تک اصرار ہی ہے؟ قاضی صاحب نے کہا واللہ! ہم محبت کی وجہ سے کرتے ہیں۔ مفتی صاحب نے کہا واللہ! ہم متابعت کی وجہ سے منع کرتے ہیں۔ قاضی صاحب نے کہا واللہ! نیت دونوں کی درست ہے۔

ذبحِ حیوان ابقاءِ رحم کے لیے مقرر کیا گیا

فرمایا، میں تو کہتا ہوں کہ ذبح حیوان ابقاءِ رحم[1] کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ کیونکہ ذبح کے وقت رحم کو حرکت ہوتی ہے۔ اسی واسطے گوشت کھانے والے اور ذبح کرنے والے میں رحم بہ نسبت منکرین ذبح کے بہت ہے۔ اسی واسطے مسلمان میں رحم زیادہ ہے۔ ہندوؤں میں نہیں۔ ہندو انسان کو ذبح کر دیتے ہیں رحم نہیں آتا۔ ہندو بھی اس کے قائل ہیں اور طبی قاعدہ ہے کہ جس مادہ کو حرکت دی جائے اور اس سے کام لیا جاتا رہے وہ باقی رہتا ہے۔ تو ذبح میں ابقاءِ رحم ہوگا اور ترکِ ذبح میں افناءِ رحم ہوگا۔

---

[1] یعنی اسلام میں قربانی وغیرہ میں جو جانوروں کا ذبح کرنا ضروری کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے تاکہ انسان میں رحم اور شفقت کا مادہ باقی رہے ۱۲

امور طبعیہ سے مسرت معصیت نہیں

فرمایا۔ امور طبعیہ سے مسرت معصیت نہیں۔ مثلاً نکاح ثانی کے ترک سے مسرت داڑھی منڈانے سے مسرت وغیرہ۔ یہ کفر نہ ہوگا۔ رشوت کا مال ملنے سے طبعاً مسرت ہوتی ہے اور یہ طبعی ہے عقیدہ میں اس کا قبح ہوتا ہے۔

خلیفہ قریش سے ہوتا ہے

فرمایا۔ خلیفہ قریش سے ہوتا ہے ورنہ سلطان ہوتا ہے۔ اطاعت اس کی بھی ضروری ہوتی ہے مگر نصب خلیفہ کے لیے قدرت شرط ہے۔ اور وہ اس وقت نہیں ہے۔ اسی واسطے گناہ نہیں۔ اور عالَم اس وقت خلیفہ سے خالی ہے۔ بعض نے جو لکھا ہے کہ خلیفہ غیر قریش بھی ہو سکتا ہے یہ نص کے خلاف ہے۔ الائمۃ من القریش) نیز حضرات انصارؓ پر جب یہ پیش ہوا تو انہوں نے مان لیا تو پھر گویا صحابہؓ کا اجماع ہو گیا کہ خلیفہ قریش سے ہوگا۔ باقی جن لوگوں کے قبضہ میں سلطنتیں ہیں وہ اگر قریش کو اہل جان کر مقرر نہ کریں خلیفہ نہ بنائیں تو مجرم ہونگے۔

بعض دفعہ حق بات کہنے سے نقصان ہوتا ہے

فرمایا۔ تبلیغ، اگر معلوم ہو کہ اس شخص کو حق بات نہیں پہنچی اور میرے پہنچانے سے ایسا ضرر بھی نہ ہوگا جس کو میں برداشت نہیں کر سکتا تو واجب ہے ورنہ نہیں۔ جہاں قدرت ہو وہاں بتلوائے

من رای منکم منکرا الخ جو شخص تم سے میں کوئی بات خلاف شرع دیکھے تو اس کو روک دے الخ

وہاں واجب ہوگا دوسری جگہ نہیں۔ بعض دفعہ کہنے سے یہ نقصان ہوتا ہے کہ وہ شخص شریعت کو گالیاں بکنے لگتا ہے۔

یہ عقیدہ رہے تو بھی غنیمت ہے

فرمایا۔ میں تو فتنۂ ارتداد کے بعد یہی کہتا ہوں کہ نماز روزہ بھی نہ کریں تو صرف اتنا کہتے رہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ یہ عقیدہ رہے تو بھی غنیمت ہے۔ آخر مرحل کر جنت میں پہنچ ہی جائیں گے۔

صوفیاء میں انتظام کی شان نہیں

فرمایا۔ صوفیاء میں انتظام کی شان نہیں۔ اس واسطے وہ جتنا جائز ہوتا ہے کر گذرتے ہیں۔ اور فقہاء میں انتظام کی شان ہے اس واسطے بعض مباح اور مندوب کو جن سے مفاسد کا خطرہ ہو منع کر دیتے ہیں۔ اسی واسطے فقہاء نے سماع کو علی الاطلاق منع کہا اور محدثین کچھ آلات وغیرہ کی قیود سے منع کرتے ہیں اور صوفیاء مطلقاً جائز کہتے ہیں۔

ادب کی حقیقت

فرمایا۔ ادب کی حقیقت ہے "راحت رسانی" جس میں تکلیف ہو وہ ادب نہیں۔ اسی واسطے حضرات صحابہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے تکلف تھے۔

تبرکات پر قبضہ کیوں ناجائز ہے

فرمایا۔ آج کل تبرکات میں چونکہ تقسیم وارث جاری نہیں۔ اس واسطے ان پر ایک کا قبضہ رکھنا جائز نہیں۔ فرمایا۔ سندھ میں پیر جھنڈا صاحب نے وصیت کی تھی اپنے متعلقین کو کہ تھانہ بھون سے فتویٰ منگا یا کرو۔ فرمایا ان کے پاس تبرکات بھی ہیں۔ میں نے ان کو لکھ دیا تھا کہ ان میں چونکہ شرعاً ارث جاری ہے اور بوجہ منقول غیر معتاد الوقف ہونے کے ان کا وقف جائز نہیں۔ اس واسطے اس کو تقسیم یا ہبہ وغیرہ کرایا جاوے۔ پھر کوئی جواب نہیں آیا۔

حقائق میں افراط، تفریط

فرمایا۔ حقائق میں افراط و تفریط ہو گئی ہے۔ ادب میں تکلف کرتے ہیں اور ترکِ ادب میں گستاخی۔ گویا بین بین حد ہے ہی نہیں۔

بچوں کا میلان مقبول ہونے کی علامت ہے

فرمایا۔ میں جب گھر جاتا ہوں تو محلے کے سب بچے آجاتے ہیں۔ ایک ایک چپت لگاتا ہوں دروازہ تک ساتھ جاتے ہیں اور دروازہ پر پہنچا کر پھر واپس آتے ہیں۔ فرمایا۔ ایک شخص نے کہا تھا کہ بچوں کا میلان یہ مقبول ہونے کی علامت

ہے۔ کیونکہ ان کا قلب نورانی ہوتا ہے۔ فرمایا۔ اس سے ہم کو بھی کچھ طمع ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ رحم فرمائیں گے۔

حضرت حکیم الامتؒ کی ایک سی حالت

فرمایا۔ میری ایک ہی حالت ہے کبھی اس کو لوگ تواضع کہتے ہیں اور کبھی اس کو تکبر۔ نہ وہ تواضع ہے نہ تکبر۔

کلمہ شریفہ یا اسم ذات سے تلاوت کامل ہوتی ہے

فرمایا۔ مشائخ جو صرف کلمۂ شریفہ یا اسم ذات بتلاتے ہیں اس سے مقصود صرف یکسوئی پیدا کرنا ہوتا ہے اور تلاوت سے یکسوئی پیدا نہیں ہوتی۔ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ تلاوت افضل ہے اور صوفیاء نے اس کی تعلیم نہیں دی۔ یہ غلط اعتراض ہے۔ کیونکہ تعلیم کلمہ، یہ تلاوت کا مقدمہ ہے۔ تلاوت اس سے کامل ہوتی ہے۔ یہ ایسا ہے جیسا نماز کے لیے وضو وغیرہ شرائط ہیں۔

علم کے نافع و مضر ہونے کی مثال

ایک اہلِ علم کے خلاف احکام شرعیہ افعال کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ علم پڑھ کر بھی جس میں خشیت نہ پیدا ہو اس سے وہ جاہل اچھا جس میں خشیت ہو علم کی مثال نافع و مضر ہونے میں تلوار کی دھار کی سی ہے۔ اس سے دوست بھی کٹتا ہے اور دشمن بھی کٹتا ہے۔ اگر تلوار چلانے والا ماہر فن نہ ہو تو کبھی اُس سے اپنے ہی کو نقصان پہنچ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اس طرح کہ مارا ہاتھ دشمن کے اور وہ خالی گیا اور لوٹ کر اپنے ہی پر پڑ گیا۔ اسی طرح علم بڑی ہی نازک چیز ہے۔ اس میں امن بھی ہے اور خوف بھی۔ گو غالب امن ہی ہے مگر حُسنِ استعمال کی ضرورت ہے۔ اسی کو دیکھ لیجئے کہ جتنے گمراہ فرقے بنے ہیں یہ لکھے پڑھے اور تعلیم یافتہ ہی لوگوں کی بدولت بنے ہیں۔ کسی جاہل نے بھی کوئی فرقہ بنایا ہے اور جاہل کا معتقد ہی کون ہونے لگا۔ اب اسی غلام احمد قادیانی کو دیکھ لیجئے جس نے پہلے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر محدّث ہونے کا۔ پھر مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر کرشن ہونے کا

دعویٰ کیا پھر نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر پھیر پھار کے لفظوں میں خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر خود خدا ہونے کا دعویٰ کیا۔ کبھی عورت بنا۔ پھر اس کو حمل قرار پایا۔ کیا اس کو ہذیان نہ کہیں گے؟ مگر لوگ ہیں کہ معتقد ہیں۔ خصوص انگریزی خواں ان لوگوں کے یہاں کسی چیز کا معیارِ قبولیت صرف یہ ہے کہ وہ چیز نئی ہو، چاہے کتنی ہی بعید از عقل ہو مگر ہو نئی اس کو قبول کر لیتے ہیں۔ اور کوئی بات کتنی ہی قریب از عقل ہو مگر ہو پرانی اس کو قبول نہیں کریں گے۔

دعا قبول نہ ہونے کے باوجود زبان پر شکایت اور رضا کے خلاف الفاظ نہ آئیں

فرمایا۔ مولوی عاشق الٰہی صاحب نے ایک دفعہ سوال کیا کہ دعا افضل ہے یا تفویض؟ میں نے کہا دعا۔ کیونکہ سنت کے مطابق ہے۔ اس کے بعد کہا کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ترکِ دعا افضل ہے کیونکہ اس میں تفویض ہے اور یہ اعلیٰ مرتبہ ہے۔ میں نے کہا کہ دعا افضل ہے اور تفویض کے منافی نہیں۔ دعا میں بلکہ عین دعا کے وقت تفویض موجود ہے کیونکہ عقیدہ میں یہ ہے کہ اگر دُعا قبول نہ ہوئی اور اس کے خلاف ہوا، تو اس پر شکایت نہ ہوگی اور رضا ہوگی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ دعا عزم کے ساتھ نہ کرے بلکہ دعائیں تو ضرور عزم اور الحاح اور بدون تشفیق کے ہو مگر خلاف ہونے کی صورت میں بھی رضا ہو اور شکایت نہ ہو۔

حضرت حکیم الامت رح کے ارشاد سے مولانا عاشق الٰہی صاحب رح کو تسلی

فرمایا۔ مولوی عاشق الٰہی صاحب رح نے ایک دفعہ اپنی ایک باطنی حالت کی نسبت سوال کیا۔ میں نے جواب دیا انہوں نے کہا کہ اس سے تسلی نہیں ہوئی۔ میں نے کہا کہ مجھ کو مقصود اپنی تسلی ہے اور وہ حاصل ہے تمہاری تسلی مقصود نہیں۔ طبیب کو اپنی تسلی ہونی چاہیے، مریض کی تسلی اس کے اختیار میں نہیں اور نہ مقصود ہے اور نہ مضر ہے۔ فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ اب اس سے تسلی ہو گئی۔

مباشرت اسباب کی صورت میں تقدس کے شبہ سے نجات ہے

فرمایا۔ اس وقت تو اسباب کی مباشرت ضروری ہے۔ کیونکہ ترکِ اسباب سے شبہ ہوتا ہے تقدس کا اور مباشرتِ اسباب کی صورت میں اس سے نجات ہے۔

دکانِ معرفت اور اقطاب ثلاثہ

فرمایا۔ تھانہ بھون میں جس وقت حضرت حاجی صاحبؒ، حافظ ضامن صاحبؒ اور مولانا شیخ محمد صاحبؒ تھے بعض لوگ اُن کو "اقطاب ثلاثہ" کہتے تھے اور خانقاہ کو "دکانِ معرفت" کہتے تھے۔

کرامت کا درجہ

فرمایا۔ کرامت کا درجہ ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے سے کم ہے۔ کیونکہ اس میں قرب ہے اور کرامت میں کوئی قرب نہیں۔

ہر وقت کے حقوق

فرمایا۔ "اکمال الشیم" میں جو یہ لکھا ہے کہ ہر وقت کے حقوق ہیں اور وہ دوسرے وقت ادا نہیں ہوتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے وقت میں دوسرے وقت کے حقوق ہیں۔ باقی قلق نہ کرے کیونکہ غایت یہ ہوگی کہ اس سے سمجھے گا کہ میں ناقص ہوں۔ تو کامل کب ہو سکتا ہے؟ ناقص ہی رہے گا۔ اور یہ وہ حقوق ہیں جن کی تحصیل فرض نہیں ورنہ قضا ہوں گے۔

مرحوم غیر مرحوم کی دستگیری کرے گا

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحبؒ کا طرز یہ تھا کہ کسی کو بیعت سے انکار نہ کرتے تھے، سوا ایک صورت کے کہ پہلے کسی کا مرید ہو۔ پھر نہ کرتے تھے۔ طریق کا ادب کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس وسعت میں وجہ یہ ہے کہ ایک مسلمان سے تعلق ہو جاتا ہے اور قیامت میں بہت سارے لوگوں سے یہ فائدہ ہے کہ ان میں جو مرحوم ہوگا وہ غیر مرحوم کی دست گیری کرے گا۔ اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ عَلٰی غَضَبِیْ۔ (بلاشبہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے) سُبْحَانَ اللّٰہ!

نفس اور شیطان کے گناہ میں فرق

فرمایا۔ نفس اور شیطان کے گناہ میں فرق یہ ہے کہ اگر بار بار ایک گناہ کا تقاضا ہو تو یہ نفس کی طرف سے ہے۔ اگر ایک دفعہ ایک گناہ کا تقاضا ہوا اور پھر دوسرے گناہ کا تو یہ شیطان کی طرف سے تقاضا ہوگا۔ کیونکہ شیطان کو مقصود صرف کوئی گناہ کرانا ہے۔ شیطان کو حظ نہیں ہوتا اور نفس کو حظ ہوتا ہے۔ نفس مہیّج ہے اور شیطان صرف مشورہ دیتا ہے جیسا دَعَوۡتُکُمۡ سے پتہ چلتا ہے اور شیطان کا تسلّط اہل اصلاح پر نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ارشاد ہے :

اِنَّہٗ لَیۡسَ لَہٗ سُلۡطَانٌ عَلَی	بے شک شیطان کا ان لوگوں پر کوئی تسلط
الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَلٰی رَبِّہِمۡ	نہیں جو ایمان لائے اور اپنے پروردگار
یَتَوَکَّلُوۡنَ ۝	پر توکل کرتے ہیں۔

یہ آیت کا ٹکڑا ہے "اٰمَنُوۡا" سے مراد عقائد کی اصلاح اور "یَتَوَکَّلُوۡنَ" سے مراد اعمال کی اصلاح ہے۔ اصل داعی نفس ہی ہوتا ہے اس نے شیطان کو بھی گمراہ کیا۔ یہ مہیّج ہے اور شیطان مشیر اور داعی الی الشر ہے۔

خالی ذکر سے کچھ نہیں ہوتا

فرمایا۔ علاج کلیات سے ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ معاصی میں نفس کا تقاضا ہوتا ہے علاج یہ کہ اُس تقاضہ پر عمل نہ کرے اور ہمت کرے پھر سب درست ہو جائے گا ورنہ فرداً فرداً ہر جزو کا علاج کہاں تک کرے گا اور یہی مجاہدہ ہے اور ذکر اس میں معیّن ہوتا ہے۔ کیونکہ ذکر سے اللہ تعالیٰ کا قُرب ہوتا ہے تو حق تعالیٰ دستگیری فرماتے ہیں تو سہولت ہو جاتی ہے۔ خالی ذکر سے کچھ نہیں ہوتا۔ اسی واسطے میں کہتا ہوں کہ دو چیزیں ضروری ہیں۔ اتباع اور اطلاع۔

شکر ایک دفعہ کا کیا ہوا ہمیشہ رہتا ہے

فرمایا۔ شکر ایک دفعہ کا کیا ہوا ہمیشہ رہتا ہے جب تک اس کا مصادم نہ پایا جاوے۔ اسی طرح ایمان پہلا ہی باقی ہے ذہول سے زائل نہیں ہوتا جب تک مصادم

---

[1] یعنی قرآن مجید میں ہے کہ شیطان کہے گا کہ میں نے صرف تم لوگوں کو دعوت اور ترغیب دی تھی جس کو تم لوگوں نے قبول کر لیا ۱۲

نہ پایا جاوے۔ جیسے گھر سے چلنے کے وقت مسجد کا ارادہ کیا۔ اب ہر قدم پر نئے ارادہ کی ضرورت نہیں۔ پہلا ارادہ کافی ہے جب تک کوئی مصادم نہ پایا جاوے اس واسطے ذاکر کو سونے کے وقت ذاکر کہیں گے۔ کیونکہ ارادہ ذکر ہی کا تھا وہ ذاکر ہی ہے۔

مرض کی غشی میں عقدِ انامل

فرمایا۔ ایک شخص مرض کی غشی میں عقدِ انامل[۱] کر رہا تھا۔ کسی نے کہا کہ وہ پہلی عادت کی وجہ سے کر رہا ہے۔ ایک بچے نے جواب دیا کہ عادت کی وجہ سے اگر کرتا تو منہ کی طرف ہاتھ لاکر کھانے کی شکل بناتا۔ کیونکہ وہ زیادہ پرانی عادت ہے۔

قصیدہ غوثیہ کا بہت اہتمام

فرمایا۔ لوگ قصیدہ غوثیہ کا بہت اہتمام کرتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ حضرت پیر صاحب کا ہے بھی یا نہیں؟ عبارت بھی کچھ ایسی ہی ہے اور مضمون بھی۔

شاہ سلیمان پھلواری کا لاہور کے جلسہ میں وعظ

فرمایا۔ شاہ سلیمان صاحب پھلواری نے لاہور کے جلسہ میں کہا (سود کے بارہ میں جھگڑا تھا اور میرا خط جا چکا تھا کہ آؤں گا) کہ اب اُن کے آنے پر ایمانداری کا فیصلہ ہو جائے گا۔

میرے صرف دو کام ہیں

فرمایا۔ کسی عورت نے نکاح کا مشورہ پوچھا۔ فرمایا میرے دو کام ہیں۔ ایک مسائل جو یاد ہوں اور کوئی پوچھے تو بتلا دینا۔ دوسرا دعا۔ تیسرے کام کا نہیں۔ مجھے مشورہ کی عادت نہیں کئی وجوہ سے۔ اوّل یہ کہ مناسبت نہیں اگر کوئی مجبور کرے تو اس کو کہہ دیتا ہوں کہ دونوں شقوں کے مفاد و مفاسد ظاہر کرو۔ پھر شرطیہ کے طور پر کہہ دیتا ہوں کہ اگر یہ صورت ہے تو اسی شق کو ترجیح ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آخر میں کام کو مشیر کی طرف منسوب کر کے بدنام کرتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ مشورہ کو حکم سمجھتے ہیں۔ اپنی رائے کو

---

[۱] انگلیوں پر گننا ۱۲

چھوڑ دیتے ہیں۔

ایک شخص نے کہا کہ عورت کو خاوند کے مال میں تصرف کی اجازت ہے؟
فرمایا نہیں۔ بلکہ نسائی کی روایت میں تو "ما" کا لفظ ہے جس سے بعض نے اضافت کو حقیقی سمجھ کر عورت کو اپنے مال میں تصرف کی اجازت نہیں دی۔ کیونکہ عورت ناقصات العقل میں سے ہے۔

اصحابِ کہف کے اعمال پوچھو

ایک شخص نے خط میں لکھا کہ اصحاب کہف کے اسماء کیا ہیں؟ فرمایا کہ اصحاب کہف کے اعمال پوچھو تاکہ تم بھی اصحاب کہف کی طرح ہو جاؤ۔

المسلم من سلم المسلمون کا کچھ خیال نہیں

فرمایا۔ اس کا تو فکر ہی نہیں کہ ہم سے کسی کو اذیت ہوگی "المسلم من سلم المسلمون"[1] کا کچھ خیال نہیں۔

لوگ اعمال کا اہتمام کریں

فرمایا۔ میں جو سخت مشہور رہوں تو وجہ یہ ہے کہ میری غرض صرف یہ ہوتی ہے کہ لوگ اعمال کا اہتمام کریں۔ وہ بھی وہ جو اصلاح کرانا چاہتے ہیں باوجود میری داروگیر کے بھی اہتمام نہیں۔

عتاب کے وقت بھی اصلاح کا خیال

فرمایا۔ میں عتاب کے وقت بھی اصلاح کا خیال رکھتا ہوں اور مصلح کا پتہ بتلا دیتا ہوں کہ کسی مسلمان کا نقصان نہ ہو

اگر کسی کا صوم فرض رہ جائے

فرمایا۔ درمختار میں ہے کہ اگر کسی کا صوم فرض رہ گیا ہو اور فرض کو شوال میں ادا کرے تو شوال کے چھ روزے بطریق تداخل ادا ہو جائیں گے۔ فرمایا یہ جزئیہ بالکل غلط ہے۔ تداخل اس جگہ ہوتا ہے جہاں دونوں امر سے مقصود ایک ہو جیسے تحیۃ المسجد مقصود مسجد کا حق ادا کرنا ہے۔ مسجد میں پہنچنے کے وقت کچھ نماز ادا کرتا۔ اگر کوئی شخص

---

[1] یہ حدیث کا ٹکڑا ہے یعنی مسلمان وہ ہے کہ اس سے کسی مسلمان کو ایذا نہ پہنچے ۱۲

آتے ہی سنت میں مشغول ہوگیا۔ تحیۃ المسجد کی غرض پوری ہوگئی۔ یہاں تداخل ہو جائے گا اور ستّہ شوال میں تو غرض اور ہے۔ حدیث میں یہ وارد ہے کہ جو شخص چھ روزے شوال کے رکھ لے تو "کَاَنَّمَا صَامَ الدَّھْرَ کُلَّہٗ" (یعنی گویا اس نے سارے سال کے روزے رکھ لئے) اور یہ تب پورے ہوں گے جب ۳۶ کا عدد پورا ہوا اور عدد تب پورا ہوتا جب تداخل نہ ہوتا۔ اگر کسی اور واجب کو شوال میں ادا کرے تو پھر شاید تداخل ہو سکے۔ اگر کوئی اور امر مانع نہ ہو کیونکہ اس صورت میں غرض پوری ہو سکتی ہے۔ کسی نے کہا کہ پھر تو جزئیات فقہ میں یہ احتمال رہے گا۔ فرمایا اگر کسی اور جزئی میں بھی ہم کو معلوم ہوا کہ حدیث صریح منصوص کے خلاف ہے تو چھوڑ دیں گے اور یہ تقلید کے خلاف نہیں۔ آخر بعض موقعہ پر امام صاحب کے اقوال کو چھوڑا گیا ہے۔ ہاں جس جگہ حدیث میں وجوہ متعدد ہوں وہاں جس وجہ پر امام صاحب نے عمل کیا اُسی پر عمل کریں گے۔ اور جہاں حدیث میں وجوہ متعدد بھی نہ ہوں جیسا کہ اس جگہ تو پھر دین کی سلامتی اسی میں ہے کہ حدیث پر عمل کرے۔ اگر خود امام صاحب ہوتے اُس وقت اُن سے دریافت کرتے وہ بھی یہی فرماتے تو گویا اس میں بھی امام صاحب کی اطاعت ہوئی۔ اگر اس سے کوئی شخص غیر مقلد بنے تو یہ بہرحال کافر بننے سے بہتر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ترک کرنا عقیدۃً کفر ہے اور غیر مقلدیت کفر نہیں۔ اور کفر سے غیر مقلدیت اہون ہے اور غیر مقلد ہو کر اگر کوئی سب وشتم کرے تو وہ اپنے فعل کا خود ذمہ دار ہے ہم نہیں۔ اور فرمایا جو میں نے کہا یہ استنباط نہیں۔ یہ تو صریح حدیث کا مدلول ہے۔ استنباط بمعنی احکام حلال وحرام۔ یہ اجتہاد ہے اور یہ اس زمانہ میں مفقود ہے اور اب بھی صاحبِ ذوق اپنے ذوق سے کسی جگہ حدیث کے مضمون کو کسی فقہی جزئی پر ترجیح دے تو وہ ماخوذ نہیں۔

اصل مقصود تحصیل اعمال ہے

فرمایا۔ آیت مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ وَتَثْبِیْتًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ الخ (جو لوگ اپنے مال اللہ کی رضا چاہنے کو خرچ کرتے ہیں)

سے تسہیل ثابت ہے کہ اصل مقصود تحصیل اعمال ہے اور تسہیل بھی کبھی فرما دیتے ہیں یہ مقصود نہیں کیونکہ تسہیل کا مقدمہ بھی تحصیل ہے اور غایت بھی تحصیل تو تحصیل مقصود ہوئی۔ اسی واسطے عالم ارواح سے عالم ناسوت میں آنا ہوا کیونکہ تحصیل کی بدولت ترقی ہوتی ہے۔ مگر دنیا یہ چاہتی ہے کہ کرنا کچھ نہ ہو۔ تو یہ واقعی صفت اختیار کو باطل کرتا ہے جو اس عالم میں آنے کی مصلحت ہے یہی مراد ہے۔ انا عرضنا الامانۃ سے اختیار ہے اور بعض نے کہا محبت ہے۔ بعض نے کہا عشق ہے۔ اختیار یا عقل کامل یہ تو راجح ہے۔ زمین بھی عبادت کرتی ہے اور آسمان بھی۔ جیسے کہ لفظ طائعین سے معلوم ہوتا ہے "طوع" اختیار سے ہوتا ہے اور عقل جانوروں میں بھی ہے مگر کم۔ جیسے ہُدہُد کا قصہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں ہے۔ تسہیل کی تلاش میں عقل کامل مع اختیار کو باطل کرنا ہے۔ ہاں! اگر وہاں سے تسہیل عنایت ہو تو انعام ہے ورنہ تسہیل کے خیال میں نہ رہے۔

دو قسم کے پھول

وعظ میں فرمایا۔ جیسے بعض جگہ پھول دو ہوتے ہیں۔ اوّل ایک ہوتا ہے پھر وہ گر جاتا ہے۔ باغبان اگر ناواقف ہو تو وہ غم کرتا ہے۔ مگر ماہر جانتا ہے کہ اصلی پھول دوسرا ہے۔ وہ پھر آئے گا اور اُس کے ساتھ پھل آئے گا۔ اسی طرح صبح دو ہیں ایک صادق اور ایک کاذب۔ اسی طرح احوال بھی دو قسم ہیں ایک ناقص اور ایک کامل۔ پہلے احوال ایک دفعہ کم ہو جاتے ہیں پھر دوسرے اس کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ وہ راسخ ہوتے ہیں۔ اسی کو فرماتے ہیں ؏

بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

امور شاقہ میں تصوّر عادی ہے

وعظ میں فرمایا۔ تصوّرِ غایت معقولین کے نزدیک تو عقل ہے مگر میرے نزدیک یہ عادی ہے اور وہ بھی امور شاقہ میں ورنہ بہت دفعہ مثلاً گھنٹے گذر جاتے ہیں بکواس میں۔ اور اس سے پہلے کوئی غایت تصور میں نہیں ہوتی۔

متاخرین کا ایمان اعجب ہے

وعظ میں فرمایا۔ متاخرین کا ایمان اعجب ہے اکمل نہیں۔ اکمل صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے۔ جیسے علم کے ساتھ انسان کا جو اصل میں عامی موصوف اعجب ہے۔ حق تعالیٰ کا عالم ہونا اعجب نہیں گو اکمل ہے۔

محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب

فرمایا۔ محلہ کی مسجد میں نماز کا پچیس ۲۵ نماز کا ثواب ہے اور جامع مسجد میں پانچ ۵۰۰ سو کا۔ مگر فقہاء نے لکھا ہے کہ پچیس ۲۵ کیف میں پانچ سو ۵۰۰ سے افضل ہیں۔ اسی طرح تقدیم زکوٰۃ علی الرمضان ثواب میں تو کم ہوگا مگر کیف میں زیادہ ہوگا۔

عقاید کا اثر اعمال پر پڑتا ہے

وعظ میں فرمایا کہ عقائد کا اثر اعمال پر پڑتا ہے جیسے کہ مسئلہ توحید۔ ایک محقق نے اس اثر کو ظاہر ہی کر دیا ہے

موحّد چہ پائے ریزی زرش — چہ فولادِ ہندی نہی بر سرش
امید و ہراساں نباشد زکس — ہمیں است بنیاد توحید بس

اور آیت تقدیر " لکی لا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اٰتاکم " کوئی عامل مقدر رہا اور وہ ایسا ہو کہ ما قبل سے مناسب بھی ہو۔ وہ میرے خیال میں اخبیث ہے۔ تو تقدیر کے عقیدہ پر اثر ہوا کہ غم ہلکا ہو گیا۔ اسی طرح ہر عقیدہ کا عمل پر اثر پڑتا ہے۔

طلبِ رسید پر منی آرڈر واپس فرمانا

فرمایا۔ رنگون سے ایک خط آیا ہے۔ لکھا ہے کہ ایک سو پچیس روپیہ مدرسہ کے لئے ارسال کئے ہیں۔ اس کی رسید اگر نہ آئی تو آئندہ سال سے بند کر دیا جائے گا۔ فرمایا واپس کروں گا اور وجہ یہ لکھوں گا کہ ہم نے تم سے کب مطالبہ کیا تھا۔ یہ وہ کرے جو مطالبہ کرے ہم اسی سال سے بند کرتے ہیں تم تو دوسرے سال کا بند کرنا چاہتے ہو۔

پانی پت کے ایک صاحب کی مدرسہ خانقاہ میں چندہ دینے کی نیت

فرمایا۔ پانی پت کے قریب ایک جگہ ہے وہاں کے ایک رہنے والے نے پندرہ روپیہ مدرسہ کے لئے پیش کئے مجھے کچھ وہم ہوا اور مجھے وہم بلاوجہ نہیں ہوتا۔ قرائن سے اور بعض دفعہ دل میں کھٹک پیدا ہو جاتی ہے۔ میں نے اُس سے کہا کہ پانی پت قریب ہے اس میں بھی مدارس ہیں اور قرب کا حق زیادہ ہوتا ہے وہاں کیوں نہیں دیتے۔ کہا یہاں جی چاہتا ہے۔ میں نے یہ خیال کیا کہ اس میں ریا ہے۔ یہ خیال میں ہوگا کہ پیر بھی راضی ہو جائے اور اللہ میاں بھی۔ میں نے کہا کہ رات کو سوچو۔ صبح کو آکر کہا کہ واقعی میری نیت خراب تھی۔ اب میں تو یہ کر چکا ہوں میں نے کہا کہ اب لاؤ۔

عرض حاجت میں ذلت ہے

فرمایا۔ اہل علم میں استغناء ہونا چاہیئے۔ عرض حاجت میں ذلت ہے۔ پھٹے پُرانے کپڑوں میں ذلت نہیں اور استغناء میں دین کا اعزاز ہے اگر یہ نیت ہو تو ثواب بھی ہوگا۔ دنیاداروں کے پاس نہ جائے۔ غریب کے پاس جانے میں ذلت نہیں ہوتی۔

نواب ڈھاکہ کا احباب حضرت حکیم الامتؒ کو دعوت میں شرکت کا اصرار

فرمایا۔ میں جب ڈھاکہ گیا تو وہاں بنگال کے لوگ ملاقات کو آئے۔ میں نے لوگوں سے کہا کہ کھانا بازار سے کھانا۔ نواب صاحب کو پتہ چلا تو کہا اُن کا کھانا بھی یہیں ہوگا۔ میں نے کہا کہ وہ میرے احباب ہیں طفیلی نہیں۔ آپ خود اُن کی دعوت کریں وہ اگر منظور کریں تو اُن کی مرضی۔ پھر نواب صاحب نے ایک ایک جگہ پر تحقیق کر کے دعوت کی۔ وہ میرے ساتھ وہی کھانا کھاتے جو میں کھاتا۔ میں نے کہا کہ ملاحظہ فرمایا۔ عزت اس میں ہے یا اس میں کہ طفیلی ہو کر شامل ہوتے۔ اس میں اُن کا اعزاز تھا۔

سادات حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تابع ہیں

فرمایا۔ طب میں یہ تحقیق ہوئی کہ بچہ والدہ کی منی سے ہوتا ہے۔ والدہ کی منی

کا انعقاد والد کی منی سے ہوتا ہے تو والد کی منی مصلح ہے اور یہ قواعدِ شرعیہ کے خلاف بھی نہیں بلکہ موافق ہے۔ مثلاً سادات حضرات فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تابع ہیں اس لحاظ اور اس طرح سے اَمَۃ (یعنی لونڈی) کی اولاد اس کے تابع ہوئی۔ ام ولد میں۔ دوسری جہت مذکور کا خلاف اصل لحاظ تربیت کے لیے ہے اس واسطے مذکر کے تابع ہے۔ اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام سے عیسیٰ علیہ السلام۔ اور اُن کی منی کا انعقاد و نفخ جبرئیل علیہ السلام سے ہوا۔

الشیخ فی قومہ کا مفہوم

فرمایا۔ الشیطان شیخ من لا شیخ لہ کے معنی یہ ہیں من لا متبوع لہ یہ کسی کا قول ہے حدیث نہیں ہے اور ایک حدیث ہے وہ یہ ہے الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ۔ یہاں شیخ سے مراد معمر ہے اور مراد یہ ہے کہ اس کا اعزاز کرو جیسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز ہوتا ہے پیر کے معنی میں نہیں۔ یہ تخریج عراقی للاحادیث کی ہے۔

مردہ کو قبر پر جانے سے ادراک ہونا

فرمایا۔ اہل کشف متفق ہیں کہ مردہ کو ادراک ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ کشفی اور ظنی ہے اہل ظاہر اس میں اختلاف کرتے ہیں۔ سیوطیؒ نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص اپنی والدہ کی قبر پر جاکر قرآن پڑھا کرتا تھا۔ تو والدہ نے خواب میں کہا کہ پہلے تھوڑی دیر چپکے بیٹھ جایا کرو۔ وجہ یہ ہے کہ تو آتے ہی قرآن شریف پڑھنے لگتا ہے۔ اس قدر انوار ہوتے ہیں کہ تو اُن میں چھپ جاتا ہے اور میں تیرا چہرہ بھی نہیں دیکھ سکتی۔ ترستی رہتی ہوں۔

افادہ اہل قبور کا ثبوت

فرمایا۔ میں نے افادۂ اہل قبور کو اس حدیث سے بھی ثابت کیا ہے کہ ایک صحابی نے بیان کیا کہ میں نے ایک قبر کے اندر سے سورۂ ملک کی آواز سُنی۔ قرآن شریف کا سُننا یہ فائدہ ہے۔ مولانا گنگوہیؒ کو ایک شخص نے خواب میں

دیکھا انہوں نے دو باتیں فرمائیں. ایک یہ کہ مجھ کو مرنے کے بعد خلافت ملی۔ فرمایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تصرف کا اذن ملا۔ بعض بزرگوں کو مرنے کے بعد ملتا ہے۔ ایک صاحب نے دریافت کیا کہ وہ کس قسم کا تصرف ہوتا ہے۔ فرمایا اُس سے کسی کیفیت باطنیہ کا حصول یا اس میں ترقی۔ احقر نے عرض کیا کہ اس کا ادراک زندہ کو ہوتا ہے۔ فرمایا ہاں! مثلاً قبر پر جانے سے فوراً شوق میں ترقی ہوئی۔ ذوق میں ترقی ہوئی۔ تو یہ ترقی اُس کی توجہ کا اثر ہے۔ کسی نے کہا کیا گھر بیٹھے ہی یہ فائدہ ہو سکتا ہے فرمایا نہیں۔ قبر کے ساتھ مُردہ کو خاص تعلق ہوتا ہے۔

فرمایا۔ قبر پر پڑھنے سے مُردہ کو اُنس ہوتا ہے۔

آسیب کبھی غصہ اور کبھی شہوت سے ہوتا ہے

فرمایا۔ آسیب کبھی غضب سے ہوتا ہے۔ جن غصہ ہو جاتے ہیں اور کبھی شہوت سے۔ بعض عورتوں نے بیان کیا کہ تمتع کا ارادہ کیا۔

بیس تراویح کا ثبوت پوچھنے والے سے سوال

ایک شخص نے خط لکھا تھا کہ بیس تراویح کا کیا ثبوت ہے۔ جواب میں فرمایا کہ کیا مجتہدین پر اعتبار نہیں۔ فرمایا اگر دوبارہ اس شخص نے لکھا کہ نہیں تو یا یہ جواب دوں گا کہ پھر مجھ پر کیسے اعتبار کیا اور ابو حنیفہؒ کو چھوڑا یا یہ لکھوں گا کہ اپنے کسی معتقد فیہ مولوی سے دریافت کر لو۔

زیارتِ قبور کے لئے کیا قصد کرے

قبور کی زیارت کا قصد اس واسطے کرے کہ موت یاد آتی ہے اور مُردوں کو دعا سے فائدہ پہنچے گا۔

حضرت امام اعظمؒ نے احادیث مختلفہ میں ترجیح ذوق سے دی

فرمایا۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ احادیث مختلفہ میں ایک حدیث کو ذوق سے اصل قرار دیتے ہیں یہ ذوق اجتہاد ہے اور باقی احادیث اس کی طرف راجع کرتے ہیں یا عوارض پر محمول کرتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے حضرات بھی

ذوق سے ترجیح دیتے ہیں۔ ایک حدیث کو اصل قرار دیتے ہیں اور جہاں حنفیہ کی حدیث ضعیف ہو تو وہاں بھی کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ یہ کہا جائے گا کہ مجتہد نے جس حدیث سے تمسک کیا ہے وہ ممکن ہے کہ اور سند اور قوی ہو کیونکہ مجتہد کا تمسک نشانی ہے قوت حدیث کی۔ اور راوی میں اگر اختلاف ہو تو یہ کہا جاوے گا کہ جو امام توثیق کرتا ہے اس نے شرعی قاعدہ سے کام لیا کہ حسن ظن کرو۔ اور حدیث جس میں وہ مختلف فیہ ہوں کوئی احتمال ہمارے خلاف ہو تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ عقیدہ یہ ہے کہ دوسرے کا مذہب بھی احتمال صواب کا رکھتا ہے۔ مجھ سے اگر کوئی طالبعلم سوال کرتا تھا کہ اس حدیث میں دوسرا احتمال بھی ہو سکتا ہے تو میں کہہ دیتا ہوں کیا ہوا یہ مضر نہیں کیونکہ عقیدہ یہی ہے۔

اہل نجوم کا کام

فرمایا: جلالین نے بروج کی تفسیر میں یہ غضب کیا کہ بروج کے معنی وہ ہیں جو اہل ہیئت کرتے ہیں۔ پھر مزید برآں نجوم کو بھی داخل کیا، کیونکہ کواکب کو داخل ماننا یہ اہل نجوم کا کام ہے۔

حضرت گنج مراد آبادیؒ مجذوب تھے

فرمایا حضرت شاہ فضل صاحب صاحبؒ مجذوب تھے اور بہت استغراق تھا۔ کم کم افاقہ ہوتا تھا۔ ایسے بزرگوں سے نفع کم ہوتا ہے۔

طریق سے مناسبت کے بعد مطالعہ صحبت

فرمایا۔ اگر طریق (تصوف سلوک) سے مناسبت ہو اور تالیف جو میں نے لکھ دی ہیں دیکھتا رہے اور کبھی کبھی پاس بیٹھا رہے، کافی ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے کلام میں تعاقب نہیں

فرمایا۔ ایک ہندو یہاں آیا اُس کا گرو بھی ساتھ تھا۔ اس نے کہا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ میں نے کہا کہ ہے اُس نے کہا کہ اللہ کے جوارح میں زبان بھی ہوگی۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ اُس نے کہا کہ پھر کلام بلا لسان کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے کہا کہ یہ مقدمہ

غلط ہے کہ کلام بلا زبان نہیں ہوسکتا اور قیاس الغائب علی الشاہد ہے۔ دیکھئے انسان تو کلام کرتا ہے بواسطہ لسان اور لسان بالذات متکلم ہے۔ اسی طرح انسان تو دیکھتا ہے آنکھ سے اور آنکھ بالذات رائی ہے۔ علی ہذا القیاس کان اور ناک۔ تو اسی طرح اللہ تعالیٰ بالذات متکلم ہیں وہاں لسان کی ضرورت نہیں۔ احقر جامع عرض کرتا ہے کہ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں تعاقب نہیں۔ تعاقب اس کلام میں ہوتا ہے جو لسان سے ہو۔ ممکن ہے کہ یہ الفاظ بھی حق تعالیٰ کے ہوں اور ان میں حدوث اور تعاقب نہ ہو۔

ترکِ تقلید بے برکتی کی چیز ہے

فرمایا۔ ترکِ تقلید پر مواخذہ تو قیامت میں نہ ہوگا مگر بے برکتی کی چیز ضرور ہے۔ اس واسطے ترکِ تقلید قابلِ ترک ہے۔

اہلِ خدمت میں مجذوب بھی ہوتے ہیں

فرمایا۔ اہلِ خدمت میں مجذوب بھی ہوتے ہیں توجہ اور ہمت سے کام کرتے ہیں سلف کی اصطلاح میں اُن کا اور نام تھا۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے ایکدفعہ دہلی کی ظاہری حکومت کے انتظام کو دیکھ کر فرمایا کہ اہل خدمت ڈھیلے ہیں پھر کچھ دن گذرے تو خوب انتظام ہوگیا۔ فرمایا کہ اب اہلِ خدمت بدل گئے۔ پہلے ایک کنجڑے کا پتہ فرمایا۔ پھر فرمایا کہ اب ایک سقا ہے۔ پھر اُن کے حالات کا ذکر فرمایا۔

تصوّف کے رؤس ثمانیہ پوچھنے والے کو ارشاد

ایک مولوی صاحب نے تصوّف کے رؤس ثمانیہ دریافت کئے فرمایا کہ اس کا طریق یہ ہے کہ میرے پاس آکر کچھ دن رہو۔ پھر معلوم ہو جائے گا۔ پھر فرمایا اس قسم کے اگر کوئی سوال کرتا ہے تو میں کہہ دیتا ہوں کہ یہاں فن کا انتظام نہیں اگر علاج کرانا ہے تو حکیم سے دریافت کرنے کی اجازت نہیں جو ہم کہہ دیں کرتے جاؤ پھر شعر پڑھا ؎

حرفِ درویشاں بدزدد مردِ دوں تا کہ خواند بر سلیمے زآں فسوں

تخلیہ مقدم ہے یا تحلیہ

ایک شخص بوتل میں پانی لایا۔ وہ بھری ہوئی تھی۔ فرمایا اس کو کچھ خالی کر کے لاؤ۔ پھونک کہاں جاوے گی۔ پھر فرمایا صوفیاء میں اختلاف ہے۔ آیا تخلیہ مقدم ہے یا تحلیہ۔ بوتل سے دونوں کے استدلال ہو سکتے ہیں۔ مثلاً اگر بوتل میں ہوا بھرنی ہے تو بدون اخراج ماء کے ممکن نہیں اسی طرح اگر ہوا خارج کرنی چاہیں تو بدون ادخالِ ماء کے ممکن نہیں ہے اور فرمایا اب تو متاخرین نے دونوں کو ساتھ ساتھ کر دیا ہے۔

طریق باطن کی حقیقت

فرمایا۔ کشف سے طریق باطن کو کیا دخل ہے۔ طریق باطن کی حقیقت تو یہ ہے کہ اعمال باطنیہ کی تحصیل و تکمیل کرے۔ اہل کشف سے تائید ہو جاتی ہے۔

طاعون میں مکان چھوڑنا کیسا ہے

فرمایا۔ طاعون میں مکان چھوڑ کر باہر زمین میں جاوے تو اعتقاد کو دیکھ لے۔

فرار من الطاعون میں مولانا ظفر احمد صاحب کی عمدہ تحریر ہے

فرمایا۔ فرار من الطاعون میں مولوی ظفر احمد صاحب نے بہت عمدہ تحقیق لکھی ہے اس کا نام میں نے رکھا ہے

صوفیا کی مخلص تدابیرات

فرمایا۔ صوفیاء نے بعض تدبیرات ہنود سے اخذ کی ہیں جیسے حبسِ دم۔ یہ علاج ہے اور اخذ اس کا کفار سے جائز ہے۔ جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی تدبیر خندق، فارس کے کفار کی تدبیر تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لے لی۔

مجلس قیام مولود میں شیخ مجلس کی رعایت کرنے کا مفہوم

فرمایا۔ مجلسِ قیام مولود میں شیخ مجلس کی رعایت کرے۔" یہ ہے وہ جواب جو حضرت مولانا محمد اسحاق صاحبؒ نے ایک شخص کے دریافت کرنے پر ارشاد فرمایا کہ مولود شریف میں قیام کیسا ہے؟ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ جواب مجمل ہے۔ اس کی شرح حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی تحریر سے معلوم ہوئی کہ قیام حرکتِ وجدیہ

ہے اور اس حالت میں اہل فن کا اتفاق ہے کہ یہ بسط سے ہوتی ہے تو اگر اسوقت صاحب حال کے موافقت نہ کریں تو بسط میں فرق آتا ہے اور بعض دفعہ مانا نقصان ہوتا ہے کہ نوبت ہلاک ہونے تک پہنچ جاتی ہے۔ اس واسطے اس کی موافقت کرنی چاہیئے۔ شاہ محمد اسحاق صاحبؒ کا مطلب یہ ہوا کہ شیخ مجلس اگر واقعی صاحبِ وجد ہے تو اُس کی موافقت کرے ورنہ نہیں یہ مطلب ہوا شیخ مجلس کو دیکھنے کا۔

اعلاء السنن کے جلد شائع ہونے کی فکر: فرمایا تراویح میں مولوی ظفر صاحبؒ نے بہت عمدہ لکھی ہے مگر مجھ کو سب سے زیادہ اس کا خیال ہے کہ اعلاء السنن چھپ جاوے پھر کچھ نکاسی ہو یا نہ ہو۔ آخر کسی کے کان تک تو پہنچے گی۔

سرسید کے بارے میں شاہ غلام علی صاحبؒ کا قول: فرمایا شاہ غلام علی صاحبؒ سرسید کی نسبت جب یہ پیدا ہوئے اور اُن کے والد اُن کو ان کی خدمت میں لے گئے۔ فرمایا کہ یہ بہت لوگوں کو گمراہ کرے گا۔

مرزا قادیانی کی براہین احمدیہ کے متعلق خبر: مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے مرزا قادیانی کی براہین احمدیہ کو دیکھ کر فرمایا کہ طرز سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت جلد لوگوں کو گمراہ کرے گا۔

اخلاق نہ دارد نہ کہ اخلاق داند

فرمایا۔ بو علی سینا کسی بزرگ کی ملاقات کو گیا۔ کچھ تقریر کی جس میں اپنا عالم ہونا ظاہر کیا۔ بزرگ نے بعد میں کہا کہ اخلاق نہ دارد۔ شیخ ابو علی سینا کو خبر پہنچی تو ایک کتاب اخلاق میں تصنیف کی۔ بزرگ نے کتاب دیکھ کر ایک جملہ میں سب کو رد کر دیا۔ فرمایا من نگفتم کہ اخلاق نداند، بلکہ گفتم کہ اخلاق نہ دارد۔

تراویح پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت حکمی تھی

فرمایا۔ تراویح پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت حکمی تھی۔ کیونکہ اگر مانع نہ نہ ہوتا تو مواظبت کا حکم ہوتا یہ بھی مواظبت ہے۔

ابلیس کا سجدہ نہ کرنا حضرت آدم علیہ السلام کا کمال ہے

فرمایا۔ ایک بزرگ نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ملائکہ کا سجدہ کرنا جیسا کمال ہے اسی طرح ابلیس کا سجدہ نہ کرنا یہ بھی حضرت آدم علیہ السلام کا کمال ہے۔

اگر سجدہ کرتا تو اہل کمال کو شبہ ہوتا کہ کچھ مناسبت ہے تو اس وجہ سے شیطان نے سجدہ کیا۔ اب سجدہ نہ کرنے کی صورت میں پتہ چلا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کے درمیان کوئی مناسبت نہیں۔ بقول الجنس یمیل الی الجنس۔

خلوت اور جلوت سے متعلق ارشاد مولانا رومؒ

فرمایا۔ حضرت مولانا رومیؒ نے ایک عجیب بات لکھی ہے کہ جو لوگ خلوت کو جلوت پر ترجیح دیتے ہیں۔ اُن کو جواب دیا کہ ترجیح دینی تمہاری یہ جلوت ہی سے ہوئی ہے تو پھر خلوت کو کس طرح علی الاطلاق جلوت پر ترجیح دیتے ہو۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تعلیم کیسے ہوئی

فرمایا۔ آدم علیہ السلام کی تعلیم تعلم پر اعتراض ہے نہایت مہمل ہے وہ یہ ہے کہ کس طرح تعلیم ہوئی کیونکہ تعلیم کے لئے پہلے کچھ الفاظ ہوں گے۔ فرمایا بالکل مہمل ہے کیونکہ بچوں کو روزمرّہ جس طرح تعلیم دیتے ہیں، اسی طرح اُن کو تعلیم ہوئی۔

بِرّ عمر کو زیادہ کرتی ہے

فرمایا۔ ابن قیم نے اس کا نہایت عمدہ جواب دیا کہ بِرّ عمر کو زیادہ کرتی ہے۔ اس پر یہ شبہ ہے کہ تقدیر میں عمر مقرر ہے پھر زیادہ کیسے ہوئی جواب یہ دیا۔ سب اعمال کا یہی حال ہے۔ رزق مقرر ہے مگر پھر بھی اسباب کرتے ہیں۔ ایسا ہی حال بِرّ کا ہے۔

وعظ کس کو کہنا مناسب ہے

وہ وعظ کہے جس کی کتابیں ختم ہو چکی ہوں۔ ایک تو مسائل صحیح بیان کرے گا۔ دوسرا اگر پہلے وعظ کہنے لگا تو تحصیل علوم سے رُکے گا۔ دوسرے سلوک میں بھی مشغول نہ ہو۔ شاغل سلوک کو بھی مضر ہوگا۔

تعطل کی دو قسمیں

ایک شخص نے کہا کہ اگر جہنم کا عذاب منقطع ہو جائے تو صفاتِ باری کا تعطل لازم آئے گا۔ فرمایا نہیں۔ عذاب جہنم کا اگرچہ ابدی ہے اور نصوص اس میں قابلِ تاویل نہیں اس کا منکر کافر ہوگا۔ مگر انقطاع کی تقدیر سے تعطل لازم نہیں۔ کیونکہ تعطل دو قسم

ہے۔ ایک قسم یہ ہے کہ ارادہ کرے کام کا اور کام نہ کر سکے گویا مشین بے کار ہوگئی۔ یہ تعطل عیب ہے۔ یہ واجب کی صفات میں ممکن ہی نہیں۔ دوسرے صفات کا تعلق حوادث سے نہیں ہوا۔ کسی مصلحت سے یہ جائز ہے ورنہ قدمِ عالم لازم آئیگا۔

تجدّدِ امثال کا مسئلہ کشفی ہے

فرمایا۔ تجدد امثال کا مسئلہ کشفی ہے۔ صوفیاء کرام کو ایسا مکشوف ہوا کہ ہر آن میں جواہر اور اعراض فانی اور پیدا ہوتی ہیں۔ اس کو بعض نے استدلال بنانے کی کوشش کی ہے اور متکلمین میں سے بعض نے جو تجددِ امثال میں جوہر اور عرض کا فرق بیان کیا ہے، وہ بہت مہمل ہے کیونکہ قیام العرض بالعرض۔ مثلاً قیام البقا بالعرض کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں۔ اس واسطے صوفیاء کے نزدیک تجدد امثالِ جواہر واعراض دونوں میں مساوی ہے۔ بعض نے اُس پر (تجدد امثال پر) یہ دلیل بیان کی ہے کہ صفتِ امانت واحیاء دونوں کا تعلق ضروری حوادث سے ہے ورنہ تعطل لازم آئے گا اور دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ احیاء چاہتا ہے عدم کو اور امانت چاہتا ہے وجود کو۔ اس واسطے ہر وقت کائنات کا عدم وراس کے بعد وجود ہوتا رہتا ہے اور یہ بنا ہے تعطل کی حقیقت نہ سمجھنے پر، جیسا پہلے عراض نا ہے۔

پانی پر دم فرمانا

ایک شخص نے کہا کہ کسی عضو میں درد ہے تعویذ دے دو۔ فرمایا دوا یا پانی پر دم کر دوں گا۔ وہ اصل ہے اندر جائے گا۔

"خود یاد رکھنا" ماموں صاحبؒ کا قول

فرمایا۔ میں نے ماموں صاحب سے عرض کیا تھا کہ یاد رکھنا۔ فرمایا۔ میری یاد سے کیا ہوگا۔ تم خود یاد رکھنا۔

عملیات میں خیال کا اثر ہوتا ہے

فرمایا۔ عملیات میں خیال کا اثر ہوتا ہے اور کلمات وغیرہ سے یہ خیال مضبوط ہو جاتا ہے کہ اب ضرور اثر ہوگا۔ گو عامل کو اس کا پتہ بھی نہ ہو۔

سائیں توکل شاہ صاحبؒ کا اللہ کا نام لیتے ہی زبان میٹھی ہونا

فرمایا۔ میں حضرت مولانا رفیع الدین صاحبؒ مہتمم مدرسہ دیوبند کے ہمراہ سائیں توکل شاہ صاحب کے پاس گیا فرماتے تھے کہ جب اللہ کا نام لیتا ہوں تو زبان میٹھی ہو جاتی ہے۔

کیا افطاری میز کرسی پر جائز ہے؟

ایک شخص نے کہا کہ افطاری میز کرسی پر جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا اس کی حرمت کے فتوے میں تامل ہے کیونکہ اب میز پر کھانا مشہور ہو گیا ہے اور شہرت کی وجہ سے تشبہ سے نکل جائے گا مگر پورا مشہور نہیں ہوا۔ کچھ اس نقشہ سے کھٹک دل میں رہتی ہے۔ جب لوگوں کے دل میں کھٹک نہ رہے گی پھر تشبہ سے نکل کر جائز ہو گا۔

ہدیہ میں تکلف عدم مناسبت کی نشانی ہے۔

فرمایا۔ جو ہدیہ پیش کرنا چاہے۔ بہتر یہ ہے کہ وہاں کی دو چار چیزیں لکھ دے اور جو مقدار ہدیہ پیش کرنا چاہتا ہو وہ بھی لکھ دے پھر میں تعین کروں گا اس میں راحت ہوتی ہے تکلف نہ چاہیئے۔ یہ نشانی ہے عدم مناسبت کی۔ اذا جاءت الالفۃ رفعت الکلفۃ۔

بعض لوگ صرف برکت کے ارادے سے آتے ہیں

فرمایا۔ بعض لوگ صرف برکت کے مقصد سے آتے ہیں۔ دریافت کچھ نہیں کرتے اور نہ کچھ سمجھنے کا خیال کرتے ہیں۔

احضارِ قلب کی ضد غفلت ہے

فرمایا۔ احضار قلب کی ضد غفلت ہے اغفال نہیں۔ بس ترکِ قصد احضار بھی غفلت ہے اور اخلاص و احضارِ قلب یہ احسان کے اجزاء ہیں یا شرائط ہیں

محقق کون ہے

فرمایا۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ محقق تب ہوتا ہے کہ صوفی بھی ہو، محدّث بھی ہو اور فقیہہ بھی ہو۔

"متاب از عشق رو گرچہ مجازیست" کا مفہوم

فرمایا۔ "متاب از عشق رو گرچہ مجازیست" کا یہ معنی نہیں کہ اس کے مقتضیٰ پر بھی عمل کرے بلکہ اس سے آگے عشق حقیقی کی طرف جاوے۔ بہت امراض باطنیہ خصوصاً تکبر اس سے زائل ہو جاتا ہے

حضرت حاجی صاحبؒ کو اہل وطن کا ادراک

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں مکہ مکرمہ میں ہرن کا چمڑہ بطور ہدیہ پیش کیا گیا تو فرمایا اس سے وطن کی خوشبو آتی ہے۔ اور اسی طرح ایک آدمی تھانہ بھون کا اُن کی مجلس میں حاضر ہوا اور اخیر کی صف میں بیٹھ گیا کہ جب فراغت ہو گی تو سلام کروں گا۔ فرمایا کہ تھانہ بھون کے آدمی کی خوشبو آتی ہے۔

اکثر ناموں میں مناسبت ہوتی ہے

فرمایا ایک شخص مسجد میں نماز پڑھنے آیا۔ امام محمدؒ اور امام شافعیؒ نے اس میں اختلاف کیا۔ ایک نے فرمایا کہ یہ لوہار ہے۔ دوسرے نے فرمایا کہ بڑھئی ہے۔ وہ شخص نماز سے فارغ ہو کر جب جانے لگے تو اس کو بلا کر دریافت فرمایا کہ تم کیا کام کرتے ہو؟ اُس نے کہا کہ میں پہلے بڑھئی تھا، اب لوہار ہوں۔ فرمایا بعض شخص شکل دیکھ کر نام بتلا دیتے ہیں کہ اس کا یہ نام ہو گا۔ فرمایا میں بھی تو یہ سمجھ لیتا ہوں کہ اس شخص کے نام اور اس کے درمیان میں مناسبت ہے۔ بہت کم نام ایسے ہوتے ہیں کہ اُن میں مناسبت نہیں ہوتی۔ اکثروں کے درمیان مناسبت ہوتی ہے۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ الفاظ کو سُن کر فرما دیتے تھے کہ اس کا یہ معنی ہو گا۔ حروف کے خواص اُن پر منکشف ہو جاتے تھے۔ اُن کے کچھ خواص ہیں

نمازی اور غیر نمازی کے قارورہ میں فرق

فرمایا۔ حکیم محمد مصطفیٰ صاحب فرماتے تھے کہ نمازی اور غیر نمازی کے قارورہ میں فرق ہوتا ہے۔ اس میں نور ہوتا ہے۔ بے نمازی کے قارورہ میں وہ نور نہیں ہوتا۔ فرمایا میں نے کہا نجاست میں نور کیا ہو گا۔ شاہ لطف الرسول نے فوراً فرمایا اللّٰھم اجعل

فی دمی نوراً۔ دم میں نور ہے حالانکہ دم نجس ہے۔ فرمایا میں نے کہا کہ معلوم بھی ہے۔ دم جب اپنی جگہ مستقر ہو تو وہ طاہر ہے۔ فقہ سے کام لیا۔ پھر فرمایا کہ اصل نور تو قلب میں ہوتا ہے اور اعضاء میں بوجہ تلبس اور انبساط کے ہو جاتا ہے اور وہ نور یہ ہے کہ جس سے عبادت میں انشراح، بسط، ذوق، حلاوت، خشوع وغیرہ اشیاء پیدا ہوں۔ نور کی حقیقت یہ ہے کہ ظاہر بنفسہٖ مظہر لغیرہٖ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات شریفہ پاک تھے: فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات شریفہ پاک تھے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ اُن میں کچھ نور ہوتا ہے۔

مدرسہ کے چندہ سے مہمان کو کھانا کھلانا جائز نہیں

فرمایا۔ مدرسہ میں جو چندہ آتا ہے اس میں سے مہمان کو کھانا کھلانا جائز نہیں۔ دینے والوں کی غرض طلبا کو دینے کی ہوتی ہے اور مہتمم صرف امین اور وکیل ہوتا ہے مالک نہیں ہوتا۔ احقر نے عرض کیا کہ کیا چندہ سے ثلث یا ربع لے کر چندہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا نہیں۔ احقر نے کہا کہ حدیث سرایا سے بعض لوگوں نے تمسک کیا ہے۔ فرمایا لاحول ولا قوۃ۔ اُجرت کو غیر اجرت پر قیاس کیا۔ وہاں تو امیر عامہ کو لشکر کی طرف حق تقسیم ہے اور مال مباح ہے اور یہاں قفیز طحان کے علاوہ یہ فساد موجود ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس کو چندہ دہندگان جائز بھی نہیں رکھتے۔ تیسرا یہ کہ اہل علم سے دریافت بھی کرلے۔

بیعت میں عجلت مناسب نہیں

فرمایا۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو آئے اس کو بیعت کر لیا جائے کسی اور بدعتی کے پاس نہ پھنسے گا۔ فرمایا میں نے تو اپنے اس فعل سے اُس کو پھنسنے سے روکا ہے کہ یہ کام سوچ کر کرنا چاہیے جلدی نہ کرے۔ اگر وہ کسی ایک جگہ بھی پھنس گیا۔ تو پچاس بچیں گے کہ بھائی جلدی کرنا اچھا نہیں۔ تو یہ فعل تو اصل علت ہے بدعتیوں کے پاس سے دور ہونے کا نہ کہ اُن کے پاس جانے کا۔ اور دوسرے یہ کہ ہم سبب بھی تو نہیں۔ وہ خود مباشر ہے فعل کا۔

اُمراء کی اصلاح کا طریق: امراء کی اصلاح کا یہ طریق ہے کہ اُن سے ذرا استغناء کرے۔ اگر اُن کو

لگے لپٹے. تو وہ ذلیل سمجھ کر نفرت کریں گے۔ میں نے نواب ڈھاکہ سے ایک شرط لگائی تھی کہ کچھ ہدیہ پیش نہ کرنا. اس سے اتنے معتقد ہوئے کہ بارہا بیعت کی درخواست کی. میں نے منظور نہیں کیا۔ اور جو غرض بیعت کی تھی وہ اُن کو حاصل تھی پھر جب میرا ذکر آتا تھا اُن کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے اور کہتے تھے کہ صحابہ کا نمونہ کسی کو دیکھنا ہو تو فلاں شخص کو دیکھ لے. یہ سب ایک تھوڑے سے استغناء کی برکت تھی۔

غربا کا دل اصلی فطرت کے مطابق ہوتا ہے

وعظ میں فرمایا کہ غربا کو صدقہ و فطر دے کر غریب کو غنی کرو۔ وہ صرف صدقہ فطر سے غنی ہو جاتا ہے اس کا دل اصلی فطرت کے مطابق ہوتا ہے. صرف ایک یا دو وقت کے کھانے سے مطمئن ہو جاتا ہے جیسے حدیث میں ہے مَنْ اَصْبَحَ معافاً فی جسدہٖ امنا فی سِرْبِہٖ عندہ قوتُ یومِہٖ کانما حیزت الدنیا بحذافیرھا. غنی کے پاس دس سال کا موجود ہو پھر خیال ہوتا ہے کہ گیارھویں سال کا بھی ہو۔

ہر شبہ کا جواب نہیں دینا چاہیئے

فرمایا۔ ہر شبہ کا جواب نہیں دینا چاہیئے بعض شبہ کا جواب دینا مضر ہوتا ہے. قرآن مجید کو دیکھئے شیطان نے استدلال پیش کیا نہ سجدہ کرنے پر انا خیر منہ خلقتنی من نار۔ اور ایک مقدمہ سطوی ہے کہ النار افضل من الطین۔ اللہ تعالیٰ نے کسی مقدمہ پہ جرح نہیں فرمائی جواب یہ دیا۔ اُخْرُجْ حالانکہ ہم طالب علم جواب دے سکتے ہیں کہ سب مقدمات غلط ہیں۔ پہلے یہ ثابت کرو کہ نار بہتر ہے. دوسرے یہ کہ ترکیب سے خاصیت بدل جاتی ہے. تیسرے یہ کہ سجدہ کا مدار فضیلت پر نہیں. قرآن شریف اللہ کا کلام ہے حکیم کا کلام ہے۔ مغلوب الغضب کا کلام نہیں۔

❊ ❊ ❊

وسیلہ کی دعا صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے

فرمایا۔ وسیلہ جو بعد اذان کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعا میں طلب کیا جاتا ہے اس میں علماء کو اختلاف ہے کہ غیر کو اس کی دعا جائز ہے کہ نہیں۔ مگر الیواقیت و الجواہر میں محی الدین ابن عربیؒ کا قول ہے کہ اگر جائز بھی ہو تو ادب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تجویز کیا جائے۔

مانسہرہ کے ایک صاحب کی اصلاح

فرمایا۔ مانسہرہ سے ایک شخص نے لکھا ہے کہ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ تمہارے شیخ نے قومی کاموں میں حصہ نہیں لیا۔ میں کیا جواب دوں۔ فرمایا جواب یہ ہے کہ یوں کہو کہ ایسے مہمل پیر کو میں نے چھوڑ دیا اور سچ مچ چھوڑ بھی دو۔ اور میں نے تم کو چھوڑ دیا پھر معافی چاہی چھ ماہ تک یہی قصہ رہا۔ آخر کہا کہ کوئی صورت معافی کی ہے ۔ فرمایا یہ کہ اپنی غلطی مشتہر کرو اور جن لوگوں کی نسبت لکھا تھا کہ کیا جواب دوں۔ ان کے سامنے اپنی غلطی کا اظہار کرو پھر اُن کے ڈاک کے پتے مجھ کو دو تاکہ میں تحقیق کروں کہ اُن سے کہا یا کہ نہیں۔ اب تک یہ قصہ چل رہا ہے۔

حضرت حاجی صاحبؒ حضرت گنگوہیؒ کا بحد احترام فرماتے تھے

فرمایا۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ کا حضرت حاجی صاحبؒ بحد ادب فرماتے تھے جیسا کہ شیخ صاحب کا ادب ہوتا ہے۔ میرے ہاتھ حضرت گنگوہیؒ نے عمامہ بھیجا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے آنکھوں پر رکھا پھر سر پر رکھا۔

اسلام صوفیا اور تاجروں نے پھیلایا

فرمایا۔ ایک انگریز نے لکھا ہے کہ اسلام تلوار سے نہیں پھیلا دو فرقوں سے پھیلا ہے۔ صوفیا اور تجار۔ لوگوں نے اُن کے صدق، امانت، حالت، معاملات کو دیکھ کر اسلام قبول کیا

جاں نثاری کی مثال

فرمایا۔ میں بعض وعظوں میں ایک حکایت اور مثال بیان کیا کرتا ہوں۔ وہ

یہ کہ ایک رئیس کے پاس ایک باورچی نوکر ہے اور بہت جانثار ہے۔ روٹی بھی پکاتا ہے، اُس کی سواری بھی چلاتا ہے اور دباتا بھی ہے۔ اور تنخواہ دس روپیہ ہے اتفاق سے اس کے گھر کوئی مہمان آگیا۔ اُس نے باورچی کی خدمات اور سلیقہ دیکھ کر تحقیق کی اور باورچی سے دریافت کیا کہ تنخواہ کتنی ہے اس نے کہا کہ دس روپیہ۔ مہمان نے کہا کہ چلو ہم تم کو پچیس روپیہ دیں گے اور چار آدمی کا کھانا بھی دیں گے۔ اب میں مخاطب سے پوچھتا ہوں کہ وہ باورچی کیا کرے تمہارے فیصلے سے میں فیصلہ کروں گا۔ ظاہر یہ ہے کہ جانثاری کا تقاضا تو یہی ہے کہ نہ جاوے۔ اب بتلاؤ کہ مولوی حق تعالیٰ کے ساتھ وہ معاملہ کرتے ہیں جو باورچی نے اپنے مالک سے کیا اور افسوس کہ تم نے حق تعالیٰ کی وہ قدر نہ کی جو باورچی نے اپنے آقا کی کی۔

ترقی کونسی نافع ہے

فرمایا۔ ہنگو میں وعظ ہوا۔ لکل وجهة هو موليها فاستبقوا الخيرات کا بیان ہوا۔ میں نے کہا صاحبو! ہم ترقی کے مخالف نہیں۔ تم ترقی کو مندوب ومباح کہتے ہو۔ ہم واجب کہتے ہیں۔ تم واجب بھی کہو تو عقلی ہوگی اور ہم واجب شرعی کہتے ہیں کہ ترک پر گناہ ہوگا۔ پھر تم اور ہم اس پر بھی متفق ہیں کہ مطلق ترقی مطلوب نہیں۔ کیونکہ بدن پر ورم ہو تو علاج کراتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ ترقی وہ مقصود ہے جو نافع ہو اور ضار نہ ہو۔ بس اتنے حصہ میں جھگڑا ہے کہ نافع کونسا حصہ ہے تم نافع اور ضار صرف دنیاوی امور کو سمجھتے ہو اور ہم جو دین میں ضار ہو اس کو ترقی فی الورم کی طرح مضر سمجھتے ہیں۔ اسی طرح اشارہ فی الخیرات میں ہے۔ باقی اگر شبہ کیا جاوے کہ مولوی جائز ترقی کا وعظ بھی نہیں کہتے، تو جواب یہ ہے کہ ہم اس وقت کہتے جب تم نہ کرتے۔ تم تو اُس میں اس قدر مشغول ہو کہ حدود سے نکل گئے ہو۔ اس کے بعد قارون کے قصہ سے بھی اس کو ثابت کیا فخرج على قومه في زينته۔ آگے چل کر فرمایا قال الذين يريدون الحيوة الدنيا۔ یہ تو ترقی یافتہ کی حالت ہے اور قال الذين اوتوا العلم یہ مولوی کا جواب ہوا۔ پھر یہ تو اختلاف ہوا اس پر اللہ تعالیٰ

نے اختلاف کا فیصلہ کیا۔ فیصلہ بھی عملی۔ وہ یہ کہ فخسفنا بہ وبدارہ الارض پھر ترقی کے طالبوں کی رائے بدل گئی جیسے کہ ارشاد ہوا و اصبح الذین تمنوا مکانہ بالامس۔ اور میں بقسم کہتا ہوں کہ تم بھی اقرار کرو گے کہ مولوی ٹھیک کہتے ہیں۔ مگر کب؟ جب موت آوے گی اور یقیناً اس غلطی کا اقرار کرو گے کہ علماء حق پہ تھے۔

سلوک کے طریق میں وساوس کا آنا بڑی نعمت ہے

فرمایا۔ سلوک کے طریق میں وساوس کا آنا بڑی رحمت کی چیز ہے کہ یہاں ایک دفعہ فیصلہ ہو جاتا ہے پھر مطمئن ہو جاتا ہے ورنہ بعض دفعہ وساوس موت کے وقت آتے ہیں پھر جواب اور نجات مشکل ہو جاتی ہے اس واسطے طریق میں وساوس کا آنا بہت مفید ہے۔

ظہر اور عصر جماعت سے نہ پڑھنے پر ایک سب انسپکٹر پولیس کو تنبیہ

فرمایا۔ ایک سب انسپکٹر پولیس مرید تھے خط لکھا کہ شام، عشا اور صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتا ہوں اور ظہر اور عصر میں بازار سے گذرنا پڑتا ہے۔ ایک تو لوگ ادب کے لئے اٹھتے ہیں دوسرے اس میں رعب نہیں رہتا اور اس محکمہ کو رعب کی بے حد ضرورت ہے اور یہ بھی لکھا تھا کہ مجھ کو حیا آتی ہے۔ جواب میں لکھا کہ کیا کسی ایسی جگہ اگر تبدیل ہو جاؤ جہاں مسلمان ہونے سے تم کو حیا اور عار آوے تو اسلام کو چھوڑ دو گے۔ جماعت سے ہیبت کم نہیں ہوتی بلکہ محبت کے ساتھ جمع ہوتی ہے نفرت کے ساتھ نہیں اور یہ بہت بڑی نعمت ہے۔

لا اسراف فی الخیر

فرمایا۔ ایک بزرگ نے دوسرے بزرگ سے کہا لا خیر فی الاسراف۔ انہوں نے نہایت لطیف جواب دیا لا اسراف فی الخیر

اسراف کی حقیقت

فرمایا۔ اسراف کی مشہور تعریف یہ ہے کہ "معصیت میں صرف کرنا" اس پر ایک شبہ ہے وہ یہ کہ کسی کی تنخواہ دس روپیہ ہو اور چالیس خرچ کرے تو یہ اسراف

نہ ہونا چاہیئے کیونکہ کسی معصیت کے تحت میں داخل نہیں۔ اس شبہ کا جواب نہ ہونے سے بعض نے تعریف بدل دی اور میرے نزدیک تعریف یہی ہے۔ جواب یہ ہے کہ معصیت دو قسم ہے حقیقی اور حکمی۔ صورت مذکورہ میں معصیت حکمی ہے آخر میں معصیت میں مبتلا ہونا پڑے گا

مختصر ہدیہ کا قبول فرمانا

ایک شخص نے ایک آنہ دیا اور کہا کہ تین پیسے دے دو۔ مجلس میں تحقیق کر کے چار پیسے طلب کئے پھر تین اس کو دے دیے اور ایک پیسہ خود رکھ لیا۔ فرمایا۔ اس ہدیہ میں ریا کا شبہ ہی نہیں۔

طالب علموں کو اصلاح اعمال کی ضرورت

فرمایا۔ طالب علموں کو ذکر میں مشغول تو نہ ہونا چاہیئے مگر اعمال کی اصلاح چاہیئے اخلاق کی اصلاح چاہیئے۔

تارکین نماز کو مشرک اور تارکین حج کو یہودی کیوں فرمایا گیا

نماز عید میں وعظ فرمایا کہ تارکین صلوٰۃ کو مشرک اس واسطے فرمایا کہ مشرک نمازی نہیں ہوتا اور تارک حج کو یہودی کے ساتھ تشبیہ دی کہ یہود حج نہیں کرتے تاخیر حج کی فسق ہے گو داڑھی بھی ہو اور نماز و تہجد بھی پڑھے مگر ہے فاسق۔ اسواسطے جلد چلا جاوے۔

مدینہ منورہ کا سفر عاشقانہ سفر ہے

فرمایا۔ مدینہ منورہ کے سفر کا خرچ شمار نہ کرے۔ وہ عاشقانہ سفر ہے۔ پیادہ بھی جاؤ۔ بعض لوگوں نے گنبد خضریٰ پر نظر کی۔ گرے اور مر گئے۔

ترکِ دنیا اچھی چیز ہے

فرمایا۔ ترکِ دنیا نہایت اچھی چیز ہے۔ اس واسطے طالبانِ دنیا کو بھی اُن مولویوں سے محبت ہوتی ہے جو تارک دنیا ہوں۔ طالبانِ دنیا سے محبت نہیں ہوتی۔ تو معلوم ہوا کہ ترک دنیا تمہارے نزدیک بھی اچھی ہے۔

کفار کو تبلیغ نہ ہوئی ہو تو کیا وہ معذور ہوں گے

فرمایا۔ کفار کو اگر تبلیغ نہ ہو چکی ہو۔ مثلاً جزا سزا وغیرہ میں تو وہ معذور ہوں گے۔ پھر فرمایا یہ مسئلہ بہت نازک ہے۔ میں نے تفسیر میں اس کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ پھر فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر آیت پڑھی اور فرمایا کہ مولوی عبید اللہ صاحب سندھی نے حجۃ اللہ البالغہ سے اس مضمون کو اخباروں میں درج کیا تھا مگر گول مول۔ اور ایک مولوی کانپوری نے اس کا رد کیا۔ پھر ان عبارات کو حضرت والا نے ایک قلمی بیاض سے پڑھ کر سنایا پھر مسائل السلوک سے (تحت آیت مذکورہ) اس مضمون کو سنایا۔ پھر فرمایا ابن عربیؒ کی طرف یہ قول منسوب ہے مگر اُن کی طرف نسبت صحیح نہیں اور فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوبؒ نے فرمایا تھا کہ مسئلہ شیخ (ابن عربی) کا کشفی ہے اور عدم عذاب ایک لمحہ ہوگا اس کا استمرار نہ ہوگا۔ شیخ علیہ الرحمۃ کو زوال عذاب مکشوف ہوا تو استمرار عدم سمجھ گئے۔ حالانکہ غلط ہے اور نصوص صریحہ کے خلاف ہے۔

ادراک کی دو قسمیں

فرمایا۔ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار کی کئی تفسیریں ہیں ایک یہ ہے کہ ادراک بالکنہ نہیں ہوتا۔ صوفیاء کے نزدیک ادراک دو قسم ہے۔ ایک یہ کہ رائی مرئی تک چلا جائے۔ دوسرے یہ کہ مرئی رائی کے قریب آجائے۔ آیت میں پہلی قسم کی نفی ہے۔ دوسری کا ثبوت ہے اور فرمایا کہ آیت کے آخری حصہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہی تفسیر صحیح ہے کیونکہ آخر میں ھو اللطیف الخبیر ہے "لطیف" لا تدرکہ الابصار کے مناسب ہے اور یدرک الابصار "خبیر" کے مطابق ہے۔

سیاسیات کا استنباط کتاب و سنت سے نہیں ہو سکتا

فرمایا۔ تصوف کا کتاب و سنت کا استنباط ہو سکتا ہے اور سیاسیات کا استنباط سنت سے نہیں ہو سکتا کیونکہ تصوف دین ہے اور سیاسیات گو علوم صحیح ہوں مگر دین نہیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ تصوف کے مسائل پر کتاب و سنت کی دلالت

ظاہر ہے۔ سیاسیات کو خواہ مخواہ ٹھونسا جاتا ہے۔

احتلام کے علاج کی تدابیر

فرمایا۔ جب جن کہیں رات میں نظر آویں تو اذان کہہ دے۔ اور احتلام کی کثرت کسی کو ہو، اس کے بہت علاج لوگ بیان کرتے ہیں کہ سورۂ نوح پڑھ کر سو جائے کوئی کہتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام سینہ پر لکھ دے یا شیطان کو خطاب کر کے کہے کہ بے شرم حضرت آدم علیہ السلام کو تو سجدہ کرنے سے عار تھی اور مجھ سے بُرا کراتا ہے شرم نہیں آتی۔

حمل کی حفاظت کا ایک عمل

احقر نے عرض کیا کہ اگر کسی کو جن ہو تو اذان مفید ہوگی۔ فرمایا اُس کے کان میں کہہ دے امید کہ فائدہ ہوگا اور سورۃ الطارق پڑھ کر دم کرے اور حمل کی حفاظت کے لئے والشمس وضحٰہا پڑھ کر کسی چیز پر دم کر کے کھلا دے۔

کسی نے کہا کہ جب کسی جن کو دیکھے تو ننگا ہو جاوے تو وہ دُور ہو جاتا ہے۔ فرمایا وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ کیا ہے؟

دو عجیب حکایات

فرمایا۔ بعض ارواح بھی جو اَب تک عالمِ ناسوت میں نہیں آئیں یا آگر چلی گئیں۔ وہ اذن سے متصرف ہو جاتی ہیں ملائکہ کی طرح۔ اور کبھی وہ متشکل ہو جاتی ہیں۔ حضرت مولانا گنگوہی رحؒ کو کسی نے خواب میں دیکھا تھا۔ حضرت نے اُس سے فرمایا کہ مجھ کو مرنے کے بعد خلافت مل گئی۔ خلافت سے مراد تصرف کا اذن ہے اس پر فرمایا وہ حکایات عجیب ہیں۔ ایک تو ہمارے دیہات کا ایک شخص بیان کرتا تھا کہ سرکاری فوج میں ہم ملازم تھے۔ کابل سے جنگ ہوا اور شکست ہوئی۔ ہم واپس آئے ایک جگہ پہاڑ میں پہنچے۔ بہت تنگ جگہ تھی وہاں ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ چند آدمی نہایت سفید لباس میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ ایک نے جماعت کرائی ہم نے ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب

فراغت ہو چکی تو انہوں نے کہا کہ تم نماز پھر پڑھو۔ ہم تو شہید ہیں اور ان کی روحیں ہیں۔ ہم پر نماز فرض نہیں۔ صرف تلذذ کے لئے نماز پڑھی ہے۔ پھر اُس سفر میں اُس نے بیان کیا کہ آگے ایک جگہ پہنچے ایک جنگل میں وہاں ایک شخص تھا اُس کے پاس ٹھہرے اُس نے کہا کہ یہاں رات کو باہر نہ دیکھنا۔ اس احاطہ کے اندر رہنا۔ جب رات کا کچھ حصہ گذرا ہم نے جھانک کر دیکھا کہ سُور ہی سُور ہیں۔ ہم بہت پریشان ہوئے اور ڈرے۔ صبح کو اُن بزرگ سے دریافت کیا کہ یہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ تم کو تو منع کیا تھا مگر اب تو جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ انہوں نے کہا کہ یہ ارواح تھیں اُن لوگوں کی جو مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارے گئے۔ تو معلوم ہوا کہ وہ متمثل ہو کر کبھی اس عالم میں بھی آجاتی ہیں۔ باقی اہل بدعت تو ان کو مستقل متصرف مانتے ہیں اور پھر استمرار کے ساتھ۔ دوسری حکایت بہت عجیب ہے اور اس کے بعد سب راوی بجز میرے ثقات ہیں (یہ لفظ ہنس کر فرمایا) وہ حکایت یہ ہے اور راوی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ ہیں اور انہوں نے اپنے والد مولانا مملوک علی صاحب سے سُنی اور انہوں نے صاحب واقعہ سے سنی۔ اور کچھ آثار اس کے خود مشاہدہ فرمائے۔

واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص تھے جن کا نام بیدار بخت تھا۔ لوگ تو اس کو بیدار بخش کہتے تھے مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ غلط ہے۔ اس کے چار بیٹے تھے وہ سید صاحب کے لشکر میں جہاد کے لئے گئے وہاں جاکر شہید ہو گئے۔ بیدار بخت کو خبر ملی۔ بہت پریشان ہوا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ ایک روز میں تہجد کے وقت اپنے مردانہ مکان میں تھا کہ ایک آدمی نے کہا کہ سید صاحبؒ اور مولانا شہید صاحبؒ اور ایک جماعت آرہی ہے۔ فرش بچھاؤ۔ فرش بچھایا گیا اور یہ سب جماعت آگئی۔ وہ شخص بیدار بخت کہتا ہے کہ میں بہت حیران تھا کہ یہ خواب ہے یا بیداری۔ میرا بیٹا جو شہید ہو گیا تھا وہ بھی آیا۔ اس کے سر پر رومال بندھا ہوا تھا۔ ذقن کے نیچے سے نکال کر سر پر بندھا ہوا تھا۔ میں نے کہا کہ ایسا کیوں؟ اس نے کہا کہ اس جگہ تلوار لگی ہے جس سے میں شہید ہوا۔ پھر اس نے رومال کھولا اور نصف سر کو ہاتھ میں لے کر کہا کہ یہ زخم ہے۔ باپ نے

کہا کہ مجھ سے دیکھا نہیں جاتا باندھ لو۔ اُس نے باندھ لیا۔ اُس کے خون کے قطرے فرش پر گرے اور کہا کہ ہم سب شہید ہیں۔ پھر چلے گئے۔ بیدار بخت کہتا ہے کہ صبح ہوئی مجھ کو بے حد حیرانی ہوئی کہ یہ خواب تھا یا بیداری۔ پھر فرش پر دیکھا تو خون کے قطرے بھی گرے ہوئے تھے۔ مولانا مملوک علی صاحب نے فرمایا کہ میں نے خود بیدار بخت سے یہ واقعہ سنا اور دو قطرے خون کے دیکھے۔

لطیفہ غیبی سے مُراد

فرمایا۔ لطیفہ غیبی سے مراد کوئی لطیف جسم ہے خواہ وہ فرشتہ ہو یا روح۔ یا اللہ تعالیٰ کی کوئی اور مخلوق ہو۔

شرک کی حقیقت میں جامع عنوان

شرک کی حقیقت میں بعض لوگوں کو کوئی جامع عنوان نہیں ملا جو اس حقیقت کو ظاہر کر سکے کہ مشرکین بت پرست اور قبروں کی پوجا کرنے والوں میں فرق کرے اس کو میں نے اپنی کتاب الادراک والتوصل فی الاشراک والتوسل میں بیان کیا ہے اور وہ الہادی میں چھپ گئی ہے۔ وہ فرق یہ ہے کہ بالذات متصرف غیر اللہ کو کافر بھی نہیں مانتے اور بالاذن تصرف ممکن ہے اور یہی عقیدہ مشرکین کا ہے اور اہل اسلام بھی جو قبر پرست ہیں وہ یہی کہتے ہیں۔ ان میں فرق کیا ہے۔ فرق یہ ہے کہ کفار مشرکین کے اعتقاد میں اللہ تعالیٰ نے کلیات ان کے سپرد کر دی ہیں۔ جیسا حکومت کلکٹر کو کلیات دے دیتی ہے اور ہر جزئی جزئی میں وہ خود تصرف کرتے ہیں حق تعالیٰ سے نہیں دریافت کرتے اور یا خود مستقل ہو گئے ہیں۔ اور قبر پرستوں کے نزدیک ہر ہر ہر جزئی اللہ تعالیٰ کے اذن سے کرتے ہیں۔ گو یہ عقیدہ بھی علی الاطلاق غلط ہے۔ مگر شرک نہیں ہے۔

ملائکہ حق تعالیٰ شانہٗ کی عظمت سے ڈرتے اور ترساں رہتے ہیں

فرمایا۔ ملائکہ بھی حق تعالیٰ کی عظمت سے ڈرتے ہیں۔ لرزاں اور ترساں رہتے ہیں۔ حالانکہ معصوم ہیں۔ اسی طرح حضرات انبیاء بھی۔ کہ اگر وہ دوزخ میں جھونک دیں تو اُن کے ہاتھ کو کون پکڑ سکتا ہے ؎

غیر تسلیم و رضا کو چارۂ در کفِ شیرِ نرِ خونخوارۂ

تفسیر آیات

فرمایا- وقال الذین فی النار لخزنۃ جھنم ادعوا ربکم یخفف عنا یوما من العذاب- قالوا اولم تک تاتیکم رسلکم بالبینٰت- قالوا بلیٰ قالوا فادعوا وما دعاء الکٰفرین الا فی ضلال- سے عدمِ اجابت دعاء کافر پر استدلال غلط ہے بلکہ یہ شبہ سیاق پر نظر نہ کرنے سے پڑا ہے۔ ماقبل میں آخرت کا ذکر ہے۔ مطلب یہ کہ اخراج جہنم کے بارہ میں دعا قبول نہ ہوگی

تردّد خامی کی دلیل ہے

فرمایا- مولانا محمد قاسم صاحبؒ مطبع مجتبائی میں دس روپیہ پر نوکر تھے۔ حضرت حاجی صاحبؒ سے عرض کیا کہ اگر حضرت مشورہ دیں تو نوکری چھوڑ دوں۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا مشورہ دلیل ہے تردد کی اور تردّد دلیل ہے خامی کی اور خام کو ترک اسباب نہیں چاہیے۔ فرمایا یہ جواب وہی دے سکتا ہے جس کے سامنے حقائق منکشف ہو گئے ہوں۔ اہل علم اپنے دل کو ٹٹول لے کہ اگر یہ سوال اُس سے ہو تو کیا جواب دے گا۔ قیامت تک ایسے مقدمات مرتب نہ کر سکے گا۔

بعض مشائخؒ کا حرام نوکری کے ترک کا مشورہ نہ دینے کا سبب

فرمایا۔ اگر گناہ وقایہ کفر کا ہو تو گناہ کرلے اور بُرا سمجھے۔ گناہ چھوڑ کر کفر میں نہ جاوے۔ اسی واسطے بعض مشائخ نے حرام نوکری کے ترک کا مشورہ نہیں دیا۔ تاکہ پھر کفر میں مبتلا نہ ہو۔

سفرِ حج میں ایک دنیادار اور غریب کا مکالمہ

فرمایا۔ سفرِ حج میں ایک دنیادار اور غریب کا مکالمہ عجیب ہے۔ غریب کو کچھ تکلیف تھی۔ امیر نے کہا کہ ناخواندہ مہمان کو ایسا ہی کرتے ہیں۔ ہم کو اللہ میاں نے بلایا ہے۔ دیکھو کیسا آرام ہے۔ غریب نے کہا پتہ بھی ہے کہ ہم گھر کے ہیں برات میں گھر والوں

کی رعایت نہیں کی جاتی ۔ اجنبی کا خیال کیا جاتا ہے ۔ گھر والے تو اپنے ہیں ۔ اسی واسطے حضرات انبیاء کو ظاہری سازو سامان کم ملتا ہے ۔

اہل اللہ سے گستاخی کے کلمات کا انجام

فرمایا ۔ حضرت میاں جی نور محمد صاحب دادا پیر رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں ایک مولوی محمد اشرف صاحب نے شروع شروع میں کچھ گستاخی کے کلمات کہہ دیئے تھے ۔ بعد میں وہ حضرت میاں جی صاحبؒ سے بیعت ہو گئے ۔ حضرت نے ایک دفعہ اُن سے فرمایا کہ دینداری یہی ہے کہ تم کو مجھ سے فائدہ نہ ہو گا ۔ کیونکہ میں جب فائدہ دینے کے ارادہ سے تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہوں ، تو تمہارے گستاخانہ کلمات دیوار بن کر سامنے آجاتے ہیں ۔ ہر چند کوشش کرتا ہوں کہ حائل نہ رہے مگر مجبور ہو گیا ہوں ۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک شخص مجھ سے بیعت تھا اُس نے کچھ ایسی حرکت کی جس سے مجھ کو تکلیف ہوئی اس کے باپ نے سفارش کی ۔ میں نے کہا کہ اب دل نہیں ملتا اُس نے کہا کہ اس کی کوئی تجویز فرمائی جاوے ۔ میں نے کہا کہ تم سے نہ ہو گی ۔ کہا کروں گا ۔ میں نے کہا کہ جیسے مخالفت کا اعلان کیا تھا ۔ اسی طرح اپنی غلطی کا اعلان کرو ۔ کہا یہ نہیں ہو سکتا ۔ میں نے کہا کہ وضوح حق کے بعد کیا مشکل ہے ۔ بس رہ گئے بدون استکبار و عار کے کوئی مانع نہیں ۔ سیر کی روایت میں ہے کہ ابلیس نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میری نسبت کچھ عرض کرنا کہ اب بہت ہو چکی ہے ۔ معاف کیا جاؤں ۔ موسیٰ علیہ السلام بھول گئے ۔ حق تعالیٰ نے یاد کرایا ، کہ کسی کا پیغام لائے تھے ۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کو یاد آیا اور عرض کیا تو جواب ملا کہ اس کو کہہ دو کہ اب قبر آدم کو سجدہ کرے ۔ موسیٰ علیہ السلام بہت خوش ہوئے کہ سجدہ کیا مشکل ہے ۔ واپس آکر اس کو فرمایا ۔ اُس نے کہا کہ واہ ! آدم علیہ السلام کو تو سجدہ کیا نہیں ۔ قبر کو سجدہ کروں گا ۔ فرمایا بجز عار و استکبار کے کیا مانع تھا ۔ پھر اُس شخص نے جو میری مخالفت کا اعلان کر چکا تھا ۔ اُس کے والد نے کہا کہ آپ ہی کوشش فرماویں ۔ گستاخی معاف فرماویں تاکہ دل مل جاوے فرمایا ۔ یہ غیر اختیاری ہے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

قاتل سے فرمادیا تھا۔ ھل تستطیع ان تغیب عنی وجھک حالانکہ وہ اسلام لے آئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی خلیق نہیں۔ تو اس صورت میں تحقیق یہ ہے کہ یہ چیز غیر اختیاری ہے

حضرت حکیم الامت کا ترک کانپور کے بعد کچھ قرض

فرمایا۔ جب میں کانپور سے تعلق چھوڑ کر وطن آیا تو کچھ قرضہ تھا۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ سے عرض کیا کہ دعا فرمادیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر راضی ہو تو دیوبند ایک مدرس کی جگہ خالی ہے، لکھ دوں، میں نے عرض کیا کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ جب کانپور سے تعلق نہ رہے تو پھر کسی جگہ تعلق نہ کرنا۔ اگر آپ فرمائیں تو میں کرلوں گا اور میں یہ خیال کرتا ہوں کہ یہ بھی حضرت حاجی صاحبؒ کا حکم ہے۔ ایک ذات کے دو حکم ہیں ایک مقدم وہ منسوخ، دوسرا مؤخر وہ ناسخ۔ الحمدللہ کہ یہ جواب مخاطب کی برکت سے سمجھ میں آیا۔ (کاتب الحروف عرض کرتا ہے کہ علماء ظاہر اپنے دل کو ٹٹولیں کہ ہم اسی طرح جواب دیتے۔ قیامت تک نہ ہو سکتا) اس پر حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ پھر حضرت حاجی صاحبؒ کے فرمانے پر عمل کرو۔ انشاء اللہ کوئی پریشانی نہ ہوگی۔

حضرت نظام الدین صاحب دہلویؒ کے پاس حاضر ہونے والے دو شخصوں کی حکایت

فرمایا حضرت نظام الدین صاحب دہلویؒ کی خدمت میں دو شخص آئے۔ آپس میں گفتگو کر رہے تھے ایک نے کہا کہ ہمارے ہاں کا حوض یہاں کے حوض سے بہت بڑا ہے۔ حضرتؒ نے سن لیا۔ فرمایا کیا تم نے ناپا ہے کہا نہیں۔ فرمایا جاؤ ناپ کر آؤ۔ مہینوں کا راستہ طے کر کے گیا وہاں جا کر ناپا تو ایک بالشت زیادہ نکلا۔ بہت خوش آیا کہ بات صحیح رہی۔ آکر عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا تھا کہ تم نے تو کہا تھا کہ بہت بڑا ہے۔ ایک بالشت بڑے کو بہت بڑا نہیں کہتے۔ جاؤ تم کو مرید نہیں کرتا۔ طبیعت میں احتیاط نہیں۔

مجذوبین کشف سے کہتے ہیں:۔ فرمایا مجذوبین صرف حاکی ہوتے ہیں۔ مستقبل یا حال یا ماضی کی بات جو کچھ کہتے ہیں وہ کشف ہوتا ہے۔

سیاہ مرچ بیداری اور دماغ کو مفید ہے

فرمایا۔ سیاہ مرچ سے بیداری بھی حاصل ہوتی ہے اور دماغ کو بھی مفید ہے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا فہم

فرمایا۔ صحابہ کیسے فہیم تھے کہ ان کو کچھ شبہات پیش نہ آتے تھے ورنہ ضرور سوال کرتے بہت کم جگہ یسئلون آیا ہے۔ یسئلونك عن الاھلة۔ آگے جواب عملاً بظاہر مطابق نہیں مگر وہ فوراً سمجھ گئے۔ سوال عن العلۃ تھا۔ جواب میں حکمت بیان فرمائی۔ ترک علت اور جواب حکمت کی وجہ صحابہ سمجھ گئے۔ اسی طرح لو شاء اللّٰہ ما اشرکنا۔ یہاں کفار کا قول ہے اور اللہ تعالیٰ نے آگے اس کا رد فرمایا اور بعینہ یہ قول حق تعالیٰ کا ہے کہ لو شاء اللّٰہ ما اشرکوا وہاں اسی کو ثابت فرمایا ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ کفار کے قول میں مشیت تکوینی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دے رہے ہیں کہ آپ غم نہ فرماویں۔ تکویناً یہی ہونا تھا، تو اس فرق کو صحابہؓ سمجھ گئے ورنہ ضرور سوال کرتے۔ متکلم کی برکت سے فہم کامل عطا ہوا تھا۔[1]

ثقیل المحمل ہدیہ کا رد ناجائز ہے

فرمایا ہدیہ اگر بہت ہو تو طبعاً گراں گذرتا تھا۔ کوئی شرعی دلیل نہ تھی۔ اب معلوم ہوا کہ ایک حدیث بھی طیب کے بارہ میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کو قبول کر لو۔ کیونکہ امنہ خفیف المحمل معلوم ہوا کہ ثقیل المحمل کا رد جائز ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی پیشین گوئی

فرمایا۔ ایک خاندان کے نام یہ تھے۔ بسم اللہ، بارک اللہ، ماشاء اللہ۔ آخر ایک لڑکی کا نام رکھا الحمد للہ۔ تو شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے فرمایا کہ اب یہ خاندان ختم ہو جائے گا اور اس آیت کو پڑھا۔ وآخر دعواھم ان الحمد للّٰہ رب العلمین۔ اس آیت کا خطور ہوا اور اہل اللہ کو ایسا ہو جاتا ہے وہ خاندان پھر ختم ہو گیا۔

---

[1] آگے یہ ملفوظ ذرا تفصیل سے آتا ہے ۱۲

اپنے عشق پر عاشق ہونا

فرمایا۔ شروع شروع میں تو معشوق معشوق ہوتا ہے۔ پھر خود عشق معشوق بن جاتا ہے۔ گویا وہ اپنے عشق پر عاشق ہوتا ہے۔

صوفیاء کا ایک غلط کشف

فرمایا۔ بعض صوفیا اس کے قائل ہیں کہ جنت میں ایک جنت ہے اس میں نہ حور ہیں اور نہ قصور، صرف یہ ہے۔ رَبِّ اَرِنِیْ اَرِنِیْ۔ فرمایا یہ غلط ہے۔ اگر کشف ہے تو بھی غلط ہے نصوص کے خلاف ہے وہاں تعب نہیں۔ راز یہ ہے کہ دنیا میں جس درجہ کی استعداد ہوتی ہے اُس درجہ کا وصول نہیں ہوتا اور وہاں یہ نہ ہوگا۔ بلکہ جس درجہ کی استعداد ہوگی اُسی درجہ کا وصول ہوگا۔ سوزش اور بے کلی نہ ہوگی۔

خشیت لوازم عظمت سے نہیں

احقر نے عرض کیا کہ عظمت حق سے وہاں جنت میں خشیت تو نہ ہوگی، فرمایا نہ خشیت لوازم عظمت سے نہیں ورنہ خود حق تعالیٰ کو اپنی عظمت کا جتنا علم ہے کسی کو بھی نہیں۔ اور خشیت نہیں۔ ماشاء اللہ بہت عمدہ تنویر سے روشن کیا۔

مجنون کا ہدیہ لینا ناجائز ہے

فرمایا۔ جس شخص کا دماغ درست نہ ہو اُس کا ہدیہ لینا درست نہیں۔

فرقہ اویسیہ

فرمایا۔ فرقہ اویسیہ حضرت اویسؓ کی طرف منسوب ہے۔ صرف اس تشبیہ سے کہ اس میں فیض روحانی ہوتا ہے نہ اس لحاظ سے کہ حضرت اویسؒ سے اس کا مبداء ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ اس فیض کا احساس بھی ہوتا ہے۔ فرمایا۔ ہاں، ذوق اور تقویت نسبت محسوس ہوتی ہے مگر کسب میں اس کو کچھ دخل نہیں۔ ایک مولوی صاحب ولایتی نے عرض کیا۔ کیا کا کا صاحب کی قبر کے گرداگرد وہاں کے سجادہ نشین وغیرہ بیٹھ جاتے ہیں بغرض استفادہ۔ فرمایا۔ کسبی چیز نہیں۔ ویسے ہی کائیں کائیں کرتے ہیں۔ اگر یہ کسبی شئے ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے گرداگرد لوگ بیٹھ جایا کرتے اور کسی سے

کچھ فیض حاصل نہ کرتے

مراقبہ توکل

فرمایا۔ ایک بزرگ نے دوسرے کو پوچھا کہ آج کل کس شغل میں ہو۔ اُس نے کہا کہ مراقبۂ توکل کرتا ہوں۔ کہا کب تک پیٹ کے دھندے میں رہو گے۔ پہلے تو اسباب کے ذریعہ سے اس میں مشغول تھے اب ترک اسباب سے پیٹ کے خیال میں ہو۔ فرمایا گویا توکل میں لحاظ بغرض تاکل ہے۔ مراقبۂ عشق کب کرو گے؟

سلسلہ نقشبندیہ میں شیخ کو ظاہری وقار سے رہنا ضروری ہے

فرمایا۔ نقشبندیہ میں یہ بھی ضروری ہے کہ شیخ ظاہری وقار سے رہے۔ گویا شاہی سامان میں رہے۔ فرمایا نیت اس میں بھی خیر کی ہے تاکہ مریدین کی نظر میں وقار ہو اور اس سے عظمت ہو اور عظمت سے فائدہ ہوتا ہے مگر چشتیہ کے ہاں اس کا کچھ خیال نہیں۔ بلکہ وہاں تو جلنا، مرنا اور جلانا ہی کچھ ہے۔ ان کے ہاں ظاہری سامان کچھ نہیں۔ فرمایا اصل وقار افادہ سے ہوتا ہے۔ جب مستفیدین کو فائدہ ہوا تو وقار ہو گا۔ اگر ان کو کچھ فائدہ نہیں ہوا تو کچھ وقار نہ ہو گا۔ ان کے ہاں بے سامانی سے وقار ہوتا ہے۔ اشیاء بعض مؤثر بالکیفیت ہیں اور بعض مؤثر بالخاصہ ہیں۔ وقار ظاہری تو مؤثر بالکیفیت ہے اور ترک وقار مؤثر بالخاصہ ہے۔ ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ چشتیہ کے اعمال کم ہیں۔ اس کا جواب جو میں سمجھا ہوں وہ یہ ہے اور مجھے وہ پسند ہے۔ وہ یہ کہ اعمال دو قسم ہیں۔ ایک ظاہری مثلاً تلاوت اور نوافل وغیرہ اور ایک باطنی ہیں مثلاً ذکر قلبی اور فکر اور نعماء الٰہی کا استحضار وغیرہ تو یہ اعمال چشتیہ میں بہت ہیں بلکہ کوئی وقت ایسا نہیں گذرتا کہ وہ عمل میں نہ ہوں۔ تو اعمال بھی چشتیہ کے بہت ہوئے۔ ہاں بدنام ہیں تو صرف سماع کی بدولت وہ طریق میں داخل نہیں۔ بعض نے غلبۂ حال میں اور بعض نے قیود کے ساتھ سنا ہے۔ دوکاندار تو اب بہت غلو کر گئے ہیں۔ ایک صاحبزادہ نے جو اہل سماع سے ہیں اور گنگوہ کے ہیں، کل اہل سماع مشائخ کی دعوت کی۔ جب کل جمع ہوئے تو کہا حضرات مجھ کو سماع کی نسبت کچھ عرض کرنا ہے۔ وہ یہ ہے کہ کیا کبھی کسی

اہل طریقت نے کسی باطنی کیفیت کے حاصل کرنے کے لئے کسی مرید کو کبھی سماع کی تلقین کی ہے۔ جواب ظاہر ہے کہ کبھی کسی نے کسی کیفیت محمودہ کے حاصل کرنے کے لئے یہ تجویز نہیں کیا۔ تو معلوم ہوا کہ داخل طریق نہیں اور کوئی مفسد طریق بھی نہیں۔

کلامِ خبری کی تعریف

کلام خبری کی تعریف تو مجھ کو پسند ہے۔ صدق یا کذب کسی ایک کا احتمال رکھتی ہو بخلاف منشاء کے کسی کا احتمال نہیں رکھتی۔

حکایت حضرت شیخ کبیر احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا۔ حضرت شیخ احمد رفاعی حضرت غوثؒ کے معصر ہیں۔ بہت بڑے درجہ کے ہیں۔ ایک شخص حضرت غوثؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ بیعت کر لو۔ حضرت غوثؒ نے فرمایا کہ تیری جبین پر شقاوت معلوم ہوتی ہے۔ غرض بیعت نہ کیا۔ حضرت شیخ احمد رفاعیؒ کے پاس گیا۔ فوراً فرمایا کہ میرے بھائی نے رد کیا۔ میں اشقیا کو مرید کروں گا۔ دعا کی۔ شقاوت مبدل بسعادت ہوگئی۔ پھر حضرت غوثؒ کی خدمت میں آیا۔ دیکھ کر فرمایا یہ میرے ہی بھائی کا مرتبہ ہے کہ شقی کو سعید بنا نا دعا سے۔ حضرت شیخ احمد رفاعیؒ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ارواح کو جمع کیا اور فرمایا مانگو جو چاہتے ہو۔ میں نے کہا۔ ارید ان لا ارید واختار ان لا اختار اس پر مجھ کو وہ عنایت فرمایا جو مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر من ھذا العصر۔ فرمایا اس میں بظاہر حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانیؒ بھی داخل ہیں۔ حضرت شیخ احمد رفاعیؒ ایک بار مدینہ طیبہ گئے۔ اور یہ واقعہ سیوطیؒ نے سند سے لکھا ہے جا کر سلام کیا۔ سید تھے۔ کہا السلام علیکم یا جدی۔ جواب آیا وعلیکم السلام یا ولدی۔ بے ساختہ اُن سے دو شعر صادر ہوئے ؎

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلھا تقبل الارض عنی وھی نائبتی

فھذہ دولۃ الاشباح قد حضرت فامدد یمینک کی تحظی بھا شفتی

ایک ہاتھ ظاہر ہوا کہ کل مسجد نبوی منور ہوگئی اور کل لوگ بے ہوش ہوگئے۔ حضرت شیخ نے ہاتھ کو بوسہ دیا پھر بیہوش ہوگئے۔ اس کے بعد مسجد کے دروازہ پر آکر لیٹ

گئے اور سب کو قسم دی کہ مجھ کو روند کر جاویں۔ یہ کبر کا علاج تھا۔

بغرض تبرک کسی کو کچھ دینا ناجائز ہے

فرمایا۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے ایک مسئلہ سنا تھا۔ کسی کتاب میں نہیں دیکھا کہ بغرض تبرک کسی کو کچھ دینا معصیت ہے۔ کیونکہ اپنے آپ کو مقدس خیال کرتا ہے ہاں اگر کوئی تبرک کی غرض سے مانگے تو اس کے خیال کے مطابق دے دینا جائز ہے۔ کہ یہ اس کا خیال ہے جو معصیت نہیں۔

مولانا احمد حسن کانپوریؒ حضرت حاجی صاحبؒ کے عاشق تھے

فرمایا۔ مولانا احمد حسن صاحب کانپوری حضرت حاجی صاحبؒ کے بہت عاشق تھے ایک شخص نے مکہ مکرمہ میں دیکھا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا جوتا مبارک سر پر رکھے زار زار رو رہے ہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ کو پتہ بھی نہ تھا۔

جھوٹا کھانے سے طبعی نفرت

فرمایا۔ مجھ کو کسی کے جھوٹے سے بہت نفرت ہے۔ بالکل کھایا ہی نہیں جاتا۔

تین مقامات پر سلام کی ممانعت

فرمایا۔ فقہاء نے تین جگہ سلام منع کیا ہے جب کہ طاعت میں مشغول ہو۔ یا معصیت میں یا حاجت بشریہ میں۔

داڑھی منڈے کو سلام کرنا کیسا ہے

فرمایا داڑھی مونڈے کو سلام کرنے میں ایک طریق ہے اور ایک علاج ہے۔ طریق تو یہ ہے کہ نہ کرے اور اگر اپنے آپ کو اُس سے بڑا خیال کرے تو علاج یہ ہے کہ سلام کرنا واجب ہے۔

کلام میں تقلیل کی ضرورت

فرمایا۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا کہ طریق تو یہ ہے کہ اچھا کلام اچھا ہے اور بُرا بُرا ہے مگر کلام میں تقلیل چاہئے۔ یہ علاج ہے طریق نہیں۔

انسان مجبور ہے یا مختار

فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ کسی نے سوال کیا کہ انسان مجبور ہے یا با اختیار ہے؟ تو یہ کہا کہ لا جبر و لا قدر و لکن الامر بین بین انہوں نے فرمایا۔ ایک قدم اوپر کر کے زمین سے اٹھا۔ پھر فرمایا دوسرا بلند کر۔ اس نے کہا کہ دوسرا نہیں ہو سکتا۔ فرمایا۔ بس اتنا جبر ہے اور پہلا اختیار ہے۔ سبحان اللہ! کیسا حل کیا۔ مولانا رومیؒ نے اس شعر میں فطری بتا دیا ؎

زاری ما شد دلیل اضطرار — خجلت ما شد دلیل اختیار

انبیاء در کار عقبیٰ جبر ید — اشقیا در کار دنیا جبر ید

انبیاء را کارِ دنیا اضطرار — اشقیا را کارِ عقبیٰ اضطرار

اشیاء مطلوبہ تین قسم کے ہیں

فرمایا۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے حدیث ان معہا مثل الذی معہا کی عجیب شرح فرمائی تھی۔ ان حضرات کے علوم مدون نہ تھے۔ فرمایا تھا کہ مطلوبہ اشیا تین قسم ہیں۔ ایک یہ کہ ان سے صرف دفع حاجت مقصود ہے لذت مقصود نہیں مثلاً پاخانہ پھرنا۔ دوسرے وہ ہیں جن میں صرف لذت مقصود ہے۔ تیسرے وہ کہ جس میں ترکیب ہو یعنی لذت اور دفع حاجت دونوں مقصود ہوں۔ پھر یہ دو قسم ہے۔ ایک یہ کہ دفع حاجت غالب ہو جیسے طعام میں دفع حالت غالب ہے گو لذت بھی مقصود ہے۔ اس واسطے دستر خوان عمدہ ہونا، برتن صاف ہونا بھی مقصود ہوتا ہے مگر ضروری نہیں۔ دوسری قسم یہ ہے کہ لذت غالب ہو جیسے جماع دفع حاجت بھی ہے، دفع فضلات بھی، مگر لذت مقصود ہے۔ تو اب سنئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جماع میں گو لذت مقصود ہے مگر تم اس کا مراقبہ کرو کہ دفع حاجت مقصود ہے۔ اس میں راحت ہو گی اور اس دفع حاجت میں دونوں برابر ہیں۔ زانی کو چونکہ لذت مقصود ہوتی ہے۔ اس واسطے ساری دنیا کی عورتوں میں اگر اسے موقعہ ملے اور ایک باقی رہے، تو بھی یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید اس میں لذت زیادہ ہو۔

اس واسطے ہمیشہ پریشانی میں رہتا ہے۔

کیا اہل قبور سے فائدہ ہوتا ہے

فرمایا۔ اہل قبور سے فائدہ ہوتا ہے۔ کبھی اُن کے قصد سے اور کبھی بلاقصد، جیسے آفتاب سے فائدہ بلاقصد ہوتا ہے۔

حضرت حکیم الامتؒ کی ایک حالت

فرمایا۔ میری ایک ہی حالت ہے۔ کبھی لوگ اس کو تواضع کہتے ہیں اور کبھی اس کو تکبّر۔ نہ وہ تواضع ہے نہ تکبر۔

لاصلوٰۃ الا بحضور القلب کا مفہوم

فرمایا: لاصلوٰۃ الا بحضور القلب (بغیر حضور قلب کے نماز نہیں ہوتی) سے مراد احضار[1] ہے مجازاً۔ کیونکہ حضور[2] تو اختیاری نہیں۔ فرمایا اس پر ایک طالب علم نے شبہ کیا کہ حضور تو مطاوعہ ہے احضار کا اور لازم ہے۔ پھر احضار کے بعد ضرور ہوگا۔ فرمایا جواب یہ لکھا تھا کہ حضور کے مدارج و مراتب ہیں۔ یہ جو میں نے لکھا تھا کہ احضار کے بعد حضور کبھی ہوتا ہے کبھی نہیں۔ اس سے مراد حضور کامل ہے اور وہی مطلوب ہے۔ باقی ادنیٰ درجہ کا حضور تو ضرور ہوگا۔ اور فرمایا کہ احضار کامل کی صورت تو یہی ہے کہ مذکور کی طرف متوجہ رہے اگر نہ ہو سکے تو ذکر کی طرف۔ یا مثلاً یہ سوچے کہ کعبہ کی طرف کھڑا ہوں۔ ایک اور صورت بھی ہے مگر اُس کا ظاہر کرنا مناسب نہیں۔ وہ یہ کہ کسی فقہی مسئلہ کی طرف متوجہ ہونا بھی منافیِ حضور نہیں۔ گویہ ناقص احضار ہے تو اس کو قصداً نہ کرے مگر یہ حالت پیش آوے تو قلق بھی نہ ہو کہ نماز میں احضار نہیں ہوا۔

یہ حضرت عمرؓ کے فرمان سے میری سمجھ میں آیا۔ اور جس دن سمجھا طبیعت میں نہایت مسرت ہوئی۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد یہ ہے:

انی اُجَهِّزُ الجیش وانا فی الصلوٰۃ ۱۲ میں لشکر کی تیاری کرتا ہوں نماز میں ہوتے ہوئے

---

[1] یعنی اپنے قلب کو اپنے اختیار سے نماز میں لگائے رکھنا ۱۲ [2] یعنی دل کا خود بخود حاضر رہنا ۱۲۔

یہ مطلب نہیں کہ قصداً میں یہ خیال لاتا ہوں۔ مطلب یہ کہ آجاتا ہے اور چونکہ ہے یہ دینی مشغلہ۔ تو معلوم ہوا کہ نماز میں کسی دینی مشغلہ کا خیال منافی حضور نہیں

احقر کاتب نے عرض کیا کہ میرے خیال میں حالت نماز میں یہ آتا ہے کہ یا اللہ رحم فرما۔ تو فرمایا کوئی حرج نہیں، یہ بھی احضار کے منافی نہیں۔ فرمایا توجہ الی المذکور یا الی الاذکار یا الی الافکار الدینیۃ کوئی بھی احضار کے منافی نہیں۔ ہاں کامل وہ احضار ہے جو الی المذکور یا الی الذکر ہو۔ احقر نے عرض کیا کہ سماع قرأت میں احضار کی کیا صورت ہوگی؟ فرمایا۔ جہری صلوٰۃ میں الفاظ کو غور سے سننا۔ معنیٰ کی طرف جانا۔ اور سرّی میں مذکور یا الفاظ خیالی کا احضار یا وہی کعبہ کی طرف توجہ اور صوفیاء نے یہی معنے کئے۔ حضرت ابوہریرہؓ کے قول کے کہ:-

اقرأ بھا فی نفسک یا فارسیؒ انے فارسی اپنے دل میں پڑھ

اور فرمایا۔ احضار کی ایک مثال مجھ کو یاد آئی بہت ہی مناسب ہے وہ یہ کہ مثلاً قرآن کچا یاد ہو تو سوچ سوچ کر پڑھتا ہے بس اتنا سوچنا احضار کے لئے کافی ہے۔

مباشرتِ اسباب کے بعد حال پیدا ہوتا ہے

فرمایا۔ حال تو واجب نہیں مگر مباشرت اسباب (جن سے حال پیدا ہو) واجب ہے۔ حال کو واجب جو نہیں کہا تو اس معنیٰ کر کہ خود غیر اختیاری ہے۔ مگر حق تعالےٰ کی عادت یہ ہے کہ مباشرتِ اسباب کے بعد حال پیدا فرما دیتے ہیں۔ اس معنیٰ کر کے حال واجب ہے بھی اور نہیں بھی جیسا مثلاً ابصار غیر اختیاری ہے۔ کیونکہ باوجود محاذات کے عدم ابصار غیر اختیاری ہے۔ تو اس کی ضد ابصار بھی غیر اختیاری ہوگا۔ کیونکہ غیر اختیاری کی ضد بھی غیر اختیاری ہوگی۔ کیونکہ قدرت متعلق ہوتی ہے ضدین کے ساتھ۔ مگر باوجود اس کے ابصار کو اختیاری کہتے ہیں کیونکہ اس کے اسباب مثلاً فتح العین وغیرہ من المحاذات اختیاری ہیں۔ اسی طرح حال ہے۔

فاعل حقیقی حق تعالیٰ شانہٗ ہیں

فرمایا۔ صوفیاء کے نزدیک ہر شخص خدا تعالیٰ کو ہی موثر مانتا ہے کیونکہ فاعل حقیقی

ہے۔ بُت کی اس واسطے عبادت کرتا ہے کہ یہ فاعل ہے اور فاعل حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہیں۔ تو حقیقت میں وہ بھی فاعل حقیقی کو مانتا ہے گو غیر فاعل کو فاعل سمجھ گیا ہے۔ رنجیت سنگھ کا قصہ ہے کہ جب دریائے اٹک پر پہنچا تو آگے پار ہونے کا سامان نہ تھا تو گھوڑے کو دریائے اٹک میں داخل کیا۔ کسی نے کہا کہ یہ اٹک ہے اُس نے کہا اُس کے لئے اٹک ہے جس کے لئے کھٹک ہے۔ جس کے لئے کھٹک نہیں اس کے لئے اٹک نہیں۔ تو بھروسا تھا پار ہو گیا۔

کتب دینیہ کی تعلیم پر ضرورت سے زیادہ اُجرت لینا جائز ہے

ایک مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ کتب دینیہ کی تعلیم پر ضرورت اور گذر سے زیادہ اجرت لینا بھی جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا جائز ہے خصوصاً اس زمانہ میں کیونکہ مباشرت اسباب سبب ہے قناعت اور اطمینان کے حصول کا اور یہ بہت بڑی نعمت ہے۔

اور ضرورت دو قسم کی ہے۔ حالیؔ اور مالیؔ۔ ممکن ہے کہ اب ضرورت نہ ہو اور آئندہ چل کر ضرورت ہو جائے۔ اور اس صورت میں دل میں استغناء ہوتا ہے کہ ہمارے پاس روپیہ ہے۔ صاحب ہدایہ نے جو وجہ رزق قاضی میں بیان کی ہے اس سے میں نے جمعرات کی روٹیاں جو یہاں آتی تھیں جاری رکھوائیں۔ بعض مؤذن واپس کر دیتے تھے۔ میں نے کہا کہ واپس نہ کی جاویں۔ ممکن ہے کہ یہ حالت ہمیشہ نہ رہے اور پھر مؤذن کو ضرورت پڑے۔ اور لوگوں کی عادت نہ ہو تو مؤذن تنگ ہو کر مسجد چھوڑ دے۔ اور مسجد غیر آباد ہو جاوے اور مدرسی کی تنخواہ میں زیادہ انکار کرنا اس میں امام شافعی صاحبؒ کی اہانت ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ بالکل جائز ہے۔ غرض اتنا طمع جائز ہے پھر یہ شعر پڑھا ؎

چوں طمع خواہد زمن سلطانِ دین ؎۱ خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

؎۱ جب سلطانِ دین ہی حکم دیں کہ طمع اور حرص اختیار کرو تو پھر قناعت پر خاک ڈالو ۱۲

حضرت سفیان ثوریؒ بہت زاہد تھے۔ یہاں تک کہ ہارون رشید کا خط آیا تو لاٹھی سے کھول کر پڑھا کہ خط کو ظالم کا ہاتھ لگا ہوا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں مال جمع کرنا چاہئے کیونکہ اگر ضرورت ہو گئی تو پہلے دین کو تباہ کرے گا۔ اس واسطے تنخواہ بیشک لے اگر بچے جمع کرتا ہے۔

اہل مدرسہ دیوبند کو ارشاد

فرمایا۔ اہل مدرسہ دیوبند کو لکھا ہے کہ اب تک تو تدبیرات میں رہے اب ترکِ تدبیر کر کے دیکھو اور اعلان کرو۔ یہ نسخہ مجرب ہے۔ اگر نقصان ہوا بھی تو اتنا نہ ہو گا۔ جتنا تدبیرات میں ہوا۔ مگر ابھی وہ تدبیرات میں لگے ہوئے ہیں۔

قیدِ نفس میں صیدِ نفس

ایک مہتمم مدرسہ نے لکھا کہ میں مدرسہ کی قلم دوات سے اپنا خط نہیں لکھتا۔ اس میں نفس کا کید تو نہیں۔ فرمایا کیدِ نفس نہیں بلکہ قیدِ نفس ہے جس میں صیدِ نفس ہے۔

صاحب اولاد اپنے آباء کی بہ نسبت مقصود بالذات ہے

اپنے استاد مولانا سید احمد صاحبؒ مدرس مدرسہ دیوبند کی نسبت فرمایا کہ اُن کے ماموں کے اولاد نہ تھی اور اس وجہ سے وہ مغموم رہتے تھے۔ مولانا سید احمد صاحبؒ نے ان کو فرمایا کہ غم کی کوئی وجہ نہیں بلکہ خوشی کا مقام ہے کیونکہ جس شخص کی اولاد ہے وہ مقصود من وجہ ہے اور جس کی اولاد نہیں وہ مقصود بالذات ہے۔ صاحبِ اولاد اپنے آباء کی بہ نسبت مقصود بالذات ہے اور اپنی اولاد کی بہ نسبت مقصود بالعرض۔

ایک صاحب کے لئے اولاد کی دعا فرمانا

فرمایا۔ ایک شخص نے خط لکھا کہ میرے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اولاد عنایت فرما دیں اور لکھا کہ جب آپ اپنے لئے دعا نہیں فرماتے تو میرے لئے کیسے فرمائیں گے؟ فرمایا۔ کہ تمہارے لیے کروں گا۔ کیونکہ مجھ کو خواہش اولاد کی نہیں۔ کیونکہ تعلقات سے جی گھبراتا ہے۔ اور تم کو تو خواہش ہے۔ میں تو مجنون ہو جاتا اگر اولاد ہو جاتی۔

بزرگوں کی صحبت سے دین سے مناسبت پیدا ہوتی ہے

فرمایا۔ بزرگوں کی صحبت کی برکت سے دین سے مناسبت ہو جاتی ہے اسی وجہ سے کسی نے کہا ہے

جملہ[1] اوراق و کتب در نار کُن سینہ را از نورِ حق گلزار کُن

حیدر آباد کی تہذیب

فرمایا۔ حیدر آباد گیا تو وہاں کے لوگ بہت تکلف کرنے لگے۔ میں نے کہا کہ میں چونکہ یہاں کی تہذیب سے واقف نہیں، میں تھانہ بھون کی تہذیب برتوں گا بس میں اپنی حالت پر رہا۔ چارپائی پر ہی بیٹھ گیا اور کہا کہ تھانہ بھون کی یہی تہذیب ہے۔ غرض ہم مہذب ہی رہے۔ اگر کوئی کسی بات کو خلافِ تہذیب کہے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ غیر مہذب تھانہ بھون ہوا ہم مہذب ہی رہے۔

صرف لطیفۂ قلب کا نورانی کرنا سنت ہے

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ صرف لطیفۂ قلب کا نورانی کرنا سنت ہے۔ باقی لطائف خود بخود صفا ہو جاتے ہیں۔ سبحان اللہ! کس قدر اطاعتِ سنت ہے۔

اعتکاف کی حقیقت اور مشاغل

قبل از صلوٰۃ جمعہ وعظ فرمایا کہ عشرۂ اخیرہ میں ایک عبادت خاص ہے جس کو "اعتکاف" کہتے ہیں۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ بلا ضرورت شدیدہ مسجد سے نہ نکلنا خواہ سوتا رہے، خواہ پڑا رہے، نماز پنجگانہ تو ادا کرے اور گناہ سے بھی بچے۔ باقی کوئی عبادت ذکر اذکار شرط نہیں۔ اعتکاف پر جو ثواب ہے وہ مل ہی جائے گا۔ تو پھر کیسی عجیب عبادت ہے کہ کرا کرایا کچھ نہیں۔ ثواب مفت کا ہاتھ آ گیا۔ اس کی عقلی وجہ تو ضروری نہیں مگر میں تبرعاً عرض کر دیتا ہوں پہلے آپ نے مسجد کی حقیقت نہیں سمجھی۔ مسجد کی حقیقت خداوندی دربار اور شاہی آستانہ ہے۔ اسی واسطے اُس کے آداب ہیں کہ بازاروں کی طرح اس میں بلند آواز نہ ہوں، طہارت ہو وغیرہ۔

---

[1] تمام اوراق و کتب کو آگ لگا کے اپنے سینے کو نورِ حق سے گلزار بناؤ ۱۲

ثواب اعتکاف کی حقیقت سمجھئے کہ اس کی حقیقت خداوندی دربار میں پڑا رہنا ہے اور ظاہر ہے کہ اگر کسی دنیا دار انسان کے دروازہ پر کتا بھی پڑا رہے تو دو چار دن تو شاید تغافل کرے آخر اس کو روٹی دیتا ہے کہ میرے دروازہ پر پڑا رہے۔ تو حق تعالیٰ تو ارحم الراحمین ہیں وہ کیوں نہ عنایت فرماویں گے؟ اس کی حقیقت حدیث میں آئی ہے جس کے ایک جملے کا مضمون تو یہ ہے کہ تمام حسنات کا اس کو اجر ملتا ہے اور دوسرے جملہ کا مضمون یہ ہے کہ سب معاصی سے بچنے کا ثواب ملتا ہے۔ اس حدیث کا مطلب جو میں سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ حسنات سے مراد وہ حسنات ہیں جو بوجہ اعتکاف کے کر نہیں سکتا۔ مثلاً شرکت جنازہ، عیادت اور جہاد وغیرہ۔ تو اگر ثواب نہ ملتا تو یہ شبہ ہوتا کہ اچھا اعتکاف کیا کہ ایک عبادت کی اور ہزاروں ثواب سے رُکا۔ تو حق تعالیٰ نے جواب فرمایا کہ نہیں ان سب کا ثواب تم کو ملے گا۔ جیسا بعینہٖ مرض میں ہوتا ہے کیونکہ نیت ثواب کی اور عمل کرنے کی تھی۔ اس واسطے ثواب مل گیا۔ باقی اگر کوئی یہ کہے کہ حسنات تو مطلق ہیں تو ممکن یہ بھی ہے مگر پہلی صورت میں قواعد کے قریب ہو جائے گا مگر حق تعالیٰ قواعد کے پابند نہیں اور اجتناب معاصی میں بھی میں یہ سمجھا ہوں کہ جن معاصی سے بوجہ اعتکاف کے رُکا ہے۔ اس سے پہلے ایک مقدمہ سمجھئے وہ یہ کہ مقدمہ شے کا حکم میں شے کے ہونا ہے دوسرا یہ کہ کف عن المعاصی یہ موجب ثواب کا ہے تو اب سمجھئے کہ اعتکاف مقدمہ ہے کف کا۔ اور کف موجب ثواب ہے۔ اس لئے اعتکاف موجب ہے معاصی کے ترک کا۔ تو لاکھوں گناہوں سے بچا جاتا ہے اور لاکھوں حسنات ہوتے ہیں۔ اور معتکف کو بدون عمل کے ثواب مل جاتا ہے اور نیز سنت مؤکدہ علیٰ سبیل الکفایہ ہے۔ اگر کسی نے نہ کیا تو بستی والے سب ماخوذ ہوں گے۔ اور باقی اگر کوئی حسنات کو عموم پر رکھے اور ایسا ہی معاصی کو تو کوئی حرج نہیں۔ عموم میں نہ پڑے۔

دوسری عبادت لیلۃ القدر کا قیام ہے۔ لیلۃ القدر میں نووی ؒ نے بہت قول نقل کئے ہیں مگر راجح قول یہ ہے کہ وہ عشرۂ آخیر کے اوتار میں ہے۔ پھر دو احتمال

ہیں ایک یہ کہ معیّن ہو. دوم یہ کہ دائر کبھی اکیسویں، کبھی ستائیسویں۔ دوسرا قول ظاہر ہے۔ پھر حق تعالیٰ نے عشرۂ آخیرہ کی ہر رات مقرر نہیں کی بلکہ اوتار۔ تاکہ ایک رات آرام کرلیویں ورنہ عشاق تو آنکھیں ہی پھوڑ لیتے۔ باقی دن کی نوم میں وہ راحت نہیں جو رات میں ہوتی ہے۔ ان راتوں کی فضیلت یہ ہے کہ ہزار مہینہ کی عبادت سے بہت بہتر ثواب ملتا ہے۔ یہ جو مشہور ہے کہ ہزار مہینہ کے برابر ہے یہ غلط ہے۔ پھر ہزار سے بہت بہتر کی کوئی حد نہیں، لاکھ درجہ، کروڑ، ارب وغیرہ۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ محاورہ میں جب یہ کہتے ہیں کہ ہزار سے بہتر تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہزار سے بہتر مگر قریب قریب۔ جیسے کہتے ہیں سو سے زیادہ تو معنے کچھ زیادہ ہیں۔ تو اسی طرح یہاں ہوگا۔ جواب اس کا ذرا عربی محاورہ کے سمجھنے پر موقوف ہے اب عربی محاورہ کے مطابق یہ ہے کہ اَلْف کا لفظ عربی زبان میں سب سے زیادہ بڑا عدد ہے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ جو تمہارے نزدیک سب سے زیادہ بڑا عدد ہے۔ اس سے بھی بہت بہتر ثواب ہوگا۔ اگر قرآن مجید اُردو میں ہوتا تو یوں فرماتے کہ سنکھ سے بہت بہتر ثواب ہوگا۔ باقی کوئی یوں خیال کرے کہ بے شمار ہوگا جو شمار ہی میں نہیں آتا اس کو بوجہ انا عند ظن عبدی بی (میں اپنے بندے کے گمان کی طرح ہوں) اسی طرح ملے گا۔ باقی اگر کوئی کہے کہ میں اس کو رکھوں گا کہاں؟ تو وہ رکھنے کی جگہ بھی دیں گے۔

نیم جاں[1] بستاند و صد جاں دہد   آنچہ در وہمت نیاید آں دہد

حق تعالیٰ بندے کے ظن کے مطابق معاملہ فرماتے ہیں اور اوتار راتیں یہ ہیں مثلاً بیسواں دن گذار کر جو شام آوے گی وہ اکیسویں ہوگی۔ شریعت میں رات پہلے آتی ہے دن بعد۔ سوائے حج کی رات کے۔ وہ حق تعالیٰ نے عوام کے محاورہ کے مطابق مقرر فرمایا ہے۔ عوام دن کو اول اور رات کو بعد میں خیال کرتے ہیں۔ وہ بندوں کے ضعف کی کس قدر رعایت فرماتے ہیں کہ کوئی نویں دن عرفات میں نہ پہنچ سکے تو

[1] ایک ادھوری سی جان لیکر ہزاروں جانیں عطا فرماتے ہیں جو تمہارے وہم و گمان میں بھی نہیں ۱۲

رات نویں وہ سمجھے گا جو نواں دن گذر کر آتی ہے۔ اس کو نویں دن کی طرح حج کا زمانہ مقرر فرما دیا اور یہ میرا خیال ہے کہ لیلۃ القدر میں باقی راتوں سے اور معمول سے زیادہ جاگنا کافی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ساری رات جاگے۔ باقی بہت بہتر عبادت اس میں نفل ہیں۔ کیونکہ قیام کی فضیلت ہے اور قیام نفل میں ہے۔ باقی تلاوت اور اذکار بھی کرے۔ تو صوفیاء کی قید چھوڑ دے۔ صوفیاء کی قیدیں وہ اور مصلحت کے لئے ہیں۔ عبادت خالص وہی ہے جو ان سے خالی ہے۔ صوفیاء بھی جب منتہی ہو جاتے ہیں تو یہ قیدیں ترک کر دیتے ہیں۔ ضربیں وغیرہ نہیں لگاتے۔

قرآن شریف کا طرز مصنفین کے طرز پر نہیں

فرمایا۔ قرآن شریف کا طریق مصنفین کی طرز پر نہیں ہے بلکہ محاورہ کے طریق پر اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے، نہ ہی اس میں اصطلاحی الفاظ کی پابندی ہے۔ لوگ اس کو باقی تصانیف کی طرز پر اتارتے ہیں پھر فہم مشکل ہو جاتا ہے مثلاً سورۂ قیامت میں پہلے قیامت کا ذکر ہے اور بعد میں بھی قیامت کا ذکر ہے۔ درمیان میں فرمایا:

لا تحرك به لسانك لتعجل به　　آپ اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کیجئے کہ جلدی کریں۔

تو اب اس کا ربط تلاش کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تصنیفات کی طرز پر اُتارتے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ اس کا طرز محاورہ پر ہے۔ اس کی بعینہٖ مثال ایسی ہے کہ باپ کھانے کے وقت اپنے بیٹے سے کوئی تقریر کر رہا ہو اور بیٹا جلدی جلدی کھائے باپ تقریر کو درمیان میں چھوڑ کر بیٹے کو ڈانٹ دے گا کہ یہ کیا واہیات ہے۔ جلدی جلدی مت کھاؤ۔ اس کے بعد تقریر پھر شروع کر دے گا یہ انتظار نہ کرے گا کہ تقریر ختم کر کے روکے اور یہ غایت شفقت ہے۔ اسی طرح یہاں حضورؐ نے جلدی جلدی پڑھنا شروع کیا تو اس کو روک دیا۔ پھر وہ تقریر (قیامت کا مضمون) شروع کر دی۔ یہ غالباً کشاف نے لکھا ہے۔ میں اسی واسطے کہتا ہوں کہ صرف، نحو کچھ ادب پڑھا کر قرآن شریف کا سادہ ترجمہ پڑھانا چاہیئے۔ کتب درسیہ کی تعلیم کے بعد اصطلاحات رچ جاتی ہیں۔ پھر قرآن شریف کو بھی اس پر اتارتا ہے۔ ہاں اس کے بعد فنون پڑھے کیونکہ

بعض مواقع بدون فنون کے حل نہیں ہوتے۔ مثلاً سورۂ انعام میں کفار کی نسبت ایک جگہ ارشاد فرمایا:

لَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا — اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے

اس میں یہ ارشاد ہے کہ اُن کا شرک ہماری مشیت سے ہے۔ اگر ہم ترکِ شرک کو چاہتے تو عدم اشراک ہوتا اور اسی سورۃ میں کفار کا قول نقل فرمایا:

وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا — اور اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے

بظاہران دونوں قولوں میں تضاد ہے تو جواب یہ ہے کہ آیت اولی میں مشیت بمعنی ارادہ ہے۔ یعنی تکوینی طور پر کسی مصلحت کی بنا پر ہم نے ان کے شرک کا ارادہ کیا ہے اور دلیل اس کی قرآن شریف کا سیاق وسباق ہے اس میں حضورؐ کی تسلی فرمارہے ہیں کہ تبلیغ کے بعد آپ مغموم نہ ہوں کیونکہ ہم نے ان کے شرک کا ارادہ کیا ہوا ہے۔ اور دوسری آیت میں مشیت بمعنی رضا ہے۔ کیونکہ کفار کفر کے مرضی اور پسندیدہ ہونے پر دلیل پیش کر رہے ہیں۔ اور حق تعالیٰ اس کا انکار فرمارہے ہیں۔ اس دوسری آیت پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف کا طرز مناظرانہ نہیں۔ کیونکہ کفار کے قول پر دلیل کے طریق پر رد نہیں فرمارہے۔ ورنہ ظاہر یہ تھا کہ یوں فرماتے کہ اس سے رضا نہیں ثابت ہوتی۔ یہ تمہارے مزعوم کے بھی خلاف ہے تو اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ تمہارے مزعوم اور اس کی نقیض دونوں پر راضی ہے تو یہ غلط ہے۔ یہ طریق مناظرانہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شفقت کا طرز ہے۔ پھر فرمایا اسی طرح کتب درسیہ کے بعد قرآن شریف کی تفسیر پڑھنے سے یہ غلطی ہوتی ہے کہ مثلاً ظن کو قرآن شریف میں "ظن" ملاحسن کی اصطلاح میں سمجھتے ہیں حالانکہ قرآن شریف میں اور محاورۂ عرب میں ظن یقین سے لے کر خیالات باطلہ تک سب پر آتا ہے۔ مثلاً:

انها لکبیرۃ الا علی الخاشعین الذین یظنون (الآیۃ) — بے شبہ نماز گراں ہے مگر خاشعین پر جو یقین رکھتے ہیں اللہ سے ملنے کا۔

یہاں بمعنی یقین کے ہے اور اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا (نہیں گمان کرتے ہم گمان کرنا) میں ظن بمعنی

خیالات باطلہ کے ہے۔ باقی مراتب کی مثالیں بھی موجود ہیں سب مراتب پر ظن کا استعمال آیا ہے تو اب یہ اشکال نہ رہا کہ:

اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا۔ بے شک ظن حق سے مستغنی نہیں کر سکتا کچھ بھی

سے بعض مسائل کی تحقیقات کی جاوے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کا ظن ہر حق کے اثبات کے لئے کافی نہیں۔ بعض حق ایسے ہیں کہ بعض ظن سے وہ ثابت نہیں ہو سکتے۔ ارشاد ہے:

اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ بے شبہ بعض ظن گناہ ہیں

اس میں ہر قسم کے حق میں ہر قسم کے ظن کو مفید سمجھنے کی تردید ہے۔ (جامع عرض کرتا ہے کہ حضرتؒ نے اس آیت کے ذیل میں تفسیر بیان القرآن میں خوب تفصیل فرمائی ہے) اور فرمایا اسی طرح فنون پر موقوف اس آیت کی تفسیر کا سمجھنا ہے۔

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِیْهِمْ خَیْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ اور اگر اللہ ان میں کوئی بھلائی جانتے تو ان کو سننے کی توفیق دے دیتے۔ اب تو اگر دے بھی دیں تو وہ رُوگردانی کریں۔

حداوسط گرنے کے بعد نتیجہ صحیح نہیں اور جواب یہ ہے کہ صغریٰ میں اسماع مع وجدان الخیر ہے۔ جیسا لفظ لَوْ چاہتا ہے اور دوسرے مقدمہ میں اسماع مع عدم الخیر ہے۔ پس حداوسط مکرّر نہ ہوئی۔

مانع کو صرف منع کرنا جائز ہے

فرمایا:

لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ۔ کوئی قوم دوسری قوم سے ٹھٹھا نہ کرے ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔

سے علم مناظرہ کا مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ مانع کو صرف منع کر دینا جائز ہے۔ کیونکہ جو دوسرے سے مسخراپن کرتا ہے گویا وہ مدعی ہے کہ یہ ذلیل ہے تو عَسٰٓی اَنْ یَّكُوْنُوْا الآیۃ میں اس مستدل کی دلیل پر منع ہے۔

قرآن شریف میں موجودہ سیاست کا داخل کرنا بالکل غلط ہے

فرمایا۔ اگر قرآن شریف میں موجودہ سیاست کو داخل کیا جائے تو پھر تو قرآن مجید کو یہود اور نصاریٰ نے اہلِ اسلام سے (یعنی صحابہ اور تابعین سے) زیادہ سمجھا ہے اور یہ بالکل غلط ہے۔ قرآن مجید کا سمجھنا عمل کی برکت سے ہوتا ہے۔

عقائد اور طرز سلف کا ہونا چاہیئے

فرمایا۔ میرا تو خیال ہے کہ قالب ہو نیا اور قلب ہو پرانا (یعنی عقاید اور طرز سلف کا ہو۔

قریب چھُپنا سنت ہے

فرمایا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام غار حرا میں چھُپے اور وہ مکہ مکرّمہ کے بالکل قریب ہے، کیونکہ ایسے شخص کو، عادت یہ ہے کہ دُور ڈھونڈا جاتا ہے۔

ایک صحابیؓ کا ہرقل کو جواب

فرمایا۔ ہرقل کے ساتھ پہلے جنگ ہوئی اور ایک صحابی اُس کے پاس دعوت دینے کے لئے گئے۔ تو ہرقل نے کہا کہ تم اور ہم میں تو ایک اشتراک ہے کہ اہل کتاب ہیں۔ پہلے آتش پرستوں کو قتل کرو۔ ان صحابیؓ نے خوب جواب دیا اور وجہ یہ کہ صحابہ کے قلب میں وجہ پہلے ہوتی تھی پھر عمل کرتے تھے۔ اس واسطے موقع پر پیش کردیا۔ اس زمانہ کی طرح نہ تھے کہ عمل تو پہلے شروع کردیا ہوائے نفس سے۔ پھر قرآن کو چپکاتے پھرتے ہیں۔ صحابیؓ نے کہا کہ قرآن مجید میں ہے۔ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ (جو کافر تمہارے قریب ہیں ان سے جہاد کرو) تم قریب ہو وہ بعید ہیں۔

حضرت مولانا رومؒ کے ایک شعر کا مفہوم

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے اس شعر کی خوب تفسیر فرمائی ؎

زیں خورد گردد پلیدی زو جدا   واں خورد گردد ہمہ نورِ خدا

ای اخلاق حسنہ و اخلاق رذیلہ۔ اسی طرح

آنکہ ناپیدا است ہرگز کم مباد   کہ اے از دلِ ما۔

قرآن شریف نئے طرز سے پڑھانے کے متعلق حضرت حکیم الامتؒ کی مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم سے گفتگو

فرمایا۔ مولوی عبید اللہ صاحب سندھی یہاں آئے تھے۔ میں نے کہا کہ آپ قرآن شریف نئے طریق سے پڑھاتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ پرانے اصول سے آج کل تشفی نہیں ہوتی۔ میں نے کہا بالکل غلط ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ دو طالب علم گریجویٹ ایک درجہ کے ذہین لو۔ ایک میرے پاس چھوڑ دیئے۔ اس کو میں پرانے طریق سے تعلیم دوں گا۔ ایک کو آپ نئے طریق سے تعلیم دیں۔ پھر شبہات ان پر پیش کئے جاویں۔ پھر اہل شبہات سے دریافت کیا جائے کہ کس کے جواب سے تشفی ہوتی ہے انہوں نے کہا کہ پھر پڑھانے والے آپ جیسے ہوں۔ میں نے کہا کہ غلط ہے میں کیا ہوں؟

کیا بزرگوں کی زیارت سے گناہ معاف ہوتے ہیں

ایک صاحب نے سوال کیا کہ لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ بزرگوں کے دیکھنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اس کی کوئی وجہ ہے؟ فرمایا ظاہر تو کوئی سند نہیں۔ ہاں اس حدیث سے شاید کہتے ہیں کہ :۔

خِیارُ عبادِ اللّٰہ اذا رُؤوا ذُکِرَ اللّٰہ۔	اللہ کے نیک بندوں پر جب نظر پڑتی ہے تو خدا یاد آتا ہے۔

اُن سے خدا تعالیٰ یاد آتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی یاد عبادت ہے اور یہ بزرگ اس کا سبب ہے۔ مجازاً ثواب اُس کی رویت کی طرف منسوب کیا۔ ایک وجہ اور بھی ہے وہ یہ کہ دیکھنے والا بعض دفعہ ان کو نیک خیال کر کے دیکھتا ہے تو خود اس میں قبل رویت یادِ خدا ہے جس کا نشان اور اثر یہ رویت ہے۔ اس صورت میں رویت سے پہلے یادِ خدا ہوئی اور وہ سبب ہے ثواب کا مگر حکم پہلے نہیں کیا کیونکہ علم نہیں تھا وجود کا، تو یہاں دلیل اِنّی ہوئی۔

دوزخ میں رہنے والے کی ادنیٰ مدت سات ہزار سال ہو گی

فرمایا۔ یحییٰ عراقی نے احیاء العلوم کی احادیث کی تخریج کی۔ سوا دو حدیث کے

سب کا پتہ اور مخرج ذکر کیا۔ اُس کی کتاب میں لکھا ہے کہ جہنم میں جو شخص داخل ہو گا۔ ادنیٰ مدت اس کے لبث کی سات ہزار سال ہو گی۔

فرمایا۔ اہل تاریخ کے نزدیک آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر اس وقت تک سات ہزار سال ہو گئے ہیں اور قیامت اب قریب ہے۔

نیک لوگوں کی صحبت سے نفع

فرمایا۔ نیک لوگوں کی صحبت سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ بعض دفعہ علم حاصل ہوتا ہے جو داعی ہوتا ہے عمل کا۔ اور بعض دفعہ صحبت کی برکت سے وساوس کی پرواہ نہیں کرتا۔ بدون صحبت کے وساوس میں مبتلا رہتا ہے اور صحبت میں استفسار کرتا رہتا ہے۔

احوال اور کیفیات کم عقلوں کو زیادہ پیش آتے ہیں

فرمایا۔ احوال اور کیفیات کم عقلوں کو زیادہ پیش آتے ہیں۔ ذہین آدمی کو کم۔ وجہ یہ ہے کہ یہ پیدا ہوتی ہیں یکسوئی سے، اور کم عقل میں یکسوئی زیادہ ہوتی ہے اور عقلمند میں ہر وقت متعدد احتمال ہوتے ہیں۔ اُس کا ذہن چلبلا ہوتا ہے۔

آیت قرآنی سے امام اعظمؒ کی تقلید کا ثبوت

فرمایا۔ واتبع سبیل من اناب الی الآیۃ (سورۂ لقمان) سے امام صاحبؒ کی تقلید ثابت ہوتی ہے کیونکہ اصابت فی مسائل الدینیہ انابت کا فرد ہے۔ اور مسائل اجتہادیہ امام ابو حنیفہؒ کے زیادہ ہیں۔ اس واسطے ہم ان کی تقلید کرتے ہیں۔ واتبع میں خطاب عام ہے جیسا سیاق سے معلوم ہوتا ہے۔ مجتہد میں ذوق ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ سمجھتا ہے اور وہ ذوق علم ہے۔ اس ذوق کی وجہ سے اختلاف ہو گیا ہے خود مجتہدین میں۔ اور مجتہدین اور صوفیاء میں۔ مثلاً امام ابو حنیفہؒ نے یہ فرمایا ہے کہ مندوب اور مباح میں جب مفسدہ ہو تو ان کو چھوڑ دیں گے۔ اور مستحب بالعنوان دیگر مندوب مقصود بالذات میں مستحب کو کریں گے اور مفسدہ کو ترک کریں گے۔ مفسدہ کی وجہ سے مستحب کو ترک نہ کریں گے۔ مثلاً صلوٰۃ فجر میں جمعہ کے روز حضورؐ

نے سورۂ دھر اور الٓمٓ تنزیل پڑھی۔ شوافع نے اسے مستحب قرار دیا اور امام صاحبؒ نے فرمایا یہ مکروہ ہے کیونکہ اس سے مفسدہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ ہے فساد عقیدہ (کہ یہ واجب ہے) اور خود یہ مقصود بالذات ہے نہیں۔ اس واسطے اس کو ترک کر دیں گے۔ باقی یہ کہ یہ مقصود بالذات نہیں، یہ امام صاحب کا ذوق ہے۔ ذوق کا پتہ صاحبِ ذوق کو ہوتا ہے۔ اس کی مثال بیان فرمائی کہ مثلاً کسی نے کہا کہ کٹورے میں ٹھنڈا پانی لاؤ۔ اب یہاں تین چیزیں ہیں۔ پانی۔ ٹھنڈا۔ کٹورا۔ صاحبِ ذوق سمجھتا ہے کہ کٹورہ مقصود نہیں پانی ٹھنڈا مقصود ہے۔ کٹورہ میں اگر مفسدہ نہیں تو لائے گا، ورنہ اسے غیر مقصود سمجھ کر ترک کر دے گا۔ فاقد الذوق کٹورا تلاش کرے گا، اور اگر نہ ملا تو آکر کہے گا کہ کٹورا نہیں ملتا۔ یہ نہایت عمدہ مثال ہے۔ یہ مولانا دیوبندیؒ فرماتے تھے۔ اور اسی طرح صوفیاء سے بھی اختلاف ہے۔ وہ مباح یا مندوب کو بوجہ مفسدہ کے ترک نہیں کرتے بلکہ مندوب کو کرتے ہیں اور مفسدہ کا دفعیہ کرتے ہیں۔ اسی واسطے کل رسوم مروجہ مثل مولود، چالیسواں، تیجہ، چوتھا، عرس کی اصل بنا تو اچھی تھی کہ کچھ چیزیں مذکر تھیں مگر جب اس سے فساد عقیدہ ہوا تو اب شدت سے منع کریں گے، ہاں اگر بعض خوش عقیدہ لوگ کریں تو ان کو معذور خیال کیا جائے اور تفسیق اور تحقیر کی نسبت نہ کی جائے۔

اہل رسوم کو منع فرمانا

فرمایا۔ مجھ کو رسوم کرنے والوں سے اگر خوش عقیدہ ہوں بغض نہیں۔ گو ہم اس کو منع کریں گے مگر ان کی تحقیر نہ کرے۔

توکل کی حقیقت

فرمایا۔ توکل یہ ہے کہ اسباب عادیہ اکثریہ کو چھوڑ دے مثلاً نوکری، زراعت وغیرہ چھوڑ دینا یہ اسباب عادیہ اکثریہ ہیں۔ کیونکہ عادت اللہ یہ جاری ہے کہ ان اسباب سے رزق ملتا ہے۔ اور اسباب عادیہ یقینیہ کو ترک کرنا یہ توکل نہیں۔ مثلاً یہ کہ میں اپنے ہاتھ سے کھانا نہ کھاؤں گا یہ توکل نہیں۔

دوسرے کا ہدیہ لانے والوں سے معاملہ

فرمایا۔ ایک شخص نے ہدیہ طشتری کسی دوسرے کے ہاتھ یہاں بھیجا۔ میں نے واپس کر دیا۔ وہ لانے والا کہنے لگا کہ اب میں کیا کروں؟ میں نے کہا کہ یہ اُس سے پوچھو کہ وہ نہیں لیتا اب میں کیا کروں؟ تبرعاً جواب دے دیتا ہوں کہ جہاں سے لائے تھے وہاں لے جاؤ۔ فرمایا۔ بعض کے ساتھ یہ معاملہ کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ صرف اس توسط اور ہدایا کو اصل مقصود سمجھ کر کام نہیں کرتے۔ ان کو جب ان چیزوں سے روک دیتا ہوں اور پھر جب ان کا کوئی کام نہیں ہوتا تو پھر حیران ہوتے ہیں کہ ہم کیوں آئے؟ آنا بیکار رہا۔ پھر کام میں لگ جاتے ہیں اس واسطے میں یہ کہہ دیتا ہوں کہ کسی کا سلام بھی نہ لاؤ۔ اس میں ان کا حرج ہوتا ہے۔

وظائف کی اجازت طلب کرنے والوں کی نیت

فرمایا۔ وظائف کی اجازت طلب کرنے کو مؤثر سمجھتے ہیں۔ بعض سے دریافت کرتے ہیں کہ اس کی وجہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس میں برکت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر برکت کی دعا کردوں تو پھر قلب کو ٹٹول لو۔ وہی اثر ہوگا جو اجازت دینے کا تھا۔ ہرگز نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اندر چور ہے۔ عقیدہ خراب ہے۔

مسائل میں حدود شکنی جرم ہے :۔

فرمایا۔ مسائل میں حدود شکنی جرم عظیم ہے۔

منتہی سلوک کا مقام

فرمایا۔ منتہی سلوک طے کر کے اسی مقام پر پہنچتا ہے کہ :

واللہ یعلم و انتم لا تعلمون — اللہ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے

تو پھر شروع میں ہی کیوں نہ یہ عقیدہ رکھا جائے۔ خصوصاً صفات واجب میں کلام کرنا بہت خطرناک ہے۔ سب مقدمات ظنیہ ہیں، جن کو متکلمین نے یقین سمجھا ہوا ہے۔ مثلاً مسئلہ کلام قیاس الغائب علی الشاہد ہے۔ اپنے کلام میں جو تعاقب دیکھا تو یوں سمجھنے لگے کہ وہاں بھی تعاقب ہے۔ ممکن ہے کہ وہاں تعاقب نہ ہو۔ حضرات صحابہ اور سلف کا سا عقیدہ رکھنا چاہیئے۔ بس اتنا کافی ہے کہ عالم بجمیع اجزا حادث

ہے۔ اسی میں ہیولیٰ اور صورت اور جزو لایتجزیٰ سب آگئے اور یہ اللہ تعالےٰ کے صفات ہیں۔ کلام اور ارادہ باقی جب موصوف کا ادراک نہیں تو صفت کا ادراک کیسے ہو؟

دنیا میں قابل تحصیل چیز صرف ایک ہے

فرمایا۔ قابلِ تحصیل صرف دنیا میں ایک چیز ہے "خدا تعالیٰ سے صحیح تعلق" باقی سب ہیچ ہے۔

اپنی حالت پر ناز نہ ہونا

فرمایا۔ مجھ کو اپنی حالت پر کبھی ناز اور تکبر نہیں ہوا۔ صرف اس وجہ سے کہ "خدا جانے قیامت میں کیا معاملہ ہوگا" بس یہ عصائے موسیٰؑ کی طرح سب کو نگل گیا۔

قیامت میں بہت سے علماء کی تمنا

فرمایا۔ قیامت میں بہت سے علماء تمنا کریں گے کہ ہم اس اعرابی جیسے ہوتے جس کا ایمان صحیح نکلا۔

(حصہ دوم تمام شد)